تعلیماتِ شرعیہ کی روشنی میں

محبّت کی حقیقت اور اس کے تقاضے

مؤلف

ابن القیّم الجوزیہؒ

مترجم

ابن سرور محمد اویس

محبّت کی حقیقت
اور اس کے تقاضے

تعلیماتِ شرعیہ کی روشنی میں

محبّت کی حقیقت

اور اس کے تقاضے

محبت کی حقیقت و دائرہ کار، محبت کی شرعی حدود و احکام، محبت کا غلط تصور
محبت شرعیہ کی اہمیت اور حرام محبت کی تباہ کاریاں، محبت کی اقسام، اسباب
علامات اور دوسرے بہت سے فکر انگیز مضامین اور قلمی شہ پاروں پر مشتمل سدا بہار گلستانِ محبت

اردو ترجمہ

روضۃ المحبین ونزہۃ المشتاقین

مولف: ابن القیم الجوزیہؒ

مترجم: ابن سرور محمد اویس

اریب پبلیکیشنز

1542, Pataudi House, Daryaganj, New Delhi-2

نام کتاب	:	محبت کی حقیقت اور اس کے تقاضے
اردو ترجمہ	:	روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین
مؤلف	:	ابن القیم الجوزیہؒ
مترجم	:	ابن سرور محمد اویس
ناشر	:	اریب پبلیکیشنز
سنہ اشاعت	:	2008ء
صفحات	:	260
قیمت	:	165/-

Muhabbat Ki Haqiqat aur Uske Taqaze

Ibn Al-Qayyem Al-Joziya (R.A.)

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740/23282550 فیکس: 23267510

فہرست

2

﴿تقریظ﴾

حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب دامت برکاتہم

(شیخ الحدیث ونائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور)

ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "روضۃ المحبین و نزھۃ المشاقین" اپنے موضوع کے اعتبار سے یکتا اور نادر کتاب ہے، کیونکہ محبت کی حقیقت و ماہیت، اس کے رموز و اسرار، اس کی شرعی حیثیت، محبت کا اسلامی تصور...... یہ تمام وہ چیزیں ہیں، جن کے متعلق لب کشائی کرنے والے یا زورِ قلم دکھانے والے بہت کم ہیں، اس موضوع کی نزاکت اور پیچیدگیاں اہل علم حضرات سے مخفی نہیں ...... اور نہ ہی اس کی اہمیت سے انکار کیا جا سکتا ہے، کیونکہ ہر انسان کو کسی نہ کسی صورت میں محبت سے واسطہ پڑتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ جو ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگردِ رشید اور ان کے علوم کو محفوظ کرنے والے ہیں، اپنے استاد کی طرح علم کی پختگی، معلومات کی وسعت، ادب کی چاشنی کے حامل ہونے کے ساتھ تقویٰ و زہد کا مجسمہ اور پیکر ہیں، ابن القیمؒ کی تصانیف میں علمی اور ادبی پہلو جھلکتا ہے، اس لئے ان کی کتابوں سے عربی سے واقفیت نہ رکھنے والا شخص تو کجا، عربی سے معمولی مناسبت کا حامل شخص بھی استفادہ نہیں کرسکتا، اس لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ ابن القیمؒ کی کتابوں کا ترجمہ شائع کیا جائے، تاکہ ان سے استفادہ ممکن ہو سکے۔

مذکورہ کتاب کا ترجمہ "محبت کی حقیقت اور اس کے تقاضے" اپنے معنی

خیز نام کے ساتھ ملاحظہ کیا، دل بڑا خوش ہوا، ترجمہ سلیس اور واضح ہے اور ہمارے عزیز اور ہونہار شاگرد ابن سرور محمد اویس سلمہٗ کی محنت کا رنگ خوب جھلک رہا ہے، میں دل کی گہرائیوں سے ان کی کاوش کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں، اور خدا کے حضور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کو دین و دنیا کی عزتیں خوشیوں کے ساتھ عطا فرمائے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں عزیزم مولانا محمد ناظم اشرف صاحب (مدیر ''بیت العلوم'') کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس انتہائی اہمیت کے حامل موضوع کو عوام کے سامنے پیش کیا، اور وقت کی اہم ضرورت کی تکمیل فرمائی، اللہ تعالیٰ سب کی سعی کو قبول فرمائے اور غیب سے مدد فرمائے، آمین

﴿تقریظ﴾

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور)

فی هذا الکتاب بیان اصلاح الظاهر و الباطن کما یعلم من مطالعتهٔ و لکن فهمه و فائدته منحصر علی علم العربیة. کل فرد الانسان لا یعلم العربیة. فتعمیم فائدته یحصل بلسان یعلمه غیر العالم بالعربیة. فترجمته بالاردیة مستحبة. فترجمه مولنا محمد اُوَیس و هو شخص معتمد علیه. اللهم اعطه اجر هذا السعی. آمین

الهی اجعل لها نفعا کثیرا

لکی تصلحَ بها شخصا ضریرا(۱)

محمد یعقوب اللهم اغفرلهٗ

۴ جمادی الاول ۱۴۲۶ ھ

---

(۱) استاد محترم کی عربی تقریظ کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

''یہ کتاب ظاہر و باطن کی اصلاح پر مشتمل ہے جیسا کہ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، لیکن اس کو سمجھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا عربی زبان کے جاننے پر موقوف، جب کہ ہر انسان عربی نہیں جانتا، اس کے فائدہ کا عموم کسی ایسی زبان سے حاصل ہو سکتا تھا جسے عربی جاننے والوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سمجھ سکے، لہٰذا اس کا اردو ترجمہ کرنا قابل تحسین اقدام تھا، پس محمد اویس نے اس کا ترجمہ کیا، یہ ایک ایسے شخص ہیں جن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، اے اللہ! انہیں اس کوشش کا اجر عطا فرما۔ آمین

(شعر) ''اے اللہ اس کے منافع کو کثیر فرما، تاکہ اندھا شخص بھی اس سے اپنی اصلاح کر لے۔''

﴿تقریظ﴾

حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ. اما بعد!

زیرنظر کتاب "روضة المحبین و نزهة المشتاقین" مؤلفہ علامہ ابن قیمؒ کا اردو ترجمہ عزیزم، ابن سرور محمد اویس نے خوبصورت انداز میں کیا ہے، میں نے ایک ہی نشست میں تقریباً ۱۰۰ صفحات کا مطالعہ کیا ترجمہ کی کشش سے بڑا ہی لطف اندوز ہوا اور خصوصاً اس کتاب کے مضامین ایسے دلچسپ، عبرت آموز تھے کہ واقعتاً اس کا مطالعہ کرنے والا دنیا اور آخرت دونوں کی لذتوں کو حاصل کرسکتا ہے میں شاباش دیتا ہوں اس کتاب کے انتخاب پر عزیزم مولوی محمد ناظم اشرف مدیر بیت العلوم کو کہ واقعتاً اس کتاب کا انتخاب ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے انتہائی مفید ہے اور اس سے ہر انسان اپنے مزاج اور طبیعت کے مطابق سبق حاصل کرسکتا ہے۔ یہ کتاب ایک واعظ بھی ہے، ناصح بھی ہے، میری دلی دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے ناشر اور مکتبہ بیت العلوم کو توقع سے زیادہ برکتیں اور کامیابیاں عطا فرمائے۔ نیز مترجم عزیزم ابن سرور محمد اویس اور ہم سب کے لئے اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ اور اس ادارے کو زیادہ سے زیادہ علم دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، قارئین کرام سے ملتمس ہوں کہ احقر کے حسن خاتمہ وعافیت دارین کے لئے دعا فرمادیں، کرم ہوگا۔

جزاکم اللّٰہ احسن الجزاء

محتاجِ دعا

حافظ مولانا فضل الرحیم صاحب

﴿تقریظ﴾

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد یوسف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله! الکریم

دور جدید کے اہم مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ محبت کا ہے، ایک نوجوان طبقہ سوال کرتا ہے کہ کیا محبت کرنا جائز ہے؟ گویا کہ اس نوجوان نسل کے خیال میں شاید اسلام میں محبت کوئی ناجائز اور ممنوع چیز ہے، حالانکہ اسلام دین محبت ہے، دوسری طرف ایک مخصوص طبقہ اللہ کی ممنوعہ چراگاہ (حمی اللہ یعنی حدود اللہ) میں منہ مارتا اور چرتا ہوا نظر آتا ہے، تیسری طرف تصوف کے حقیقی مفہوم سے ناآشنا لوگ تصوف کا لبادہ اوڑھے ہوئے ایک مخصوص طرز محبت کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور حقوق اللہ، حقوق العباد سے یکسر غافل ہیں۔ حالانکہ کوئی جذبہ بذات خود نہ نیکی ہے نہ گناہ...... چاہے محبت ہو یا نفرت۔ اگر وہ محبت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہو تو وہ محبت عبادت ہے، اور اگر وہ محبت اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف ہوگی تو وہی محبت گناہ ہے، بالکل اسی طرح نفرت اگر اللہ اور اس کے رسول کے حکم مطابق ہو تو یہ جائز ہے ورنہ گناہ ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے، اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے، جس کے دل و دماغ میں محبت کا جذبہ اس نے پیدا کیا ہے، اس خالق نے دین اسلام میں حقیقی محبت کے اسباب اور اس کے تقاضے اور اس کے مصرف متعین کئے ہیں، لہٰذا یہ کتاب ان تمام طبقات کے لئے ایک راہ نما ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور اس کے مترجم عزیزم مولانا ابن سرور محمد اویس سلمہ کو علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

محمد یوسف خان

﴿تقریظ﴾

حضرت مولانا فیاض الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم!

اما بعد!

عزیزم مولوی محمد اویس سلمہ اور وقفے وقفے سے اپنی علمی کاوشوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ اب بھی انہوں نے حافظ ابن قیم کی کتاب "روضة المحبين و نزهة المشتاقين" کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کی سعی بلیغ کی ہے اور رنگا رنگ دینی مضامین پر مشتمل اس کتاب کو اردو پڑھنے والوں کے استفادہ کے لیے پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائے اور باعث اجر وثواب بنائے۔

کتاب کا ترجمہ آسان عام فہم ہے اور صاحب کتاب کی علمی جھلک کے ساتھ صاحب ترجمہ کی محنت اور کاوش صاف نظر آتی ہے۔

دعا گو

فیاض الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿امام حافظ ابن القیم الجوزیہؒ کے حالات زندگی﴾

(۶۹۱۔۷۵۱ھ)

نام، لقب اور کنیت

مصنف کا نام ''شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز ابو عبداللہ الزرعی الدمشقی الحنبلی'' ہے اور آپ ''ابن قیم جوزیہ'' کے نام سے معروف ہیں، اس نسبت سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے والد محترم (جو کہ علم فرائض کے بڑے عالم تھے) مدرسہ جوزیہ کے ''قیم'' (نگران، منتظم، ذمہ دار) تھے۔ اس مدرسہ کی بنیاد ''محی الدین ابو المحاسن یوسف بن عبدالرحمٰن بن علی الجوزی (المتوفی: ۶۵۶ھ) نے رکھی۔[1]

پیدائش

ابن قیمؒ سات صفر المظفر ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے اور ان کی ولادت عیسائیوں کی جلاوطنی کے ایک سال بعد ہوئی۔

تعلیم و تربیت

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے گھر میں جنم لیا جو علم، دینداری اور تقویٰ کا گہوارہ تھا، آپ کے والد محترم ابوبکر بن ایوب ایک نیک، عبادت گزار اور صالح عالم تھے

---

[1] طبقات الحنابلہ (۲/۴۴۷) طبقات المفسرین (۲/۹۴)

اور علم فرائض بھی انہوں نے اپنے والد ہی سے حاصل کیا۔

ابن قیمؒ کے بھائی ابو الفرج عبدالرحمٰن بن ابوبکر پیشوا اور امام تھے، ان کی وفات ۷۶۹ھ میں ہوئی۔ اور ان کے چچا زاد بھائی عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عبدالرحمٰن دمشقی حنبلی فاضل علماء میں سے تھے اور کئی عمدہ کتابوں کے مصنف بھی ہیں، ان کی وفات ۷۹۹ھ میں ہوئی۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن سے ہی تحصیل علم کا سفر شروع کیا اور دمشق کے ان علماء ومشائخ کی شاگردی اختیار کی جن کی وجہ سے دمشق کی رونق اور آبادی تھی، پھر تحصیل علم کے لئے مصر کا سفر بھی کیا۔

ابن قیمؒ کی اپنے شیخ سے محبت:

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ "شیخ الاسلام ابن تیمیہ" کے ساتھ بہت وقت گزارا اور ان کے علم سے بہت فیض حاصل کیا، آپ ان کے اقوال اور آراء کو دھیان اور توجہ سے سنتے، ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث، علم تفسیر، علم فقہ اور علم فرائض حاصل کیا اور ان سے بے پناہ محبت بھی کرتے تھے جس کا انہوں نے اپنے ایک قصیدہ میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱)　اے لوگو! اللہ کی قسم، یہ تمہارے ایک ہمدرد اور معاون بھائی کی طرف سے ایک نصیحت ہے۔

(۲)　میں نے ہر چیز کو آزمایا اور میں باوجود اڑنے کی طاقت کے (شیطان کے) جال میں پھنس گیا۔

(۳)　پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے لئے ایک ایسے آدمی کو بھیجا جسے میری زبان اور ہاتھ بدلہ نہیں دے سکتے۔

(۴)　وہ ایک ایسا جوان ہے جو سرزمین حران سے آیا ہے، اس چیز کے کیا کہنے جو وہ وہاں سے لایا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ اسے جنت الفردوس اور اپنی رضا بدلے میں عطا کرے کیونکہ وہ اسی کا مستحق ہے۔

(۶) میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا اور وہ مجھے لے کر چلا یہاں تک کہ اس نے میرے دل میں ایمان کی شمع روشن کر دی۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اکثر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادات کو نقل کرتے، ان کو ثابت کرتے، اور ان کی صحت پر دلائل پیش کرتے تھے، ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے ابن تیمیہ کے علوم کی چھان بین کی اور انہیں پھیلایا۔

ان دونوں حضرات کی پہلی ملاقات ۷۱۲ھ میں ہوئی۔ اس سال ابن تیمیہ مصر سے دمشق آئے اور وفات تک یہیں قیام فرمایا، ان کی وفات ۷۲۸ھ میں ہوئی، سولہ سال کے اس طویل عرصہ میں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے جدا نہ ہوئے، اور ان سے علمی فیض حاصل کیا اور بہت سے علوم سیکھے۔

شیوخ واساتذہ

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ کرام کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا، ان میں سرفہرست ان کے والد محترم ہیں جن سے انہوں نے علم فرائض سیکھا، اور جن علماء سے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث حاصل کیا، ان کے نام یہ ہیں: زین الدین ابراہیم بن محمد، شہاب النابلسی العابر، قاضی تقی الدین بن سلیمان، فاطمہ بنت جوہر، عیسی مطعم، ابوبکر بن عبدالدائم، اور عربی ادب کی تعلیم آپ نے ''ابن ابوالفتح البعلی'' سے حاصل کی اور ان سے مندرجہ ذیل کتابیں پڑھی:

(۱) الملخص (ابوالبقاء)

(۲) الجرجانیہ

(۳) الفیۃ ابن مالک

(۴) الکافیۃ الشافیۃ

(۵) التسھیل

اور علم اصول فقہ اور علم فقہ "شیخ صفی الدین محمد بن عبدالرحیم ھندی شافعی، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ابوالعباس ابن تیمیہ حنبلی اور مجد الدین اسمٰعیل بن محمد الحرانی الحنبلی" سے حاصل کیا اور آخر الذکر سے علم فرائض بھی سیکھا، اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شیخ مجد الدین سے "المقنع" سو مرتبہ پڑھی، اور ان سے "مختصر ابی القاسم الخرقی" بھی پڑھی۔

شاگرد

حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں کے جم غفیر نے علمی فیض حاصل کیا، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱) امام حافظ زین الدین ابو الفرج عبدالرحمٰن بن رجب بغدادی (المتوفی: ۷۹۵ھ) یہ اپنی کتاب "ذیل طبقات الحنابلۃ" میں یوں رقمطراز ہیں:

"ولازمت مجالسۃ قبل موتہ ازید من سنۃٍ." (یعنی میں ان کی وفات سے پہلے ایک سال تک ان علمی مجالس میں شریک ہوتا رہا)

(۲) حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الشافعی (المتوفی: ۷۷۴ھ)

(۳) شیخ امام عمدۃ المحدثین شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ابن عبدالھادی (المتوفی: ۷۴۴ھ)

(۴) ابراہیم (المتوفی: ۷۶۷ھ) علامہ ذھبی نے اپنی معجم میں ان کا ذکر کیا ہے، اور ابن کثیر ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"کان فاضلا فی النحو والفقہ علی طریقۃ أبیہ" (وہ فقہ اور نحو میں اپنے والد کی طرح ممتاز تھے)

(۵) شرف الدین عبداللہ

اخیر الذکر دونوں حضرات ان کی اولاد میں سے ہیں۔

عادات وخصائل

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ انتہائی صالح، عبادت گزار اور تہجد کے پابند تھے، نماز کو لمبا کر کے پڑھتے تھے، عاجزی انکساری، استغفار اور دربار الٰہیہ میں تضرع اور آہ وزاری ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی، ابن کثیر ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے زمانہ میں کوئی عالم ان سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا، وہ نماز کو خوب لمبا کر کے اور رکوع وسجود کو لمبا کر کے پڑھتے تھے، بعض مرتبہ ان کے احباب انہیں اس بات پر ملامت بھی کرتے لیکن وہ کبھی اس ملامت کی پرواہ نہ کرتے''

وہ علوم وتفقہ کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے، ابن رجب حنبلی ان کے حالات میں لکھتے ہیں:

''ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذہب کے فقیہ، ماہر اور مفتی تھے، اور شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ کے شاگرد تھے، انہوں نے مختلف علوم اسلامیہ حاصل کیے، وہ علم تفسیر، علم اصول دین، علم حدیث، اس کے معانی، فقہ اور حدیث کے باریک استنباط، فقہ، اصول فقہ، علم عربیت، علم کلام اور نحو وغیرہ میں بہت ممتاز حیثیت رکھتے تھے''

نیز فرماتے ہیں:

''ابن قیم اہل تصوف کے کلام اور اس کے رموز وارشادات کو سمجھنے والے اور علم سلوک کے عالم تھے، اور ان کو ان تمام فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی۔''

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

''وہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے مصلّی پر تشریف فرما رہتے اور اللہ کا ذکر کرتے رہتے، یہاں تک کہ دن چڑھ آتا تو فرماتے ''یہ میرا ناشتہ ہے، اگر میں ایسا نہ کروں تو میری قوت کمزور ہو جائے۔''

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

''عمدہ قرآن پڑھنے والے با اخلاق اور انتہائی ملنسار آدمی تھے، کسی سے حسد نہ

کرتے تھے اور نہ کسی کو تکلیف دیتے، کبھی کسی کی عیب جوئی کی اور نہ کسی کے لئے دل میں کینہ رکھا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"ان پر بھلائی اور اخلاق صالحہ غالب تھے۔"

ابتلاء و آزمائش

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ پر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا رنگ غالب تھا، یہاں تک کہ وہ کسی بھی بات میں ان کے قول کو مسترد نہ کرتے بلکہ اسی کو ثابت کرتے اور اسی وجہ سے ان کو ابن تیمیہ کے ساتھ قلعہ میں قید بھی کیا، اور کوڑے مارنے کے بعد ان کی اہانت بھی کی گئی، اور اونٹ پر بٹھا کر چکر لگوائے گئے، جب ابن تیمیہ کا انتقال ہوا تو ان کو رہا کر دیا گیا اور ان پر ابن تیمیہ کے فتاوی کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر آزمائش اتری۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ علماء کی نظر میں

ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی اور دینی رتبہ کا اعتراف دوسرے کئی علماء نے کیا ہے، اور وہ ان کے فضل و کمال اور علم و عمل کی رفعت کے قائل ہوئے ہیں، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کی علوم پر ایسی گہری دسترس تھی کہ وہ جس فن کو بھی شروع کرتے اس میں مہارت تامہ اور ید طولیٰ حاصل کرتے، برھان الدین الزرعی (المتوفی: ۷۴۱ھ) فرماتے ہیں، "آسمان کے نیچے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں۔"

خلیل بن ایبک صفدی (المتوفی: ۷۶۴ھ) فرماتے ہیں: "ابن قیم جوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم میں انتہائی درجہ کی مشقت، محنت اور جانفشانی سے کام لیا اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں، آپ کا شمار علم حدیث و تفسیر، علم اصول و کلام اور عربیت کے بڑے ائمہ میں ہوتا ہے۔"

محمد بن عبدالرحمٰن (المتوفی: ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"ابن قیم بڑے پایہ کے عالم اور علم کی وسعت، علم اختلاف کی معرفت اور دل

کی قوت کے اعتبار سے تمام علماء سے بڑھ کر تھے، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں کے رئیس اور ان میں سب سے بڑے عالم تھے، موافق اور مخالف سب ان کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں، وہ ایسی تصانیف اور عمدہ محاسن کے جامع ہیں جن سے بہت سے ائمہ نے فائدہ اٹھایا ہے۔"

"عبدالرحمٰن سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں: "حضرت نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، آپ کا شمار تفسیر و حدیث، اصول و فروع اور عربیت کے کبار ائمہ میں ہوتا ہے۔"

محمد بن علی شوکانی (المتوفی: ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں: "وہ تمام علوم کے ماہر تھے، اور اپنے ہم عمروں پر فائق اور برتر تھے، آفاق عالم میں ان کی شہرت کا ڈنکا بجتا تھا اور ان کو اسلاف کے مذاہب کی معرفت میں رسوخ اور تبحر حاصل تھا۔"

اور یہ بھی فرماتے ہیں: "امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقصود کو ادلہ صحیحہ سے ثابت کرتے تھے اور یہ بات ان کے لئے انتہائی مسرت انگیز ہوا کرتی تھی، امام رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل پختہ ہونے کے ساتھ ساتھ کج روی سے محفوظ ہوتی تھی؛ آپ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتے اور اس بارے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے تھے۔"

تالیفات

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ان کبار ائمہ میں سے ہیں جو اپنی کثرت تصنیف کی وجہ سے معروف ہیں، اور ان کی طرف بہت سی کتابیں منسوب ہیں، ان میں سے بعض تو ایسی ہیں جو شمار میں نہیں آسکیں، ان کی اولاد نے ان کی وفات کے بعد بہت سی کتابوں کو فروخت کیا سوائے ان کتابوں کے جنہیں انہوں نے اپنے لئے چن لیا۔

ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"ابن قیمؒ کی تمام کتابیں علماء کرام کو بہت مرغوب ہیں، اور انہیں میدان تصنیف میں مہارت حاصل ہے۔ وہ کتاب کو واضح کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اور

ان کے کلام کا اکثر حصہ اپنے شیخ سے اخذ کردہ ہے اور وہ بعض جگہ اس میں تصرف بھی کرتے ہیں، اور انہیں اس میں قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے۔"

امام موصوفؒ کی چند تالیفات یہ ہیں:

(۱) اعلام الموقعین عن رب العالمین.
(۲) الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة.
(۳) إغاثة اللهفان من مصائد الشیطان.
(۴) تحفة المودود فی احکام المولود.
(۵) أحکام اهل الذمة.
(۶) الفروسیة المحمدیة.
(۷) إغاثة اللهفان فی حکم طلاق الغضبان.
(۸) أخبار النساء
(۹) بدائع الفوائد
(۱۰) التبیان فی أقسام القرآن
(۱۱) الأمثال فی القرآن الحکیم
(۱۲) تفسیر سورة الفاتحة والمعوذتین
(۱۳) الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی
(۱۴) حادی الأرواح إلی بلاد الأفراح
(۱۵) حکم تارک الصلوة
(۱۶) الروح
(۱۷) روضة المحبین ونزهة المشتاقین
(۱۸) زاد المعاد فی هدی خیر العباد
(۱۹) شفاء العلیل فی القضاء والقدر والحکمة والتعلیل
(۲۰) طریق الهجرتین وباب السعادتین

(۲۱) الفوائد

(۲۲) الفوائد المشوّق إلى علوم القرآن وعلم البيان

(۲۳) الكافية الشافية فى الإنتصار للفرقة الناجية

(۲۴) مدارج السالكين بين منازل اياك نعبد واياك نستعين

(۲۵) مفتاح باب السعادة و منشور لواء العلم والإرادة

(۲۶) مصائد الشيطان

(۲۷) هداية الحيارىٰ ان اليهود و النصارى

(۲۸) الوابل الصيب من الكلم الطيب

(۲۹) تهذيب مختصر سنن ابى داؤد و ايضاح مشكلاته

(۳۰) جلاء الأفهام فى الصلوة والسلام على خير الأنام

(۳۱) الصواعق المرسلة عن الجهمية والمعطلة

(۳۲) إجتماع الجيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية

(۳۳) عدة الصابرين و ذخيرة الشاكرين

(۳۴) المنار المنيف فى الصحيح والضعيف

وفات

امام ابن قیمؒ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳ رجب المرجب کوعشاء کے وقت ہوئی، اور نماز جنازہ اگلے دن جامع اموی میں ادا کی گئی اور ''مقبرہ باب الصغیر'' میں دفن کئے گئے، آپ کے جنازہ میں صلحاء، اتقیاء، علماء اور عوام وخواص کا بہت بڑا مجمع حاضر تھا، اور ان میں سے ہر ایک جنازہ کی چار پائی کو ہاتھ لگانے کا خواہشمند تھا۔

ابن عمادؒ فرماتے ہیں: ''ابن قیمؒ نے وفات سے چند روز قبل اپنے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کوخواب میں دیکھا اور اپنے درجہ کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کئی دوسرے علماء سے اوپر کے درجہ کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ ''عنقریب تم ہمارے ساتھ مل جاؤ گے، لیکن فی الحال تم ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہو۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اے کریم اللہ! آسانی فرما﴾

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے محبت کو محبوب تک پہنچنے کا ذریعہ بنایا، اور محبوب کی اطاعت اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کو محبت کی صداقت کی دلیل ٹھہرایا، اور نفوس کو محبت کے حصول کے لئے طرح طرح کی قربانیاں اور مشقتیں برداشت کرنے پر برانگیختہ کیا، اور یہ محبت عالم علوی اور عالم سفلی (زمین و آسمان) میں ودیعت کی تاکہ وہ ایجاد، امداد اور قبول کے اعتبار سے قوت کو فعل کی طرف منتقل کریں، اور بلند ہمتوں اور عالی جذبوں کو عالی شان رفعتوں کے حصول کی ترغیب دی۔

محبت کی تقسیم

پاک ہے وہ ذات جس نے محبت کی طرف دلوں کو جب چاہا اور جیسے چاہا پھیر دیا اور اس محبت کے ذریعہ اپنی حکمت کے ساتھ اس چیز کو نکالا جس کے لئے ہر جاندار کو پیدا کیا گیا ہے، اور محبت کی مختلف انواع و اقسام کی تعریف و تفصیل کو مخلوق کے درمیان عام کیا، اور ہر محبوب کے لئے اس کے محبّ کی محبت سے حصہ مقرر کیا، خواہ وہ اپنی محبت میں درست ہو یا غلط، اور اس محبّ پر محبت کی وجہ سے انعام کردہ یا اسے محبت کا مقتول بنا دیا، اور اس محبت کو ایسا تقسیم کیا کہ بعض کو اپنی ذات سے محبت کرنے والا بنا دیا، بعض کو بتوں، بعض کو آگ سے، اور بعض کو صلیبوں سے، کچھ کو وطنوں کا محبّ بنا دیا، اور کچھ کو بھائیوں کا، کسی کو عورتوں کا دلدادہ بنا دیا کسی کو بچوں کا، کسی کو اموال کا گرویدہ بنا دیا کسی کو ایمان کا، کسی کو موسیقی کا عاشق بنا دیا کسی کو قرآن کا......لیکن اللہ، اس کی کتاب، اور رسول سے

محبت کرنے والوں کو تمام محبت کرنے والوں پر زبردست فضیلت بخشی، محبت کے لئے، اور محبت کی وجہ سے زمین و آسمان کو پیدا کیا گیا ہے، اور تمام مخلوقات کی تخلیق بھی اس وجہ سے ہے، اور محبت کے لئے ہی افلاک دائرہ حرکت میں ہیں، اور اسی کے لئے حرکات اپنی انتہا کو پہنچتی ہیں، اور اپنی ابتداء کو انتہاء سے ملاتی ہیں، اور اس کی وجہ سے دل اپنے مقصود کو حاصل کرتا ہے، اور اپنے مطلوب تک رسائی حاصل کرتا ہے، اور ہلاکتوں سے خلاصی پاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستہ کو اختیار کرتا ہے، اور اس محبت کے تقاضوں کی وجہ سے انسان تمام مخلوق سے بے نیاز ہو کر اللہ کی ذات عالی کا امیدوار، اور سوالی بن جاتا ہے، اور اس محبت کے ذریعہ وہ حیات طیبہ کو حاصل کرتا ہے، اور ایمان کے ذائقہ کو چکھتا ہے، جب اللہ کی ربوبیت، حضور ﷺ کی رسالت، اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہو جائے......، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے..... ایسے بندہ کی گواہی جس میں اللہ ربوبیت کا اقرار کرے، اور اس کی وحدانیت کا اظہار کرے، اس کی محبت کی وجہ سے اس کی اطاعت کرے، اور اطاعت کی وجہ سے اس سے امید رکھے اس کی نعمتوں کا اعتراف کرے، اور گناہوں، اور معاصی کو ترک کر کے رخ اسی کی طرف پھیرے، اس کی معافی، اور رحمت کا امیدوار ہو، اور اس کی مغفرت کی خواہش کرتا ہو، اس کی طاقت، اور اقتدار کے سامنے گھٹنے ٹیک چکا ہو، اور اس کے سوا کسی کو رب نہ بنائے، اور اس کے غیر سے دوستی نہ لگائے، اس کی پناہ میں آنیوالا ہو، اس کی طرف ٹھکانہ پکڑنے والا ہو، اس کی عبودیت سے نکلنے، اور خارج ہونے کا ارادہ نہ کرتا ہو۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے، اور رسول ہیں، اور مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، اور وحی کے نگہبان ہیں، اور اللہ، اور انسانوں کے درمیان سفیر ہیں، اور اللہ کی ذات تک پہنچنے کا موثر ترین وسیلہ ہیں، اور اللہ کے ہاں سب سے اونچا مرتبہ رکھنے والے ہیں، اور ایسے سفارشی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ انہیں کی سفارش

قبول کرتے ہیں، اور ان سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں، اور ان پر اپنے اعزاز وکرم کو لٹاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی پکار لگانے والا، اور جنت کی دعوت دینے والا بنا کر بھیجا، اور ان کو سیدھے راستہ کا راہبر، اور اپنی رضا، اور پسند کا ساعی بنایا، اور ان کو اچھے کا حکم کرنے والا، اور برے کام سے منع کرنے والا بنایا، ان کے ذکر کو بلند کیا، ان کے سینہ کو فراخ کیا، اور ان کے بوجھ اتار دیے، اور ان کی مخالفت کرنے والے کے لئے ذلت و رسوائی مقدر کر دی، اپنی روشن کتاب میں ان کی زندگی کی قسم کھائی (کما قال تعالیٰ: لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ) اور ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا، پس جب بھی اللہ کا ذکر کیا جائے گا ان کا نام بھی ساتھ لیا جائے گا (جیسا کہ خطبوں، تشہد، اور اذان میں) اذان، خطبہ، اور تشہد اس وقت درست نہیں ہو سکتے جب تک اس بات کی سچی گواہی نہ دی جائے کہ وہ اللہ کے بندہ، اور رسول ہیں:

اغرّ علیہ للنبوۃ خاتم ۔۔۔ من اللّٰہ میمون یلوح ویشھد
وضمّ الإلٰہ اسْمَ النبی إلَی اسمہ ۔۔۔ إذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہٗ من اسمہ لیجلّہ ۔۔۔ فذو العرش محمود وھذا محمد

۱۔ ان پہ نبوت کی مہر روشن ہے، اور ان کے اللہ کی طرف سے بابرکت ہونے کی گواہی دے رہی ہے، اور اسی کا اظہار کر رہی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے پانچوں اذانوں میں اپنے نبی ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔

۳۔ ، اور ان کی شان کو بڑھانے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا، عرش والا محمود، اور، اور نبی ﷺ محمد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو فترۃ رسالت کے زمانہ میں بھیجا، اور ان کے ذریعہ سب سے مضبوط، اور واضح راستہ کی ہدایت دی، اور لوگوں پر ان کی محبت، اور اطاعت کو فرض کر دیا، اور ان کی توقیر، اور اداء حقوق کو لازم کیا، اور جنت میں جانے کے لئے تمام قدیم

راستوں کو بند کیا، اور ان کے طریقہ کو راہ جنت قرار دیا، ثواب کا حصول، اور عذاب شدید سے نجات صرف اس شخص کے لئے ہے جو ان کے پیچھے چلے، اور کسی آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ان کو اپنی اولاد، والدین، اور سارے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔ خود اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، تمام انبیاء ورسل، اور تمام مومنین ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو بیان کیا، لوگوں کو اس سے آشنا کیا، اور اس کی دعوت دی، ان پر ایسی رحمت ہو جو ان سے کبھی نہ منتقل ہو، اور نہ ہی کسی، اور کی طرف جائے، اور رحمت ہو ان کی پاکیزہ آل، اور پاکیزہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر، اور ان سب پر سلامتی نازل ہو۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد! اللہ جل جلالہ نے تمام دلوں کو برتن بنایا ہے، بہترین دل وہ ہیں جن میں خیر و بھلائی ڈال دی جائے، اور بدترین دل وہ ہیں جن میں سرکشی، اور فساد ڈال دیا جائے......، اور اللہ تعالیٰ نے دلوں پر خواہشات کو مسلط کیا، اور ان خواہش کی مخالفت کے ساتھ دلوں کا امتحان لیا ہے، تا کہ ان کی مخالفت کرانے والا جنت حاصل کرلے، اور جو جنت میں جانے کی صلاحیت نہیں رکھتا وہ ان خواہشات کی پیروی کرنے کی وجہ سے دھکتی ہوئی جہنم کا مستحق ہو جائے، اور خواہشات کو نفس امارہ کی سواری، قوت، اور غذا بنایا ہے، اور انہیں خواہشات نفس کی مطمئنہ کی بیماری، اور ان کی مخالفت کو اس بیماری کا علاج بنایا ہے، اور پھر اللہ جل شانہ نے اس تھوڑی سی مدت میں (جو آخرت کی طرف نسبت کرتے ہوئے دن کی ایک گھڑی کی طرح ہے یا اس کی وہ حیثیت ہے جو سمندر میں ڈالی جانے والی انگلی پر لگے ہوئے پانی کی سمندر کے مقابلہ میں ہوتی ہے) انسان پر لازم کیا ہے کہ وہ نفس امارہ کی مخالفت کرائے، اور اس کی خواہشات کو ترک کرے، اور نفس کو ان شہوات سے روکے جن کے پورا کرانے میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے، اور انسان کو اس کی لذات کی طرف جھکنے سے منع کیا ہے، اور بدنظر نگاہوں کی چاہت کو پورا کرنے سے روکا تا کہ وہ اپنے اجر وثواب، اور بدلہ کو پورا پورا حاصل کرسکے، اور اللہ کی

خاطر قربانی کا دنیاوی، اور اخروی بدلہ حاصل کرے، اور انسان کو حرام کاموں سے رکنے کا حکم دیا ہے تا کہ وہ قیامت کے دن اسے بدلہ دے، (اس رکنے کو بمنزلہ روزہ کے قرار دیا)، اور یہ بتایا کہ روزہ کے دن کا اکثر حصہ گزر چکا ہے، اور عید کا دن قریب ہے، پس اس کی سستی کی وجہ سے یہ مدت لمبی نہیں ہوگی۔

فما هي الا ساعة ثم تنقضي ویذهب هذا كله ویزول

(یہ زندگی تو ایک گھڑی ہے جو گزر رہی ہے، اور عنقریب یہ زائل، اور فنا ہو جانے والی ہے)

، اور انسان کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنے آپ کو آنے والے بڑے معاملہ، اور ہولناک دن کے لئے تیار کرے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، اور کسی دل پہ ان کا خیال تک نہیں گزرا، پس اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا تقاضا یہ تھا کہ انسان کو ان نعمتوں کے حصول کے لئے نا گواریاں، اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں، اور وہ ان تک پہنچنے کے لئے مشقت، اور تھکاوٹ کے پل کو عبور کرے، لہٰذا اس نے جنت کو مکروہات، اور نا گواریوں میں چھپا دیا تا کہ اس میں کمینے نفوس، اور رذیل، اور گھٹیا لوگ داخل نہ ہوسکیں، اور اس کے لئے اعلیٰ نفوس، اور بلند ہمت لوگ کوشش کریں جو جنت کی طرف آنے کے لئے تیز رفتار سواریوں پر سوار ہیں، اور ان کی پشتوں پر سوار ہو کر عظمت کی انتہا تک پہنچنے والے ہیں:

وركب سَرَوْا والليل مرخٍ رواقه علی كل مغبّر الموارد قاتم

حدو اعزمات ضَاعت الارض بينها صار سراهم في ظهور العزائم

ارتهم نجوم الليل ما يطلبونه علی عاتق الشعری و هام النعائم

فامّوا حمیً لاينبغي لسواهم وما اخذتهم فيه لومة لائم

۱۔ وہ ایسے سوار ہیں جو رات میں اس وقت چلے جب رات ہر تاریک گھاٹ پر اپنے پردے ڈال چکی تھی، اور انتہائی سیاہ ہو چکی تھی۔

۲۔ انہوں نے ایسے پختہ ارادوں کی سواریوں کو ہانکا جنہیں زمین کھو چکی تھی، اور ان کا رات میں سفر پختہ عزائم کی سواریوں پر تھا۔

۳۔ رات کے ستاروں نے اونچے، اور بلند مقام (شعریٰ، اور ہائم ستاروں) کے پاس ان کی منزل دکھائی۔

۴۔ لہٰذا انہوں نے ایسے مقام کا ارادہ کیا جو ان کے علاوہ کسی کے شایان شان نہیں، اور انہوں نے اس بارے میں کسی ملامت گیر کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔

یہ ایسے لوگ ہے جنہوں نے خیر کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول کیا، اور خود کو اس کی رضا میں ایسے فنا کر دیا جیسے کسی چیز کا دلدادہ اپنی محبوب چیز کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے، اور دن رات اس کی طرف چلتے رہے، اور جب وہ منزل پر پہنچے تو انہوں نے مشقت کی تعریف کی، اور یقیناً مشقت کے بعد آنے والی راحت پر مشقت کی تعریف ہی کی جاتی ہے، یہ لوگ تھوڑا سا تھک گئے لیکن یہ اب ہمیشہ آرام کریں گے، انہوں نے ادنیٰ، اور معمولی چیز کو چھوڑ دیا تھا اب یہ اعلیٰ، اور بہترین چیز کے مالک بن بیٹھے ہیں، انہوں نے دنیاوی لذات، اور اخروی انجام کا عقل کے ترازو میں وزن کیا تو ان کا فرق ان کے سامنے واضح ہو گیا، اور انہوں نے جان لیا کہ ہمیشہ کی راحت افزاں، اور طیب زندگی کو چھوڑ کر ایک گھڑی کی ایسی لذت کو لینا جس کی شہوت کو فنا، اور بدبختی کو بقا ہے بہت گھاٹے کا سودا ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بات بھی اہم ہے کہ آدمی کی زندگی میں ابتداء سے انتہاء تک کی تمام لذات کو بیان کیا جائے تو ان کی مثال گرمیوں کے ایسے بادل کی سی ہے جو تھوڑی دیر بعد چھٹ جائے، اور خواب کے خیال کی سی ہے کہ جس نے زیارت بھی پوری نہ کی تھی کہ روانگی کا وقت آ گیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ، ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ، مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ﴾

(الفطر: ۲۰۵، ۲۰۶)

(ترجمہ) ”بھلا دیکھ اگر ہم انہیں چند سال فائدہ اٹھانے دیں، پھر ان کے پاس وہ عذاب آئے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو جو انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے کیا ان کے کچھ کام بھی آئیگا۔“

اور جو آدمی اللہ سے امید کردہ بدلہ کو پالے گا تو گویا کہ وہ ایسا ہے کہ جس کو عرصہ زندگی میں کسی مصیبت کا سامنا ہوا ہی نہیں، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس بات کو شعر میں یوں بیان کیا کرتے تھے:

کأنک لم توتر من الدهر مرة　　　إذا أنت ادركت الذى انت طالبه

”جب تو نے اپنی مطلوبہ چیز کو حاصل کرلیا تو گویا کہ تجھے کبھی کوئی مصیبت پہنچی ہی نہیں۔“

عقل کی اہمیت

عقل ہی وہ قوت ہے جس کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذات عالی، اس کی صفات کمالیہ وجلالیہ کی معرفت حاصل کرتا ہے، اس عقل کے ذریعہ مومنین اللہ تعالیٰ کی کتابوں، رسولوں، بعث بعد الموت، اور فرشتوں پر ایمان لاتے ہیں، اور اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی نشانیاں، اس کی وحدانیت کے دلائل، اور اس کے رسولوں کے معجزات کی پہچان ہوتی ہے، اس کے بل بوتے پر انسان اوامر کو پورا کرتا ہے، اور نواہی سے بچتا ہے، عقل ہی وہ طاقت ہے جو انجام کو تاڑ لیتی ہے، اور اس کے بارے میں محتاط کر دیتی ہے، اور انجام کی مصلحت کے تقاضوں پر عمل کرتی ہے، خواہشات کا مقابلہ کرتی ہے، اور اس کے لشکر کو شکست فاش دیتی ہے، صبر کو تقویت دیتی ہے جو کہ خواہشات کے تیر کی زد میں ہوتا ہے، عمدہ کاموں پر ابھارتی ہے، برے کاموں سے منع کرتی ہے، معانی کی کھولتی ہے، پیچیدگیوں کا ادراک کرتی ہے، ارادہ کی پشت پناہی کر کے اسے مضبوط بناتی ہے، اور عزم کو تقویت پہنچاتی ہے، یہاں تک کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنا حصہ

حاصل کر لیتا ہے، باعث زینت چیزوں کو طلب کرتی ہے، اور عیب دار چیزوں کو چھوڑ دیتی ہے، جب عقل کا سلطان خواہشات کے لشکر کو قیدی بنالیتا ہے، اور اسے اس بات میں آمادہ کر لیتا ہے کہ خواہش چھوڑنے پر اعلیٰ چیز ملے گی، اور جب انسان اپنی خواہش کو غلام بنالیتا ہے تو عقل ایسے آدمی کو بادشاہ بنا دیتی ہے، عقل ایسا درخت ہے جس کی جڑ انجام میں غور وفکر کرنا ہے، اس کا تنا صبر ہے، اس کی ٹہنیاں علم ہے، اچھے اخلاق اس کے پتے ہیں، حکمت اس کا پھل ہے، اور اس کا مادہ امور کے مالک حق تعالیٰ کی توفیق ہے، اور اسی سے اس کی ابتداء ہوتی ہے، اور اسی پر انتہا ہوتی ہے، یہ تو عقل کے عمدہ اوصاف ہوئے لیکن بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس پر دشمن غالب آ جائے، اور اس کو اس کی بادشاہت سے معزول کر دے، اس کے درجہ کو گھٹا دے، اور اس کی حیثیت کو ختم کر دے، جس کے نتیجہ میں عقل جو کہ ایک امیر تھی اب قیدی بن جاتی ہے، اور حاکم ہونے کے بعد محکوم بن جاتی ہے، اور متبوع ہونے کے بعد تابع بن جاتی ہے، عقل ایک ایسی طاقت ہے کہ جو اس کے حکم پر عمل کرے یہ اس کو جنت کی سیر کرواتی ہے، اور جب اس کی حکم عدولی کرے یہ اس کو ہلاکت، اور بربادی کے گھاٹ کا پانی پلاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''جنت عدن میں جانے والے اکثر لوگ ایسے نہیں جو نماز، روزہ، حج، اور عمرہ وغیرہ کے پابند ہوں، بلکہ اکثر جنتی ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں کو سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل اللہ سے ڈر جاتے ہیں، اور ان کے دل اللہ سے مطمئن ہو جاتے ہیں، اور ان کے اعضاء اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں، یہ لوگ درجہ کی عمدگی، اور بلندی کے اعتبار سے دنیا میں لوگوں کے ہاں صاحب عزت ہیں، اور آخرت میں اللہ کے نزدیک قابل قدر ہیں۔'' عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ''عاقل وہ نہیں جو برائی، اور بھلائی میں تمیز کرے، بلکہ عاقل تو وہ ہے جو برائیوں میں سے بہتر کو سمجھے۔'' عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی وہ کامیاب ہو گیا'' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ''کسریٰ کے

ہاں ایک بچہ پیدا ہوا تو اس نے چند اہل علم و دانش کو بلوایا، اور ان سے کہا، ''وہ کون سی بہترین چیز ہے جو اس بچہ کو عطا کی جائے؟'' انہوں نے کہا ''عقل'' اس نے پوچھا ''اگر یہ نہ ہو تو پھر؟'' جواب ملا، ''عمدہ آداب جن کے ساتھ یہ لوگوں میں زندگی گزار سکے'' اس نے پھر پوچھا ''اگر ایسے آداب بھی میسر نہ ہوں تو پھر کیا جائے؟'' ارباب دانش نے جواب دیا، ''پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے۔'' ایک عالم کا قول ہے، ''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو جبریل علیہ السلام ان کے پاس تین چیزیں لے کر آئے، دین، اخلاق، اور عقل...... اور عرض کیا، ''اللہ تعالیٰ آپ کو ان تین میں سے ایک کے چننے کا اختیار دیتا ہے۔'' آدم علیہ السلام نے ہاتھ آگے بڑھایا، اور عقل کو پکڑ لیا، اور دوسرے دونوں سے کہا ''تم چلے جاؤ'' ان دونوں نے کہا، ''ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم بھی عقل کے ساتھ رہیں'' لہٰذا یہ تینوں چیزیں آدم علیہ السلام کو حاصل ہوگئیں، یہ تینوں چیزیں (یعنی دین، اخلاق، اور عقل) اللہ کیہاں انتہائی قابل وقعت وحیثیت چیزیں ہیں، اور یہ اللہ کی طرف سے بندوں کو حاصل ہونے والا بہترین ہدیہ ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کے تین دشمن بھی بنائے ہیں:

(۱) خواہش نفسانیہ

(۲) شیطان

(۳) نفس امارہ

اور دونوں فریقوں میں ایسی لڑائی ہے کہ کبھی ایک غالب آجاتا ہے کبھی دوسرا (وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ). یعنی ''مدد تو صرف غالب حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے''

وھب بن منبہ فرماتے ہیں: ''شیطان کے لئے عاقل مومن سے زیادہ تکلیف دہ چیز کوئی نہیں، کیونکہ وہ جاہل کو بہکاتا ہے، اور اس کو اپنا تابع بناتا ہے، اور اس کی گردن پر سوار ہو جاتا ہے، بس یہ لوگ جیسے شیطان چاہتا ہے ویسے اس کی پیروی شروع کر دیتے

ہیں، لیکن عاقل مومن شیطان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے، یہاں تک کہ شیطان کے لئے اپنے مقصد کی برآوری میں ایک فیصد کامیابی کا حصول بھی دشوار ہو جاتا ہے، شیطان کے لئے پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ دینا مومن عاقل کو بہکانے سے آسان ہے، جب وہ اس عاقل مومن کو بہکانے سے عاجز آ جاتا ہے تو جاہل کے پیچھے جاتا ہے، اور اسے اپنا قیدی بنالیتا ہے، اور اس سے ایسے اعمال سرزد کرواتا ہے جو دنیا میں سنگسار کئے جانے، ہاتھ کٹوانے، سولی پر چڑھائے جانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اور یہ ان کی وجہ سے رسوا ہو جاتا ہے، اور آخرت میں اس کو جہنم میں ڈلوانے کا ذریعہ بنتے ہیں، اور اس کو رسوائی، اور ذلت کا نشان بنا دیتے ہیں، اگر دو آدمی نیکیوں میں برابر ہوں تو ان میں عقل کی وجہ سے ایسا فرق ہو جاتا ہے جو فرق مشرق، اور مغرب کے درمیان ہے، اور جن چیزوں کی وجہ سے اللہ کی عبادت کی جاتی ہے ان میں سب سے افضل چیز عقل ہے۔“

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اگر ایک عقلمند کی صبح و شام اس حال میں ہو کہ اس کے گناہ ریت کے ذرات کے برابر ہوں تو امید ہے کہ وہ ان سے نجات، اور خلاصی حاصل کر لے گا، لیکن ایک جاہل اگر اس کے پاس ریت کے ذرات کے برابر نیکیاں ہوں تو امید ہے کہ اسے ان نیکیوں کے بدلہ کچھ نہ ملے گا۔“ لوگوں نے پوچھا، ”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟“ فرمایا ”عاقل جب گناہ کرے گا تو توبہ کریگا، اور اپنی عقل کے ذریعہ ان گناہوں سے چھٹکارا پالے گا، اور جاہل کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو عمارت بناتا ہے، اور اسے گرا دیتا ہے، وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا عمل کریگا جو اس کی نیکیاں برباد کر دے گا۔“

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے، ”آدمی کا دین اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کی عقل کامل نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے آدمی کو عقل اس لئے عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کے ذریعہ نجات حاصل کرے“ ایک دانشمند کا قول ہے، ”جس آدمی کی عقل اس پر غالب نہ ہو تو وہ اپنی محبوب چیزوں میں ہلاک ہو جائیگا“ یوسف بن اسباط فرماتے ہیں ”عقل پوشیدہ چیزوں کا چراغ ہے، ظاہری اشیاء کی زینت ہے، جسم کی نگران

ہے، آدمی کے معاملات کی منتظم ہے، زندگی کی درستگی عقل کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی، اور تمام امور کا دارومدار اسی پر ہے۔''

ایک مرتبہ عبداللہ بن مبارکؒ سے سوال کیا گیا، ''اسلام کے بعد سب اعلیٰ وہ کون سی چیز ہے جو انسان کو عطا کی گئی ہے؟'' فرمایا، ''عمدہ عقل'' پوچھا گیا، ''اگر یہ نہ ہو تو پھر؟'' فرمایا، ''اچھے آداب'' لوگوں نے سوال کیا، اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر؟'' فرمایا، ''نیک بھائی جو اس کو مشورہ دے'' پوچھا گیا، ''اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو پھر؟'' فرمایا، ''لمبی خاموشی'' کہا گیا ''اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر؟'' فرمایا، ''جلدی آ جانیوالی موت''۔ اسی بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

مَاوَهَبَ اللّٰه لامرىءٍ هبةً اَحْسَنُ مِنْ عَقْلِهٖ ومِنْ اَدَبِهٖ
هُمَا جمال الفتٰى فان فُقِدا ففقدُهٗ للحياة اَجْمَلُ بِهٖ

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، اور آداب سے عمدہ کوئی چیز عطا نہیں فرمائی۔

(۲) یہ دونوں چیزیں آدمی کی خوبصورتی ہیں، اگر یہ دونوں نہ ہوں تو آدمی کی موت اس کی زندگی سے بہتر ہے۔

طبعی خواہشات کا صحیح مصرف

جب آدمی کی عقل غالب ہوتی ہے تو اس کو خواہشات نفسانیہ سے محفوظ رکھتی ہے، خواہشات عقل کے تابع ہو جاتی ہیں، اور اس کی خادم بن جاتی ہیں، لیکن اگر غلبہ خواہشات کو ہو تو عقل خواہشات نفسانیہ کی قیدی، اور ان کا محکوم علیہ بن جاتی ہے، اور جب تک آدمی زندہ رہتا ہے، خواہشات کا غلام رہتا ہے، اس لئے کہ زندگی خواہشات کو مستلزم ہے (یعنی جب تک زندگی رہے گی خواہشات بھی باقی رہیں گی) زندگی کے دوران خواہشات کا مکمل طور پر ختم ہو جانا ممتنع، اور محال ہے، لیکن یہ بات انسان کی قدرت میں ہے، اور اسی بات کا آدمی کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی خواہش کو ہلاکت خیز مواقع سے امن و سلامتی کے مقام کی طرف پھیر دے، جیسے کہ اللہ رب العزت نے عورتوں سے مکمل طور پر

کنارہ کشی کرنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اپنی اسی خواہش کو نکاح کے ذریعہ پورا کرو، اور یہ نکاح ایک سے چار تک آزاد عورتوں سے کرو، اور اگر باندی سے کرنا ہو تو جتنی چاہو کرلو ۔ یہاں خواہش کو ایک پہلو سے دوسرے رخ کی طرف پھیر دیا گیا ہے، اور پچھوا ہوا کو صبا بنا دیا گیا ہے۔ اسی طرح کامیابی، غلبہ، اور اقتدار کی خواہش کو مکمل طور پر ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ حکم یہ ہے کہ اس خواہش کو کفار پر کامیابی، غلبہ، اور اقتدار کے ساتھ پورا کرو، اور اس کے لئے مقابلہ کی مختلف انواع کو جائز قرار دیا، جو آدمی کو کامیابی کے قابل بناتی ہیں، اور اسے کامیابی کے لئے تیار کرتی ہیں، اسی طرح دشمنوں کے مقابلہ میں تکبر، فخر، اور اکڑ کی خواہش کی اجازت دی گئی ہے بلکہ اس عمل کو مستحب قرار دیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاری کو جہاد کی صفوں میں اکڑ کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ’’یہ ایسی چال ہے جو اللہ کو ناراض کرتی ہے لیکن اس جگہ اس میں کوئی حرج نہیں‘‘، اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا، کہ ’’بعض اکڑ کر چلنے والے، اور اترانے والے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، اور کچھ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے، یہ وہ آدمی ہے جو لڑائی کے موقع پر اکڑ کر چلے، اور دوسرا وہ جو صدقہ کے وقت ...‘‘ (الی آخر الحدیث)۔

اللہ رب العزت نے بندوں پر جو بھی چیز حرام کی ہے اس کے بدلہ اس کو اس سے بہتر حلال چیز عطا فرمائی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے تیروں کے ذریعہ فال نکالنے کو حرام کیا تو اس کے بدلہ دعاء استخارہ عطا فرمائی، سود کو حرام قرار دیا تو اس کے بدلہ فائدہ مند تجارت عطا فرمائی، اگر جوئے کو حرام کیا تو اس کے عوض میں گھوڑوں، اونٹوں، اور تیروں کے مقابلہ کے انعام کو جائز قرار دیا، ریشم کو حرام کیا، اور اس کے بدلہ میں روئی، اون، اور لستر کے عمدہ کپڑے پہننے کی اجازت دی، زنا، اور لواطت کو حرام قرار دیا، اور اس کے بدلہ میں اچھی، اور پاکیزہ بیویوں سے نکاح، اور صحبت کی اجازت دی، شراب سے منع کیا تو ایسے مشروبات پینے کی اجازت دی جو روح، اور بدن کے لئے نافع ہیں، موسیقی، لہو و

لعب، اور گانے بجانے کے سننے کو حرام قرار دیا، اور قرآن مجید کی دلکش، اور روح افزا قرأت کے سننے کی اجازت دی، حرام، اور خراب کھانے سے روک کر عمدہ، اور حلال کھانے کی چھوٹ دی۔

جس آدمی نے اس بات میں غور فکر کیا، اور اس کی معرفت حاصل کی تو اس کے لئے گھٹیا خواہشات کو چھوڑنا آسان ہو جائیگا، اور وہ اس کے بدلہ میں سودمند، اور نافع چیز کو حاصل کرے گا۔ اور اللہ کے مامورات، منہیات، اور مباح کردہ اعمال میں اس کی حکمت، رحمت، اور آسانی کو پہچان لے گا، اور اس بات کو بھی جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کا حکم اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں دیا، اور نہ کسی عمل سے بخل کی وجہ سے روکا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے ہر چیز کا حکم بندوں پر احسان، اور رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے دیا ہے، اور اگر کسی چیز سے روکا ہے تو اس میں بندوں کی حفاظت، اور فائدہ پیش نظر ہے۔

اسی وجہ سے ہم نے اس کتاب کو عقل وخواہش کے مابین عقد صلح بنایا ہے کہ جب بندہ اس کو جان لے گا تو اس کے لئے نفس و شیطان سے مقابلہ آسان ہو جائے گا، اور میں اس میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں، اس کتاب کی ساری غلطیاں میری طرف سے یا شیطان کی وجہ سے ہیں، اللہ، اور رسول اللہ اس سے بری الذمہ ہیں۔

میں نے اس کتاب کو انتیس بابوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ اسماء محبت کے بیان میں۔

۲۔ ان اسماء کے اشتقاق، اور معانی کے بیان میں۔

۳۔ ان اسماء میں سے بعض کی بعض کی طرف نسبت کے بیان میں۔

۴۔ عالم علوی وسفلی کا وجود، اور تخلیق محبت کی وجہ سے ہے۔

۵۔ محبت کے اسباب ومتعلقات کے بیان میں۔

۶۔ نظر کے احکام، اور بدنظری کے نقصانات۔

۷۔ آنکھ، اور دل کے درمیان مناظرہ۔
۸۔ ان شبہات کا بیان جن کی بنا پر بعض گمراہ لوگوں نے غیر محرم کی طرف دیکھنا، اور اس سے عشق کرنا مباح قرار دیا۔
۹۔ مذکورہ لوگوں کے فاسد دلائل کا جواب۔
۱۰۔ عشق کی حقیقت اس کے اوصاف، اور اس کے بارے میں مختلف اقوال۔
۱۱۔ عشق ایک اضطراری چیز ہے یا اختیاری؟ اس بارے میں اختلاف، اور درست رائے کا بیان۔
۱۲۔ عاشقوں کے حالات۔
۱۳۔ لذت زیادتی، اور کمی میں محبت کے تابع ہے۔
۱۴۔ عشق کی مدح، اور اس کے فائدے۔
۱۵۔ عشق کی مذمت، اور اس کے نقصانات۔
۱۶۔ عشق کی مدح و مذمت کرنے والوں کے درمیان فیصلہ۔
۱۷۔ حلال وصال کے لئے عمدہ صورتوں کے اختیار کا استحباب۔
۱۸۔ محبت کرنے والوں کی دوا و شفا اس کمال وصال میں جسے اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے۔
۱۹۔ حسن و جمال کی فضیلت، اور دلوں کے ہر حال میں اس کی طرف مائل ہونے کا بیان۔
۲۰۔ محبت کی علامت و شواہد کا بیان۔
۲۱۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب، اور محب تنہا ہوں، اور ان میں کوئی تیسرا شریک نہ ہو۔
۲۲۔ محبت کرنے والوں کی اپنے محبوبوں پر غیرت۔
۲۳۔ محبت کرنے والوں کی محبوبوں کے بارے میں پاکیزگی، اور عفت۔

۲۴۔ حرام طریقوں کے ارتکاب، اور اس کی مذمت و مفاسد کا بیان۔

۲۵۔ محبت کرنے والوں پر نرمی کرنے والوں کے واقعات، اور مباح محبت میں محبوبین کے لئے شفاعت کی اہمیت۔

۲۶۔ محبت کرنے والوں کا اعلیٰ ہستی میں رغبت کرتے ہوئے ادنیٰ محبوب کو چھوڑ دینا۔

۲۷۔ ان لوگوں کے بیان میں جنہوں نے محبوب کے وصال کے لئے حرام راستہ کو چھوڑا تو اس کے بدلہ ان کو حلال طریقہ حاصل ہوا، یا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بہتر عطا کر دیا۔

۲۸۔ حرام کاری کو چھوڑ کر دنیاوی تکالیف میں مبتلا ہونے والے پاکدامن لوگوں کا تذکرہ۔

۲۹۔ خواہشات نفسانیہ کی مذمت، اور اس کی مخالفت سے حاصل ہونے والے فائدے۔

کتاب کا تعارف

میں نے اس کتاب کا نام (روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین) رکھا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے والے کو چاہئے کہ وہ اس کے مصنف کو معذور سمجھے، کیونکہ اس نے یہ کتاب وطن سے دوری، اور کتابوں کی عدم دستیابی کی حالت میں لکھی ہے، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اسے کا مشقت بردار دل، اور زور دار کوشش جو فضول قسم کی پونجی کے ساتھ ہے اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کے بارے میں کہا جا سکے "معیدی کو سننا اسے دیکھنے سے بہتر ہے"، اور یقیناً اس نے اپنے آپ کو تیر مارنے والوں کا نشانہ، اور تیر اندازوں کے تیروں کا ہدف بنایا ہے، یہ کتاب پڑھنے والے کے لئے باعث غنیمت ہے، اور اس کے مولف کے لئے تاوان ہے، یہ ایک پونجی ہے جو آپ کے پیش خدمت ہے، اور ایک بے سروپا چیز ہے جو آپ کو ہدیہ کی گئی ہے، اگر آپ اس جیسی کوئی کتاب پائیں تو اسے اچھے طریقے سے

چھوڑیں یا اچھے طریقہ سے پاس رکھیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو اللہ کی طرف سے ہی توفیق ہے، اور اسی پر بھروسہ ہے، اگر یہ عمدہ، اور قابل قبول ہے تو اس کا مہر بھلائی ہے، اور اگر عیب دار گھٹیا ہے تو عمدہ طریقہ سے واپس کر دی جائے، یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اپنے بندوں میں، جزاء، اور بدلہ کے اعتبار سے، اور ایسا کون ہو سکتا ہے جس کی ہر بات درست ہے، یہ تو صرف معصوم نبی کی شان ہے جو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے، بلکہ صرف وہی کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کیا جاتا ہے، اس کی جو روایات صحیح ہیں وہ تصدیق شدہ نقل کے درجہ میں ہیں جو کہ معصوم قائل کی جانب سے ہیں، اور جو اس کے علاوہ ہیں اس میں دونوں امروں کا ثبوت معدوم ہے، اگر نقل صحیح ہے تو اس کا قائل معصوم نہیں، اگر نقل صحیح نہیں تو اس کا اصل مرجع تک پہنچنا معلوم نہیں۔

کتاب کی اہمیت وافادیت

یہ کتاب ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے مفید ہے، دینی، اور دنیاوی فائدوں کی حامل ہے، اور دنیاوی، اور اخروی دونوں لذتوں کے حصول کا ذریعہ ہے، اس میں محبت کی اقسام و احکام، متعلقات، صحیح، اور خراب محبت، محبت کی سنگینیاں، اور مصیبتیں، اس کے اسباب و موانع، اور پھر محبت کے بارے میں تفسیری نکات، احادیث نبویہ، فقہی مسائل، اسلاف کے حالات، شعری شواہد، واقعات وقصص کا ذکر ہے، اور اس میں ہر اس چیز کا بیان ہے جو پڑھنے والے کے لئے فائدہ مند ہو اور دیکھنے والے کے لئے راحت بخش ہو، اگر وہ چاہے تو اس کو مزید وسعت دے، اور اس کو ترغیب وترہیب کا ذریعہ بنائے، اور اگر چاہے تو اس کے دلچسپ چٹکلوں، اور ہنسی مذاق کی باتوں سے لطف اٹھائے، یہ کتاب کبھی رلائے گی کبھی ہنسائے گی، یہ ایسی کتاب ہے جو کبھی لذت فانیہ کے اسباب سے دور کر دیتی ہے، اور کبھی ان کی ترغیب دے کر ان کے قریب کر دیتی ہے، لہٰذا اگر آپ چاہیں تو اس کو ایک ناصح، اور واعظ بنالیں، اور اگر آپ چاہیں تو اس سے لذات، اور شہوات کا

حصول کر لیں۔

اور اس وقت جبکہ اس کتاب کے ابواب کا آغاز ہونیوالا ہے...... اللہ تعالیٰ سے سوال ہے (جو کہ ہر خیر کو کھولنے والا ہے) کہ وہ اس کو اپنی ذات کریم کے لئے خالص کر دے، اپنی رضا کے قریب کر دے، اور جنت میں جانے کا ذریعہ بنا دے، اللہ تعالیٰ ہی بندہ کے بھیدوں، اور اعمال کا جاننے والا ہے، اور وہ ہر کہنے والے کی زبان، اور دل کے پاس ہے۔

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (التوبة:۱۰۵)

ترجمہ: ”اور کہہ دے کہ کام کئے جاؤ پھر عنقریب اللہ، اور اس کا رسول، اور مسلمان تمہارے کام کو دیکھ لیں گے، اور عنقریب تم غائب، اور حاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔“

باب ۱

﴿اسماء محبت کے بیان میں﴾

محبت جو کہ ایک نا قابل فہم، اور دشوار موضوع ہے، اور اس کا دل سے گہرا تعلق ہے، اسی وجہ سے عربوں کے ہاں اس کے اسماء بھی بہت زیادہ ہیں، اور ان کی یہ عادت و طریقہ ہے کہ ہر دشوار، اور مشکل چیز کے بارے میں، اور اکثر پیش آنے والے حالات و خیالات کے متعلق ان کی تعظیم، اہتمام یا محبت کی وجہ سے اس کے بہت سے نام رکھتے ہیں، تعظیم کی مثال شیر، اور تلوار، اہتمام کی مثال مصیبت، اور محبت کی مثال شراب ہے، یہ تینوں معانی محبت میں جمع ہیں۔ (یعنی تعظیم، اہتمام، اور چاہت و محبت) اس وجہ سے محبت کے تقریباً ساٹھ معنی ذکر کئے گئے، جن میں سے کچھ یہ ہیں۔

المحبة، والعلاقة، والهوى، والصبوة، والصبابة، والشغف، والمقة، والوجد، والكلف، والتيم، والعشق، والجوى، والدنف، والشجو، والشوق، والخلابة، والبلابل، والتباريح، والسدم، والغمرات، والوهل، والشجن، واللاعج، والاكتئاب والوصب والحزن والكبد واللذع والحرق والسهد والارق واللهف، والحنين، والاستكانة، والتبالة، واللوعة، والفتون، والجنون، واللمم، والخبل، والرسيس، والداء المخامر، والود، والخلة، والخلم، والغرام، والهيام، والتدليه، والوله، والتعبد.

ان کے علاوہ محبت کے، اور بھی نام ہیں، لیکن چونکہ وہ اسماء محبت نہیں بلکہ محبت کے موجبات، اور احکامات میں سے ہیں اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا۔

باب۲ [۱]

﴿محبت کی مختلف تعریفات کا تذکرہ﴾

محبت کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) تڑپتے دل کے ساتھ دائمی میلان کا نام محبت ہے۔

(۲) تمام وابستہ چیزوں پر محبوب کو ترجیح دینا۔

(۳) ہر حال میں محبوب کی موافقت کرنا۔

(۴) محب، اور محبوب کی مراد کا ایک ہونا۔

(۵) محبوب کی مراد کا محب کی مراد پر راجح ہونا۔

(۶) محبوب کے لئے آپ کا کثیر کو قلیل سمجھنا، اور اس کا آپ کے لئے قلیل کو کثیر سمجھنا۔

(۷) محبوب کے ذکر کا محب کے دل پر غالب آنا۔

(۸) محب کا اپنی ہر چیز کو محبوب کے حوالہ کر دینا۔

(۹) محبوب کے علاوہ ہر چیز کو دل سے مٹا دینا۔

(۱۰) محبوب کی عزت و آبرو میں کمی پر غصہ کھانا، اور اس بات پر طیش میں آنا کہ اس کے دل میں اس کے سوا کوئی، اور ہو۔

(۱۱) محبت ایسے ارادہ کا نام ہے جو محبوب کی بے وفائی سے کم نہ ہو، اور اس کی بھلائی سے زیادہ نہ ہو۔

(۱۲) حدود محبت کی حفاظت کرنا لہٰذا جو آدمی حدود محبت کی حفاظت نہیں کرتا، وہ محبت

---

[۱] علامہ ابن قیم الجوزیہؒ نے باب ثانی کے اندر اسماء محبت کے مشتقات اور ان کے معانی کو تفصیلاً بیان کیا، اس تفصیلی بحث کا اردو ترجمہ میں تذکرہ زیادہ مفید نہیں، اس لئے یہاں اس باب میں سے صرف ان ابحاث کا تذکرہ کیا جائے گا جو عام قاری کے لئے مفید ہیں۔ ۱۲ (مترجم)

کے دعویٰ میں سچا نہیں۔

(۱۳) محبوب کے لئے ہر اس چیز کو مہیا کرنا جو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔

(۱۴) محبوب کی معیت میں ہر حال کو باعث فرحت سمجھنا۔

ومن کان من طول الهوی ذاق سلوة ۔ فانی من لیلی لها غیر ذائق

واکثر شیء نلته من وصالها ۔ امانی لم تصدق کلمعة بارق

''وہ کوئی، اور ہوگا جس نے عشق کی طوالت کی وجہ سے زندگی کی فرصت کو چکھا، ہے جبکہ میں تو آج کی رات کی بنا پر اس کو چکھنے والا نہیں، اس کے وصال کی وجہ سے مجھے جو چیز کثیر مقدار میں حاصل ہوئی وہ بجلی کی چمک نما خواہشات ہیں جو پوری نہیں ہوسکتیں۔''

۱۵۔ محبت ایک ایسی آگ ہے جو محبوب کے علاوہ ہر چیز کو محبت کے دل سے مٹا دیتی ہے۔

۱۶۔ ہر سانس میں محبوب کا ذکر کرنا۔

یراد من القلب نسیانکم ۔ وتأبی الطباع علی الناقل

''دل سے تمہیں بھلا دینے کی چاہت کی جاتی ہے، اور طبیعت تمہاری محبت کو منتقل کرنے والا کا انکار کر دیتی ہیں''

۱۷۔ محبت کے دل کا محبوب کے دیدار کے علاوہ سے اندھا ہونا، اور اس کی باتوں کے علاوہ سے بہرہ بن جانا، حدیث میں ہے (حبک الشیء یعمی ویصم)[1] کسی چیز کی محبت تجھے اندھا، اور بہرہ کر دیتی ہے۔

۱۸۔ محبت یہ ہے کہ آپ مکمل طور پر محبوب کی طرف مائل ہو جائیں، اور پھر اپنے دل و روح، اور جان و مال کو محبوب پر قربان کر دیں، اور خفیہ، اور اعلانیہ محبوب کی موافقت کریں، اور اس کے باوجود آپ کو اس بات کا یقین ہو کہ آپ اس کی محبت میں کوتاہی کر رہے ہیں۔

---

[1] رواہ الامام احمد

١٩۔ محبوب کی رضا کے حصول میں تن من دھن قربان کر دینا۔

٢٠۔ محبت ایسا سکون ہے جس میں اضطراب نہیں، اور ایسا اضطراب ہے جس میں سکون نہیں، کیونکہ دل محبوب کے شوق میں مضطرب، اور بے چین ہو جاتا ہے، اور اس کے پاس آکر قرار پالیتا ہے، اور بعض علماء کے اس قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ محبت دل کی ایک ایسی حرکت کا نام ہے جو محبوب کے شوق میں ہوتی ہے، اور محبوب کے پاس پہنچ کر اس کو سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

٢١۔ محبت ہمیشہ محبوب کے ساتھ رہنے کا نام ہے جیسے شاعر کا قول:

ومن عجبٍ أني أحن اليهم واسأل عنهم من لقيت وهم معي

وتطلبهم عيني وهم في سوادها ويشتا قهم قلبي وهم بين أضلعي

”یہ بات کتنی عجیب ہے کہ میں ان کو یاد کرتا ہوں، اور ہر ملنے والے سے ان کا حال پوچھتا ہوں، حالانکہ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہیں، اور میری آنکھ انہیں تلاش کرتی ہے حالانکہ وہ آنکھ کی پتلی میں ہیں، اور میرا دل ان کا شوق رکھتا ہے حالانکہ وہ میری پسلیوں کے درمیان (یعنی میرے دل میں) ہیں۔“

٢٢۔ محبت یہ ہے کہ محبوب محبّ کی روح سے بھی زیادہ قریب ہو جیسے شاعر کا قول:

یامقیمًا فی خاطری و جنانی وبعیدًا عن ناظری و عیانی

أنت روحی إن کنت لست أراها فهی أدنی إلی من کل دانی

”اے وہ ذات! جو میرے دل میں رہتی ہے لیکن میری آنکھوں سے اوجھل ہے، تو میری روح ہے اگرچہ میں تجھے دیکھ نہیں سکتا، اور وہ تو میرے لئے ہر قریب سے زیادہ قریب ہے۔“

٢٣۔ محبوب کی یاد کا ہر وقت محب کے پاس حاضر رہنا، جیسے

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی ومثواک فی قلبی فاین تغیب؟

''تیرا خیال میری آنکھ میں ہے، اور تیرا ذکر میرے منہ میں ہے، اور تیرا ٹھکانہ میرے دل میں ہے، پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے؟''

۲۴۔ محبوب کے گھر کا قرب و بعد محب کیلئے برابر ہونا، جیسے شاعر کہتا ہے:

یا نائیا بین الجوانح والحشی منی وإن بعدت علی دیاره
عطفا علی صب بحبک هائم إن لم تصله تصدعت أعشاره
لا یستفیق من الغرام وکلما حجبوک عنه تهتکت أستاره

''اے وہ محبوب جس کا گھر تو مجھ سے دور ہے لیکن اس کا ٹھکانہ میرے دل کے اندر ہے، اپنے شکستہ حال پر رحم کر جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اگر تو اس کو نہ ملا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، وہ اس عشق سے افاقہ حاصل نہیں کر سکتا، اور جب کبھی بھی وہ تجھے اس سے چھپانا چاہیں گے تو چھپانے والے پردے لپٹ کر رہیں گے''

(۲۵) دل کا عشق و محبت کے احکام پر ثابت رہنا، اور اس راہ میں آنیوالی ملامت کو برداشت کرنا، جیسے شاعر کا قول:

وقف الهوی بی حیث أنت فلیس لی
متأخر عنه ولا متقدم
وأهنتنی فأهنت نفسی جاهدا
ما من یهون علیک ممن یکرم
أشبهت أعدائی فصرت أحبهم
إذا کان حظی منک حظی منهم
أجد الملامة فی هواک لذیذة
حبا لذکرک فلیلمنی اللوم

''میری محبت نے وہاں کھڑا کر دیا جہاں تو ہے، اس طور پر کہ نہ وہاں سے آگے

نہ پیچھے، تو نے میری توہین کروائی تو میں نے بڑھ چڑھ کر اپنی توہین کروائی، اور جو آدمی تیری وجہ سے میری توہین کرتا ہے وہ کوئی اتنا معزز آدمی نہیں تو میرے دشمنوں کے مشابہ ہوئی تو میں ان سے بھی محبت کرنے لگا، کیونکہ مجھے جو کچھ تو عطا کر رہی ہے، وہی چیز وہ بھی دے رہے ہیں، میں تیری محبت میں ملامت کو قابل لذت سمجھتا ہوں، کیونکہ مجھے تیری یاد سے محبت ہے، لہٰذا ملامت کرنے والوں کو ملامت کرتے رہنا چاہیے۔"

لفظ "عشق" کی خصوصیات

"العشق" اسماء محبت میں سب سے زیادہ کڑوا، اور ناپسندیدہ لفظ ہے، عربوں نے اس کو بہت کم استعمال کیا، گویا کہ وہ اس نام کو چھپاتے ہیں، اور اس کی جگہ دوسرے اسماء کو ظاہر کرتے ہیں، اور اس کو ظاہر نہیں کرتے، یہ لفظ قدیم شعراء کے کلام میں بھی نہیں پایا جاتا، یہ لفظ صرف متاخرین شعراء نے استعمال کیا ہے، قرآن وحدیث میں بھی نہیں پایا جاتا سوائے سوائد بن سعید کی حدیث کے، وہ یہ ہے (من عشق فعف فكتم فمات فهو شهيد)، بعد میں عربوں نے اس کو استعمال کیا ہے، شاعر کہتا ہے:

ماذا عسى الواشون ان يتحدثوا
سوى أن يقولوا إننى لک عاشق
نعم صدق الواشون أنت حبيبة
إلى و إن لم تصف منک الخلائق

"چغل خوری کرنے والے اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتے کہ میں تیرا عاشق ہوں جی ہاں، چغل خور صحیح کہتے ہیں کہ تو میری محبوبہ ہے اگرچہ ساری مخلوق تیرے مشابہ نہیں ہوسکتی"

امام فراء فرماتے ہیں: العشق نبت لَزِجٌ "عشق بمعنی چپکنے والا لیس دار پودا، چونکہ عشق بھی انسان کے دل کے ساتھ چپک جاتا ہے اس لئے اسے عشق کہتے ہیں۔

ابن اعرابی فرماتے ہیں: ''العشقہ'' ایک بیل کو کہتے ہیں جو پہلے سبز، اور پھر زرد ہو جاتی ہے، اور جس چیز کو لگتی ہے ساتھ چمٹ جاتی ہے، عاشق کو اسی سے مشتق کیا گیا ہے۔ لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ لفظ عشق حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ صوفیہ کی ایک جماعت اس کو جائز قرار دیتی ہے، اور وہ اس بارے میں جو روایت پیش کرتے ہیں وہ ثابت شدہ نہیں ہے۔ اس میں الفاظ یہ ہیں، "فاذا فَعَلَ ذلک عَشَقَنِیْ و عشقتُہٗ''۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ لفظ عشق کا اطلاق حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں صحیح نہیں، یہ نہیں کہا جاسکتا'' ان اللہ یعشق ، اور نہ ہی یہ درست ہے: عشق اللہ عبدہ. اس عدم جواز میں تین دلائل پیش کئے گئے ہیں۔

۱۔ عدم توقیف کہ اس بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی بخلاف لفظ محبت کے۔

۲۔ عشق افراط محبت کا نام ہے جو حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں درست نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز میں افراط کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا، اور بندہ تو اللہ کی محبت کے قابل نہیں افراط محبت کے قابل کیسے ہوسکتا ہے؟

۳۔ یہ تغیر و تبدیلی سے ماخوذ ہے، جیسا کہ شجرہ مذکورہ کو عاشقہ کہتے ہیں، اور اس کا اطلاق حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے بارے میں صحیح نہیں (کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات میں تغیر نہیں ہوسکتا)۔

باب ۳

﴿اسماء محبت کی باہمی نسبت﴾

وہ اسماء جو ایک ہی مسمی پر دلالت کرتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول

تمام اسماء مسمی پر صرف ذات کے اعتبار سے دلالت کریں، یہ قسم مترادف محض ہے۔ جیسے حنطہ، قمح، بر (گندم کے لئے) اسم، کنیت، لقب (شخص معین کے لئے) یہ اس وقت ہے جب ان میں مدح و مذمت کا معنی نہ ہو، اور ان کو محض پہچان، اور تعریف کے لئے لایا جائے۔

قسم ثانی

تمام اسماء کسی ایک ذات پر اس کی صفات کے تباین کے اعتبار سے دلالت کریں، جیسے اللہ تعالیٰ کے نام، کلام اللہ کے نام، انبیاء علیہم السلام کے اسماء، قیامت کے نام۔ یہ نوع ذات کی طرف نسبت کرتے ہوئے مترادف ہے، اور صفات کی طرف نسبت کرتے ہوئے متباین ہے۔ جیسے لفظ "رب، رحمٰن، عزیز، قدیر، ملک" متعدد صفات کے اعتبار سے ذات واحد پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی طرح بشیر، نذیر، حاشر، عاقب، ماحی، اسی طرح یوم القیامۃ، یوم البعث، یوم الجمع، یوم التغابن، یوم الازفۃ وغیرہ۔ اور اسی طرح القرآن، الفرقان، الکتاب، الھدٰی وغیرہ، اور اسی طرح تلواروں کے نام کہ ان کا تعدد مختلف اوصاف، اور اضافتوں کے اعتبار سے ہے، جسے مہند، غضب، صارم وغیرہ، اور آپ یہ بات بخوبی جان چکے ہیں کہ اسماء محبت میں اوصاف کا تباین ہے۔

بہت سے لغوی علماء نے لغت میں مترادف کا انکار کیا ہے، شاید کہ انہوں نے اسی معنیٰ کو مراد لیا ہے، اور یہ کہ جب بھی کسی ایک مسمی کے لئے دو اسم بولیں جائیں گے تو ان میں صفت، نسبت یا اضافت کے اعتبار سے فرق ہوگا، خواہ یہ چیزیں معلوم ہوں یا نہ ہو۔ لیکن یہ بات ایک واضع کے اعتبار سے تو درست ہے لیکن اگر دو مختلف واضع ہوں تو پھر ان میں ترادف واضع ہوگا کہ ایک واقع اس مسمیٰ کا ایک نام رکھے گا، اور دوسرا اس کا کوئی، اور نام رکھ دے گا، اور دونوں وضعیں ایک قبیلہ کے ہاں مشہور ہو جائیں گی، اور ایسا اکثر ہوتا ہے، اور اس صورت میں بھی اشتراک واقع ہوتا ہے، لہٰذا لغت میں اصل تباین ہی ہے کیونکہ یہ اکثر پایا جاتا ہے۔

باب ۴

ہر موجود کے وجود، اور ہر متحرک کی حرکت کا سبب محبت ہے

(ایک نادر فلسفیانہ بحث)

یہ باب کتاب کے عمدہ، اور اعلیٰ ابواب میں سے ایک ہے، اس باب کی بحث کو سمجھنے سے پہلے ایک مقدمہ کو جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ حرکت کی تین قسمیں ہیں (۱) حرکت ارادیہ (۲) حرکت طبیعیہ (۳) حرکت قسریہ۔

ان کی وجہ حصر یہ ہے کہ حرکت کا مبدأ متحرک ہوگا یا غیر متحرک ہوگا، اگر حرکت کا مبدا متحرک ہوتو حرکت کے ساتھ شعور، اور علم ملا ہوا ہوگا یا نہیں، اگر علم، اور شعور ملا ہوا ہوتو یہ حرکت ارادیہ ہے اگر علم وشعور نہ ملا ہوا ہوتو یہ حرکت طبیعیہ ہے، اور اگر حرکت کا مبدا غیر متحرک ہوتو یہ حرکت قسریہ ہے۔ اس مقام پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ متحرک کی حرکت اس کے ارادہ سے ہوگی یا بغیر ارادہ کے ہوگی، اگر ارادہ سے ہوتو یہ حرکت ارادیہ ہے، اور اگر بغیر ارادہ کے ہوتو یہ حرکت مرکز کی طرف ہوگی یا نہیں، اگر مرکز کی جہت میں ہوتو حرکت طبیعیہ ہے، اور اگر مرکز کی جہت میں نہ ہوتو حرکت قسریہ ہے۔

حرکت ارادیہ کا سبب محبت ہے

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حرکت ارادیہ متحرک کے ارادہ کے تابع ہے، اور جس چیز کا ارادہ کیا گیا ہواس کا ارادہ یا تو اس کی ذات کے اعتبار سے ہوگا یا غیر ذات کے اعتبار سے ہوگا۔، اور یہ بات ضروری ہے کہ جو چیز غیر کی وجہ سے مراد ہے اس کی

انتہاء ایسی چیز کی طرف ہو جو اپنی ذات کے اعتبار سے مراد ہے تاکہ دور، اور تسلسل لازم نہ آئے، اب ارادہ کی بھی مختلف صورتیں ہیں۔ ارادہ یا تو لذت و منفعت کے حصول کے لئے ہوگا، اور یہ حصول یا تو متحرک کے لئے ہوگا یا غیر متحرک کے لئے۔ اور کبھی یہ ارادہ مصیبت و تکلیف کو دور کرنے کے لئے ہوگا، اور یہ دور کرنا متحرک سے بھی ہو سکتا ہے، اور غیر متحرک سے بھی۔ اور عاقل جب بھی غیر کے لئے منفعت کو طلب کرتا ہے یا اس سے ضرر کو دور کرتا ہے تو اس میں یا تو لذت کا حصول مقصود ہوتا ہے یا تکلیف کو دور کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تو گویا کہ حرکت ارادیہ محبت کے تابع ہوگئی، بلکہ یہ تو ہر زندہ متحرک کا حکم ہے۔

حرکت قسریہ، اور حرکت طبیعیہ کا سبب محبت ہے

باقی حرکت طبیعیہ کی تعریف ہے کسی چیز کا اپنے مستقر، اور مرکز کی طرف حرکت کرنا، اور یہ اس حرکت کے تابع ہے جو اس کے مرکز سے نکلنے کا تقاضا کرتی ہے، اور یہ (حرکت جو مرکز سے نکلنے کا تقاضا کرتی ہے) حرکتقسریہ ہے۔ جو کسی قسر قاسر (یعنی مجبور کرنے والے کے مجبور کرنے کی وجہ سے) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جو اسے مرکز سے نکلنے کی طرف مجبور کرتا ہے یا تو اپنے اختیار کے ساتھ، جیسے نیچے سے اوپر کی طرف پھینکے ہوئے پتھر کی حرکت، (بغیر اختیار کے ہوتی ہے جیسے ہوا کا چیزوں کو اپنی سمت میں اڑانا، اور یہ حرکت قاسر یا مجبور کرنے والے کے تابع ہے، اور قاسر مجبور کرنے والے کی حرکت اپنی ذات کی کی طرف سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا مبدأ کوئی، اور ذات ہے۔

کائناتی نظام میں فرشتوں کی حرکت

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو زمین و آسمان کی تدبیر کا ذمہ دیا، اور وہ اس میں اللہ کے امر سے تصرف کرتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں ہے:

﴿فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا﴾ (النازعات: ۵)

''پھر ہر امر کی تدبیر کرنے والوں کی''

اور فرمایا:

﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ أَمْرًا﴾ (الذاریات: ۴)

''پھر ان فرشتوں کی جو حکم کے موافق تقسیم کرنے والے ہیں''

کہیں فرمایا:

﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا وَالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾ (المرسلات ۱.۵)

''ان ہواؤں کی قسم ہے جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو تیزی سے چلتی ہیں، اور ان ہواؤں کی جو بالوں کو اٹھا کر پھیلاتی ہے، پھر ان ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں، پھر ان ہواؤں کی جو (دل میں) اللہ کی یاد کا القاء کرتی ہیں''

کہیں فرمایا:

(وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ أَمْرًا) (النازعات: ۱.۵)

''جوڑوں میں گھس کر جان نکالنے والوں کی قسم، اور بند کھولنے والوں کی، اور تیزی سے تیرنے والوں کی، پھر دوڑ کر آگے بڑھ جانے والوں کی پھر ہر امر کی تدبیر کرنے والوں کی۔''

اللہ رب العزت نے آسمان، سورج، اور چاند میں فرشتوں کو مقرر کیا جو ان کو حرکت دیتے ہیں، اور کچھ فرشتے ہواؤں میں مقرر کئے ہیں جو ان میں اللہ کے امر سے تصرف کرتے ہیں، اور یہ فرشتے ان کے نگہبان ہیں قرآن مجید میں ہے:

﴿وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ (الحاقة:۶)

''اور لیکن قوم عاد سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کئے گئے......''

اس آیت کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں: عتت علی الخزان فلم

یقدر واعلی ضبطھا: وہ ہوا مقرر کردہ نگہبان فرشتوں کے قابو سے باہر ہوگئی (اس بات کو امام بخاری نے بھی ذکر کیا ہے) اللہ تعالیٰ نے بارش کے قطروں، اور بادلوں پر بھی فرشتے مقرر کیے ہیں جو ان کو اللہ کے حکم سے لے کر چلتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے[1]

''ایک مرتبہ ایک آدمی نے جنگل میں بادل کے ٹکڑے سے آواز سنی کہ ''اے بادل، فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر'' وہ آدمی بادل کے پیچھے گیا، یہاں تک کہ بادل ایک باغ کے پاس پہنچا، اور اس میں پانی برسایا، اس شخص نے دیکھا کہ باغ میں ایک آدمی ہے جو بیلچہ کے ذریعہ پانی کو تقسیم کررہا ہے، اس نے کہا ''اے اللہ کے بندہ! تیرا کیا نام ہے؟''۔ وہ بولا، ''جو تو نے بادل میں سنا تھا'' اس نے کہا ''میں نے کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا فلاں کے باغ میں پانی برساؤ، تو اس باغ میں کونسا عمل کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کرم کا مستحق ہوا؟'' اس آدمی نے جواب دیا، ''میں اس باغ کی پیداوار کے تین حصے بناتا ہوں، ایک حصہ صدقہ کرتا ہوں، دوسرا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہوں، اور تیسرے کو اسی میں اگاتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر بھی فرشتے مقرر فرمائے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اس نے سلام کیا، اور عرض کیا، ''اگر آپ چاہیں تو میں ان کو ہلاک کردوں، حضور ﷺ نے فرمایا، ''نہیں بلکہ میں ان کو مہلت دیتا ہوں، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا کرے جو اللہ کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''[2]

اللہ تعالیٰ نے ماں کے رحم میں فرشتہ کو مقرر فرمایا ہے، جو کہتا ہے، ''اے اللہ! نطفہ بناؤں؟ جما ہوا خون بناؤں؟ گوشت کا لوتھڑا بناؤں؟ مرد بناؤں یا عورت؟ اس کا رزق کتنا ہو؟ زندگی کتنی ہو؟ نیک بخت ہو یا بد بخت؟''

---

[1] اخرجہ مسلم مطولاً

[2] رواہ الشیخان واصحاب الکتب الستۃ

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ دنیا میں چار فرشتے مقرر فرمائے ہیں، دو دائیں طرف، اور دو بائیں طرف، جو اس کے اعمال لکھتے ہیں، اور ان کے علاوہ بھی بہت سے فرشتے ہیں، جو اللہ کی اجازت سے انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں، اس کے علاوہ موت، اور مردوں سے سوال کے لئے قبروں میں فرشتوں کو مقرر فرمایا ہے، کچھ فرشتے رحمت کے ہیں کچھ عذاب کے، مومنین کے ساتھ کچھ ایسے فرشتے بھی ہوتے ہیں جو انہیں اعمال صالحہ کی طرف راغب کرتے ہیں۔ جہنم کے فرشتے جہنم کو تیار کرتے ہیں، اور اس میں آگ بھڑکاتے ہیں، اس کی ہتھکڑیاں، اور بیڑیاں تیار کرتے ہیں، اور جنت کے فرشتے اس کے محلات تعمیر کرتے ہیں، اور اس میں مسہریاں، تخت، قالین، آب خورے، تکیے، اور کھانے پینے کے برتن تیار کرتے ہیں۔

پس یہ بات معلوم ہوئی کہ آسمان و زمین، اور جنت و دوزخ کے معاملات و حالات کی تدبیر اللہ کے حکم و اجازت سے فرشتوں کے پاس ہے۔

﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ﴾ (الانبياء: ۲۷)

''بات کرنے میں اس سے پیش قدمی نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں۔''

﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

(التحريم: ٦)

''وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اس بات میں جو وہ انہیں حکم دے، اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے''۔

اللہ رب العزت نے اس بات کی خبر دی ہے کہ فرشتے اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ اللہ کے احکامات کو نافذ کرنے پر قادر ہیں، اور وہ ان احکامات کے بجا لانے سے عاجز نہیں ہیں (بخلاف اس کے جو ان احکامات کو بجالانے سے عاجز ہے تو اگر اس نے ان احکامات پر عمل نہ بھی کیا تو اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی نہ کی) اسی طرح اللہ

تعالٰی نے سمندروں میں بھی فرشتے مقرر فرمائے ہیں، جو ان کو بھرتے ہیں، اور ان کو اس سے روکتے ہیں کہ وہ زمین پر چڑھ آئیں، اور اس کو غرق کردیں، اسی طرح انسان کے اچھے برے اعمال کی حفاظت، اور ان کو لکھنے کے لئے بھی فرشتے مقرر ہیں خ اسی وجہ سے فرشتوں پر ایمان لانا، ایمان کے ان بنیادی ارکان میں سے ہے جن کے بغیر ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا۔

مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کل کائنات کی حرکت کا سبب فرشتے ہیں، اور ان کی حرکت اللہ کے امر، اور ارادہ کے پابند ہے، پس تمام احکامات کا مرجع حق تعالٰی کا ارادہ ہے خواہ شرعاً ہو یا قدراً، اور فرشتے تو اس حکم کو نافذ کرتے ہیں، اسی وجہ سے ان کو ملائکہ کہتے ہیں کیونکہ یہ لفظ الالوکۃ سے مشتق ہے بمعنی ''پیغام'' تو فرشتے بھی اللہ کے حکم کو نافذ کرنے میں اللہ تعالٰی کے رسول، اور قاصد ہوتے ہیں۔

تمام افعال کا باعث صرف محبت ہے

مقصود بحث یہ ہے کہ افلاک، اور سورج چاند ستاروں وغیرہ کی حرکت، حرکت ارادی کے تابع ہے جو محبت کو مستلزم ہے، پس محبت، اور ارادہ ہر فعل کی اصل، اور اس کا مبدأ ہے، فعل کا صدور صرف محبت، اور ارادہ کی وجہ سے ہوتا ہے، کیونکہ انسان اپنے ناپسندیدہ امور کو اپنے سے دور کرتا ہے تو اس کا یہ دور کرنا ان کی ضد میں محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، اور اس لذت کی محبت کی وجہ سے ہوتا ہے، جو اس دور کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوگی۔ جیسے کہا جاتا ہے: شَفٰی غیظَهٗ و شَفٰی صدره، شفا، اور عافیت ناگوار ہونے کے باوجود پسند کی جاتی ہے، جیسے دوائی کہ عافیت کے حصول کے لئے ناگوار ہونے کے باوجود استعمال اسے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ناپسندیدہ ہے لیکن یہ اس وجہ سے محبوب ہے کہ اس سے ناپسندیدہ چیز (بیماری) کا زوال ہوگا، اور پسندیدہ چیز (صحت) کا حصول ہوگا، ایسے ہی وہ تمام اعمال جو نفس کی خواہشات کے خلاف ہوں اگرچہ وہ ناگوار محسوس ہوتے ہیں، لیکن محبت، اور ارادہ

کی وجہ سے ان کو کیا جاتا ہے، کیونکہ اگر چہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے محبوب نہیں ہوتے لیکن محبوب چیز کے حصول کا ذریعہ بنتے ہیں، کوئی بھی جاندار کسی مرغوب، اور محبوب چیز کو صرف اس وقت چھوڑتا ہے جب اس کا چھوڑنا کسی، اور مرغوب، اور محبوب چیز کے حصول کا ذریعہ ہو، اور وہ ہمیشہ کم محبت والی چیز کو زیادہ محبت والی چیز کے لئے قربان کر دیتا ہے، اسی وجہ سے محبت، اور ارادہ بغض، اور ناگواری کی اصل ہیں، اس لئے کہ مبغوض، اور ناپسندیدہ چیزیں محبوب اشیاء کے وجود کے منافی ہیں، اور کوئی بھی فعل یا عمل یا تو محبوب چیز کے حصول کے لئے ہوتا ہے یا ناپسندیدہ چیز کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے، کیونکہ ناگوار چیز کو دور کرنا محبوب چیز کے وجود کو مستلزم ہے، پس تمام افعال کا مرجع محبوب کا وجود ہی ہے۔

وجودِ کائنات بھی محبت کا نتیجہ ہے

حرکت اختیاری کی اصل ارادہ ہے، اور حرکت قسریہ، اور طبیعیہ دونوں اختیاری کے تابع ہیں، پس یہ معاملہ حرکت ارادی کی طرف لوٹتا ہے، اس لئے زمین وآسمان کی تمام حرکتیں محبت، اور ارادہ کے تابع ہیں، اور کائنات کی حرکت اس محبت وارادہ کی وجہ سے ہے، گویا کہ یہ عالم کی علت فاعلیہ، اور غائیہ ہے، بلکہ یہ ہی وہ سبب ہے جس کی وجہ سے، اور جس کے لئے کل کائنات کو تخلیق کیا گیا ہے، پس جب بھی زمین وآسمان میں کوئی حرکت ہوتی ہے تو اس کا بنیادی سبب، اور غایت محبت وارادہ ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ محبت کی حقیقت یہ ہے، کہ محبّ کا دل محبوب کی طرف حرکت کرے، پس محبت ایک غیر ارادی حرکت کا نام ہے، محبت کا کمال عبودیت، تابعداری، خضوع، اور اطاعت محبوب ہے، اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لئے زمین وآسمان، اور دنیا وآخرت کو پیدا کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ﴾

(الحجر: ۸۵)

اور ہم نے آسمانوں، اور زمین، اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر حکمت کے پیدا نہیں کیا''

اور فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾

(ص: ۲۷)

''اور ہم نے آسمان، اور زمین کو، اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے بیکار تو پیدا نہیں کیا''

مزید فرمایا:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا﴾ (المومنون: ١١٦)

''کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہیں ہم نے بیکار پیدا کیا ہے''

اطاعت کا لزوم بھی بنا بر محبت ہے

سب سے بڑی حقیقت جو تمام مخلوق کی تخلیق کا مقصد، اور سبب ہے وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے، جو کہ محبت کا کمال درجہ ہے، اور اللہ کے سامنے جھک جانا، اور اسی کی تابعداری کرنا امر، نہی، ثواب، اور عتاب عبودیت کے لوازمات میں سے ہیں، اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا، کتابوں کو نازل کیا، جنت دوزخ کو پیدا فرمایا، اور آسمان وزمین کا قیام بھی اسی نظام عبادت کی وجہ سے ہے، جو اللہ کا وہ راستہ ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے لئے منتخب فرمایا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اللہ رب العزت قرآن مجید میں شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (هود: ٥٦)

''میں نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا، اور تمہارا رب ہے کوئی بھی زمین پر ایسا چلنے والا نہیں کہ جس کی چوٹی اس نے نہ پکڑ رکھی ہو، بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت، اور شریعت میں صراط مستقیم پر ہے، اور صراط مستقیم سے مراد وہ عدل و انصاف ہے جس کے لئے مخلوق، امر، ثواب وعتاب کا وجود ہے...... یہ وہ حقیقت ہے جس کے لئے زمین و آسمان، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ پیدا کیا گیا ہے، اس وجہ سے مومنین کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ﴾

(آل عمران: ۱۹۱)

''اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب کچھ بیکار پیدا نہیں کیا آپ پاک ہیں۔''

مومنین حق تعالیٰ شانہٗ کو اس بات سے پاک و برتر قرار دیتے ہیں کہ اس نے زمین و آسمان کو فضول، اور بغیر حکمت، اور مقصد کے پیدا کیا ہے، وہ تو ایسی پاک ذات ہے کہ اس کی ذات وصفات کی طرح اس کے ان قابل تعریف مقاصد پر اس کی حمد کی جاتی ہے، اس کے افعال کی قابل تعریف غایات وہ حکمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا، اور اس سے راضی ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ناپسندیدہ چیزیں بھی پیدا کی ہیں، اس لئے کہ یہ محبوب چیز کو مستلزم ہیں، اور محبوب چیز کا دارومدار انہیں پر ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بڑی محبوب، اور پسندیدہ چیز کے ضائع ہونے کے اندیشہ کی وجہ سے یا کسی بڑی ناگوار چیز کے حصول کے ڈر سے اپنی محبوب چیز کو چھوڑ دیا، جیسے اس نے کفار کے دلوں کو ایمان سے پھیر دیا ہے، اور ان کو طاعت سے روک دیا، کیونکہ وہ ان کی طاعت کو ناپسند کرتا ہے، اور ان کی طاعات کی وجہ سے ایک ایسی چیز ختم ہو جاتی ہے جو اللہ کو ان کی عبادتوں سے زیادہ محبوب ہے، اور وہ ان سے جہاد کرنا، اور جہاد پر دشمنی کا مرتب ہونا، اور

اللہ کے دوستوں کا جہاد میں اللہ کے نام پر جانیں قربان کرنا، اور اللہ کی محبت، اور رضا مندی کے لئے اپنی جانیں قربان کرنا، اور اس چیز کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے موت وحیات کو پیدا کیا، اور زمین کے اوپر کی ہر چیز کو اس کی زینت بنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (ھود:۷)

''اور وہی ہے جس نے آسمان، اور زمین چھ دن میں بنائے، اور اس کا تخت پانی پر تھا، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ کل کائنات، اور زندگی، اور موت کی تخلیق ابتلاء وامتحان کے لئے ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو آزمائے کہ ان میں سے کون اچھا عمل کرے گا، پس اس کا اچھا عمل اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے موافق ہوگا، اور اس مقصد کے موافق بھی ہوگا جس کے لئے انسان، اور کل کائنات کو وجود دیا گیا ہے، اور وہ مقصود عبودیت ہے جو محبت، اور اطاعت کو اپنے اندر سموئی ہوئی ہے، اور محبت نام ہے اچھے، اور بہترین اعمال کا جو کہ اللہ کی محبت، اور رضا کے حصول کا ذریعہ، اور سبب ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے عبودیت کی مخالفت کی مقدار کو اپنی حکمت کی بنا پر مقرر کیا ہے، اور اپنے اوامر، اور تقدیر کے درمیان لوگوں کا امتحان لیا ہے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے۔

زندگی کے امتحان کے بارے میں متکلمین کا اختلاف

اس ابتلاء، اور امتحان میں مخلوق کی دو جماعتیں بن جائیگی (۱) جو اللہ کی مرضیات، اور اوامر پر عمل کریں گے، اور جہاں اللہ نے رکنے کا حکم دیا وہاں رک جائیں گے، جہاں چلنے، اور حرکت کرنے کا حکم دیا وہاں چلیں، اور حرکت کریں گے، اور تقدیر میں

اللہ کے حکم کو استعمال کریں، اور حکم کی کشتی میں سوار ہو کر تقدیر کے سمندر میں داخل ہو جائیں، اور تقدیر پر امر الٰہی کو ثالث بنائیں گے، اور تقدیر کا مقابلہ تقدیر کے ساتھ کریں اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لاتے ہوئے، اور اس کی مرضی پر عمل کرتے ہوئے ان امور کو سرانجام دیں گے، لاریب یہ لوگ ہی کامیاب و بامراد ہیں۔

(۲) دوسری جماعت وہ ہے جو امر الٰہی، اور تقدیر کے درمیان، اللہ کی مرضیات، اور چاہتوں کے درمیان، اور اللہ کی طے کردہ تقدیر، اور فیصلہ کردہ احکامات کے درمیان معارضہ کرتے ہیں، پھر یہ لوگ چار فرقوں میں تقسیم ہو گئے:

(۱) وہ فرقہ جو امر کی محافظت کے لئے تقدیر کا انکار کرتا ہے، لہٰذا انہوں نے امر کو باطل کر دیا اس وجہ سے کہ اس لئے کہ تقدیر پر ایمان لانا درحقیقت امر پر ہی ایمان لانا ہے، اور یہ نظام توحید ہے، پس جس نے تقدیر کا انکار کیا، یہ انکار اس کے ایمان کو ختم کر دے گا۔

(۲) وہ فرقہ جس نے تقدیر کی وجہ سے حکم کو رد کر دیا، یہ لوگ سب سے بڑے، اور بدترین کافر ہیں، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں یوں بیان کیا ہے:

﴿لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا وَلَا اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾

(الانعام: ۱۴۸)

''اگر اللہ چاہتا تو ہم، اور ہمارے آباء شرک نہ کرتے، اور ہم کسی چیز کو حرام قرار نہ دیتے''۔

ان لوگوں کا ایک قول اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ذکر کیا:

﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ﴾ (النحل: ۳۵)

''اگر اللہ چاہتا تو ہم، اور ہمارے آباء اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے، اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار نہ دیتے۔''

وہ یہ بھی کہتے تھے:

﴿لَوْ شَاۤءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰـهُمْ﴾ (الزخرف: ۲۰)

''اگر رحمن چاہتا تو ہم ان کی (مختلف معبودوں) کی عبادت نہ کرتے۔''

ان کا یہ قول بھی تھا:

﴿اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَاۤءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ﴾ (یٰس: ۴۷)

''کیا ہم اسے کھلائیں کہ اگر اللہ اسے کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا۔''

اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کو مکذبین، اور جاہلوں کی فہرست میں شمار کیا، اور یہ فرمایا ہے کہ یہ لوگ کھلی، اور واضح گمراہی میں ہیں۔

(۳) تیسرا فرقہ وہ ہے جو خود کو تقدیر کے ہاتھوں مجبور محض قرار دیتے ہیں، جن کے اعمال کا دارومدار تقدیر پر ہے، ان کا ہر عمل اسی کے موافق ہوتا ہے، وہ اس کے چلنے کے ساتھ چلتے ہیں اس کے رکنے کے ساتھ رکتے ہیں، اور امر کی موافقت، اور مخالفت کی بالکل پرواہ نہیں کرتے، ان کا تو دین ہی تقدیر ہے، ان کے نزدیک حلال وہ ہے جسے تقدیر حلال کر دے، اور حرام وہ ہے جسے تقدیر حرام کر دے، یہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جو تقدیر پر غالب آ جائیں، خواہ مسلمان ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد، یہ ان کے خواص، اور بندے بن جاتے ہیں، جب یہ اس حقیقت کو دیکھتے ہیں جو تقدیر کی وجہ سے ہے تو یہ ان کافروں کے ساتھ ہو جاتے ہیں جو تقدیر کی وجہ سے مسلط کئے گئے، یہ ان کے پہرہ دار ہیں، اور یہ بھی کافر ہیں۔

(۴) چوتھا فرقہ وہ ہے جو تقدیر پر توقف کرتا ہے لیکن اس بات کا اعتراف بھی کرتا ہے کہ یہ خلاف امر ہے، اس پر اعتماد کرتا ہے لیکن اس کو دین نہیں بناتا، اور امر کو اس پر حاکم نہیں بناتا، اور امر کی اتباع کرتے ہوئے تقدیر کو تقدیر سے دور کرنے سے عاجز ہے، یہ لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں، اور عاجزی، اور نافرمانی کے درمیان ہیں۔

تقدیر کے معاملہ میں شیطان، اور اس کے متبعین کی گمراہی:

یہ سارے کے سارے گروہ اپنے پیشوا ابلیس کی اقتداء، اور پیروی کرنے والے ہیں، کیونکہ ابلیس پہلا نافرمان تھا جس نے تقدیر کو مقدم کیا، اور امر کو مؤخر کیا، اور تقدیر کے ساتھ امر کا معارضہ کیا، اور کہنے لگا:

﴿رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ (الحجر: ۳۹)

''اے میرے رب! جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا البتہ ضرور ضرور میں زمین میں انہیں ان کے گناہوں کو مرغوب کر کے دکھاؤں گا، اور ان سب کو گمراہ کروں گا۔''

شیطان نے یہ بھی کہا:

﴿فَبِمَا اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ (الاعراف: ۱۵)

''جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا میں بھی ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔''

شیطان نے اللہ کے حکم کو تقدیر کے ساتھ رد کیا، اور اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ شانہٗ کے خلاف دلیل قائم کی، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ شیطان کے متبعین چار گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں، ابلیس، اور اس کے لشکر کو تقدیر کے ساتھ بھیجا گیا ہے، اور تقدیر ہی ان کا دین ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ (مریم: ۸۳)

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑا ہے،

اور وہ انہیں ابھارتے رہتے ہیں۔"

پس ان کا دین تقدیر ہے، اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور اللہ تعالیٰ رسولوں کو امر دیکر بھیجتے ہیں، اور ان کو یہ حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ اہل تقدیر کے ساتھ مقابلہ کریں، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اوامر کی کشتیاں دی ہیں، اور یہ حکم دیا ہے کہ رسول، اور ان کی اتباع کرنے والے تقدیر کے سمندر میں ان کشتیوں پر سوار ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ نجات صرف اس شخص کو ملے گی جو ان احکامات کی کشتیوں میں سوار ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی کشتی والوں کو نجات دی، اور اس کو جہان والوں کے لئے نشان بنا دیا، گویا کہ اصحاب امر، اصحاب تقدیر کے مقابل ہیں، یہاں تک کہ ان کو امر کی طرف لوٹا دیں، اور اصحاب تقدیر، اصحاب امر سے مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ ان کو امر سے نکال دیں، رسولوں کا دین امر الٰہی ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ تقدیر پر بھی ایمان لاتے ہیں، اور تقدیر پر اسی کو ثالث بھی مقرر کرتے ہیں، ابلیس، اور اس کے متبعین کا مذہب تقدیر ہے، اور وہ اس کے ذریعہ امر کی نفی کرتے ہیں، پس آپ تقدیر، اور امر کے مسئلہ میں غور وفکر کر لیجئے، اور لوگوں کے ان پانچ اقسام کی طرف تقسیم ہونے کو بھی جان لیجئے، باللہ التوفیق۔

اوامر دینیہ، اور اوامر کونیہ حکمت الٰہیہ کے پابند:

پس زمین وآسمان، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی حرکت اللہ کے امر کی موافقت کی وجہ سے ہے، خواہ امر دینی ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا یا امر کونی ہو جس کو اللہ نے مقدر فرمایا ہے، اور اس کا فیصلہ فرمایا ہے، اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بیکار، اور فضول مقدر نہیں فرمایا، بلکہ اس میں بہت سی حکمتیں، اور مفید مقاصد ہیں، اور ان پر جو امور ترتیب پائے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مقاصد کو بھی پسند کرتا ہے، اگرچہ ان کے اسباب، اور مبادی کو ناپسند کرتا ہے، جیسے حق تعالیٰ شانہ معافی کو پسند کرتے ہیں لیکن گناہوں کو

ناپسند کرتے ہیں، پردہ پوشی کو پسند فرماتے ہیں لیکن ان اعمال کو پسند نہیں کرتے جن پر پردہ پوشی کی جائے، آگ سے بچانے کو تو پسند کرتے ہیں لیکن وہ اسباب جو آگ کی طرف لیجانے والے ہیں، اللہ کی چاہت کے خلاف ہیں، معافی کو اچھا سمجھتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے، اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ) لیکن وہ گناہ جن کو معاف کیا جاتا ہے اللہ کے ہاں قابل پسندیدگی نہیں، توبہ، اور توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اگر چہ ان کی وہ لغزشیں، اور خطائیں جن پر وہ توبہ کر رہے ہیں اللہ کو ناپسند ہیں جہاد کو پسند کرتے ہیں، اور اہل جہاد سے ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرتے ہیں اگر چہ ان لوگوں کے افعال کو ناپسند کرتے ہیں جو اللہ کے مقابلہ میں جہاد کریں۔ (یہ باب بہت وسیع ہے، اور آپ کے لئے اس کو کھول دیا گیا ہے آپ اس میں داخل ہو جائیں، اور یہ آپ کو معرفت کے گلستان کی شادابیاں دکھائے گا، یہ اتنا قیمتی باب ہے کہ اس کو نہ پانے والا اس کی حسرت میں فوت ہو سکتا ہے)

اللہ تعالیٰ بندوں میں اپنی صفات کا عکس پسند کرتے ہیں

یہ ایسا مقام ہے جس کے لئے کئی کتابیں بھی کم ہیں، اور عقلمند اس باب کے ذریعہ اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

اس باب کی پوشیدگی، اور راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی صفات، اور اسماء میں کامل ہے، اور اس کے لئے من کل الوجوہ کمال مطلق حاصل ہے، جس میں کوئی کمی نہیں وہ اپنے اسماء، اور صفات کو پسند کرتا ہے، اور اس بات کو بھی چاہتا ہے کہ ان کا اثر اس کی مخلوق میں ظاہر ہو کیونکہ یہ کمال کے لوازمات میں سے ہے، جیسے اللہ تعالیٰ طاق ہے، طاق کو پسند کرتا ہے، خوبصورت ہے، خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، علیم ہے علماء سے محبت کرتا ہے، سخی ہے سخی لوگوں کو پسند کرتا ہے، طاقتور ہے لہٰذا طاقتور مومن اس کو کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے، حیاء کرنے والا، اور حیاء کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، وعدہ پورا کرنے

والا ہے اور وعدہ پورا کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، شکور ہے، شاکرین سے محبت کرتا ہے، صادق، اور محسن ہے لہٰذا صادقین، اور محسنین کو پسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ معافی، مغفرت، بردباری، معافی، پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے تو ان کے لئے ایسے اسباب کا ہونا بھی ضروری ہیں کہ جن میں ان صفات کا ظہور ہو، اور جن کے ذریعہ بندے ان اسماء، اور صفات کے کمال پر استدلال کرسکیں، اور یہ چیز انہیں اس بات کی دعوت دے کہ وہ اللہ سے محبت کریں، اس کی تعریف، اور عظمت کو دلوں میں بٹھائیں، اور اس کی ثناء کریں، پس اس صورت میں ان کو وہ مقصد حاصل ہو جائیگا جو ان کی تخلیق سے مقصود ہے، اور اگر یہ مقصود بعض لوگ پورا نہ کرسکیں تو عدم ادائیگی ان صفات کے کمال، اور ظہور کے سبب سے ہوگی، اور اس نقصان سے ایسی چیز حاصل ہوگی جو اللہ کو اس کے عدم سے زیادہ محبوب ہوگی۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کی محبت دل میں ہوگی

اس مقام پر پوری طرح غور وفکر کر لیجئے، یہ بات ساری مخلوق کے لئے اس دن ظاہر ہوگی جب ساری مخلوق ایک میدان میں جمع ہوگی۔ اور ہر آدمی کو اس کے اعمال صالحہ، اور اعمال بد کا اجر ملے گا خواہ وہ ایک ذرہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اور ہر نفس اپنی اس منزل کو پہنچے گا جو گواہی دے گی کہ یہ شخص اسی قابل ہے، اس وقت ساری مخلوق زبان، اور حال سے اللہ کی تعریف کرے گی، جیسے کہ اللہ تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الزمر: ۷۵)

''اور آپ فرشتوں کو حلقہ باندھے ہوئے عرش کے گرد دیکھیں گے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھ رہے ہیں، اور ان کے درمیان

انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا، اور سب کہیں گے تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہاں کا رب ہے۔''

اس آیت میں قول کے فاعل کو حذف کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ یہ غیر معین ہے، بلکہ ہر مخلوق اللہ کی تعریف کرے گی اس فیصلہ کی وجہ سے جو اس نے نافذ کیا ہے، پس زمین و آسمان والے، نیک و بد، جن و انس حتیٰ کہ دوزخی بھی اللہ کی تعریف کریں گے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوزخی جب دوزخ میں داخل ہوں گے تو اللہ کی تعریف ان کے دلوں میں ہوگی لیکن وہ اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائیں گے، اور یہ وہ راز ہے جس کی وجہ سے اس آیت میں فاعل کو حذف کیا گیا ہے۔

﴿قِیْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا﴾ (الزمر: ۷۲)

''کہا جائیگا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس میں ہمیشہ رہنے کے لئے''

اور اس آیت میں بھی:

﴿وَقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ﴾ (التحریم: ۱۰)

''اور کہا گیا تم دونوں، اور داخل ہونے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔''

چشم تصور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ساری کائنات ان سے گویا ہوگی، اور ان سے مذکور بات کہے گی۔

باب ۵

﴿محبت کے اسباب و متعلقات﴾

محبت کے تین بنیادی اسباب

محبت کا داعی کبھی وہ شعور ہوتا ہے جو ارادہ، اور میلان کا متبوع ہے، اور یہ محبت کے ساتھ قائم ہوتا ہے، اور کبھی اس سے مراد وہ سبب ہوتا ہے جس کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے، اور جس کے ساتھ محبت متعلق ہوتی ہے، اور یہ محبوب کے ساتھ قائم ہوتا ہے، لیکن ہم داعی سے دونوں کا مجموعہ مراد لیتے ہیں، اور یہ محبوب کی ان صفات کے ساتھ قائم ہوتا جو محبت کی دعوت دیتی ہیں، اور محبّ کے اس شعور محبت کے ساتھ پیوستہ ہوتا ہے، اور وہ موافقت جو محبّ، اور محبوب کے درمیان ہوتی ہے یہ ان دونوں کا باہمی رابطہ ہوتا ہے، اور مخلوق کے درمیان مناسبت کہتے ہیں۔

تو گویا کہ محبت میں تین چیزیں ہوئیں۔

(۱) محبوب کے اوصاف، اور خوبصورتی

(۲) محبّ کا شعور محبت

(۳) محبّ، اور محبوب کا باہمی تعلق و مناسبت (جسے رابطہ سے تعبیر کرتے ہیں)

یہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب یہ مضبوط، اور مستحکم ہوتی ہیں، محبت بھی مضبوط، اور مستحکم ہو جاتی ہے، اور محبت کا ضعف، اور کمی ان تینوں کے ضعیف، اور کم ہونے کی وجہ سے ہے، جب محبوب خوبصورتی کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہو، اور محبّ کو شعور محبت کا گہرا ادراک ہو، اور ان دونوں میں مناسبت بھی اعلیٰ درجہ کی ہو تو یہ محبت دائم، اور راسخ ہوتی ہے، بعض اوقات محبوب کی خوبصورتی اپنی ذات کے اعتبار سے تو ناقص ہوتی ہے لیکن محبّ کی نظر میں

وہ کامل ہوتی ہے۔[1]

پس محبت کی قوت اس جمال کے اعتبار سے ہوگی جو محبّ کی نگاہوں میں ہوتا ہے، اور کسی بھی چیز کی محبت آدمی کو اندھا، اور بہرہ کر دیتی ہے، اسے دنیا کی کوئی چیز محبوب سے زیادہ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

ایک مرتبہ عزہ (جو کہ کثیر کی معشوقہ تھی) حجاج کے پاس آئی تو حجاج نے اسے کہا، ''اے عزہ، خدا کی قسم تو ایسی نہیں جیسا کہ کثیر تیرے بارے میں کہتا ہے۔'' اس نے کہا ''اے امیر، وہ اس آنکھ سے نہیں دیکھتا، جس سے آپ مجھے دیکھ رہے ہیں''۔ اور یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ محبّ کی نگاہوں میں محبوب سے زیادہ عزیز، اور فرحت بخش کوئی نہیں ہوسکتا، اور اس کے دل میں محبوب سے زیادہ کسی کی عظمت نہیں ہوسکتی، جیسے کہا گیا:

فو اللّٰہ ما ادری أزیدت ملاحۃ وحسنا علی النسوان ام لیس لی عقل

''خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ وہ حسن و نزاکت میں عورتوں پر فوقیت لے گئی ہے، یا میری ہی عقل ماری گئی ہے۔''

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ محبوب کا جمال تو کامل ہوتا ہے لیکن محبّ کے شعور محبّ میں کمی کی وجہ سے محبت کمزور پڑ جاتی ہے، اگر اس جمال کی حقیقت محبّ پر منکشف کر دی جائے تو اس کا دل محبوب کے جمال کا قیدی بن جائے، اسی حکمت کے پیش نظر عورتوں کا اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اپنے چہروں کو مردوں سے چھپائیں کیونکہ چہرہ کا ظاہر ہونا اس کے حسن و جمال کی عکاسی کرے گا جس کی وجہ سے مرد فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے، اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اس بات کو جائز قرار دیا ہے کہ رشتہ کا پیغام بھجوانے والا منگیتر لڑکی کو دیکھ لے کیونکہ جب وہ اس کے حسن و جمال کا مشاہدہ کریگا تو اس کے دل میں عورت کی محبت، اور الفت پیدا ہو جائیگی، جیسا کہ رحمت للعالمین حضرت محمد ﷺ کا

---

[1] نہ دیکھ کسی کو حقارت کی نظر سے ہر چہرہ کسی کا محبوب ہوتا ہے

ارشاد مبارک ہے، ''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھجوائے تو اسے چاہئے کہ وہ عورت کو دیکھ لے، کیونکہ یہ دیکھنا ان دونوں میں محبت والفت پیدا کریگا۔''

جب یہ تمام چیزیں پائی جائیں لیکن محب، اور محبوب کے درمیان مناسبت، اور تعلق نہ پایا جائے تو پھر بھی محبت کو استحکام حاصل نہیں ہوسکتا، بعض مرتبہ تو محبت کا وجود ہی نہیں ہوتا، انسانوں کے درمیان کی مناسبت، اور تعلق محبت کے اسباب میں سب سے قوی ذریعہ ہے۔

''فكل امرءٍ يصبو إلى من يناسبه''

''ہر شخص اپنی مناسب چیز کا مشتاق ہوتا ہے۔''

باہمی تعلق ومناسبت کی اقسام

اس مناسبت کی دو قسمیں ہیں :

(۱) اصلیہ، جو اصل خلقت کے اعتبار سے ہو۔

(۲) عارضی، جو میل جول یا کسی امر میں اشتراک کی وجہ سے ہو۔

اس لئے کہ جس آدمی کا ارادہ آپ کے ارادہ کے موافق ہوگا...... آپ کی روح، اور اس کی روح میں توافق پیدا ہو جائیگا، اور جب ارادے مختلف ہو جائیں تو توافق بھی ختم ہو جائیگا، بہر حال تناسب اصلی سے مراد یہ ہے کہ عادات میں اتفاق، اور ارواح میں تشاکل ہو، اور ہر نفس کو اپنے ہم شکل کی چاہت ہوتی ہے، اس لئے کہ کسی چیز کی مشابہ چیز طبعاً اس کی طرف کھنچتی ہے، پس جب دونوں روحیں اصل خلقت کے اعتبار سے ہم مثل ہوگئی تو یہ طبعاً ایک دوسرے کی طرف مائل ہوں گی، اور کبھی یہ میلان، اور جاذبیت خاصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے، اور ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی علت، اور سبب معلوم نہیں کیا جاسکتا، جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے، اور یہ بات بھی واضح ہے کہ جانداروں کی کشش بے جانوں کی کشش سے زیادہ ہوتی ہے جیسے:

محاسنها هیولیٰ کل حسنٍ ومغناطیس افئدة الرجال

''اس کا حسن و جمال ہر حسن کا مادہ، اور اصل ہے، اور اس کا حسن لوگوں کے دلوں کو مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتا ہے۔''

اسی وجہ سے بعض علماء عشق کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''عشق نہ تو حسن و جمال پر موقوف ہے، اور نہ ہی حسن و جمال کے ختم ہونے سے عشق فنا ہوتا ہے بلکہ عشق تو دلوں کا ملنا، اور ان کا مخلوق کی طرف مائل ہونا، اور قلبی لگاؤ اختیار کرنا ہے۔'' جیسے

وما الحب من حسن ولا من ملاحة ولکنه، شیٌٔ به الروح تکلف

''محبت حسن وخوبصورتی کی بنیاد پر نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک ایسی چیز ہے جس سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔''

ایک عجیب فلسفہ محبت:

عشق کی مذکورہ تعریف کرنے والے کہتے ہیں، ''عشق کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک آئینہ ہے جس میں محب اپنی طبیعت، اور نرمی کو محبوب کی صورت میں دیکھتا ہے، گویا کہ درحقیقت وہ اپنی ذات سے ہی محبت کر رہا ہوتا ہے۔''

ایک آدمی نے اپنے محبوب سے کہا: ''میں نے تیرے اندر تمام حالتوں میں اپنا جوہر اور اپنے دل کی مشابہت دیکھی، تو میرا دل تیری طرف لپکنے لگا، اور تیری محبت کا تابع ہوگیا، اور میں تیرا دیوانہ ہوگیا۔'' یہ بات درست ہوسکتی ہے کیونکہ مناسبت میل جول کی علت، اور سبب ہے، اور یہ بات تو مشاہدہ میں آچکی ہے کہ کوئی بھی انسان یا جانور سب سے زیادہ اس غذا کو پسند کرتا ہے جو اس کے جسمانی جوہر کے زیادہ مشابہ ہو، اور اس کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے والی ہو، جب بھی غذا، اور کھانے والے کے درمیان مناسبت قوی ہوگی تو اس کے دل کا میلان بھی اس غذا کی طرف زیادہ ہوگا، اور جب کبھی بھی مناسبت کم ہوگی تو نفرت بڑھتی جائے گی، یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ یہ حسن

و جمال کے علاوہ کوئی، اور چیز ہے۔

اعلیٰ لوگ اعلیٰ صفات سے محبت کرتے ہیں:

لہٰذا یہی مناسبت اعلیٰ انسانی نفوس کو ان چیزوں کی محبت کی طرف مائل کرتی جو اپنی ذات کے اعتبار سے کامل ہوں، دیکھا گیا ہے کہ سمجھدار، پاکیزہ، اور عقلمند لوگ علم، بہادری پاکدامنی، سخاوت، احسان، صبر وغیرہ سے محبت کرتے ہیں، کیونکہ ان کے جوہر میں ان چیزوں کی مناسبت پائی جاتی ہے، بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہیں سخاوت، اور احسان وغیرہ پر جو چیز ابھارتی ہے وہ ان لوگوں کا مذکورہ صفات سے محبت کرنا، اور اس عمل کے ذریعہ اس لذت کا حصول ہے جو یہ اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔ مامون نے کہا تھا: ''مجھے معافی سے محبت ہے، اور یہ بات مجھے خوف میں ڈالتی ہے کہ یہ محبت کہیں مجھے اس معافی کے ثواب سے محروم نہ کردے۔'' امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا، ''کیا آپ نے علم اللہ کے لئے حاصل کیا تھا؟'' تو فرمایا، ''علم کا حصول اللہ کے لئے ہی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو چیز مجھے محبوب لگتی ہے میں اسے کر گزرتا ہوں۔'' ایک بزرگ کا قول ہے، ''میں جب کسی کو کوئی چیز عطیہ کرتا ہوں تو میں اس سے اتنی فرحت، اور لذت محسوس کرتا ہوں جو فرحت، اور لذت اس شخص کو بھی نہ ہوتی ہوگی جس کو چیز دی گئی۔

ایک شاعر اپنے ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

وتأخذه عند المكارم هزة   كما اهتز عند البارح الغصن الرطب

''جب اعلیٰ عادات کے اظہار کا موقع آتا ہے تو وہ یوں لہلہاتا ہے،
جیسے ٹہنی گرمیوں کی ہوا میں لہلہاتی ہے''

ایک شاعر کہتا ہے:

تراه إذا ما جئته متهللا   كأنك تعطيه الذي انت سائله

''جب تو کوئی چیز مانگنے کے لئے اس کے سامنے بیٹھے گا تو اسے

رونق افزا چہرہ والا پائے گا، جیسے تو نے اس کو وہ چیز دے دی ہو جس
کو تو مانگ رہا تھا''

بہت سے سخی ایسے ہیں جو سخاوت سے عشق کی حد تک محبت کرتے ہیں، اس عشق کی وجہ سے وہ اپنی ضروریات کی چیز کو عطیہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے، اور اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہیں کرتے، جو لوگ علم کا ذوق رکھتے ہیں، اور علم کے عاشق، اور دلدادہ ہوتے ہیں، ان کا سب سے محبوب مشغلہ علم ہوتا ہے، اور ان کا علم سے تعلق کسی عاشق سے معشوق کے ساتھ تعلق سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔

اہل علم کی علم سے محبت:

بہت سے اہل علم ایسے بھی ہیں جنہیں ان کے علم سے دنیا کے بڑے سے بڑا حسن و جمال بھی غافل نہیں کرسکتا، جب زبیر بن بکارؒ کی بیوی سے کہا گیا ''آپ بہت خوش نصیب ہیں کہ آپ کی کوئی سوکن نہیں۔'' تو کہنے لگیں، ''یہ کتابیں مجھ پر ہزار سوکنوں سے زیادہ بھاری ہیں۔'' میرے شیخ کے بھائی عبدالرحمٰن بن تیمیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ہمارے دادا جب بیت الخلاء میں جاتے تو مجھے کہتے: اس کتاب کو بلند آواز سے پڑھو کہ میں اس کو سن سکوں۔'' ایک عالم کو جب کوئی بیماری مثلاً بخار یا سر درد ہوتا تو کتاب ان کے سرہانے موجود ہوتی، جب افاقہ ہوتا، مطالعہ شروع کر دیتے، جب ذرا طبیعت بگڑتی تو کتاب کو رکھ دیتے، جب ڈاکٹر نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو کہنے لگا، ''یہ آپ کے لئے مناسب نہیں، کیونکہ یہ تو آپ اپنی جان پر ظلم کر رہے، اگر یہی حال رہا تو آپ کبھی تندرست نہیں ہو سکتے۔'' میرے شیخ ابن تیمیہ فرماتے تھے، ''ایک مرتبہ مجھے کوئی بیماری لاحق ہوئی تو طبیب نے مجھے کہا، ''آپ کا مطالعہ، اور بات چیت کرنا آپ کے مرض کو بڑھا دے گا،'' میں نے کہا، میں اس کے بغیر صبر نہیں کرسکتا، آپ مجھے یہ بتائیں کہ جب آدمی کو خوشی، اور سرور ملتا ہے تو اس کی طبیعت میں نشاط کا پیدا ہونا، اور مرض

کا دور ہونا لازمی امر ہے یا نہیں؟ تو کہنے لگا، ''یقیناً ایسا ہی ہے،'' تو میں کہا، ''علم مجھے راحت، اور خوشی بخشتا ہے، جس سے میری طبیعت میں نشاط پیدا ہوتا ہے، اور میں سکون پالیتا ہوں۔'' طبیب کہنے لگا، ''یہ شخص ہمارے علاج سے باہر ہے۔''

صفات کمالیہ کا عشق سب سے اعلیٰ، اور فائدہ مند عشق ہے، اور یہ اس مناسبت کی وجہ سے ہوتا ہے جو روح انسانی، اور ان صفات کے درمیان پائی جاتی ہے، اس وجہ سے یہ صفات اعلیٰ انسانی نفوس کی محبوب، اور معشوق ہوتی ہے، جیسے کسی نے کیا خوب کہا ہے:

أنت القتيل بكل من أحببتة   فاختر لنفسک في الهوی من تصطفی

''تو اپنے ہر محبوب کا مقتول بن کر رہے گا، لہٰذا اپنے نفس کے لئے عشق میں جس کو اختیار کرنا چاہے کر لے۔''

خود غرضی محبت کو تباہ کر دیتی ہے:

جو محبت مناسبت، اور مشاکلت کی وجہ سے ہوتی ہے وہ مضبوط، اور مستحکم ہوتی ہے، اور اسے صرف ایسا مانع زائل کرسکتا ہے جو سبب سے زیادہ قوی ہو۔ جب یہ مشاکلت نہ پائی جائے تو محبت کسی مطلب، اور غرض کی وجہ سے ہوگی، جو غرض کے پورا ہونے سے ختم ہو جائیگی یا کمزور پڑ جائیگی، جو آدمی آپ سے مطلب کی وجہ سے محبت کریگا تو وہ مطلب پورا ہونے پر رخ پھیر لے گا، پس اگر محبت کا سبب محب کی غرض ہو تو محبت کو بقاء حاصل نہیں ہوسکتا، اور محبوب کی وہ صفت جو محبت کا باعث تھی اگر سریع الزوال، اور عارضی ہو تو محبت بھی وقتی، عارضی، اور جلد ختم ہو جانیوالی ہوگی، اور اگر وہ صفت دائمی ہو تو محبت بھی ہمیشہ باقی رہتی ہے، اور اسے کوئی ایسا عارض پیش نہیں آسکتا جو محبت کو زائل کر دے، وہ عارض یا تو محب کی حالت کے بدل جانے کی صورت میں ہوتا ہے یا محبوب کی ایذاء رسائی کی صورت میں ہوتا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ محبوب کی

ایذا رسائی محبت کو ختم یا کمزور کر دیتی ہے:

خذی العفو منی تستدیمی مودتی ولاتنطقی فی سورتی حین أغضب
فانی رأیت الحب فی القلب والأذیٰ إذا اجتمعا لم یلبث الحب یذهب

”اگر تو میری معذرت قبول کرے گی تو میرے محبت کو دوام بخشے گی، اور تو ہرگز میرے غصہ کی حالت میں مجھے عزت و شرافت کا طعنہ نہ دینا، کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ جب محبت، اور تکلیف ایک دل میں جمع ہو جائیں تو محبت رخصت ہو جاتی ہے۔“

محبت کی اصل حقیقت

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ: ”جو محبت محبوب کی تکلیف سے ختم ہو جائے وہ درست محبت نہیں، بلکہ خالص محبت کی علامت یہ ہے کہ وہ بے وفائی سے کم نہ ہو، اور تکلیف سے ختم نہ ہو،“ بلکہ محب تو محبوب کی ایذاء رسانی سے لذت اٹھاتا ہے، جیسا کہ ابو الشیص اس مفہوم کو پُر کشش انداز میں پیش کرتے ہیں:

وقف الهوىٰ بی حیث أنت فلیس لی متأخر عنه ولا متقدم
اَهَنْتِنِیْ فأهنت نفسی جاهدا مامن یهون علیک ممن یکرم
أشبهت اعدائی فصرت أحبهم إذا کان حظی منک حظی منهم
أجد الملامة فی هواک لذیذة حبًّا لذکرک فلیلمنی اللوم

مجھے تیری محبت نے وہاں کھڑا کر دیا جہاں تو ہے نہ اس مقام سے آگے نہ پیچھے، تو نے میری توہین کی تو میں نے مزید کوشش کر کے اپنی توہین کی، اور جو شخص تیری وجہ سے میری توہین کرے وہ قابل عزت نہیں ہو سکتا، تو میرے دشمنوں کے مشابہ ہو گئی تو میں ان سے بھی محبت کرنے لگا، کیونکہ جو لطف مجھے تیری محبت سے ملتا تھا وہ ان

سے ملنے لگا، میں ملامت کو تیری محبت میں لذیذ سمجھتا ہوں کیونکہ
مجھے تیرے ذکر سے محبت ہے اب ملامت کرنے والے جتنی چاہیں
ملامت کرتے رہیں"

یہ محبت کی اصل حقیقت ہے جو مناسبت و موافقت کی انتہاء کی پہنچی ہوئی ہے، کہ عاشق نے اپنی مراد، اور محبوب کی مراد کو ایک کرلیا، اور اپنے نفس کی اہانت کی، تاکہ محبوب کے اہانت کرنے سے موافقت ہو جائے، اور اپنے دشمنوں سے محبت کی کیونکہ وہ تکلیف دینے میں محبوب کے مشابہ ہیں، یہ ایسی چیز ہے کہ طبیعتیں اس کا انکار تو کرتی ہیں لیکن یہ محبت کا مقتضیٰ، اور اس کا مقصود ہے۔"

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ: "محبوب کا تکلیف دینا محب کی محبت کو زائل کر دیتا ہے، اس لئے کہ انسانی طبیعت تکلیف دہ چیز سے ناگواری کا تقاضا کرتی ہے، جیسا کہ دل حسین، اور خوبصورت چیز سے محبت کا تقاضا کرتا ہے۔"

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ دل میں محبوب کی تکلیف، اور ایذاء رسانی سے تو نفرت ہوتی ہے، لیکن اس کی ذات سے محبت ہوتی ہے، گویا کہ محب محبوب سے محبت کرتا ہے، اور اس کی تکالیف کو ناپسند سمجھتا ہے، اور یہ ہی حقیقت ہے، اور ان میں غالب مغلوب کو چھپا دیتا ہے، اور حکم کو اس کے لئے باقی چھوڑ دیتا ہے۔ اس معنیٰ کو شاعر نے اپنے قول میں بیان کیا ہے:

ولو قلت طأْ فی النار أعلم انه رضًا لک أو مدنٍ لنا من وصالک
لقدمت رجلی نحوها فو طئتها هدی منک لی او ضلة من ضلالک
وإن ساء نی ان نلتنی بمساءة فقد سرنی أنی خطرت ببالک

"اگر تو کہے آگ میں کود جا، اور میں جان لوں کہ یہ تجھے راضی
کرنے یا تیرے وصال کا ذریعہ ہے تو میں اس کی طرف قدم
بڑھاؤں گا، اور آگ میں کود پڑوں گا، خواہ یہ تیری طرف سے راہ

نمائی کے طور پر ہو یا گم کرنے کے طریقہ پر ہو، اگر تیرے دل میں
یہ خیال آئے کہ تو میری ملاقات کو ناپسند کرتی ہے تو میں پھر بھی خوش
ہوں کیونکہ تیرے دل میں میرا خیال تو آیا۔"

اس شاعر نے انصاف کیا ہے کہ اس نے یہ کہا ہے کہ محبوب کا برا سلوک تو اس کو ناگوار گزرتا ہے لیکن اسے یہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے کہ محبوب کے دل میں اس کا خیال تو آتا ہے، نہ کہ وہ شخص جو اس بات کا دعویٰ کرے کہ اسے محبوب کی تکالیف سے لذت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات طبیعت انسانی کے مطابق نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ محبوب کا تکلیف دہ رویہ، اور ایذا رساں سلوک محبوب کی رضا، اور قرب کا ذریعہ بنتا ہے، کیونکہ جب وہ اس کی انتہاء، اور انجام کا تصور کرتا ہے تو اس سے لذت حاصل کرتا ہے، جس کی وجہ سے قرب، اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے، مجھے ایک طبیب نے کہا: "میں کڑوی دوا سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں یہ بات جانتا ہوں کہ مجھے اس دوا سے شفا حاصل ہونیوالی ہے، میں دوا کو زبان پر رکھتا ہوں، اور اسے محبت کی وجہ سے چوستا ہوں"، اسی طرح محبت کرنے والوں کی وہ لذت ہے جو انہیں ان مشقتوں سے حاصل ہوتی ہے جو انہیں محبوب کے وصال، اور تڑپ سے پہنچی تھیں، جب وہ محبوب کے وصال کو یاد کرتے ہیں، اور محبوب تک پہنچنے کے راستے تلاش کرتے ہیں کہ یہ بات انہیں لذت عطا کرتی ہے تو ان کے لئے مشقتوں کو برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے،[1] جیسے شاعر نے کہا ہے:

لها أحاديث من ذكراك تشغلها عن الشراب وتلهيها عن الزاد
لها بوجهك نور تستضيء به ومن حديثك في أعقابها حادي
إذا شكت من كلال السير أوعدها روح اللقاء فتقوى عند ميعاد

"ان اونٹوں کو تیرے قصے یاد ہیں جو انہیں کھانے پینے سے غافل
کر دیتے ہیں، اور ان کے چہرے تیرے نور سے روشن ہیں، اور

[1] کبھی عرش پہ کبھی فرش پہ کبھی در بدر کبھی ان کے گھر غم عاشقی تیرا شکریہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا

تیری باتیں ان کی حدی خواہ ہیں، جب وہ تھکاوٹ کی شکایت
کرتے ہیں تو میں ان سے ملاقات کی خوشی کا وعدہ کرتا ہوں تو وہ
اس وعدہ کی وجہ سے قوی ہو جاتے ہیں۔''

محبت باہمی تعلق، اور یکسانیت سے عبارت ہے:

مقصود یہ ہے کہ محبت مشاکلت، اور مناسبت کا تقاضا کرتی ہے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث نقل کی ہے: ''ایک عورت قریش والوں کے پاس آتی، اور انہیں ہنسایا کرتی تھی، جب وہ مدینہ آئی تو وہ ایک ایسی عورت کے پاس ٹھہری جو لوگوں کو ہنسایا کرتی تھی، ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ''فلانی عورت کس کے پاس ٹھہری؟'' عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: ''فلاں ہنسانے والی عورت کے پاس'' تو حضور ﷺ نے فرمایا، ''تمام روحیں بکھرے ہوئے لشکر ہیں، پس اس کو جس سے تعارف ہوتا ہے، اس سے مانوس ہو جاتی ہے، اور جس سے اجنبیت ہوتی ہے اس سے الگ ہو جاتی ہے۔''

بقراط کو ایک ناقص قسم کے آدمی سے محبت ہوگئی تو وہ بڑا غمگین ہوا، اور کہنے لگا: ''مجھے جب بھی کسی سے محبت ہوئی ہے تو میں نے اس کے اخلاق و عادات کو اپنایا ہے،'' متنبی نے اس معنی کو بہت جاندار، اور خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے:

وإذا أتتک مذمتی من ناقص فھی الشھادہ لی بأنی کامل

''جب تیرے پاس میرے ناقص، اور قابل مذمت ہونے کی خبر
پہنچے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میں کامل ہوں۔''

بعض اطباء کہتے ہیں: عشق ایک روح کا دوسری روح کے اندر داخل ہو جانا ہے اس تناسب، اور مشاکلت کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان پائی جاتی ہے، یہ بات تو واضح ہے کہ جب پانی دوسرے پانی کے ساتھ مل جاتا ہے تو دونوں کو جدا کرنا ناممکن ہوتا

ہے، دو شخصوں کی آپس کی محبت بھی ایسی ہی ہوتی ہے یہاں تک کہ ان میں ایک دوسرے کے غم کو محسوس کرتا ہے، اور اس کے مرض کے ساتھ بیمار ہو جاتا ہے، جبکہ اس کو محسوس ہی نہیں ہوتا، ایک دفعہ ایک آدمی بیمار ہوا وہ کسی سے محبت کیا کرتا تھا، اس کے کچھ ساتھی اس کی عیادت کے لئے آئے تو اس کو صحت یاب، اور توانا محسوس کیا، اس نے کہا، ''تم کہاں سے آرہے ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ہم فلاں کے پاس سے آرہے ہیں، ہم اس کی تیمار داری کرنے گئے تھے۔'' اس شخص نے کہا، ''کیا وہ بیمار تھا؟'' انہوں نے کہا، ''بیمار تو تھا لیکن اب ٹھیک ہے،'' تو اس آدمی نے کہا، ''مجھے اپنی اس بیماری کی سمجھ نہیں آرہی تھی، اور نہ مجھے اس کے سبب کا علم تھا سوائے اس کے کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکتی تھی کہ میرا کوئی محبوب بیمار ہے جس کی وجہ سے میں بھی بیمار ہو گیا ہوں، لیکن آج میں کچھ راحت محسوس کر رہا تھا تو میں بہت خوش ہوا کہ امید ہے اللہ تعالیٰ نے میرے محبوب کو بھی شفا دے دی ہوگی'' پھر اس آدمی نے قلم دوات منگوائی، اور اپنے محبوب کو یہ شعر لکھے:

إني حممت ولم أشعر بحماك	حتى تحدث عوادي بشكواك
فقلت ما كانت الحمى لتطرقني	من غير ماسبب إلا لحماك
وخصلة كنت فيها غير متهم	عافاني الله منها حين عافاك
حتى اذا اتفقت نفسي ونفسك في	هذا و ذاك وفي هذا وفي ذاك

''مجھے بخار چڑھا لیکن مجھے تیرے بخار کا علم نہ تھا، یہاں تک میری عیادت کرنے والوں نے مجھے تیرے بخار کے بارے میں بتایا، تو میں نے ان سے کہا میرے بخار کا سبب صرف تیرا بخار ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، ایک عادت ایسی ہے جس میں میں الزام زدہ نہیں ہوں کہ اللہ نے مجھے بخار سے عافیت بخشی جب تجھے عافیت بخشی، یہاں تک کہ تیرا، اور میرا نفس بیماری، اور صحت میں متفق ہو گئے۔''

ایک مرتبہ ایک آدمی کا محبوب بیمار ہو گیا، وہ اس کی عیادت کے لئے گیا تو وہ خود

بھی بیمار ہو گیا، جب محبوب شفایاب ہوا، اور محب کی عیادت کے لئے گیا تو وہ اپنے محبوب کو دیکھ کر فوراً تندرست ہو گیا، اور یہ شعر کہے:

مرض الحبيب فعدته فمرضت من حذري عليه

وأتى الحبيب يعودني فبرئت من نظري إليه

''میرا محبوب بیمار ہوا، جب میں اس کی عیادت کے لئے گیا تو اس کے غم میں بیمار ہو گیا، اور جب میرا محبوب میری تیمارداری کے لئے آیا تو میں اس کو دیکھ کر صحت یاب ہو گیا۔''

جب بھی آپ وجود محبت میں غور کریں گے تو یہ بات آپ کے علم میں آئے گی کہ جب بھی دو انسانوں کے درمیان محبت وتعلق پایا جاتا ہے تو یہ ان کی باہمی مشاکلت، فعل، حال، اور مقصد میں اتفاق کی وجہ سے ہوتا ہے، جب مقاصد، اوصاف، افعال، اور طور طریقے مختلف ہوں تو صرف نفرت، اور دلوں کی دوری ہی ہوگی محبت نہیں ہو سکتی ہے، حدیث میں آتا ہے، ''مومنوں کی آپس کی محبت وتعلق، اور ہمدردی کی مثال ایسی ہے جیسے ایک جسم ہوں، جب جسم کے کسی عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا وجود بے چینی، اور بے خوابی کا شکار ہو جاتا ہے۔''[1]

اسباب محبت پر ایک اشکال

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ''آپ کی مذکورہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب ایک انسان دوسرے سے محبت کرے تو دوسرا بھی اس سے لازماً محبت کرے، اور وہ دونوں محبت میں مشترک ہو، جبکہ مشاہدہ اس کے برعکس ہے کتنے ہی محب ایسے ہیں جن سے محبت نہیں کی جاتی، بلکہ ان کو بغض، اور نفرت کی تلوار سے کاٹا جاتا ہے۔'' اس سوال کے جواب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: ابو محمد بن حزمؒ (اس سوال کے بارے میں بطور

---

[1] رواہ مسلم فی صحیحہ واحمد فی ''مسندہ''

تمہید کے) فرماتے ہیں: جس شخص کا مذہب یہ ہے کہ عشق نفوس کے ان اجزاء کا اتصال ہے جو اس کے اصل عنصر میں تخلیق کے وقت تقسیم کیے گئے ہیں۔ یہ بات نہیں جیسا کہ محمد بن داؤد نے بعض فلاسفہ سے نقل کیا ہے کہ روحیں مقسوم اجسام ہیں جو اپنے عالم علوی کے ٹھکانہ میں اپنے قوٰی کی مناسبت کے طریقہ پر ہیں، اور ان کا باہمی ملاپ ہیئت ترکیب کے اعتبار سے ہے۔

اور ہم یہ بات تو جان چکے ہیں کہ مخلوقات کے سر تمازج، اور سر تباین کا دارومدار اتصال، اور انفصال پر ہے، کہ ہر شکل اپنے جیسی شکل کا تقاضا کرتی ہے، اور کوئی چیز اپنے مثل کے پاس سکون پاتی ہے، اور ہم جنس ہونے کو ایک محسوس عمل، اور مشاہدہ کردہ تاثیر حاصل ہے، جبکہ اضداد میں تنافر، اور ہم مثل چیز میں موافقت پائی جاتی ہے، اور مشتبہ اشیاء میں نزاع پایا جاتا ہے، لہٰذا اس دل کا کیا حال ہوگا جس کا عالم صاف شفاف، اور پھرتیلا ہے، اور اس کا جوہر جوہر معتدل، اور ترقی پسند ہے، اس کی اصل کو ایسا بنایا گیا ہے جو اتفاق، میلان، چاہت، انحراف، اور شہوت کو قبول کرنے کے قابل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا﴾ (الاعراف:۱۸۸)

''اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے آرام پائے۔''

اللہ رب العزت نے سکون کی علت اس بات کو قرار دیا کہ یہ اس کا حصہ ہے، اگر محبت کی علت جسمانی ساخت کی خوبصورتی ہوتی تو کبھی بھی بری صورتوں کی طرف توجہ نہ کی جاتی، لیکن ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ اکثر ادنیٰ صورت کو اعلیٰ پر ترجیح دی جاتی ہے، حالانکہ اعلیٰ کی فضیلت، اور برتری کا علم بھی ہوتا ہے لیکن دل ادنیٰ صورت کی طرف ہی مائل رہتا ہے، اگر محبت اخلاق میں موافقت کی وجہ سے ہوتی تو انسان کبھی بھی ناموافق، اور غیر

مددگار شخص سے محبت نہ کرتا، تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ محبت ایسی چیز ہے جو دل کے اندر موجود ہے جو کسی سبب کی وجہ سے ہوتی ہے، اور اس سبب کے فناء ہونے سے زائل ہو جاتی ہے۔

ابن حزم مزید فرماتے ہیں: ہمارے اس قول کی تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ محبت کی چند قسمیں ہیں: سب سے افضل محبت ان لوگوں کی ہے جو آپس میں اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں، ان کی یہ محبت یا تو کسی عمل میں اجتہاد کی وجہ سے ہوتی ہے یا اصل مذہب میں اتفاق کی وجہ سے ہوتی ہے۔

محبت رشتہ داری کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، مطالب میں اشتراک کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، ساتھ رہنے، جان پہچان کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، اور کبھی کوئی احسان، اور بھلائی بھی محبت کا سبب ہوتی ہے، اور کبھی محبوب کی جاہ کی لالچ میں اس سے محبت کی جاتی ہے، اور کبھی دو محبت کرنے والوں کی محبت کسی ایسے راز کی وجہ سے ہوتی ہے جس پر وہ دونوں جمع ہوتے ہیں، اور اس کا چھپانا ناگزیر ہوتا ہے، اور کبھی لذت کا حصول، اور مقصد برآوری بھی محبت کا سبب بنتے ہیں، اور عشق کی محبت جس کا سبب سوائے اتصال قلوب کے، اور کچھ بھی نہیں۔

محبت کی یہ تمام قسمیں اپنی علتوں کے پائے جانے کے وقت وجود میں آتی ہیں، علتوں کے زیادہ ہونے سے بڑھ جاتی ہیں، اور کمی سے ان میں نقصان واقع ہوتا ہے، ان علتوں کے قرب سے مضبوط ہوتی ہیں، اور ان کی دوری سے کمزور ہو جاتی ہیں، سوائے صحیح محبت عشق جو دل میں قرار پکڑ چکی ہو۔''

اس تمہید کے بعد ابن حزمؒ اصل سوال کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کا نفس جو اپنے محب سے محبت نہیں کرتا بعض چھپے ہوئے اعراض کی وجہ سے مختلف جہتوں میں بٹا ہوتا ہے، اور زمینی طبیعتوں کے

پردے اس کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں، اور وہ اس جز کو محسوس نہیں کرتا جو محبت کے ساتھ ملا ہوتا ہے، اسی وجہ سے اگر وہ ان چیزوں سے چھٹکارا پالے تو دونوں نفس اتصال و محبت میں برابر ہو جائیں، اور محبت کرنے والے کا نفس چھٹکارا پا چکا ہوتا ہے، اور اس مقام کو جانتا جس میں وہ باہمی تعلق میں اس کے ساتھ شریک ہے، اور اس کو طلب کرتا ہے، اس کو تلاش کرتا ہے، اس کی ملاقات کی چاہت کرتا ہے، اس کی طرف کھنچتا ہے جیسے مقناطیس، اور لوہا، اور جیسے پتھر کے اندر آگ۔"

ایک دوسری جماعت اس کے جواب میں یہ کہتی ہے:

"تمام ارواح کو گول صورت میں پیدا کر کے پھیلا دیا گیا، جو روحیں اس وقت آپس میں ملیں، اور باہم ملاقات میل جول ہوا، وہ اس عالم میں ایک دوسرے سے محبت، اور الفت رکھتی ہیں، اور اگر وہاں آپس میں نفرت رہی تو یہاں بھی نفرت ہوگی، اور اگر وہاں من وجہ نفرت، اور من وجہ محبت تھی تو یہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔"

یہ جواب ایک اصل پر مبنی ہے جو ناقص، اور فاسد ہے، جس کو ان حضرات نے اصل قرار دیا ہے کہ ارواح جسموں کی پیدائش سے پہلے موجود تھیں، اور وہاں ان کا باہمی میل جول، اور تعارف تھا، یہ آپس میں ملتی تھیں، اور ایک دوسرے سے تعارف کرتی تھیں، یہ کہنا درست نہیں، بلکہ صحیح بات وہ ہے جس پر عقل، اور شریعت دلالت کرتی ہے کہ ارواح جسموں کے ساتھ پیدا کی گئی ہیں، اور وہ فرشتہ جس کو جسم میں روح پھونکنے کا نگران بنایا گیا ہے، بچہ کے نطفہ کے چار ماہ گزرتے ہی اس میں روح پھونک دیتا ہے، اور یہ اس میں روح کا حدوث ہوتا ہے (یعنی روح کا پیدا ہونا)، اب جو یہ کہے کہ یہ پہلے سے پیدا شدہ ہیں تو یہ کہنا غلط ہے، اور اس سے بھی زیادہ برا قول ان لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ روح قدیم ہے، یا اس کی حقیقت کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔

میرے نزدیک جواب میں درست بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے:

''جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا محبت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ عارضی محبت جو کسی غرض کی وجہ سے ہو، یہ محبت اشتراک پر مشتمل نہیں ہوتی یعنی اس میں محبت کا وجود جانبین سے نہیں ہوتا، بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ محبّ کو محبوب کے عتاب، ناراضگی، اور غصہ کا شکار ہونا پڑتا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اگر محبوب کو بھی محبّ سے کوئی غرض ہو تو یہ بھی محبّ سے اپنی غرض کی وجہ سے محبت کرے گا، جیسے میاں بیوی کہ ان کی آپس کی محبت کسی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(۲) وہ روحانی محبت جو مشاکلت، اور دو روحوں کے باہمی اتفاق و اتحاد کی وجہ سے ہوتی ہے، اور یہ محبت لازمی طور پر جانبین سے ہوتی ہے، اگر محبّ محبوب کے دل کو دیکھے تو اس میں محبت ضرور پائے گا..... خواہ یہ محبت محبّ کی محبت کے برابر ہو، کم ہو یا زیادہ..........!

جب محبت جانبین سے ہوتی ہے

جب محبت جانبین سے ہوتی ہے تو محبت کرنے والوں میں سے ہر ایک اس سے راحت حاصل کرتا ہے، اور یہ اس کے سکون کا ذریعہ ہوتی ہے، اور اسے وصال کی ایک قسم شمار کیا جاتا ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے جھگڑا کرتے ہوئے کہا: ''میں اس اللہ سے سوال کرتی ہوں جس نے روزی کو بندوں میں تقسیم کیا ہے کہ وہ محبت کو میرے، اور تیرے درمیان تقسیم کردے'' پھر اس نے یہ شعر کہے:

ادعو الذی صرف الهوی ... منی إلیک ومنک عنی
أن یبتلیک بما ابتلا ... نی أو یسل الحب منی

''میں اس اللہ سے دعا کرتی ہوں جس نے میری محبت کو تیری طرف پھیر دیا، اور تیری محبت کو مجھ سے دور کردیا، کہ وہ تجھے میری

محبت میں مبتلا کرے جیسے اس نے مجھے تیری محبت میں مبتلا کیا ہے یا
میرے دل سے تیری محبت کو نکال لے۔"

ابو ھذیل علاف فرماتے ہیں: اس کائنات میں یہ بات ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے سے محبت کرے، اور محبوب کا محبّ کی طرف کوئی میلان نہ ہو۔" یہی مذہب ابوعباس ناشی کا بھی ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

عینـاک شـاهـدتـان أنـک مـن　　　حـر الهـوی تـجـدین مـاأجـد
بک مـابـنـا لـکـن عـلـی مغض　　　تـتـجـلـدیـن ومـابـنـا جَـلَـدُ

"تیری آنکھیں گواہی دیتی ہیں کہ محبت کی سوزش میں جو حالت
میری ہے وہی تیری بھی ہے، لیکن تو ہمت کے باعث صبر کر لیتی ہے
مگر میں صبر نہیں کر سکتا۔"

عروہ بن اذینہ فرماتے ہیں:

إن التـی زعـمـت فـؤادک ملهـا　　　خلقت هواک کما خلقت هوًی لها
فبک الذی زعمت بها فکلاکما　　　أبــدی لــصــاحـبـه الـصَّـبـابَـةَ کـلـهـا

"جو عورت یہ گمان کرتی ہے کہ تیرے دل نے اس کو بے چین کر دیا
اسے تیرا محبوب بنایا گیا ہے جیسے تجھے اس کا محبوب بنایا گیا، تجھے بھی
وہ تکلیف لاحق ہے جو اسے لاحق ہے تم دونوں میں سے ہر ایک
نے دوسرے کے لئے سوزش عشق کو ظاہر کیا ہے۔"

جب دل ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں، اور روحیں باہم مائل ہوتی ہیں تو یہ کیفیت جسم بھی اختیار کر لیتا ہے، کیونکہ بدن روح کا آلہ ہے، اور اس کا جز ہے، اور اللہ رب العزت نے دو جسموں کے درمیان امتزاج، اور اختلاط کے لئے جماع کی خواہش کو اسی وجہ سے رکھا ہے۔

حلال جنسی تعلق محبت میں اضافہ کرتا ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کے ذکر کردہ قانون سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جماع سے محبت مضبوط، اور قوی ہو جائے حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، کیونکہ جماع محبت کی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور اس کی گرمی کو ٹھنڈا کر دیتا ہے، اور محب کا دل قرار پالیتا ہے، تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بارے میں لوگوں کی مختلف قسمیں ہیں، بعض ایسے ہیں جن کی محبت جماع کے بعد مضبوط، قوی، اور مستحکم ہو جاتی ہے، اور یہ اس شخص کی طرح ہوتے ہیں جن کے سامنے کسی اچھی چیز کی تعریف کی جائے تو یہ اس سے محبت کرنے لگے، اور جب یہ اس چیز کا ذائقہ چکھ لے تو اس کی محبت، اور شوق پہلے سے زیادہ بڑھ جائے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جب فرشتے بندوں کے اعمال کا معائنہ کرنے کے بعد دربار الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں، اور اللہ باوجود جاننے کے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ ''میرے بندے کیا کر رہے تھے؟'' فرشتے عرض کرتے ہیں ''وہ تیری تسبیح بیان کر رہے تھے، تیری تعریف کر رہے تھے، اور تیری عظمت کا اظہار کر رہے تھے'' اللہ پاک فرماتے ہیں، ''کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے'' فرشتے عرض کرتے ہیں، ''نہیں'' اللہ پاک فرماتے ہیں: ''اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہو؟'' فرشتے کہتے ہیں۔ ''وہ، اور بھی زیادہ شوق، اور محبت سے ان اعمال میں مشغول ہو جائیں'' فرشتے عرض کرتے ہیں، ''وہ آپ سے جنت مانگ رہے تھے'' اللہ پاک فرماتے ہیں ''کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟'' فرشتے کہتے ہیں، ''نہیں دیکھا'' اللہ پاک فرماتے ہیں، ''اگر وہ اس کو دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہو؟'' فرشتے کہتے ہیں، ''وہ، اور بھی شوق، اور رغبت سے اس کا سوال کرنے لگیں۔[1] (الی آخر الحدیث) اس سے معلوم ہوا کہ اس چیز کی محبت جس کو انسان نے چکھا ہو اس کی محبت سے زیادہ، اور قوی ہوتی ہے جس کو انسان نے محسوس نہ کیا ہو یا چکھا نہ ہو،

[1] رواہ البخاری مطولا و مسلم والامام احمد

بلکہ نفس تو اس سے دور رہنا چاہتا ہے، میاں بیوی کی وہ محبت جو جماع کے بعد ہوتی ہے اس محبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے جو جماع سے پہلے تھی، اور یہ بات تو سبب طبعی ہے کہ دل کی شہوت آنکھ کی شہوت کے ساتھ ملی ہوتی ہے، جب آنکھ دیکھتی ہے تو دل میں شہوت پیدا ہوتی ہے، اور جب ایک جسم دوسرے جسم سے ملتا ہے تو دل، آنکھ، اور مباشرت کی شہوت جمع ہو جاتی ہے، اور جب یہ حالت ختم ہوتی ہے تو دل کا اس حالت کی طرف میلان پہلے کی نسبت بہت بڑھ جاتا ہے، اور شوق پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے جیسے:

وأكثر مايكون الشوق يومًا　　　إذا دنت الديار من الديار

"شوق اس دن انتہاء کو پہنچ جائے گا جب خیمے خیموں کے قریب ہو جائیں گے۔"

یہی وجہ ہے کہ جو شخص اپنے محبوب سے ملاقات کے بعد یا اس کے دیدار کے بعد اس سے جدا ہو جائے تو اس کا افسوس، اور دکھ دگنا ہو جاتا ہے، اور یہ مسئلہ عورت میں مرد کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے، کیونکہ جب وہ مرد کے ذائقہ کو چکھ لیتی ہے، اور خاص طور پر جب پہلے ذائقہ کو چکھتی ہے تو اس کے بعد صبر کرنا اس کے بس میں نہیں ہوتا۔ ایمن بن خریم کا شعر ہے:

يُميت العتابَ خلاط النساء　　　ويحيي اجتناب الخلاط العتابا

"بیوی سے ملتے رہنا اس کے غصے کو ختم کر دیتا ہے، اور اس سے میل ملاپ کو چھوڑ دینا اس کو غضبناک کر دیتا ہے۔"

زہیر بن مسکین فہری نے ایک لڑکی سے شادی کی لیکن اس کے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے اس کو خوش رکھ سکیں، لہٰذا جب وہ خوب تنگ ہو گئی، اور یہ سمجھ گئی کہ ان کے پاس اس کی خوشی کی کوئی چیز نہیں تو وہ چلی گئی، اور کبھی واپس نہ آئی، تو انہوں نے اس کی یاد میں بہت سے اشعار کہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

تقول وقد قبّلتها الف قبلةٍ　　　كفاك اما شيء لديك سِوَى القُبَل؟!

فقلت لها حب على القلب حفظه　　وطول بكاءٍ تستفيض له المقل
فقالت لعمر الله مالذة الفتى　　من الحب في قولٍ يخالفهُ الفعل

''جب میں نے اس کے ہزاروں بوسے لئے تو اس نے کہا ''بس
کر، کیا تیرے پاس بوسوں کے علاوہ کچھ نہیں''، میں نے اسے کہا:
محبت دل کی حفاظت، اور ایسی آہ وبکاء ہے، جس سے آنکھیں فائدہ
اٹھائیں، وہ کہنے لگی ''خدا کی قسم! انسان کے لئے اس محبت میں مزہ
نہیں جس میں قول، اور فعل کی باہم مخالفت ہو۔''

ایک شاعر کہتا ہے:

ولمّا شكوت الحب قالت كذبتني　　فكم زورة منى قصدتك خاليا
فماحل فيها من ازارٍ للذة　　قعدت وحاجات الفؤاد كماهيا
وهل راحة للمرء في ورد منهل　　ويرجع بعد الورد ظمان صاديا؟

''جب میں نے محبت کا شکوہ کیا تو اس نے کہا، ''تو جھوٹ بولتا ہے
کیونکہ کتنی ہی ملاقاتیں ایسی ہیں جو پیار سے خالی رہیں، اور ان
میں لذت کے حصول کے لئے ازار بند کیوں نہیں کھولا گیا، میں
بیٹھی رہی، اور دل کی خواہشات دل ہی میں رہیں، تو خود ہی بتا کیا
آدمی کو پانی کے گھاٹ سے راحت مل سکتی ہے جب وہ اس سے
پیاسا واپس لوٹ جائے۔''

عباس ابن احنف کا شعر ہے:

لم يصف وصلٌ لمعشوقين لم يذقا　　وصلاً يجل على كل اللذاذات

''دو عشق کرنے والے کا وصال اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ
دونوں ایسا وصال نہ چکھ لیں جو ہر لذت پر حاوی ہے۔''

طبرانی نے ''معجم الاوسط'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی

ہے، ایک آدمی نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس ایک یتیم لڑکی ہے، اسے دو آدمیوں نے نکاح کا پیغام بھجوایا ہے، جن میں سے ایک مالدار ہے، اور دوسرا تنگدست ہے، وہ تنگدست سے محبت کرتی ہے جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا نکاح مالدار سے ہو جائے، حضور ﷺ نے فرمایا ''محبت کرنے والوں کے لئے شادی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔'' ہند بن مھلب فرماتی ہیں ''اچھی، اور بری ہر طرح کی عورتوں کے لئے ان مردوں سے بہتر کوئی نہیں جن کو وہ پسند کرتی ہوں، البتہ بعض پسندیدہ آدمی فضول قسم کے بھی ہوتے ہیں، حالانکہ پسندیدگی ہر حال میں مناسب ہے۔''

حاکم نے تاریخ نیشاپور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ ''چار چیزیں چار چیزوں سے کبھی سیر نہیں ہوتی (۱) بارش زمین سے (۲) عورت مرد سے (۳) آنکھ دیکھنے سے (۴) عالم علم ہے۔ (اس حدیث کی سند میں شک ہے)

طبرانیؒ نے ''معجم الاوسط'' میں ایک روایت نقل کی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ''عورت کی لذت آدمی کی لذت سے اتنی زیادہ ہوتی ہے جیسے مٹی پر سوئی کا نشان، لیکن اللہ تعالیٰ انہیں حیاء کی وجہ سے چھپا دیتے ہیں۔''

حرام جنسی تعلق نفرت کا سبب ہے

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ جماع عشق کو ختم کر دیتا ہے یا اس کو کمزور کر دیتا ہے، اور وہ چند امور سے دلیل پیش کرتے ہیں:

۱۔ جماع عشق کے ذریعہ طلب کردہ چیز کی انتہا ہے، جب تک عاشق اس کو طلب کرتا رہے گا، عشق موجود رہے گا، اور جب یہ انتہا کو پہنچ جائے گا، اور عاشق اپنے مقصد کو حاصل کرلے گا تو اس کی طلب کی حرارت ٹھنڈی ہو جائے گی، اور عشق کی آگ بجھ جائے گی، اور یہ تو ہر اس شخص کے ساتھ ہوتا ہے جو کسی چیز کو حاصل کرنا چاہے، اور پھر اسے حاصل کرلے، جیسے پیاسا جب پانی پی لے، اور بھوکا جب

سیر ہو جائے، کامیابی کے حصول کے بعد طلب کا کوئی مقصد نہیں رہتا۔

۲۔ عشق کا سبب سوچ، اور خیالات ہیں جب تک سوچ، اور فکر باقی رہتی ہیں، عشق بڑھتا رہتا ہے، اور مقصود تک پہنچنے کے بعد خیالات، اور سوچ ختم ہو جاتی ہے۔

۳۔ محبوب کی رسائی سے پہلے وہ ایک شے ممنوع ہوتا ہے، اور آدمی ممنوع چیز کا دلدادہ ہوتا ہے، جیسے:

وزادني كلفًا في الحب أن منعت أحب شئ إلى الانسان مامنعا

''محبت میں آنے والی رکاوٹ نے میری محبت میں اضافہ کر دیا، کیونکہ انسان کو سب سے زیادہ محبوب وہ چیز ہوتی ہے جس سے اس کو روک دیا جائے۔''

ایک، اور شاعر کہتا ہے:

لولاطراد الصيدلم تک لذة فتطاردي لي بالوصال قليلاً

''اگر شکار کے پیچھے بھاگنے، اور اسے پکڑنے کی مشقت نہ ہوتی تو کوئی مزہ ہی نہیں تھا، تو مجھے اپنے مختصر وصال کے ذریعہ اس لذت میں ڈال دے۔''

یہ لوگ کہتے ہیں زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنے کفر کی وجہ سے نہ تو ثواب کی امید رکھتے تھے، اور نہ عذاب سے ڈرتے تھے، اس کے باوجود وہ جماع سے عشق کو محفوظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک اعرابی کو کسی عورت سے عشق ہو گیا، وہ کافی عرصہ اس کے پاس آتا رہا لیکن ان کا آپس میں کوئی جنسی تعلق نہ تھا، وہ کہتا ہے: ایک رات تاریکی میں میں نے اس کی ہتھیلی کی سفیدی دیکھی تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا، وہ کہنے لگی: ہٹ جا، اس چیز کو خراب نہ کر جو اب تک درست ہے، کیونکہ جسمانی تعلقات محبت کو ختم کر دیتے ہیں۔''

مامون نے اس واقعہ کو بنیاد بناتے ہوئے کہا:

ما الحب إلا نظرة وغمز كفٍ وعضد

أو كتب فيها رقى أجل من نفث العقد
ما الحب إلا هكذا إن نكح الحب فسد
من كان هذا حبه فإنما يبغي الولد

''محبت نگاہ کا کام ہے، اور ہتھیلی کو دبانا، اور بازو کو پکڑنا ہے، اور سحر کر دینے والے خطوط گرہوں پر پھونکنے سے زیادہ کارآمد ہوتے ہیں، محبت صرف یہی ہے اگر محبت کرنے والے شادی کرلیں تو محبت خراب ہو جاتی ہے، جس شخص کی محبت ایسی ہو تو وہ بچہ کا خواہشمند ہوگا۔''

ایک، اور آدمی کو ایک عورت سے عشق ہوا، وہ دونوں کافی عرصہ ایک دوسرے سے ملتے رہے، بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ آدمی اس سے جماع کر بیٹھا تو عورت نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی، تو اس نے کہا:

لولم أواقع دام لي وصلها فليتني لا كنت واقعتها

''اگر میں اس سے جماع نہ کرتا تو ہماری محبت باقی رہتی، ہائے کاش میں اس سے جماع نہ کرتا۔''

عمر بن شبہ نے مدینہ کے ایک عالم سے نقل کیا ہے کہ ''ایک آدمی کو کسی عورت سے محبت تھی، وہ جب بھی اکٹھے بیٹھتے، باہم گلہ شکوہ کرتے، اور ایک دوسرے کو اشعار سناتے، ایک دن ان دونوں نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا، اور ملاقات کا وعدہ کیا، اور جب ملے تو نہ اس نے محبت کا شکوہ کیا، اور نہ شعر سنایا، بلکہ اپنی محبوبہ کی طرف ایسا بڑھا جیسے اس نے اپنے نکاح پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو گواہ بنایا ہو۔''

اصمعی کہتے ہیں: ''میں نے ایک دیہاتی عورت سے پوچھا۔ ''تمہارے نزدیک عشق کس چیز کا نام ہے؟'' کہنے لگی ''معانقہ کرنا، لپٹنا، آنکھ مارنا، اور محبت بھری باتیں کرنا'' پھر اس نے کہا ''شہر والوں کے ہاں عشق کیا ہے؟'' میں نے کہا ''جماع کرنا''

اس نے کہا ''یہ عشق ہے یا بچہ کی تلاش ہے۔''

ایک اعرابی سے عشق کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا ''لعاب چوسنا، ہونٹ چومنا، اور محبت بھری باتیں کرنا'' پھر اس نے کہا ''شہریوں کے ہاں عشق کیا ہے؟'' جواب ملا ''جماع کرنا'' تو اس نے کہا ''یہ معاملہ تو سخت دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے نہ کہ محبوب دوست کے ساتھ۔''

بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محض زیارت و دیدار محبت کو پاکیزہ کرتا ہے، اور آنکھ کا اشارہ خراب کرتا ہے، یہ کہتے ہیں کہ صحیح محبت محبوب کی عظمت، عزت، اور اس سے حیاء کرنے کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا نفس کسی بھی وقت محبوب کے سامنے حیاء کا پردہ چاک نہیں کرتا، اور نہ ہی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے محبوب کی آبرو ریزی کی جائے، اور اس آبرو ریزی کو وہ اپنی ذلت سمجھتا ہے، اور اس پر غضبناک ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کی ایک گمراہ کن رسم

بعض گمراہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عاشق، اور معشوق کے باہمی تعلق کے لئے شرط ہے کہ معشوقہ کے جسم کا اوپر والا حصہ عاشق کے لئے ہو، اور وہ اس سے حصہ سے جو چاہے فائدہ اٹھائے، اور نیچے والا حصہ اس پر حرام ہو۔

یہ بات زمانہ جاہلیت تک محدود تھی، شریعت اسلامی نے اس کو باطل قرار دے کر عورت کے دونوں حصوں کو اس کے خاوند کے لئے جائز قرار دیا، شاعر اجنبی عورتوں سے گپ شپ کرنے، اور ان کو دیکھنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے، حالانکہ یہ بات شریعت مقدسہ مطہرہ کے سراسر منافی ہے، اور عقل بھی اس کو جائز قرار نہیں دیتی، کیونکہ اس میں طبیعت کو اس چیز کی طرف متوجہ کرنا ہے جس کی چاہت اس کی فطرت میں داخل ہے، یعنی عورت کی طرف مائل ہونا، انسانی طبیعت عورت کے سامنے بچھ جاتی ہے، اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اس جال میں پھنس کر دین و دنیا کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

امام شافعیؒ کی طرف جھوٹی نسبت، اور اس کا جواب

اگر یہاں یہ سوال کیا جائے کہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے ان کے یہ اشعار پیش کئے ہیں:

یقولون لاتنظر وتلک بلیة　　ألا کل ذی عینین لابد ناظر

ولیس اکتحال العین بالعین ریبة　　إذا عَفَّ فیما بین ذاک الضمائر

''لوگ کہتے ہیں کہ میں ان کو نہ دیکھوں، کیونکہ یہ دیکھنا آزمائش ہے، حالانکہ وہ اتنی سی بات نہیں جانتے کہ ہر آنکھوں والا لامحالہ دیکھنے والا بھی ہوتا ہے، جب دل صاف ہوں تو آنکھیں چار ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔''

اگر یہ اشعار واقعی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بھی ہو تو پھر بھی ان سے وہ دیکھنا مراد لیا جا سکتا ہے جو حرام نہیں، مثلاً اچانک کسی غیر محرم پر نگاہ کا پڑنا، یا وہ نظر جو مباح ہو، اور جبکہ ابوبکر محمد بن داؤد اصفہانی نے غیر محرمات کو دیکھنا جائز قرار دیا ہے۔ ابوالفرج بن الجوزیؒ فرماتے ہیں، ان سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے، اور ان کی یہ غلطی ان کی رسوائی کا سبب بھی ہے۔ ابو محمد بن حزم نے غیر عورت سے عشق کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ تہمت کا اندیشہ نہ ہو، حالانکہ یہ بھی ایک بہت بڑی غلطی ہے اس لئے کہ عشق کا ذریعہ، نظر کے ذریعہ سے بڑا ہوتا ہے، جب شریعت نے غیر عورت کو دیکھنا حرام قرار دیا ہے تو عشق تو بطریق اولیٰ حرام، اور ناجائز ہوا۔

حاصل کلام، اور ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ یہ جماعت جماع کو مفسد عشق خیال کرتی ہے۔

ایک اعرابی سے پوچھا گیا ''جب تم اپنی معشوق کے ساتھ تنہائی میں ہوتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا ''بوسہ لیتے ہیں، اس کو چھوتے ہیں، اور اس جیسا کوئی، اور کام۔'' اس نے کہا ''جماع کی طرف مائل نہیں ہوتے؟'' دیہاتی نے جواب دیا، ''پھر یہ عشق نہ

ہوا یہ تو بچہ کی طلب ہے۔''

ایک، اور قصہ ہے کہ ایک آدمی کو کسی عورت سے عشق ہوا، ایک دن معشوقہ نے اسے کہا۔ ''تیری محبت صحیح ہے نہ کہ سقیم (ان کے ہاں سقیم اس محبت کو کہتے ہیں جس میں جسمانی تعلقات ہوں) عاشق نے کہا ''ایسا ہی ہے'' معشوقہ نے کہا ''میرے ساتھ گھر چلو'' جب گھر پہنچے تو آدمی نے اس سے ہمبستری کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو معشوقہ نے کہا:

أسرفت في وطئنا والوطء مقطعة فارفق بنفسك إن الرفق محمود

''تو مجھ سے وطی کرنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وطی تو محبت کو ختم کرنے والی چیز ہے ذرا نرمی کر کہ نرمی کرنا اچھی چیز ہے۔''

عاشق نے کہا:

لو لم أطاك لما دامت محبتنا لكن فعلي هذا فعل مجهود

''اگر میں نے تجھ سے ہم بستری نہ کی تو ہماری محبت پائیدار نہ ہوگی لیکن یہ کام ہے بہت مشکل۔''

جب معشوقہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی، اور کہنے لگی ''اے خبیث النفس شیطان! تو اپنی سچی محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے، تو ہم بستری کر کے محبت ختم کرنا چاہتا ہے، خبردار آئندہ کبھی ایک چھت کے نیچے میرے ساتھ جمع نہ ہونا''

حرام دنیاوی تعلق دنیا و آخرت میں دشمنی کا سبب ہے

یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ جب بھی محبت میں حرام کاری مل جاتی ہے تو وہ محبت کو برباد کر دیتی ہے، اور اس محبت کا نتیجہ دشمنی، اور عداوت پر نکلتا ہے، ہر وہ محبت جو اللہ کے غیر کے ساتھ ہو اس کا نتیجہ بھی بغض و عداوت ہے، اور جب اس میں بدکاری بھی مل جائے تو اس کی قباحت، اور گراوٹ میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ یہ تو اس اخروی دشمنی سے پہلے دشمنی ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾

(الزخرف: ٦٧)

''اس دن دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے لیکن پرہیزگار (دشمن نہ بنیں گے)''

(ہم عنقریب ان محبت کرنے والوں کے حالات کا تذکرہ کریں گے جنہوں نے محبت کی بقاء، اور عداوت سے ڈرتے ہوئے بدکاری، اور حرام کاری کو ترک کیا، لیکن اس باب میں جو اس بیان کے زیادہ مناسب ہے)

جماع مباح جب محبّ کی مراد کو پالے تو محبت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے، کیونکہ جب وہ اس جماع کے ذائقہ کو چکھ لیتا ہے تو اس کو ایسی رغبت، اور شوق حاصل ہوتا ہے جو پہلے نہ تھا، یہ اس وقت ہے جب محبت کو کوئی ایسی چیز لاحق نہ ہو جو اس کو خراب کردے، اور اسے محبوب کے علاوہ کسی، اور کی طرف منتقل کردے۔

بیوی سے شرعی ملاقات کی اصل حیثیت

باقی رہے وہ دلائل جو دوسرے فرقہ نے پیش کئے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ شہوت، اور ارادہ کی آگ بالکل نہیں بجھتی بلکہ جماع کے بعد شہوت کم ہو جاتی ہے، اور پھر لوٹ آتی ہے، اور یہ معاملہ اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب دونوں میں سے کوئی اپنے محبوب سے دور ہو، جبکہ اگر وہ اس کی نگاہوں کے سامنے ہوگا، اور وہ اس سے ملاقات پر قادر بھی ہو گا تو دل کو اس بات سے اطمینان، اور سکون حاصل ہوگا، جیسے جب کسی آدمی کے پاس بقدر ضرورت کھانا، پانی یا لباس موجود ہو تو وہ اگرچہ ان کو استعمال نہ بھی کرے پھر بھی ان کی موجودگی اس کے لئے راحت، اور اطمینان بخش ہے، لیکن محبوب، اور محبّ کے درمیان کوئی رکاوٹ حائل ہو جائے تو اس کی طلب، اور چاہت میں شدت سے اضافہ ہو جائے گا، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ محبت جب آسانی، اور کثرت سے محبوب سے ملاقات کرتا

ہے تو اس کی طبیعت بیزار ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات یہ محبت ناگواری بن جاتی ہے۔

محبت کرنے والوں کی ذات میں پائے جانے والے اسباب محبت

محبوب کی ذات میں پائی جانے والی چیز جو محبت کا سبب ہے وہ اس کا جمال، اور کشش ہے، خواہ ظاہراً ہو یا باطناً یا دونوں طرح ہو، لہٰذا جب محبوب خوبصورت چہرہ والا، اچھے اخلاق و عادات والا، اور اعلیٰ صفات کا حامل ہوگا تو اس کی کشش بھی زیادہ ہوگی۔

محبّ کی ذات میں پائی جانے والی چار چیزیں محبت کا سبب بنتی ہیں۔

۱۔ نگاہ محبت، خواہ آنکھ سے دیکھ کر ہو یا دل میں اس کے تصور سے ہو، یعنی جب اس کے سامنے محبوب کے اوصاف بیان کئے جائیں تو اس کی محبت میں رضامند ہو، کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان دوسرے کو دیکھے بغیر دوسرے کی محبت میں فنا ہو جاتا ہے ان اوصاف کی وجہ سے جو اس کے سامنے بیان کئے جاتے ہیں، اسی وجہ سے رحمت دو عالم محمد ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ''کوئی عورت کسی دوسری عورت کی خوبیاں اپنے شوہر کے سامنے بیان کرے کیونکہ یہ ایسا ہے گویا کہ خاوند نے اس کو دیکھ لیا۔[۱]

۲۔ محبوب کو خوبصورت قرار دینا: کیونکہ جب تک محبّ کی نگاہ میں محبوب کی خوبصورتی کا اقرار نہ ہوگا محبت ہو ہی نہیں سکتی۔

۳۔ محبوب کی پسندیدہ چیز کا خیال کرنا، اور اس کے دل کی بات کرنا، کیونکہ محبّ اگر ان باتوں کے اہتمام کے بغیر محبت کرے گا تو محبت قائم نہیں ہو سکتی، محبّ اگرچہ خطرات، اور حادثات کو محبوب سے نہیں ہٹا سکتا لیکن اس کی پسندیدہ چیزوں کو تلاش تو کر سکتا ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ''عشق فارغ دل کی ایک حرکت کا نام ہے'' جب یہ نظر، محبوب کو خوبصورت خیال کرنا، اور محبوب کی پسندیدہ چیزوں

---

۱ رواہ البخاری و ابوداؤد والترمذی واا امام احمد

کا خیال کسی خالی دل میں جگہ پکڑ لیں تو اس میں عشق کی لہریں موج مارنے لگتی ہیں، جیسے کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

أتاني هوا ها قبل أن أعرف الهوىٰ   فصادف قلبا خاليا فتمكنا

''میرا دل تو اس وقت سے اس کا دیوانہ ہے جب اسے شعور محبت بھی نہ تھا، یہ محبت ایک فارغ دل میں آئی، اور اس میں پیوست ہوگئی۔''

عشق کے بارے میں لوگوں کے مختلف نظریات

اگر یہ سوال کیا جائے کہ عشق کا دارومدار محبوب سے ملاقات کی خواہش پر موقوف ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں لوگوں کی مختلف طبیعتیں ہیں، بعض تو ایسے ہیں جو مطلقاً خوبصورتی سے عشق کرتے ہیں، اور ان کا دل حسن و جمال میں اٹکا رہتا ہے، اگر اس کی سواریاں سیدھی رہیں، اور یہ وہ عشق ہے جو کسی لالچ، اور مطلب وغیرہ پر موقوف نہیں ہے۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو جمال سے کسی قید کے ساتھ عشق کرتے ہیں، خواہ ان کا دل محبوب سے ملاقات کی خواہش کرے یا نہ کرے۔

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو صرف اسی سے محبت کرتے ہیں جس سے ان کا دل ملاقات کی خواہش کرے۔

یہ تینوں قسمیں لوگوں میں پائی جاتی ہیں، جب محبوب پر نظر، محبوب کا حسین لگنا، اس کے بارے میں غور و فکر، اور سوچنا، اور اس سے ملاقات کی حرص و طمع پائی جائے تو اس کا عشق شعلے مارتا ہے، اور معشوق کی خاطر لڑنا مرنا ممکن ہو جاتا ہے، اس کی بیماری مستحکم ہو جاتی ہے، اور ڈاکٹر، اور حکماء اس کے علاج سے عاجز ہو جاتے ہیں۔

نگاہ عشق کی ابتداء ہے، اور آزاد شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ نگاہ خراب کر کے دائمی قید کا شکار نہ ہو، جب بات نگاہ تک پہنچ ہی گئی ہے تو ہم نگاہ کو جھکانے کے فائدے، بدنظری کے نقصانات، اور نظر کے احکامات کا بیان شروع کرتے ہیں۔

8

باب ٦

نگاہوں کو جھکانے کے فائدے اور بدنظری کے نقصانات

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (النور: ۳۰۔۳۱)

ترجمہ: ''ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھا کریں، اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں، یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے، بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں، اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔''

نظر کو جھکانا شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے، اس وجہ سے آیت مبارکہ میں اس کو پہلے ذکر کیا گیا، اور چونکہ بدنظری کی حرمت وسائل کی حرمت کی وجہ سے ہے اس لئے مصلحت کے پیش نظر یہ مباح ہے، اور جب کوئی مصلحت پیش نظر نہ ہو، اور بدنظری سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو بدنظری حرام ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی اسی سے بچنے کے بارے میں ہے جبکہ شرمگاہ کی حفاظت ہر حال میں واجب ہے۔

غیر محرم عورتوں کو دیکھنا حرام ہے

اللہ تعالیٰ نے آنکھ کو دل کا آئینہ بنایا ہے جب آدمی آنکھ کو جھکا لیتا ہے تو اس کا

دل شہوت سے رک جاتا ہے، اور جب آنکھ اٹھ جاتی ہے تو دل میں شہوانی جذبات جنم لیتے ہیں، ایک حدیث میں ہے ''ایک مرتبہ فضل بن عباس رضی اللہ عنہما یوم نحر میں مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے کہ وہاں سے عورتوں کی پالکی گزری، تو فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف دیکھنا شروع کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ کو دوسری طرف پھیر دیا۔''[1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل بتاتا ہے کہ غیر محرم عورتوں کو دیکھنا ممنوع، اور ناجائز ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ان کو منع نہ کرتے۔ ایک، اور حدیث میں ہے، ''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے مقدر میں کسی نہ کسی درجہ میں عمل بد رکھا ہے، اور وہ اس سے اپنا حصہ پاتا ہے، کیونکہ آنکھ زنا کرتی ہے، اور اس کا زنا دیکھنا ہے، زبان زنا کرتی ہے، اور اس کا زنا بولنا ہے، پاؤں زنا کرتے ہیں، اور ان کا زنا چلنا ہے، ہاتھ زنا کرتے ہیں، اور ان کا زنا پکڑنا ہے، دل زنا کرتا ہے، اور اس کا زنا غلط ارادے، اور خواہشات ہیں، اور شرمگاہ ان سب کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''[2]

گویا کہ زنا کی ابتداء آنکھ سے ہوتی ہے...... کیونکہ ہاتھ، پاؤں، دل وغیرہ شرمگاہ کے زنا کی اصل ہیں۔ زبان کا زنا کلام کو قرار دے کر اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ منہ کا زنا بوسہ لینا ہے، اور اگر شرمگاہ ان کے فعل کو ثابت کرتی ہے تو تصدیق کرنے والی ہے، اگر ثابت نہ کرے تو تکذیب کرنے والی ہے، یہ حدیث اس بارے میں واضح تر ہے کہ آنکھ کی معصیت اس کا غلط جگہ دیکھنا ہے، اور یہ اس کا زنا ہے، اس حدیث میں ان حضرات کے خلاف دلیل ہے جو نظر کو مطلقاً مباح قرار دیتے ہیں، ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اے علی! جب ایک نگاہ پڑ جائے تو دوسری نہ ڈال، کیونکہ پہلی نگاہ

۱؎ رواہ البخاری و مسلم والترمذی وغیرھم

۲؎ اوردہ المنذری بنحوہ وقال، رواہ مسلم والبخاری باختصار والنسائی وابوداؤد

تیرے اختیار میں نہیں، اور دوسری تیرے اختیار میں ہے۔)[1]

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ علماء کرام اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کی عورت پر نگاہ پڑی، تو عورت کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی، اور وہ اس پر فریفتہ ہو گیا، تو اس کے دل نے کہا'' یہ سارا معاملہ پہلی نظر کی وجہ سے ہوا ہے، اگر تو دوبارہ اس کو دیکھ لے تو اس کے حسن کی قلعی تجھ پر کھل جائیگی، اور اس کی حقیقت تجھ پر آشکارا ہو جائے گی، تو محبت سے باز آ جائیگا'' کیا اس کے لئے قصداً دوسری نظر دیکھنا جائز ہے؟

جواب: ایسا کرنا جائز نہیں اس کی دس وجہیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے نگاہوں کو نیچا رکھنے کا حکم دیا ہے، اور بدنگاہی کو حرام قرار دیا ہے، جبکہ دل کی شفا کسی ایسی چیز میں نہیں ہو سکتی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دے دیا ہو۔

(۲) حضور ﷺ سے اچانک پڑ جانیوالی نظر کے بارے پوچھا گیا تو آپ نے دل میں اس کی تاثیر کا علم رکھنے کے باوجود نگاہ پھیرنے کا حکم دیا نہ کہ تکرار نظر کا۔

(۳) حضور ﷺ نے صراحت کے ساتھ بیان فرمایا۔ ''پہلی نگاہ تیرے لئے ہے، اور دوسری تیرے لئے نہیں''، اور یہ بات محال ہے کہ انسان کی بیماری اس چیز میں ہو جس کا اس کو حق حاصل ہو، اور علاج اس چیز میں جس پر اس کا کوئی استحقاق نہ ہو۔

(۴) یہ بات تو ظاہر، اور واضح ہے کہ دوسری مرتبہ دیکھنے سے محبت کبھی کم نہیں ہوتی، اور تجربہ اس پر شاہد ہے کہ دوسری نظر کے بعد بھی حالت وہی رہتی ہے اس میں بہتری پیدا نہیں ہوتی۔

(۵) بعض مرتبہ دوبارہ دیکھنے سے محبت، اور عشق زیادہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] رواہ احمد والترمذی وابوداؤد

(۶) شیطان ملعون کی کوشش ہی یہ ہوتی ہے کہ یہ عورت کو دوبارہ دیکھے تو شیطان اس کے لئے حسن کو مزین کردے، جس سے آزمائش، اور امتحان سخت ہوجائے۔

(۷) جب انسان کسی شرعی حکم کو توڑ کر حرام کام کو انجام دیتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کی مدد ہرگز نہیں کی جاتی، بلکہ وہ اس قابل ہوتا ہے کہ اس سے مدد و نصرت کو ہٹا دیا جائے۔

(۸) پہلی نگاہ شیطان کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، اور دوسری نگاہ بھی یقیناً اس سے زیادہ زہر پر مشتمل ہے تو ایک زہر دوسرے کا علاج کیسے بن سکتا ہے؟۔

(۹) محبت کا شکار ہونیوالا شخص اپنے گمان کے مطابق دوسری نظر دیکھنے میں اللہ سے ایک عجیب معاملہ کرنیوالا ہوتا ہے، اور وہ دوسری نظر میں یہ چاہتا ہے کہ محبوب کی حالت اس پر واضح ہوجائے، اگر یہ اس کو پسند نہ ہوگا تو چھوڑ دیگا، لہٰذا اس صورت میں اس کا چھوڑنا اس وجہ سے ہے کہ یہ محبوب اس کو پسند نہیں، نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی خاطر چھوڑے، تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کیسا معاملہ ہے؟۔

(۱۰) ایک مثال سے اس سوال کا جواب خوب واضح ہوجائیگا، مثلاً آپ ایک نئے گھوڑے پر سوار ہوئے، اور وہ آپ کو لیکر ایسی تنگ جگہ میں گھسنے لگتا ہے جو آگے سے بند ہے، اور وہ اتنی تنگ ہے کہ گھوڑے کو موڑ کر بھی باہر نہیں نکالا جاسکتا، جب وہ اس میں داخل ہونے لگے تو آپ کو چاہئے کہ آپ اس کی لگام کو کھینچیں تا کہ وہ اندر داخل نہ ہوسکے، اگر وہ ایک دو قدم اندر داخل ہو بھی گیا تو پھر بھی آپ اس کو روکیں گے پیچھے موڑیں گے تا کہ وہ اندر داخل نہ ہوسکے۔ اگر آپ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو معاملہ آسان ہوجائیگا۔ اگر آپ نے سستی کی، اور گھوڑا اندر داخل ہوگیا تو اب آپ کے لئے اسے باہر نکالنا بہت بڑا مسئلہ ہے، اب آپ اس کو دم سے پکڑ کر باہر گھسیٹیں گے، کیا کوئی عقل مند آدمی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ اس کو اندر کی طرف ہانکنے سے یہ باہر نکلے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

بالکل اسی طرح جب ایک نگاہ دل میں اثر کرتی ہے تو عقلمند آدمی جلدی کرتا ہے، اور محبت کے بیج کو نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا علاج آسان ہو جاتا ہے، اگر وہ بار بار دیکھے، اور حسن و جمال کی باریکیوں کو پرکھے، اور اس خوبصورتی کو اپنے فارغ دل میں منتقل کریگا تو یہ حسن اس کے دل پر نقش ہو جائیگا، اور محبت راسخ ہو جائیگی، جب بھی انسان بار بار دیکھتا ہے تو اس کا یہ مسلسل نگاہیں مارنا ایسا ہے جیسے پانی کا درخت کو سیراب کرنا......اس کے بار بار دیکھنے سے محبت کا درخت اس کے دل میں راسخ ہو جائے گا، اور اس کا دل اجڑ جائیگا، اور اس کو اللہ کے احکامات کا خیال بھی نہ رہے گا، اور یہ مشکلات سے دوچار ہو کر حرام کاموں میں پڑ کر آزمائشوں کا شکار ہو جائیگا، اور اپنے دل کو ہلاکت کی وادی میں دھکیل دے گا، اور اس سارے عذاب کا سبب اس کی وہ نگاہ ہوگی جو پہلی مرتبہ پڑی تو اس کو لذت محسوس ہوئی، پھر اس نے دوسری نگاہ اٹھالی، جیسے کسی مزیدار کھانے کے ایک لقمہ کو چکھنے کے بعد سارا کھانا کھالینا، اگر وہ پہلی ہی مرتبہ نگاہ کو جھکا لیتا تو اس کا دل بھی راحت، اور سلامتی پالیتا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس مبارک ارشاد میں غور کرو تو حقیقت آشکارا ہو جائیگی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''نظر شیطان کا ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔''[۱] تیر کا کام یہ ہے کہ جب یہ دل میں لگتا ہے تو یہ زہر کا اثر دکھاتا ہے اگر اس زخمی نے جلدی کی، اور اس سے چھٹکارا حاصل کیا تو بچ جائیگا ورنہ ہلاکت یقینی ہے۔

امام مروزیؒ فرماتے ہیں: ''میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا، ''ایک آدمی اپنی باندی کو دیکھے تو کیسا ہے؟'' فرمایا، ''مجھے اس پر فتنہ کا خوف ہے کیونکہ کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو آدمی کے دل میں وساوس، اور غموں کو ڈال دیتی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ''آدمی کی تین چیزوں میں شیطان ہوتا ہے۔ (۱) نظر میں (۲) دل میں (۳) آلہ تناسل میں، اور عورت کی بھی تین چیزوں میں (۱) نگاہ میں (۳) دل میں (۴) سرین میں۔''

بدنظری کیوں حرام ہے؟

نظر چونکہ حرام کاری کا قریب ترین ذریعہ ہے، اس وجہ سے شریعت نے اسے غلط جگہ استعمال کرنے کو حرام قرار دیا، اور ضرورت کی جگہ اس کے استعمال کو مباح قرار دیا، اور ہر وہ چیز جو بطور وسیلہ حرام ہونے کے حرام ہو، وہ ضرورت کی جگہوں پر حلال ہوتی ہے، جیسا کہ نماز اوقات ممنوعہ میں حرام ہے کیونکہ اس صورت میں کفار کے سورج کو سجدہ کرنے کی مشابہت لازم آئیگی، لیکن اس کو کسی مصلحت کے تحت مباح قرار دیا گیا جیسے فوت شدہ نمازوں کی قضاء، اور نماز جنازہ کا ادا کرنا؟[1]

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضور ﷺ کا ایک فرمان نقل کیا ہے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے، جس شخص نے عورت کے حسن سے اپنی نظر کو جھکا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسی حلاوت عطا فرمائیں گے جسے وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت محسوس کریگا۔''

اچانک پڑ جانے والی نظر کا حکم

جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''میں نے رسول خدا ﷺ سے اچانک پڑ جانیوالی نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے نظر پھیر لینے کا حکم فرمایا۔''[2] اچانک پڑ جانے والی نظر وہ پہلی نگاہ ہے جو دیکھنے والے کے ارادہ کے بغیر پڑ جائے، اور جب تک دل کا ارادہ شامل نہ ہو اس وقت تک اس کو سزا نہیں دی جاسکتی، لیکن جب وہ دوسری مرتبہ جان بوجھ کر دیکھے گا تو گناہ گار ہوگا، اسی وجہ سے رسول خدا ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ ایک نظر پڑنے کے بعد اسے چہرہ پر جما لیا جائے کیونکہ اس کو جمانا بار بار دیکھنے کی طرح ہے، اور جس آدمی کی اچانک نظر پڑ گئی اسے سمجھایا کہ وہ

---

[1] احناف کے نزدیک مذکورہ تین اوقات میں سجدہ کرنا جائز نہیں۔

[2] مسلم و مسند احمد و سنن الترمذی

اپنی بیوی کو خوب دیکھے، اور فرمایا، ''جو کچھ اس (غیر عورت) میں ہے وہ تیری بیوی میں بھی ہے''[1]اب اس ارشاد میں دیکھنے والے کے لئے تسلی کا زبردست سامان موجود ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ نظر شہوت کی قوت کو بڑھاتی ہے لہٰذا حکم دیا کہ اسے اپنی بیوی کے لئے استعمال کرے۔

بدنظری عظیم فتنہ ہے

نظر کا فتنہ ہر فتنہ کی بنیاد، اور اصل ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث ہے، اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''میرے بعد مردوں کے لئے عورتوں سے بڑھ کر آزمائش کوئی نہیں۔'' صحیح مسلم کی حدیث ہے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا، ''دنیا، اور عورتوں کے فتنہ سے بچو''۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں، ''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف دو چیزوں کا ہے (۱) عورت (۲) شراب۔'' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''آج تک جس نے بھی کفر کیا اس کا کفر عورتوں کی وجہ سے تھا، اور اب جو بھی کافر ہے اس کا کفر بھی عورتوں کی وجہ ہے۔''

نگاہوں کو جھکانے کے فائدے

(۱) بدنگاہی ہلاکت کا سبب ہے

(۱) نگاہوں کو غیر محرم کی طرف اٹھنے سے روکنے والے کا دل غم وحسرت سے خلاصی پالیتا ہے، کیونکہ جو نظر کی مہار کو آزاد چھوڑ دیتا ہے افسوس وحسرت کا نشان بن جاتا ہے، دل کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز آنکھوں کو آزاد چھوڑنا ہے، کیونکہ ایسا کرنے والا جس چیز کو چاہتا ہے اس کی طلب میں دیوانہ ہو جاتا ہے، اور صبر بھی نہیں

[1] مسلم وسنن الترمذی ومسند احمد

کر سکتا، اور اس تک پہنچ بھی نہیں سکتا، اور یہ اس کے غم، اور عذاب کی انتہا ہے، اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ دوران طواف میری نگاہ ایک لڑکی پر پڑی تو میں نے اسے گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا، اور اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ وہ بولی ''اے شخص تو کیا چاہتا ہے؟'' میں نے کہا ''میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں'' اس پر اس نے یہ شعر کہے:

وکنت متی أرسلت طرفک رائدًا لقلبک یومًا أتعبتک المناظر

رأیت الذی لا کلہ أنت قادرٌ علیہ ولا عن بعضہ صابر

''جب تو نے اپنی نظر کو دل کی تسکین کے لئے آزاد چھوڑ دیا تو تیرا دیکھنا تجھے عذاب میں مبتلا کر دے گا، کیونکہ جس چیز کو تو دیکھ رہا ہے اس کے کل پر تو قادر نہیں، اور بعض پر تو صبر نہیں کر سکتا۔''

دل پر نظر کا ایسا اثر ہوتا ہے جیسا تیر کا نشانہ پر ہوتا ہے، اگر قتل نہ بھی کرے تو زخمی تو بہر حال کر ہی دیتا ہے، یہ آگ کی ایک چنگاری کی طرح ہے جب اسے خشک گھاس میں پھینک دیا جائے اگر ساری گھاس کو نہ جلائے تو کچھ نہ کچھ کو تو جلا ہی دے گی۔ شاعر کا حسن تعبیر ملاحظہ فرمائیں:

کل الحوادث مبداھا النظر ومعظم النار من مستصغر الشرر

کم نظرۃ فتکت فی قلب صاحبھا فتک السھام بلا قوس ولا وتر

والمرء مادام ذا عینٍ یقلبھا فی أعین الغید موقوف علی الخطر

یسر مقلتہ ما ضر مھجتہ لا مرحبًا بسرور عادَ بالضرر

''تمام مصائب کی ابتداء آنکھ کے دیکھنے سے ہوتی ہے جیسے بہت بڑی آگ کی ابتداء ایک چھوٹی سی چنگاری سے ہوتی ہے، کتنی ہی نگاہیں ایسی ہیں جو دیکھنے والے کے دل کو بغیر کمان کے یوں زخمی کر دیتی ہیں جیسے تیر کا لگنا شکار زخمی کر دیتا ہے، اور آدمی جب تک ناز و انداز، اور حسن و جمال کے نظارے کرتا رہتا ہے وہ خطرہ میں کھڑا

ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنی آنکھ کو ایسی چیز سے خوش کر رہا ہوتا ہے جو اس کی زندگی کو نقصان دینے والی ہے، حالانکہ بات یہ ہے کہ ایسی خوشی کو خوش آمدید نہیں کہا جاسکتا جو اپنے بعد مصائب لیکر آرہی ہو۔"

دیکھنے والا اپنی آنکھ سے ایسا تیر پھینکتا ہے جو اس کے دل پر لگتا ہے، اور اس کو احساس بھی نہیں ہوتا۔

یارا میاً بسهام اللحظ مجتهدا أنت القتيل بما ترمي فلا تُصب
و باعث الطرف ير تاد الشفاء له توقه إنه ياتيك بالعطب

"اے وہ شخص جو نگاہ کے تیر کو زور لگا کر پھینکنے والا ہے تو اپنے نشانہ کے خطا ہونے کی وجہ سے اپنے تیر کا شکار بن جائیگا، اور اے سکون و شفاء کی تلاش میں نگاہ کی لگام کو چھوڑنے والے! ایسا نہ کر ورنہ تو ہلاک ہوجائیگا۔"

ایک مرتبہ اصمعی کی ملاقات ایک گویے سے ہوئی، وہ یہ گانا گا رہا تھا:

سماعاً يا عباد الله مني وكفوا عن ملاحظة الملاح
فإن الحب آخره المنايا وأوله شبيه بالمزاح

"اے اللہ کے بندو! میری بات غور سے سنو، اپنی نظروں کو حسین عورتوں کے ساتھ چار ہونے سے روکو، کیونکہ محبت کی انتہاء موت ہے جبکہ اس کی ابتداء ہلکے پھلکے مذاق سے ہوتی ہے۔"

ایک، اور شاعر کہتا ہے:

أنا مابين عدوين هما قلبي وطرفي
ينظر الطرف ويهوى القلب والمقصود حتفي

"میں اپنے دو دشمنوں دل، اور آنکھ کے درمیان ہوں، آنکھ دیکھتی ہے، اور دل دیوانہ ہوجاتا ہے، اور اس سے مقصود مجھے ہلاک کرنا ہوتا ہے۔"

نگاہوں کو جھکانا نورانیت کے حصول کا ذریعہ ہے

(۲) آنکھ جھکا لینے کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، اور ایسی رونق، اور نورانیت حاصل ہوتی ہے جو چہرے، اور آنکھوں میں ظاہر ہوتی ہے، جبکہ اس کے برعکس بدنظری سے دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے جو چہرہ، اور باقی اعضاء میں ظاہر ہوتی ہے۔، اور غالبًا اسی وجہ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آیت نور (اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) (النور:۳۵) کو آیت غض بصر (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ) (النور:۳۰) کے بعد ذکر فرمایا، اور بعینہ یہی مضمون حدیث میں وارد ہے، حبیب خدا رسول ﷺ نے فرمایا: ''نظر شیطان کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، جس شخص نے عورت کے حسن کو دیکھنے سے اعراض کرتے ہوئے نگاہ کو جھکایا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں نور عطا فرمائیں گے۔''

فراست کا حصول نگاہوں کو جھکانے میں مضمر ہے

(۳) اس عظیم الشان عمل سے آدمی کی فراست درست ہوتی ہے کیونکہ فراست نور کا حصہ، اور اس کا ثمر ہے، جب دل نورانی ہوتا ہے تو فراست درست ہوتی ہے کیونکہ نگاہوں کو جھکانے سے دل ایسے روشن آئینہ کی طرح ہو جاتا ہے جس میں معلومات حقیقی معنیٰ میں ظاہر ہوتی ہیں، اور نظر اس پر سانس لینے کی طرح ہے، جب نظر آئینہ پر سانس لیتی ہے تو اس کی روشن سطح دھندلی ہو جاتی ہے، اور نور مانند پڑ جاتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب عکاسی کی ہے۔

مرآة قلبك لاتريك صلاحه والنفس فيها دائما تتنفس

''تیرے دل کا آئینہ اس وقت تک تجھے درست شکل نہیں دکھا سکتا جب تک اس پر سانس لیا جاتا رہے۔''

شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنے ظاہر کو اتباع سنت سے آباد کرے، اور باطن کو کثرت مراقبہ سے معمور کرے، اور غیر محرم سے نظروں کو جھکائے، اور اپنے دل کو شہوات سے روکے، اور حلال کھائے تو اس کی فراست کبھی غلطی نہ کھائے گی۔''

شجاع کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے صاحب فراست آدمی تھے جو کبھی دھوکہ نہ کھاتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ آدمی جس طرز کا نیک عمل کرتا ہے اسی نسبت سے اس کو اجر بھی ملتا ہے، جو شخص حرام دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو روکتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بصیرت کا نور عطا فرماتے ہیں، جب آدمی اللہ کے لئے نگاہوں کو جھکاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے بصیرت کے نور کو عام فرماتے ہیں، اور جب نگاہوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو بصیرت کا نور بند کر دیا جاتا ہے۔

حفاظت نگاہ علم کے دروازے کھولتی ہے

(۴) بدنظری سے بچنے کا چوتھا بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے علم کے راستہ کشادہ ہو جاتے ہیں، اور علم کے دروازے کھل جاتے ہیں، اور اسباب علم کو اختیار کرنا آسان ہو جاتا ہے، اور یہ سب کچھ دل کے نور کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ جب دل نورانی ہوتا ہے تو معلومات کی حقیقتیں آشکارا ہوتی ہیں، اور یہ تیزی سے ظاہر، اور منکشف ہوتی ہیں، اور جو آدمی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل تاریک، اور وحشت ناک ہو جاتا ہے، اور اس پر علم کے دروازے بند، اور راستے تنگ ہو جاتے ہیں۔

دل کی قوت نگاہ جھکانے سے حاصل ہوتی ہے

(۵) نگاہوں کی حفاظت سے دل کو قوت، قرار، اور بہادری و جراتمندی جیسی صفات

حاصل ہوتی ہیں تو آدمی بصیرت کا بادشاہ ہونے کے ساتھ حجت کا سلطان بھی بن جاتا ہے، ایک روایت میں ہے: ''جو آدمی خواہش کی مخالفت کرتا ہے، شیطان اس کے سایہ سے بھی گھبراتا ہے۔'' اسی وجہ سے خواہشات کی پیروی کرنے والے کے دل میں ضعف، گھٹیا پن، اور حقارت ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے مقدر میں لکھی ہے جو اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر ترجیح دے گا۔

ایک بزرگ کا مقولہ ہے: ''لوگ عزت کو بادشاہوں کے دروازوں پر تلاش کرتے ہیں حالانکہ وہ اسے اللہ کی اطاعت کے علاوہ، اور کہیں نہیں پاسکتے، جو آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کا دوست بنا دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس نے اطاعت کی، اور جو نافرمانی کرتا ہے تو جس کی خاطر نافرمانی کی گئی دشمن بن جاتا ہے۔ دعاءِ قنوت میں ہے: إنه لا يذل من واليت ولا يعز من عاديت: '' اے اللہ! جو تجھ سے دوستی کرے وہ ذلیل نہیں ہوسکتا، اور جو تجھ سے دشمنی کرے وہ معزز نہیں ہوسکتا۔

نگاہوں کی حفاظت فرحت وسرور کا باعث ہے

(۶) نگاہوں کی حفاظت سے دل میں فرحت، سرور، خوشی وشادمانی کا احساس ہوتا ہے، اور ایسا انشراح حاصل ہوتا ہے جس کی لذت بدنظری کی لذت سے کئی گناہ زیادہ ہوتی ہے کیونکہ آدمی جب اپنے دشمن کو شکست فاش دیتا ہے تو یہ چیز خوشی کا باعث ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان لذت سے رکتا ہے، اور خواہشات سے باز رہتا ہے (جو کہ نفس امارہ کی خوشی کا سبب ہے) تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی لذت، اور خوشی عطا فرماتے ہیں کہ نفس امارہ کی لذت اس کے عشر عشیر کو بھی نہیں پاسکتی جیسا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم! پاکدامنی کی لذت گناہ کی لذت سے بہت زیادہ ہے۔''، اور یہ بات بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ نفس جب خواہشات کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو ایسی مسرت، خوشی، اور

سرور حاصل ہوتا ہے جو خواہشات کی لذت سے اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ان کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں، اور یہی وہ مقام ہے جہاں عقل خواہش سے ممتاز ہو جاتی ہے۔

دل کا شہوات کی قید سے چھٹکارا

(۷) بدنظری سے بچنے، اور نگاہوں کی حفاظت کرنے کا ساتواں فائدہ یہ ہے کہ دل شہوت کی قید سے چھٹکارا پالیتا ہے، کیونکہ حقیقی قیدی وہ ہے جو شہوات، اور خواہشات کا گرفتار کیا ہوا ہو جیسے:

﴿طليق برأى العين وهو اسير﴾

''جو آنکھوں کے سامنے چھوڑ دیا گیا وہ حقیقت میں قیدی ہے۔''

جب خواہشات، اور شہوات دل کو قیدی بنا لیتی ہیں تو اس کا دشمن نفس اسے عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے، اور وہ اس چڑیا کی طرح ہو جاتا ہے جس کی حالت درج ذیل شعر میں بیان کی گئی ہے:

کعصفورةٍ فی کف طفل یسومها — حیاض الردی والطفل یلهو ویلعب

''وہ ایسی چڑیا کی طرح ہے جو بچہ کے قبضہ میں ہو جو اسے ہلاکت کے حوضوں کا پانی پلاتا ہے جبکہ بچہ تو اپنی طرف سے کھیل رہا ہوتا ہے۔''

نگاہ جھکانا جہنم کا دروازہ بند کرنے کا سبب

(۸) بدنظری سے بچنے والا اپنے لئے جہنم کے دروازے کو بند کر دیتا ہے، کیونکہ نظر شہوت کا دروازہ ہے، اور شہوت برے عمل پر ابھارتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں بدکاری سے روکنے کا پردہ، اور آڑ ہیں، جب انسان اس پردہ کو پھاڑ دیتا ہے تو وہ ممنوعات کے ارتکاب پر جرأت کرنے لگتا ہے، اور اس کا نفس کسی حد گناہ پر پہنچ کر بھی نہیں ٹھہرتا، کیونکہ نفس کی لذت کسی نئی چیز میں ہوتی ہے لہٰذا

جدید چیز کا پا لینے والا قدیم چیز کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا، خواہ پرانی چیز زیادہ خوبصورت ہی کیوں نہ ہو، پس نگاہوں کا جھکا لینا گناہوں کے اس دروازے کو بند کر لیتا ہے جہاں بادشاہوں کی خواہشات بھی پوری نہیں ہو سکتی۔

عقل کی قوت، اور مضبوطی حلال نظر میں پوشیدہ ہے

(۹) غض بصر عقل کو قوی، اور مضبوط کرتا ہے، اور بدنگاہی سے عقل کی خرابی، غصہ کی زیادتی، انجام سے غفلت جیسے اوصاف جنم لیتے ہیں، کیونکہ عقل کا خاصہ انجام پر نظر رکھنا ہے، اگر بدنظری کرنے والا شخص اس کے انجام کو جان لے تو کبھی بھی بدنگاہی کی طرف متوجہ نہ ہو، ایک شاعر کہتا ہے:

وأعقل الناس من لم يرتكب سببا حتى يفكر ماتجني عواقبه

''سب سے عقل مند آدمی وہ ہے جو کسی عمل کا اس وقت تک ارتکاب نہ کرے جب تک اس کے انجام میں غور وفکر نہ کر لے۔''

غفلت کے پردے حفاظتِ نگاہ سے اٹھتے ہیں

(۱۰) نگاہوں کی حفاظت غفلت کے پردے کو ہٹانے، اور شہوت کے نشے کو دور کرنے کا سبب بنتی ہے کیونکہ نگاہوں کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دینا اللہ، اور آخرت سے غفلت میں پختگی کا سبب بنتا ہے، اور آدمی عشق کے نشہ کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صورتوں کے عاشق کے بارے میں فرمایا ہے (لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ) (الحجر: ۷۲)۔

گویا کہ نظر شراب کا ایک پیالہ ہے، اور عشق اس شراب کا نشہ ہے، اور عشق کا نشہ شراب کے نشے پر بھاری ہوتا ہے کیونکہ شراب کا نشہ کرنے والا افاقہ پا سکتا ہے لیکن جس کو عشق کا نشہ لگ جائے تو یہ نشہ صرف موت ہی زائل کر سکتی ہے۔

سکران سکر هوی وسکر مدامة ومتی إفاقته من به سکران؟

''حقیقی نشہ محبت وعشق کا نشہ ہے، اور یہ نشہ کر لینے والا کبھی افاقہ نہیں پا سکتا۔''

حاصل کلام

نگاہوں کی حفاظت کے فوائد، اور بدنگاہی کے نقصانات ہمارے ذکر کردہ نقصانات، اور فوائد سے کئی گنا زیادہ ہیں، ہم نے کسی درجہ اس پر تنبیہ کر دی ہے، ہمارے ذکر کردہ ممنوعات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس چیز کو دیکھنا جس کو اللہ تعالیٰ نے شرعاً مقصد کے پورا کرنے کا ذریعہ نہیں بنایا جیسے خوبصورت بے ریش لڑکے، کیونکہ ان کو دیکھنا ایک ایسا زہر ہے جو اندر تک سرایت کرنے والا ہے، اور ایک ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں، ایک روایت میں آتا ہے کہ جب عبدالقیس کا وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے وفد میں کچھ نوعمر خوبصورت لڑکے بھی تھے، تو حضور ﷺ نے انہیں اپنے پیچھے بٹھایا، اور فرمایا ''پہلے لوگوں کی غلطیاں، اور لغزشیں نظر کی وجہ سے ہوئی تھیں۔''

سعید بن سیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب تم کسی ایسے آدمی کو دیکھو جو نوعمر لڑکوں کو گھور کر دیکھتا ہے تو اسے تہمت زدہ قرار دو۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی نوعمر لڑکے کو گھور کر دیکھے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، اور دوسرے بہت سے علماء نوعمر لڑکوں کے ساتھ ہم نشینی سے منع فرماتے تھے۔

امام نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نوعمر لڑکوں کی ہم نشینی ایک بہت بڑا فتنہ ہے، اور یہ بھی عورتوں کے حکم میں ہیں۔

باب ۷

﴿دل اور نظر کا باہم مناظرہ﴾

حقیقت میں دیکھتی تو آنکھ ہی ہے لیکن اس کا باعث اور طالب دل ہی ہوتا ہے، آنکھ کو دیدار کی لذت حاصل ہوتی ہے اور دل کو کامیابی کی لذت کا حصول ہوتا ہے، گویا کہ یہ دونوں اس جرم میں شریک ہوئے، اور پھر مصیبت میں پھنستے ہیں اور عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں تو دونوں ایک دوسرے کو طعن و تشنیع اور ملامت کرتے ہیں۔

دل کا آنکھ سے شکوہ

دل آنکھ سے کہتا ہے: تو ہی تو ہے جس نے مجھے ہلاکت خیز گھاٹ پر لا کھڑا کیا ہے اور تیرے دیکھنے کی وجہ سے میں اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں، تو ان خطرناک جگہوں پر مزے لیتی رہی اور تو نے آنکھ کی پتلی کے ذریعہ بیماریوں کے علاج کو طلب کرنے کی کوشش کی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات کی مخالفت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ) (النور: ۳۰) اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا: نظر شیطان کا زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے، اور جس نے اللہ کے خوف سے نظر کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائیں گے۔"[۱] ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا، "آدمی کا عورت کے حسن و جمال کا نظارہ کرنا شیطان کا زہر آلود تیر ہے، جو اپنے آپ کو اس تیر سے روکے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی لذت وہ محسوس کرتا ہے۔"[۲]

---

۱ رواہ الامام احمد

۲ الحاکم

تو خود ہی بتا کیا اس سے کمینہ کوئی ہوسکتا ہے جو اپنے ساتھی کو زہر میں بجھا ہوا تیر مار دے؟ کیا تو نہیں جانتی کہ انسان کے لئے آنکھ اور زبان سے زیادہ نقصان دہ چیز اور کوئی نہیں؟ اکثر لوگ انہیں کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں اور کتنے ہی ہلاکت کے گھاٹ ایسے ہیں جہاں یہ دونوں انسان کو لے آتی ہیں، جو یہ چاہے کہ وہ نیک بخت ہو کر زندگی گزارے یا قابل تعریف درجہ زندگی حاصل کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی آنکھ اور زبان کی لگام کو کھینچ لے، تاکہ وہ ان کے نقصانات سے محفوظ ہو جائے، کیونکہ تمام نقصانات کی جڑ فضول کلام اور فضول دیکھنا ہے، دونوں جہاں کے سب سے بڑے سچے نے بھی اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور یہ دونوں شرمگاہ کے زنا کی اصل ہیں، کیونکہ یہ دونوں ہی زنا کا زینہ اور سبب ہیں، اور حضور ﷺ سے اچانک پڑ جانیوالی نظر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے سائل کو نگاہ کے پھیرنے کا حکم فرمایا، اور اس کے فائدہ کی طرف اس کی رہنمائی کی اور نقصان سے اس کو بچایا اور اپنے چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نصیحت کی، اس چیز سے ڈراتے ہوئے جو فتنہ میں مبتلا کرتی ہے اور حسرت و ندامت کا باعث بنتی ہے، چنانچہ فرمایا: ''ایک نظر پڑ جانے کے بعد دوسری نظر نہ ڈال۔'' کیا تو نے دانشمندوں کا یہ قول نہیں سنا ''جو اپنی آنکھوں کو خوش کرے گا اس کا دل پریشان اور رنجیدہ رہے گا اور جو زیادہ ادھر ادھر دیکھے گا اس کی حسرات بھی زیادہ ہوں گی، اس کے اوقات ضائع ہوں گے اور اس کے آنسو بہیں گے، ایک شاعر کہتا ہے:

نظر العیون الی العیون هو الذی　　جعل الهلاک إلی الفؤاد سبیلاً

مازالت اللحظات تغزو قلبه　　حتی تشحط بینهن قتیلا

''نگاہوں کا نگاہوں سے ملنا دل کو ہلاکت کے راستہ پر لے جاتا ہے، اور نگاہیں ہمیشہ دل سے جھگڑا کرتی ہیں یہاں تک کہ انہیں اپنے درمیان قتل کر کے پچھاڑ دیتی ہیں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

تمتعتما یا مقلتی بنظرة　　وأوردتما قلبی أمر الموارد

أعینی کفا عن فؤادی فإنه　　من الظلم سعی اثنین فی قتل واحد

''اے میری دونوں آنکھوں! مزے لے لو، تم نے میرے دل کو
بدترین مقام پر اتار دیا ہے، اے آنکھوں میرے دل کو چھوڑ دو،
کیونکہ وہ تمہارے ظلم کی وجہ سے اس حال میں ہے کہ دو شخص ایک کو
قتل کرنے پر آمادہ ہوں۔''

آنکھ کا دل سے شکوہ

آنکھ کہتی ہے: تو نے ہمیشہ مجھ پر ظلم کیا اور مجھے ہی موردِ الزام ٹھہرایا، حالانکہ میں تیرا قاصد ہوں جو تیری طرف بلانے والا ہے اور تیرا نمائندہ ہے جو تیرا پتہ بتانے والا ہے۔

وإذا بعثت برائد نحو الذی　　تهوی وتعبه ظلمت الرائدا

''جب تو کسی ایسی چیز کی طرف قاصد بھیجے جسے تو پسند کرتا ہے اور تو
نے اس قاصد کو تھکا دیا، تو تو نے اس قاصد پر ظلم کیا۔''

اے دل! تو بلند شان بادشاہ ہے لیکن ہم تیرا لشکر اور تیرے تابع ہیں، پہلے تو نے اپنے مقصد کی برآوری کے لئے مجھے ڈاک کے گھوڑے پر سوار کیا، پھر تو نے مجھے ڈانٹنا اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا، اگر تو مجھے اس بات کا حکم کرتا کہ میں اپنا دروازہ بند رکھوں اور پردے کو گرا دوں تو میں ایسا ہی کرتی، جب تو ممنوعہ چراگاہ میں مزے لیکر چرنے لگا تو مجھے شکار کی طرف بھیج دیا جس کا جال تیرے لئے بچھایا گیا تھا۔

پس تو حاکم تھا قیدی ہو گیا، بادشاہ تھا مملوک ہو گیا اور تیرے خلاف فیصلہ کائنات کے سردار اور سب سے بڑے عادل حضرت محمد ﷺ فرما چکے ہیں کہ ''جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست رہا تو سارا جسم درست رہے گا، اگر وہ خراب ہو گیا تو

سارا جسم خراب ہو جائیگا، خبردار وہ دل ہے۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، دل بادشاہ ہے اور باقی اعضاء اس کالشکر ہیں، اگر بادشاہ اچھا ہو تو اس کا لشکر بھی اچھا ہوتا ہے اگر بادشاہ ہی بد باطن اور برا ہو تو اس کا لشکر بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

اے دل! اگر تو غور کرے تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ تیری رعایا کی خرابی تیری وجہ سے ہے، اور ان کی اصلاح تیری درستگی کی وجہ سے ہے، لیکن تو خود بھی ہلاک ہوا اور اپنی رعایا کو بھی ہلاک کیا اور کمزور آنکھ پر اپنے گناہوں کے بوجھ کو ڈال دیا۔

تیری مصیبت کی بنیادی وجہ ہے کہ تو اللہ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اس کے کلام، اسماء وصفات کی محبت سے خالی ہو گیا، اللہ کے غیر کی طرف متوجہ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا اور اس کی جگہ اللہ کے غیر کی محبت اور رغبت کو ترجیح دی، کیا تو بنی اسرائیل کا واقعہ نہیں سنا جنہوں نے ادنیٰ کھانے کو اعلیٰ کھانے پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ﴾ (البقرۃ: ۶۱)

”کیا تم ادنی کو اعلیٰ کے بدلہ لینا چاہتے ہو“

اس شخص کی حماقت کی کوئی انتہاء ہو سکتی ہے جو اپنے خالق اور مالک کی محبت کے بدلہ میں کسی اور کی محبت لے لے، ایسا خالق و مالک جو اس کا ولی اور اس کے معاملات پر قابض ہو، وہ ایسی ذات ہے کہ جب تک اس کی محبت کو خالص اور یکتا نہ کیا جائے تو نہ کوئی صلاح حاصل ہو سکتی ہے نہ فلاح، نہ نعمتوں کا حصول ہو سکتا ہے نہ مسرتوں کا، نہ خوشیاں مل سکتی ہیں نہ نجات......!

اگر تو اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور اللہ کے غیر سے رخ پھیر لے تو تو عجائبات کا مشاہدہ کریگا اور ہلاکت خیز جگہوں سے مامون ہو جائیگا، کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کامیابی کو اس شخص کے ساتھ خاص کیا ہے جو اس کے پاس قلب سلیم لے کر

آئیگا، یعنی ایسا دل جو اللہ کے غیر سے سلامت ہو اس میں غیر اللہ کی محبت اور اتباع نہ ہو. تیرے اور میرے گناہ کی باہمی نسبت وہی ہے جو تیرے اور میرے اندھے پن کے درمیان ہے، تحقیق کائنات کے مالک وقابض کا ارشاد ہے:

﴿أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾ (الحج: ۴۶)

''کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی، پھر ان کے ایسے دل ہو جاتے جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہو جاتے جن سے سنتے، پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔''

جگر کا فیصلہ

جب جگر نے آنکھ اور دل کے باہمی جھگڑے کو سنا تو کہنے لگا، تم دونوں نے مجھے ہلاک کرنے کی پوری کوشش کی اور میرے قتل پر تم دونوں نے معاونت کی، بے شک تمہارے مناظرے کو ذکر کرنے والے نے انصاف کیا ہے:

يقول طرفي لقلبي هجت لي سقما ... وَالْعَيْنُ تزعم ان القلب أنكاها
والجسم يشهد أن العين كاذبة ... وهي التي هيجت للقلب بلواها
لولا العيون ما يجنين من سقم ... ما كنت مطر حامن بعض قتلاها
فقالت الكبد المظلومة اتئدا ... قطعتماني وما راقبتما الله

''نگاہ دل سے کہتی ہے تو نے میرے لئے بیماری پیدا کی، آنکھ گمان کرتی ہے کہ دل نے اسے مغلوب کر دیا، جسم گواہی دیتا ہے کہ آنکھ جھوٹی ہے کیونکہ اس نے دل کے لئے مصیبت بنائی ہے، اگر

آنکھیں نہ ہوتیں تو بیماریاں ہی پیدا نہ ہوتیں، اور میں آنکھ کے مقتولوں میں سے پچھڑا ہوا نہ ہوتا، مظلوم جگر نے کہا: تم دونوں خاموش رہو، تم نے اور جس کی تاک میں تم ہو دونوں نے مجھے کاٹ کر رکھ دیا۔"

ایک شاعر اس کیفیت کو یوں بیان کرتا ہے:

عاتبت قلبی لما	رأیت جسمی نحیلا
فألزم القلب طرفی	وقال کنت الرسولا
فقال طرفی لقلبی	بل کنت انت الدلیلا
فقلت کفا جمیعا	ترکتمانی قتیلا

"جب میں نے اپنے جسم کو لاغر و نحیف پایا تو میں دل کو غصہ ہوا، دل نے آنکھ کو ملزم ٹھہرایا اور کہا کہ تو ہی پیغام بھیجنے والی ہے، آنکھ بولی، لیکن رہنمائی کرنے والا تو ہے، میں نے کہا، "دونوں خاموش ہو جاؤ، تم نے مجھے قتل کر کے چھوڑ دیا ہے۔"

جگر کہتا ہے: میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں کہ تم دونوں اس آزمائش میں برابر کے شریک ہو جیسا کہ تم لذت اور مسرت میں برابر ہو، آنکھ مزے لیتی ہے اور دل خواہشات و جذبات کو پورا کرتا ہے، اسی وجہ سے کسی شاعر نے تمہارے بارے میں کہا ہے:

ولما سلوت الحب بَشَّرَ ناظری	لقلبی فقال القلب لی ولک الهنا
تخلصت من إحیاء لیلک ساهرا	وخلصتنی من لوعة الهجر والضنا
کلانا مهنا بالبقاء فإن تعد	فلا أنت یبقیک الغرامُ ولا أنا

"جب میں نے محبت سے منہ موڑ لیا تو میری آنکھ نے دل کو خوشخبری دی، دل نے کہا تیرے اور میرے لئے مبارک ہو، تو نے راتوں

کے جاگنے سے چھٹکارا پالیا اور میں نے غم وحزن کی تکلیف سے
چھٹکارا پالیا، ہم دونوں کو باقی رہنے کی مبارک ہو، لیکن اگر تو نے
دوبارہ ایسا کیا تو عشق نہ تجھے چھوڑے گا نہ مجھے چھوڑے گا۔''

اگر تم پر خدا تعالیٰ کی خاص مہربانی نہ ہوتی تو اے آنکھ! مجھے کبھی ٹھنڈک نصیب نہ ہوتی اور اے دل! تجھے کبھی چین نہ ملتا۔

جگر کہتا ہے: اے آنکھ! تو نے دل کو اپنے پیالے سے محبت کا پانی پلایا ہے اور اس کو شوق کی آگ میں بھڑکایا تو اس کے بخارات تیری طرف آگئے اور وہ تجھ سے ٹپکنے لگے، تمہارا فیصلہ تو وہ ذات کر چکی ہے جس نے جسم اور روح کے درمیان اس وقت فیصلہ کیا جب وہ اس کے سامنے جھگڑے تھے، ایک روایت میں ہے: ''قیامت کے دن بھی مخلوقات کا آپس میں جھگڑا ہوگا حتیٰ کہ جسم اور روح بھی آپس میں جھگڑا کریں گے، جسم روح سے کہے گا: تو ہی ہے جس نے مجھے برائی کی طرف حرکت دی، اس کا حکم دیا اور مجھے اس کی طرف پھیرا، کیونکہ میں تیرے بغیر نہ تو حرکت کرسکتا تھا نہ کوئی کام کرسکتا تھا، روح جواب میں کہے گی: ''کھایا پیا تو نے اور مزے بھی تو نے لوٹے، لہٰذا اب سزا بھی تجھے ہی ملنی چاہئے۔'' اس موقع پر اللہ تعالیٰ ان کی طرف ایک فرشتے کو بھیجیں گے جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کریگا وہ کہے گا۔ ''تمہاری مثال ان دو شخصوں کی سی ہے جن میں سے ایک بینا معذور ہو اور دوسرا اندھا ہو لیکن چل پھر سکتا ہو، وہ دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے تو معذور اندھے سے کہنے لگا: اس باغ میں بہت سے پھل ہیں لیکن میں کھڑا نہیں ہوسکتا'' اندھے نے کہا: ''میں کھڑا ہوسکتا ہو لیکن دیکھ نہیں سکتا'' معذور کہنے لگا، ''تو مجھے اٹھالے، میں پھل توڑ ونگا اور تو چلتے رہنا۔'' اب بتاؤ اس کی سزا کس کو ملے گی؟'' جواب ہوگا، ''دونوں کو'' فرشتہ کہے گا، لہٰذا تمہارے اعمال کی سزا بھی تم دونوں کو ملنی چاہئے۔[1]

---

[1] راجع خاتمۃ کتاب (شرح الصدور) للسیوطی

باب ۸

غیر محرم کو دیکھنے اور اس سے عشق کی اباحت کے قائلین کے دلائل

غیر محرم عورت کو دیکھنے اور اس سے عشق کے جواز کے گمراہ قائلین اپنے دعویٰ پر قرآن و حدیث، اقوال ائمہ اور عقل کی روشنی میں دلائل پیش کرتے ہیں:

قرآن مجید سے مستنبط کردہ دلیل

(۱) اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۵)

''اور کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی سلطنت کو نہیں دیکھا، اور دوسری چیزوں کو جو اللہ نے پیدا کی ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی ہو، پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔''

یہ آیت تمام مخلوقات پر نظر کرنے میں عام ہے تو اس میں سے خوبصورت چہروں کو مستثنیٰ کیوں کیا جائے؟ حالانکہ وہ بہترین مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر استدلال ان کے ذریعہ زیادہ مضبوط ہوتا ہے، اسی وجہ سے خوبصورت چہرہ کو دیکھ کر سبحان

اللہ کہا جاتا ہے، ایک شاعر خوبصورت چہرہ کے بارے میں کہتا ہے:

ذی طلعة سبحان فالق صبحه — ومعاطفٍ جلت یمین الغارس

مرت بأرجاء الخیال طیوفه — فبکت علی رسم السلو الدارس

''وہ چہرہ اتنی خوبصورت کونپل کی طرح ہے کہ اس کی صبح کو لانے والا بہت پاک ہے، اور اس کے جوڑوں کی خوبصورتی سے اگانے والے کی قوت آشکارا ہوتی ہے، اس کے خواب خیال کی امیدوں کے پاس سے گزرے تو مٹے ہوئے نشان محبت پر رو پڑے۔''

خوبصورت چہرہ کا دیدار زبانوں پر بے ساختہ اللہ کی پاکی کے کلمات کو جاری کر دیتا ہے اور وہ کہہ اٹھتیں ہیں: ''سبحان اللہ رب العالمین و تبارک اللہ أحسن الخالقین.'' اللہ تعالیٰ نے ان خوبصورتیوں اور محاسن کو بیکار پیدا نہیں کیا بلکہ اس حسن کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ دیکھنے والا ان کے ذریعہ اللہ کی قدرت، وحدانیت اور صناعت کی بداعت پر استدلال کرے، لہٰذا ان کے مقصد کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔

احادیث سے استدلال

(۲) سنت سے مستنبط کردہ دلائل میں سے ایک مشہور حدیث ان گمراہ لوگوں کا مستدل ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، ''خوبصورت چہروں کو دیکھنا عبادت ہے۔[۱]'' ایک اور حدیث میں ہے (اطلبوا الخیر من حسان الوجوه): ''خوبصورت چہروں میں خیر کو تلاش کرو۔[۲]''

ایک آدمی نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھجوایا اور شادی کے بارے میں حضور ﷺ سے مشورہ کیا، حضور ﷺ نے فرمایا ''کیا تو نے اس کو دیکھا ہے؟'' عرض کیا ''نہیں'' فرمایا ''جا کے اس کو دیکھ لے[۳]'' اگر غیر محرم کو دیکھنا حرام ہوتا تو آپ ﷺ کبھی

---

[۱] یہ حدیث موضوع ہے، اگلے باب میں اس پر بات ہوگی۔ [۲] اتحاف السادة المتقین، [۳] مسلم، مسند احمد

اسے یوں دیکھنے کی اجازت نہ دیتے، کیونکہ وہ فتنہ سے مامون نہیں تھا۔

اقوال ائمہ سے استدلال

۳۔ اقوال ائمہ میں سے ایک یہ ہے کہ سمعانی نے روایت کیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک آدمی نے ایک خط میں لکھا:

سل المفتی المکی هل فی تزاور ونظرة مشتاق الفؤاد جناح

"مکہ کے مفتی سے یہ پوچھ کر بتادیں کہ محبوب شخص کو دیکھنے اور اس کی ملاقات میں کوئی گناہ ہے یا نہیں؟"

امام شافعی نے جواب دیا:

معاذ إله العرش أن يذهب التقى تلاصق أكبادٍ بهن جراح

"عرش کے معبود کی پناہ اس بات سے کہ زخمی دل مل کر تقویٰ کو ختم کر دیتے ہیں (یعنی ایسا نہیں ہوتا)۔"

سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے استدلال

استرباذی نے "مناقب الشافعی" میں ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے سعید بن المسیب کو خط لکھا:

یاسیّد التابعین والبررہ نسیت فی العشق سورة البقرہ

فکن لفتواک مشفقا رفیقا یباهی بک اللّٰه اکرم البررہ

هل حرّم اللّٰه لثم خد فتی اوصافه بالجمال مشتهرہ؟

"تابعین اور نیک لوگوں کے سردار! میں عشق کی وجہ سے سورۂ بقرہ بھی بھول گیا ہوں، لہٰذا آپ اپنے فتویٰ میں شفقت اور نرمی کرنے والے بن جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے آپ پر فخر کرے، کیا اللہ تعالیٰ نے ایسے محبوب کا بوسہ لینے کو حرام قرار دیا ہے

جس کے اوصاف خوبصورتی کے اعتبار سے مشہور ہوں؟''

سعید بن المسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا:

یا سائلی عن خفیّ لوعته علیک بالصبر تحمدن اثره
ولاتکن طالبالفاحشة اوکالذی ساق سَیْلُهُ مَطَرَه
و راقب اللّٰه و اخش سطوته وخالف الفاسقین والفجره
وقبل الخدّ من حبیبک ذا فی کل یومٍ ولیلة عشره

''اے اپنے دل کی خفیہ تکلیف کے بارے میں سوال کرنے والے!
تجھ پر ایسا صبر لازم ہے جو قابل تعریف بن جائے، تو بڑی چیز کو طلب
کرنے والا نہ بن اور اس شخص کی طرح نہ ہو جا جو اپنے سیلاب سے
بارش کو ہانکتا ہے، اللہ سے ڈر اور بدکار اور فاسق لوگوں کی مخالفت کر،
اپنے حبیب کا بوسہ لے ہر دن رات میں دس مرتبہ۔''

ابوالعباس مبرد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے استدلال

ابوالعباس المبرد اپنی کتاب ''الکامل'' میں فرماتے ہیں: ایک دیہاتی کو ابوالعالیہ نے کہا:

سألتِ الفتی المکی ذا العلم ماالذی یحل من التقبیل فی رمضان؟
فقال لی المکی اما لزوجة فسبعٌ واما خلّةٍ فثمان

''میں نے مکی نوجوان عالم سے رمضان میں بوسہ لینے کے بارے
میں سوال کیا، تو اس نے کہا کہ بیوی کا سات مرتبہ اور محبوبہ کا آٹھ
مرتبہ بوسے لے سکتے ہو۔''

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مناقب الشافعیؒ'' میں امام شافعیؒ کے یہ اشعار ذکر کئے ہیں:

یقولون لاتنظر وتلک بلیة ألا کل ذی عینین لابد ناظر
ولیس اکتحالُ العین بالعین ریبة إذا عف فیما بین الضمائر

''لوگ کہتے ہیں کہ اسے نہ دیکھ کیونکہ یہ دیکھنا مصیبت ہے، خبردار ہر آنکھوں والا دیکھنے والا ہوتا ہے، آنکھوں کے باہم مل جانے میں کوئی عیب کی بات نہیں اگر دل صاف ہوں۔''

عمرو بن سفیان فرماتے ہیں:

إنا سألنا مالکاً و قرینه لیث بن سعدٍ عن لثام الوامق
أیجوز؟ قالا والذی خلق الوری ما حرم الرحمن قبلة عاشق

''ہم نے مالک بن شداد اور ان کے دوست لیث بن سعد سے محبت کرنے والے کے بوسہ کے بارے میں سوال کیا کہ کیا یہ جائز ہے؟ تو دونوں نے جواب دیا، قسم ہے اس ذات کی جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے عاشق کے بوسہ کو حرام قرار نہیں دیا۔''

''رستاق الاتفاق'' کے مصنف (جو کہ ایک مصری شاعر ہیں) نے ان اشعار کو ذکر کیا اور عمرو بن سفیان نے اس بارے میں کچھ اشعار کہے اور انہیں ابن عیینہ کی طرف بھیجا:

قلنا لسفیان الهلالی مرة حرمت ضم العاشق المشتاق
لحبیبه من بعدنأیٍ ناله فأجاب لا والواحد الخلاق

''ہم نے سفیان ہلالی سے ایک مرتبہ کہا، کیا آپ نے عاشق کے معشوق کا بوسہ لینے کو لمبی جدائی کے بعد حرام قرار دیا؟ تو فرمایا ''نہیں خدا کی قسم۔''

اور اس میں ان کے دادا جامع کے اشعار لکھے اور انہیں علی بن زید بن جدعان کی طرف بھیجا:

سألنا ابن جدعان بن عمرو أخا العلا أيحرم لثم الحب في ليلة القدر
فقال لنا المكي و ناهيک علمه ألا لاومن قدجاء بِالشَّفْعِ والوتر

''ہم نے ابن جدعان بن عمرو جو علاء کے بھائی ہیں، سے سوال کیا کہ لیلۃ القدر میں محبوب کا بوسہ لینا حرام ہے، تو اس مکی عالم نے جواب دیا جس کا علم آپ کے لئے کافی ہے، نہیں (بلکہ جائز ہے)، خواہ جفت عدد میں ہو یا طاق میں۔''

امام طحاویؒ کے قول سے استدلال

ایک آدمی نے ابو جعفر طحاویؒ کی طرف لکھا:

أبــا جـعـفـر مـاذا تـقـول فـإنـه إذا نـابـنـا خـطـبٌ عليک المعول
فلاتنكرن قولي وأبشر برحمة الْـ إلٰـه عـن الأمـر الذى عنـه نسـألِ
أبا لحب عار؟ ام من الحب مهرب؟ وهل من لحا أهل الصبابة يجهل؟
وهــل بــمـبــاح فيــه قتل متيـم يهـاجـره أحبابـه وهـو يـوصـل
فـرايـک فـى رد الـجـواب فـإنني بـمـافيـه تـقـضـى ايها الشيخ أفعل

''اے ابو جعفر تو کیا کہتا ہے اور بات یہ ہے کہ ہمیں جب کوئی مصیبت پیش آئے تو اس کا چھٹکارا تیرے ذمہ لازم ہے، تو میرے قول کا انکار نہ کرنا اور اللہ کی رحمت کا لحاظ کر کے جواب دینا، اس معاملہ کے بارے میں جس میں ہم آپ سے سوال کر رہے ہیں، کیا محبت میں کوئی عار ہے یا محبت سے بھاگنا چاہئے؟

اور کیا وہ شخص جو عشق والوں کو ملامت کرتا ہے جاہل ہے؟ کیا وہ شخص جس کی عقل محبت میں زائل ہو چکی ہو اس کو قتل کرنا مباح ہے، اس حال میں اس کے احباب اس کو چھوڑ رہے ہوں اور وہ ان ان سے میل جول رکھنا چاہتا ہو، تو جواب دینے میں اچھی رائے رکھنا کیونکہ اے شیخ آپ جو بھی فیصلہ کریں گے میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔"

ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا:

سأقضي قضاء في الذي عنه تسال	أحكم بين العاشقين فأعدل
فديتك ما بالحب عارٌ علمته	وللعار ترك الحب إن كنت تفعل
ومهما لحا في الحب لاحٍ فانه	لعمرك عندي ذوي الجهل اجهل
وليس مباحًا عندنا قتل مسلم	بلا ترة بل قاتل النفس يقتل
ولكنه إن مات في الحب لم يكن	له قود فيه ولا عنه يُعْقَلُ
وصالك من تهوى وإن صدوا اجب	عليك كذا حكم المتيم يفعل
فهذا جواب فيه عندي قناعة	لما جئت عنه أيها الصب تسال

"میں تیرے سوال کے متعلق عنقریب فیصلہ کروں گا اور عاشقوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کروں گا، میں تجھ پر قربان ہو جاؤں میں جانتا ہوں کہ محبت میں کوئی عار نہیں، بلکہ اگر تو سمجھے تو عار تو محبت کو چھوڑنے میں ہے، اور جب بھی کوئی شخص محبت میں ملامت کرے گا تو میرے نزدیک وہ تمام جاہلوں میں سب سے بڑا جاہل ہے، اور ہمارے نزدیک بغیر کسی جرم کے مسلمان کو قتل کرنا مباح نہیں بلکہ اسے قتل کرنے والے کو قتل کیا جائے گا، لیکن اگر وہ

محبت میں مر گیا تو اس کے لئے نہ قصاص ہوگا نہ دیت، تیرے لئے
اپنے معشوق سے ملاقات کرنا واجب ہے، اگرچہ تجھے روکا جائے
اور یہی حکم محبت میں عقل کو گم کر دینے والے کا ہے، یہی جواب
میرے نزدیک معتدل ہے اس سوال کا جس کے بارے میں اے
عاشق تو نے سوال کیا تھا۔"

معتزلی علماء کے قول سے استدلال

ان گمراہ لوگوں کی ایک قوی دلیل یہ بھی ہے کہ معتزلہ جو کہ گناہوں کو بہت بڑا جرم سمجھتے ہیں اور کبیرہ گناہ کرنے والے کو مخلد فی النار قرار دیتے ہیں، وہ بھی غیر محرم کو دیکھنے اور عشق کرنے کو حرام نہیں سمجھتے، جیسا کہ حافظ ابوالقاسم ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ایک معتزلی عالم کے اشعار ذکر کئے ہیں:

سألنا أبا عثمان عمرًا و واصلاً عن الضم والتقبيل للخد والجيد
فقالا جميعًا والذی هو عادل يجوز بلا إثم فدع قول تفنيد

"ہم نے ابوعثمان عمر اور واصل سے بوس و کنار کے بارے میں سوال
کیا تو ان دونوں نے عدل و انصاف کے ساتھ جواب دیا کہ یہ بغیر
گناہ کے جائز ہے اور تو شرمندہ کرنے والے قول کو چھوڑ دے۔"

خطیب نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے: ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد کہتے ہیں: "میں ایک مرتبہ محمد بن داؤد اصبھانی سے ان کے مرض الموت میں ملنے گیا تو میں نے ان سے کہا "آپ کو یہ بیماری کیسے لاحق ہوئی؟" کہنے لگے "میرے محبوب کی محبت نے مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے" میں نے کہا "آخر وہ کون سی چیز ہے جس نے باوجود قدرت رکھنے کے آپ کو اس سے نفع اٹھانے سے روکا ہوا ہے؟" فرمانے لگے"

اس نفع کی دو صورتیں ہیں، یا تو یہ دیکھنے کی صورت میں ہوگا جو مباح ہے، یا لذت حاصل کرنے کی صورت میں ہوگا یہ ناجائز ہے، اور اس کی طرف دیکھنے ہی نے تو میری یہ کیفیت پیدا کر دی ہے۔''

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ محمد بن داؤد محبوب کو دیکھنے اور اس سے عشق کرنے کو حرام نہ سمجھتے تھے۔

ابو محمد بن حزم نے اپنی کتاب ''طوق الحمامۃ'' میں اپنا یہی مذہب بیان کیا ہے۔

ابن تیمیہؒ کے قول سے استدلال

محبوب سے عشق کرنے اور اسے دیکھنے کو جائز کہنے والے گمراہ لوگ کہتے ہیں کہ ''ہم آپ کے سامنے ایسے شخص کا قول پیش کرتے ہیں جو ہزاروں پر بھاری ہے اور وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان سے پوچھا گیا:

''علماء کرام اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی صورت کا عاشق ہو جائے اور وہ حسین صورت ایک ایسے لمبے عرصہ تک اس سے جدا ہونے پر مجبور ہو، جس سے اس کی دوری میں اضافہ ہو اور محبت میں زیادتی ہوتی ہو، جبکہ اس کا یہ عشق کسی بھی قسم کی حرام کاری، بدکاری اور گندگی و فسق وغیرہ سے بھی پاک ہے اور یہ حالت یقینی طور پر اسے موت سے دوچار کر دے گی، کیا اس عاشق کو اس کے محبوب سے جدا کرنا جائز ہے؟ کیا اس کو اس کے محبوب سے ملانا واجب ہے؟ کیا اس کی جدائی سے وہ گناہ گار ہوگا؟ ان دونوں کے معاملہ میں کیا باتیں ضروری ہیں؟ ان دونوں کے ایک دوسرے پر کون کون سے حقوق ہیں جو مبارک شریعت کے موافق ہیں؟''

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب ایک طویل خط کی صورت میں دیا، جس کا کچھ حصہ درج ذیل ہے، وہ یوں رقمطراز ہیں:

''عاشق کے تین درجے ہیں: (۱) ابتداء (۲) وسط (۳) انتہا، ابتدائی درجہ میں عاشق پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اپنے عشق کو چھپائے اور اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے عشق کو حرام چیزوں سے بچائے اور پاکدامنی کو پیش نظر رکھے، لیکن جب عشق کے درمیانی درجہ کو پہنچ جائے تو اس کو چاہیئے کہ محبوب کو اپنی محبت سے آگاہ کردے اور محبت کا اقرار کرے، تاکہ اس کا دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے، اگر معاملہ اس سے بھی آگے بڑھ جائے یہاں تک کہ عاشق حدود سے تجاوز کرتا ہوا دیوانوں اور مست لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جائے تو اس موقع پر عاشقوں کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو محض بار بار دیکھنے پر قناعت کرتے ہیں، ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس حال میں مرجاتے ہیں لیکن اپنا راز کسی پر فاش نہیں کرتے، یہاں تک کہ ان کی محبت کا محبوب کو بھی علم نہیں ہوتا، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جس آدمی کو عشق لاحق ہوا، وہ پاکدامن رہا اور عشق کو چھپایا اور اس حال میں وہ مرگیا تو شہیدوں میں شمار ہوگا'' [1]

دوسری قسم میں وہ لوگ ہیں جو اس حالت میں محبوب کے بوسہ وغیرہ کو مباح قرار دیتے ہیں، جب انہیں اس کے بغیر ہلاک ہونے کا خوف ہو، کیونکہ اگر اس نے بوسہ نہ لیا تو ہلاک نفس لازم آئے گا، جبکہ ہلاک نفس کبیرہ گناہ ہے اور بوسہ لینا صغیرہ گناہ ہے، جب آدمی دو بیماریوں میں مبتلا ہو جائے تو اس بیماری کا علاج کرے گا جو زیادہ خطرناک ہے اور اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے بڑا خطرہ کوئی نہیں، یہاں تک کہ یہ لوگ محبوب کا بوسہ لینے کو واجب قرار دیتے ہیں، اگر اس کو یقین ہو کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں ہلاک ہو جائے گا اور وہ اپنا استدلال اس آیت سے کرتے ہیں:

﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ

---

[1] انکر المولف ھذا الحدیث وذکر رایہ فی تخریجہ فی اواخر الباب الرابع عشر

سَيِّئَاتِكُمْ﴾ (النساء: ۳۰)

''اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہاری برائیوں کو مٹا دیں گے۔''

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ﴾ (النجم: ۳۲)

''وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر چھوٹے گناہ۔''

ایک حدیث میں ہے: ''ایک آدمی نے کہا ''یا رسول اللہ ﷺ میری ایک اجنبی عورت سے ملاقات ہوئی میں اس سے وطی کے علاوہ سب کچھ کر بیٹھا ہوں (اب میرے لئے کیا حکم ہے؟)'' حضور ﷺ نے فرمایا ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟'' عرض کیا ''جی ہاں'' فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا'' اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (ھود: ۱۱۴)

''نماز قائم کرو دن کے دونوں حصوں اور کچھ دیر کو رات میں، نیکیاں برائیوں کو مٹا دیں گی۔''

اگر یہ سوال کرنے والا جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ اس نے اپنے عشق میں کسی طرح کی بدکاری اور حرام کام کا ارتکاب نہیں کیا تو اب اس کی حالت کو دیکھا جائے گا، اگر یہ پہلے طبقہ سے ہے تو اس کے لئے محبوب کو دیکھ لینا کافی ہے، اگر دوسرے طبقہ میں سے ہے تو اس کو چاہئے کہ محبوب سے شکوہ و شکایت کرے تاکہ اس کا غم ہلکا ہو جائے اور محبوب اس پر نرمی کرے اور اس پر رحم کرے، اور اگر یہ عشق میں مغلوب الحال ہو چکا ہے تو اس کو

تیسرے طبقہ میں رکھا جائے اور مذکورہ چیزوں کو اس کے لئے مباح رکھا جائے اس شرط کے ساتھ یہ بدکاری نہ کرے، اگر یہ بدکاری میں ملوث ہو تو اس کو سزا دی جائے اور عبرت کا نشان بنا دیا جائے۔"

یہ لوگ کہتے ہیں علماء اسلاف وخلف اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس شخص کے لئے استمناء بالید کو مباح قرار دیا ہے جس کو زنا کا خوف ہوا! تو بوسہ لینا، دیکھنا اور چھونا تو استمناء بالید سے چھوٹا گناہ ہے۔

اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے دو گناہوں میں پھنس جانے کی صورت میں چھوٹے گناہ کو کرنے کا حکم دیا ہے اور دو مصلحتوں کے ٹکراؤ کے وقت چھوٹی کو قربان کرنے کا حکم دیا ہے، اب خود ہی فیصلہ کریں کہاں نظر ڈالنے، بوسہ لینے اور چھونے کی خرابی اور کہاں مرض، جنون اور ہلاکت کی خرابی؟

(یہ تو تھے اس گمراہ فرقہ کے دلائل جو غیر عورتوں کو دیکھنے کی ان سے عشق لڑانے اور دوسرے ممنوعات کو بجالانے کے جواز کا قائل ہے۔ اب اگلے باب میں اس فرقہ کے دلائل کا رد ذکر کیا جائے گا)

بحول الله وقوته وعونه

باب ۹

غیر محرم کو دیکھنے اور عشق لڑانے کے جواز کے قائلین کے دلائل کی تردید

غیر محرم کو دیکھنے اس سے فائدہ اٹھانے اور عشق لڑانے کو جائز قرار دینے والے گمراہ لوگوں کے دلائل مندرجہ ذیل تین اقسام میں منحصر ہیں:

(۱) ان میں سے پہلی تو وہ نقول صحیحہ میں جن میں ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں۔

(۲) دوسری وہ جھوٹی نقول ہیں جن کو ایسے لوگوں سے نقل کیا گیا ہے جن پر فاسق و فاجر ہونے کی تہمت ہے جیسے کہ اس کو ہم آگے بیان کریں گے۔

(۳) تیسری وہ مجمل سی نقول ہیں جن میں ان کے خلاف دلیل بننے کا احتمال بھی ہے۔

قرآنی استنباط میں ان حضرات کی غلطی

ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دلیل پکڑنا کہ

﴿اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنْ شَیْءٍ﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۸۵)

''کیا انہوں نے زمینوں و آسمانوں کی بادشاہت اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کو نہیں دیکھا۔''

یہ بعینہ ایسا ہے جیسا کہ انہوں نے مندرجہ ذیل آیت مبارکہ

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِo الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾

(سورۃ زمر: ۱۷۔۱۸)

''ایسے بندوں کو خوشخبری دے دیں جو بات کو اچھی طرح سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔''

شیطانی گفتگو اور لایعنی کلام کی سماعت کے مباح ہونے پر دلیل پیش کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ لفظ ''القول'' (جو اس آیت میں مذکور ہے) عام ہے، اس وجہ سے انہوں نے قول میں لفظاً و معناً ایسی تحریف کی ہے جو اس لفظ میں بالکل درست نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہاں پر جس قول کے سننے کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اپنے نبی پر نازل کردہ وحی ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ) (سورۃ المومنون: ۶۹) اور اسی طرح فرمایا (وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ) (سورۃ القصص: ۵۱) اور یہ وہی قول ہے جس کی عمدگی کی اتباع کا ان کو حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ (سورۃ زمر: ۵۵)

''اتباع کرو اس چیز میں سے عمدہ کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا۔''

آیت کا درست معنیٰ و مفہوم

(مصنفؒ اصل جواب کی طرف آتے ہوئے فرماتے ہیں)

باقی پہلی آیت میں مخلوقات الٰہیہ کو دیکھنے کا ذکر ہے، اس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا دیکھنا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے، یہ وہ نظر ہے جو کہ اللہ کی معرفت و محبت اور اس پر ایمان کا باعث ہو اور اللہ کے رسولوں نے اللہ کے متعلق جن چیزوں کا بتایا ہے یعنی اللہ کے اسماء اور صفات اور افعال اور سزا و جزاء کے متعلق جو خبریں دی ہیں ان کے سچا ہونے پر استدلال کرنے کا باعث بنے، اس نظر کا اللہ نے حکم نہیں دیا جو دیکھنے والے کو ایسی صورت کے ساتھ تعلق مہیا کرے کہ جس صورت سے فائدہ اٹھانا اس دیکھنے والے کے لئے بہر صورت حرام ہے، اسی نظر کے بارے میں اللہ نے

دیکھنے والوں کو غض بصر یعنی نگاہیں جھکانے کا حکم دیا ہے، حالانکہ وہ شرافت نفسانی اور طہارت قلبی میں سب سے زیادہ تھے، پس جب ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت سے جو بعض احوال میں ان کے لئے مباح بھی تھی بوجہ خوف فتنہ غض بصر یعنی نگاہ جھکانے کا حکم دیا تو پھر ایسی صورت کی طرف نگاہ کرنا جو کسی حال میں بھی مباح نہ ہو کیسے درست ہے؟ نیز ان لوگوں کو جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے جس نظر کا حکم دیا ہے وہ ایسی نظر ہے جس پر دیکھنے والے کو ثواب دیا جائے گا اور وہ نظر اللہ کے حکم کے موافق ہے، جس سے دیکھنے والے کا مقصد اللہ کی معرفت اور اس کی محبت ہو، اس نظر سے شیطانی نظر مراد نہیں۔

ایک اور گمراہ کن استدلال

ان گمراہ لوگوں کا یہ استدلال بعض فقہاء زنادقہ کے اس استدلال کے ساتھ میل کھاتا ہے جو انہوں نے پیشہ ور زانیہ کے حلال ہونے پر کیا ہے اور اس کو آدمی کی مملوکہ پر قیاس کیا ہے۔ مملوکہ باندی کی حلت کا بیان اس آیت میں ہے:

﴿اِلَّا عَلٰٓی اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ﴾ (سورة المؤمنون: ٦)

''مگر اپنی بیویوں پر اور اپنی باندیوں پر یہ قابل ملامت نہیں ہیں۔''

حالانکہ زانیہ کی حلت کا قائل کافر ہے اور اس کی حرمت پر اتمام حجت کے بعد وہ حلال الدم ہے۔ یہ جماعت جو غیر محرم سے استمتاع کو جائز قرار دیتی ہے اپنی شہوت اور نفسانی خواہش کو چھپا رہی ہے اور اس وہم میں ڈال رہی ہے کہ عبرت اور دلیل پکڑنے کی نگاہ سے غیر محرم کو دیکھا جائے۔

اور بعض کی نوبت تو یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ان کے گمان میں ان کا یہ دیکھنا عبادت ہے، کیونکہ وہ جمال الٰہی کے مظاہر کی طرف دیکھتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ

اللہ (جو پاک اور بلند و برتر ہے ہر طرح کے شرکیہ قول سے) ان خوبصورت شکلوں میں اپنا ظہور فرماتا ہے اور اس کو وہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ اس میں بہت سی معرفت و سلوک کی مدعی جماعتیں موجود ہیں۔[1]

ہمارے شیخ (امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کفر قوم لوط کے کفر سے سخت ہے اور بتوں کے پرستاروں کے کفر سے بھی سخت ہے، کیونکہ ان لوگوں (قوم لوط اور بتوں کے پرستاروں) نے یہ بات نہیں کہی کہ اللہ تعالیٰ ان صورتوں میں جلوہ افروز ہوتا ہے۔ بتوں کی عبادت کرنے والوں نے زیادہ سے زیادہ اور سب سے بڑی جو بات کہی وہ یہ ہے کہ:

﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (سورۃ زمر: ۳)

''ان کی عبادت ہم صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔''

لیکن ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی صورت میں ظہور فرماتا ہے۔

ہمارے شیخ نے مجھے ایک حکایت سنائی کہ ایسے لوگوں میں سے ایک آدمی کے پاس سے ایک خوبصورت نوجوان گزرا تو اس شخص نے اس جوان کو ٹکٹکی باندھ کر تکنا شروع کردیا اس پر اس کے شریک محفل نے نکیر کی اور کہا کہ ''تجھ جیسے شخص کے لئے ایسا کرنا درست نہیں'' یہ کہنے لگا کہ ''میں اس میں اپنے معبود کی صفات دیکھ رہا ہوں اور یہ جوان اللہ کے مظاہر جمال میں سے ایک مظہر ہے'' دوسرا بولا: میں نے تو اس سے بدفعلی کی ہے'' ہمارے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ اس قوم پر لعنت کرے جس کی معبود اس کا وطی شدہ ہے۔''

---

[1] مصنفؒ نے اس جملہ سے وحدت الوجود کے قائل ابن عربیؒ اور ان کے متبعین کی طرف تعریض کی ہے۔ (مترجم)

شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ان کے متاخرین میں سے ایک بڑے عالم عفیف تلمسانی سے پوچھا گیا اور اس نے کہا گیا کہ: جب وجود ایک ہی ہے تو پھر بہن، بیٹی اور ایک اجنبی عورت کے درمیان کیا فرق ہے؟ حالانکہ اجنبیہ کو حلال کیا گیا (یعنی بعد از نکاح) انہوں نے جواباً فرمایا کہ: ''ہمارے ہاں تو سب برابر ہیں لیکن ان محجوب لوگوں نے کہا ہے کہ حرام ہے تو ہم نے بھی یہ کہہ دیا کہ یہ تم پر حرام ہیں۔''

پہلی حدیث موضوع ہے:

انہیں زنادقہ میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کو بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں، لہٰذا یہ لوگ عیسائیوں کی جنس میں سے ہیں بلکہ ان کے بھائی ہیں، ان کے ہاں حرام صورتوں کی طرف دیکھنا عبادت ہے، اور کوئی بعید نہیں کہ یہ حدیث (جو ان لوگوں کا مستدل ہے) انہی زنادقہ میں سے کسی کی وضع کردہ ہو یا فاسقوں کی گھڑی ہوئی ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے بری ہیں اور ہمارے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کہتا ہے:

﴿اَلنَّظْرُ اِلَی الْوَجْهِ الْحسنِ عِبَادَةٌ﴾

''یعنی خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔''

اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کرتا ہے، تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بایں صورت جواب دیا کہ: یہ جھوٹ اور باطل ہے اور جو شخص یہ حدیث یا اس جیسی دوسری باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے تو لازماً اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ہے، کیونکہ اس کو اصحاب حدیث میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا نہ سند صحیح کے ساتھ اور نہ سند ضعیف کے ساتھ، بلکہ یہ تو موضوعات میں سے ہے اور یہ اجماع مسلمین کے مخالف ہے، اس لئے کہ کوئی امام بھی اس بات کے قائل نہیں کہ اجنبیہ عورت یا بے ریش لڑکے کی طرف دیکھنا عبادت ہے، اور جو شخص ایسا گمان رکھے تو اس

سے توبہ کرنے کو کہا جائے، اگر وہ توبہ کرلے تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے، کیونکہ بعض نظریں حرام ہیں اور بعض مکروہ ہیں اور بعض مباح ہیں، واللہ اعلم۔

دوسری حدیث کی درست تشریح

باقی رہی دوسری حدیث کہ:

اطلبوا الخير من حسان الوجوه

اس روایت کو اگرچہ باسند روایت کیا گیا ہے، مگر یہ باطل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ صحیح ثابت نہیں اور اگر صحیح ثابت ہو بھی جائے تو بھی ان لوگوں کیلئے اس میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس میں تو طلب خیر کا حکم ہے نہ کہ ان خوبصورت چہروں سے طلب وصال اور حرام کے حصول کا، کیونکہ خوبصورت چہرہ عمدہ افعال کی علامت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اکثر عادات اور خلقت میں مناسبت پائی جاتی ہے اور ان دونوں کے درمیان ایک قریبی تعلق ہوتا ہے۔

تیسری حدیث کا صحیح مطلب

باقی رہی یہ بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجنے والے کو منگیتر کو دیکھنے کا حکم دیا ہے تو یہ ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہے، جمہور کے ہاں تو یہ حکم پیغام بھیجنے والے کیلئے استحباب کے ہے۔ اور بعض اہل ظاہر کے ہاں بطور وجوب کے ہے، یہ دیکھنا ان صورتوں میں سے ہے جن میں کسی بڑی مصلحت کی وجہ سے دیکھنے کی اجازت ہے اور مصلحت یہاں پر یہ ہے کہ آدمی عورت کے ساتھ نکاح اچھی طرح دیکھ کر کرے تاکہ نفرت اور ندامت سے بچ سکے۔

نظر مباح کی کئی اقسام ہیں ان میں سے ایک یہ مذکورہ قسم بھی ہے لیکن حرام صورت کی طرف دیکھنا نظر مباح میں سے نہیں۔

﴿امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب سے دفاع﴾

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سمعانی نے جو واقعہ نقل کیا ہے، اس میں ذکر کردہ اشعار میں ناقل نے تحریف کی ہے، نیز سائل نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی ذکر نہیں کیا (سمعانی نے جو واقعہ نقل کیا ہے اس میں موجود) دو اشعار یہ ہیں:

سالت الفتی المکی هل فی تزاورٍ ونظرۃ مشتاقِ الفواد جناح؟

فقال معاذ اللّٰه ان یذهب التقی تلاصق اکبادٍ بهنّ جِراحُ؟

(۱) میں نے مکی جوان سے سوال کیا کہ کیا دل کے مشتاق کا دیکھنا اور زیارت کرنا گناہ ہے۔

(۲) تو اس نے کہا کہ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ زخمی دلوں کا ملنا تقویٰ کو ضائع کردے۔

یہ سائل جس نے سوال و جواب کو ذکر کیا ہے مجہول ہے، کوئی پتہ نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں؟ نیز یہ بات بھی ہے کہ یہ جواب اس جماعت کے مقصود پر کسی طرح بھی دلالت نہیں کرتا، بلکہ یہ تو ان کے خلاف دلیل ہے، کیونکہ انہوں نے اس بات پر نہی فرمائی ہے کہ دلوں کا ملنا پرہیز گاری کو ختم کردے، گویا کہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ: ان جگروں کو ملنے نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ملنا پرہیز گاری کو برباد کردے۔ ملنا یہاں پر فاعل ہے اور پرہیز گاری مفعول ہے تو گویا کہ یہ کہا کہ ایسا نہ کر، کہیں ان کا ملنا تقویٰ کو نہ ختم کردے۔

ایک جواب یہ بھی ہے کہ اس انداز میں دلوں کا ملنا تقویٰ کو اس وقت ختم نہیں کرتا جب جائز عشق میں ہو بلکہ یہ ملنا تو عشق جائز میں کار ثواب ہے، جیسے بیوی اور لونڈی سے عشق کی صورت میں ہے۔

سعید بن مسیّبؒ کی طرف نسبت غلط ہے

اور جو بات سعید بن المسیب کی طرف منسوب کی گئی اس کا جواب انہوں نے

خود دیدیا ہے، کیونکہ جب ان کے پاس سے یہ سوال کرنے والا شخص مزحیہ گزرا جو کہ بنی کلاب میں سے تھا تو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''یہ اہل عرب میں سب سے بڑا جھوٹا ہے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا، کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جس نے یہ کہا ہے کہ:

سالت سعید بن المسیب مفتی المدینة　　هل فی حب دهماء من وزر؟

فقال سعید بن المسیب انما　　تلام علی ما تستطیع من الامر

''میں نے سعید بن مسیبؒ مفتی مدینہ سے سوال کیا کہ کیا عورت کی محبت میں کوئی گناہ ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ'' صرف قابل برداشت امور میں ملامت کی جاتی ہے۔''

یہ بات جھوٹ ہے، بخدا نہ تو اس نے مجھ سے اس بارے میں پوچھا ہے اور نہ ہی میں نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

جب ایسے سوال کے بارے میں سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ جواب ہے تو اس شخص کے بارے میں جو یہ سوال کرے کہ وہ اپنے اجنبی محبوب کو دن رات میں دس مرتبہ چومے کیا جواب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ان فساق کا بیڑا غرق کرے جنہوں نے علماء پر جھوٹ باندھا ہے، خاص کر سعید رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم الشان انسان پر، یہ سب لوگ فاسق جھوٹے ہیں اور علماءِ وقت پر جھوٹ باندھ کر اپنے فسق کو چھپانا چاہتے ہیں، جیسا کہ ابونواس فاسق نے اپنے فسق کو اسحاق بن یوسف ازرق پر جھوٹ بول کر چھپایا ہے، واقعہ کچھ یوں ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عائشہ کہتے ہیں کہ: ''میں ایک روز اسحاق بن یوسف ازرق کے پاس آیا، انہوں نے جب مجھے دیکھا تو رونے لگے، میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا ''ابونواس کی وجہ سے رو رہا ہوں'' میں نے کہا ''اس کو کیا ہوا ہے؟'' تو وہ اپنی لونڈی سے فرمانے لگے مجھے وہ کاغذ دو، جب وہ لے آئی تو اس میں لکھا ہوا تھا:

یا ساحر المقلتین والجید　　وقاتلی منه بالمواعید

توعدنی الوصل ثم تخلفنی　　ویلاه من مخلف لموعودی

حدثنی الازرق المحدث عن شمر وعوف عن ابن مسعود
لایخلف الوعد غیر کافرۃ او کافرٍ فی الجحیم مصفود

"اے دل اور نگاہوں کو مسحور کرنے والے اور اپنے وعدوں سے مجھے قتل کرنے والے، تو مجھ سے وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرتا ہے، ہلاکت ہو اس شخص کے لئے جو وعدہ خلافی کرے، ازرق نے شمر اور عوف سے ابن مسعود کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وعدہ کی مخالفت صرف کافرہ اور کافر کرتے ہیں، جنہیں جہنم میں جکڑا جائے گا۔"

بخدا یہ مجھ پر اور تابعین اور صحابہ پر جھوٹ ہے۔

اور اگر بالفرض سعید بن مسیبؒ سے یہ بات صحیح سند سے ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی اس میں تمہارے لئے کوئی دلیل نہیں، اس لئے کہ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے اولاً تو صبر کا حکم دیا ہے اور اللہ سے ڈرنے، اس کے غصہ کا خوف کرنے اور فاسقوں کی مخالفت کا حکم دیا۔ اس کے بعد پھر ہر روز دس مرتبہ محبوب کے گال کو بوسہ دینے کا حکم دیا، لازمی طور پر حلال عورت کا بوسہ ہی مراد ہوگا یعنی بیوی اور لونڈی کا۔ تو گویا کہ حضرت سعید نے یہ کہا ہے کہ اپنی عورت کے بوسہ کو غیر عورت کے بوسہ کا عوض بنائے، اور علماء اسلام کے متعلق اس کے علاوہ باتوں کا تصور کرنا یا تو انتہائی درجہ کے جاہل کا کام ہوسکتا ہے یا پھر بے دین قسم کے آدمی کا۔

امام مبرد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کی درست تشریح

باقی جو مبرد نے اس دیہاتی کے بارے میں ذکر کیا ہے جس نے مفتی مکہ سے رمضان میں بوسہ کے متعلق سوال کیا تھا، تو مفتی نے کہا تھا، بیوی کو سات بوسے دو اور محبوبہ کو آٹھ۔ تو یہ سائل اور مفتی دونوں مجہول ہیں ان میں سے ایک کا بھی نہیں پتا کہ اس کی خبر قبول کی جاسکے۔ بالفرض اگر یہ بات درست بھی ہو اور سائل و مفتی کا پتہ بھی چل جائے تو پھر محبوبہ سے مراد خوبصورت لونڈی ہوگی اور اس کو تو آٹھ بلکہ اس سے بھی زیادہ

مرتبہ بھی چومنا حلال ہے۔

اور اگر اہل اسلام میں سے کوئی یہ فتویٰ دے کہ رمضان میں اجنبیہ غیر محرم عورت کا بوسہ لینا جائز ہے تو یہ ایسا فتویٰ ہے جس سے اللہ کی پناہ ہی مانگی جا سکتی ہے۔

امام حاکم کے حوالے سے ذکر کردہ روایت کا جواب

جس اثر کو حاکم نے مناقب الشافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام حاکم اور ربیع کے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں جو بطور حجت ہو اور اس واقعہ کے جھوٹے ہونے پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ سائل نے گمان کیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات کہتے ہوئے جواب دیا: **فقال لی المفتی و فاضت دموعه.** یعنی مجھ سے مفتی نے کہا اس حال میں کہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے، جبکہ امام شافعی خود مفتی تھے اور پوچھنے والا مستفتی تھا، اس چیز سے صاف طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ان حضرات کا دعویٰ اور ان کی دلیلیں محض جھوٹ اور بہتان پر مبنی ہیں۔

عمرو بن سفیان مجہول شخص ہے

اور ان حضرات نے اپنے دعویٰ کی تائید میں ایک روایت کا ذکر کیا جو عمرو بن سفیان ابن بنت جامع سے مروی ہے، یہاں پہلا سوال تو یہ ہے کہ عمرو بن سفیان سے یہ روایت کس نے کی؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ آخر عمرو بن سفیان ابن بنت جامع بن مرجیہ ہے کون؟ ان کی اس دلیل پر یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے:

سألنا عن ثمالة كل حي ۔۔۔ فقال القائلون ومن ثماله

فقلت محمد بن يزيد منهم ۔۔۔ فقالوا ازدتنا بهم جهاله

”ہم نے بنو ثمالہ کے بارے میں تمام قبیلوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ثمالہ ہے کون؟ میں کہا، ”محمد بن یزید اسی قبیلہ میں سے ہے“ انہوں نے کہا، ”تو نے یہ بات کر کے ہماری جہالت

میں اور اضافہ کر دیا ہے۔''

امام مالکؒ اور لیث بن سعدؒ کی طرف مستدل قول کی نسبت جھوٹ ہے

صاحب عقل حضرات کے لئے یہ بات مخفی نہیں کہ کیا کوئی آدمی امام مالک اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے کہ انہوں نے غیر محرم اجنبی معشوقہ عورت اور خوبصورت نوعمر لڑکے کے بوسہ کو حلال قرار دیا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں...... ایک طرف تو یہ گمراہ فرقہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اس باطل قول کی نسبت کرتا ہے اور دوسری طرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مشہور قصہ ہے کہ انہوں نے ایک لڑکے کے ساتھ زبردستی لپٹنے والے شخص کو چھ سو کوڑے لگوائے جس سے وہ ہلاک ہو گیا، تو اس آدمی کے باپ نے کہا ''تم نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا ہے'' تو امام مالک نے جواب میں فرمایا، اسے میں نے نہیں اللہ نے قتل کیا ہے، آپ خود سوچیں جو شخص اس معاملہ میں اتنا سخت ہو وہ اجنبی معشوقہ عورت اور نوعمر لڑکے کے بوسہ کو جائز قرار دے سکتا ہے؟۔

یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آدمی اپنی حلال محبوبہ مثلاً بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کے لئے حلال ہے یا اپنی اولاد سے محبت و شفقت کا معاملہ کرتے ہوئے ان کا بوسہ لے سکتا ہے جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رخسار کا بوسہ لیا، ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کو اپنے ایک نواسے کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا: کیا تم لوگ اپنے بچوں کا بوسہ لیتے ہو؟ میرے دس بچے ہیں میں نے تو آج تک کبھی ان کا بوسہ نہیں دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ ہی تیرے دل سے رحم کو نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔[1]

---

[1] من حدیثین رواھما البخاری ومسلم

رستاق الاتفاق کا مصنف گمراہ شخص ہے:

اس باطل فرقہ نے اپنے دلائل میں جس کتاب ''رستاق الاتفاق'' کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا مصنف ایک گمراہ اور بد باطن مصری شاعر ہے، جسے ''ابو الرقعمق'' کہا جاتا ہے، ایسے لوگ تو ایسی باتیں کیا ہی کرتے ہیں۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دفاع

امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالہ سے ذکر کردہ قول صحیح نہیں ہے، اگر اس قول کو صحیح مان بھی لیا جائے پھر بھی ہم یہ کہیں گے کہ اس سے مباح بوسہ مراد ہے، بعض مرتبہ آدمی اپنی بیوی یا کنیز کی محبت میں بے چین اور دیوانہ ہو کر بیمار ہو جاتا ہے، پھر دین، جسم اور محبت کے طبیبوں سے اس کا علاج دریافت کرتا ہے، پھر ہر طبیب اپنے علم اور دانش کے مطابق اس کو جواب دیتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے اپنی بیوی بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے محبت کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفارس کی کرتے ہوئے کہا کہ وہ مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رجوع کر لیں لیکن، بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایسا نہ کیا۔[1]

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میری بیوی فاجرہ اور بدکار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو طلاق دے دو، اس نے کہا: مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں اس کے بغیر نہ رہ سکوں گا، تو آپ نے فرمایا: اس سے فائدہ اٹھاتے رہو''۔[2]

علماء فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے دو بڑی آفتوں میں سے ہلکی اور ادنیٰ

---

۱ رواہ البخاری واحمد ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

۲ رواہ الامام احمد والنسائی

کے اختیار کا حکم فرمایا، کیونکہ جب آدمی نے اپنی بیوی کے بدکار ہونے کا شکوہ کیا تو آپ نے طلاق کا حکم دیا اور جب اس نے اپنی محبت کا ذکر کیا اور اس گمان کو ظاہر کیا۔ کہ وہ اس کے بغیر نہ رہ سکے گا اور اس کی محبت اسے کسی برائی کی طرف لے جائے گی تو اسے بیوی کے ساتھ گزارہ کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہ اس خرابی کو تو برداشت کر سکتا ہے جس کی شکایت کر رہا ہے لیکن اس خرابی کو برداشت نہیں کر سکتا جس سے ڈر رہا ہے۔

ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ (حدیث کی عربی عبارت میں آنے والے لفظ) ''لا ترد ید لامس'' کو لفظی معنی پر محمول کرتے ہیں یعنی وہ کسی چھونے والے کے ہاتھ کو پیچھے نہیں کرتی، یعنی ہر ایک کو عطا کرتی ہے، یعنی جو آدمی اس سے اس کے خاوند کا مال مانگتا ہے اس کو دے دیتی ہے۔'' لیکن یہ توجیہ ٹھیک نہیں کیونکہ مال طلب کرنے والے کو ''لامس'' نہیں کہا جاتا بلکہ ''ملتمس'' کہا جاتا ہے (جبکہ حدیث میں لامس کا لفظ ہے)۔

بعض دوسرے علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ نکاح پر معصیت کا پیش ہونا نکاح کو فاسد نہیں کرتا۔

امام نسائی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث منکر ہے۔''

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس کی مذکورہ توجیہات کے علاوہ ایک اور توجیہ ہے اور وہ یہ کہ اس آدمی نے یہ گمان نہیں کیا کہ وہ عورت ہر اس شخص کے ساتھ زنا کرتی ہے جو اس سے زنا کا ارادہ کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ ایسی عورت کے بارے میں سوال کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی ایسی بدکار عورت کے ساتھ رہنے کا حکم نہ فرماتے، کیونکہ بدکار عورت کا خاوند بھڑوا (اپنی بیوی کی دلالی کرنے والا) ہوتا ہے، بلکہ اس کا شکوہ یہ تھا کہ جو آدمی اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرتا ہے، یا اس سے ہنسی مزاح کرتا ہے یا اس پر ہاتھ رکھتا ہے، یہ اس کو منع نہیں کرتی، کیونکہ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں، جو بات چیت اور ہنسی مذاق کے وقت نرم پڑ جاتی ہیں، حالانکہ وہ زنا کے معاملہ میں پاکدامن ہوتی ہیں، یہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی عادت تھی اور وہ اس چیز کو عیب نہ سمجھتی تھیں، بلکہ وہ یہ خیال کرتی تھیں کہ خاوند

کے لئے جسم کا نچلا حصہ اور عاشق کے لئے جسم کا اوپر کا حصہ ہے:

فللحب ما ضمت عليه نقابها   وللبعل ماضمت عليه الما زر

''عاشق کے لئے چہرہ ہے جسے پر نقاب ہے اور خاوند کے لئے وہ حصہ ہے جو ازار بند میں چھپا ہوا ہے۔''

حاصل مقصود یہ ہے کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں معشوقہ کے ساتھ وصال کو عاشق کی حمایت میں کو مباح قرار دیتے تھے، اس بیان کو عاشق کی مباح ملاقات کی موافقت کے بیان میں ان شاء اللہ لایا جائیگا۔

معتزلی علماء کا صحیح مسلک

محبوب کے وصال اور اس سے میل جول کو جائز قرار دینے والوں نے معتزلہ اور واسطیین کے شیوخ میں جس ابوعثمان کا ذکر کیا وہ عمرو بن عبید ہیں، اور واصل سے مراد واصل بن عطاء ہیں، یہ دونوں شیوخ میں سے ہیں، اگر یہ اس بات کے جواز کا فتوی دیں تو یہ اسلاف اور خلف کے ہاں دو مذموم خواہش پرستوں کا فتوی ہوگا، حالانکہ یہ کیسے مانا جاسکتا ہے، جبکہ اس کی خبر دینے والا ایک مجہول معتزلی آدمی ہے اور اس نے ان دونوں حضرات پر جھوٹ باندھا ہے جن کی معتزلہ تعظیم کرتے ہیں، تا کہ وہ ان کے فاسق ہونے کی ترویج کر سکے۔

محمد بن داؤد اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی عمل قابل استدلال نہیں

باقی رہا محمد بن داؤد اصبہانی کا قصہ تو زیادہ سے زیادہ اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ان کا ایک عمل ہے جو قابل معافی و بخشش ہے، یہ کوئی قابل فخر کام نہیں، اور لوگوں نے اس بات کی وجہ سے ان کی آبروریزی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اور ہماری مغفرت فرمائے..... انہوں نے خود کو بدنگاہی کی وجہ سے ایسی بیماری کے حوالہ کر دیا جس کی وجہ سے وہ صاحب فراش ہوگئے، اگر یہ چیز ان کے لئے مباح بھی ہوتی تو پھر بھی

عیب اور نقصان سے خالی نہ تھی، جبکہ یہ نظر ایک اجنبی بچہ کی طرف کیسے مباح ہو سکتی ہے؟ شیطان نے اس کی محبت اور اس کی طرف دیکھنے کی وجہ سے ان کو اس کے ساتھ ملاپ پر راضی کر لیا، جبکہ اس کو ان سے اس سلسلہ میں کوئی لالچ نہ تھی، بلکہ وہ ان سے چاہتا تھا کہ انہیں اس عمل میں دوسروں کا پیشوا بنا دے۔ جیسے ابو محمد بن حزم ظاہری وغیرہ، شیطان کا مکر اس سے بھی زیادہ باریک ہے۔

ابو محمد بن حزم کی اجتہادی غلطی

باقی ابو محمد تو وہ ظاہر کے ذریعہ دلیل پکڑنے اور معانی، مناسبات، حکمتوں اور شرعی علتوں کو لغو قرار دینے میں غلطی کر رہے ہیں، اور وہ عشق و نظر اور حرام عشق و محبت کی باتوں کے سننے میں بہت نرمی کر رہے ہیں، انہوں نے اس دروازہ کو وسیع کر دیا اور مناسبات و معانی اور شرعی حکمتوں کے دروازہ کو تنگ کر دیا، اور انہوں نے اس انحراف میں دوسری غلطی اس وقت کی جب انہوں نے آلات لہو کی تحریم میں امام بخاری کی ذکر کردہ روایت کو معلق اور غیر مسند قرار دیا اور ان پر یہ بات پوشیدہ رہی کہ امام بخاری اس محدث سے ملے ہیں جس کے بارے میں حدیث معلق تھی، اور ان سے سماع کیا اور وہ ہشام بن عمار ہیں، اور ان پر یہ بات بھی پوشیدہ رہی کہ اس حدیث کو ہشام بن عمار کے علاوہ تمام ائمہ حدیث نے مسند قرار دیا ہے، پس ابو محمد نے ایک ایسی حدیث کو باطل قرار دیا جو صحیح اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور جس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جھوٹی نسبت

اور جو آپ نے ہمیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فیصلہ ماننے کو کہا ہے تو ہم تو ان کے فیصلہ سے راضی ہیں، لیکن آپ یہ بتائیں کہ انہوں نے بدنگاہی، بے ریش لڑکوں اور اجنبی عورتوں سے عشق بازی کو کب جائز قرار دیا؟ یہ تو محض ان پر ایک کھلا ہوا جھوٹ اور افتراء ہے، کیونکہ ان کی تصانیف اور فتاویٰ اس بات کے خلاف دلالت کر رہے ہیں جو تم

نے کہی ہے، اور وہ فتویٰ جس کو تم بیان کیا ہے وہ ان پر جھوٹ کا افتراء ہے جو کسی بھی طرح ان کے کلام کے مناسب نہیں، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ان تمام فتاویٰ کو ذکر کر دیتے، تاکہ ان سے واقفیت حاصل کرنے والے جان لیتے، یہ بات تو ان کے شاگردوں سے بھی صادر نہیں ہوسکتی چہ جائیکہ وہ خود اس بات کے قائل ہوں، اور جس شخص نے مجھے اس بارے میں بتایا تو میں نے اسے کہا:

''یہ بات سراسر جھوٹ ہے اور میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے بالکل مشابہ نہیں اور کسی صاحب نے مجھے پہلے بھی اس بارے میں بتایا تھا اور وہ فتویٰ ایسے شخص کی لکھائی میں تھا جس پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہے''

اس نے مجھے کہا کہ میں شیخ کے بارے میں اس قدر نرمی کا گمان نہ کرتا تھا، پھر جب میں نے غور کیا تو یہ ان کے بارے میں جھوٹ ثابت ہوا، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کے وہ فتاویٰ کا ذکر دیتا جو اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے۔

اور تم نے دو شروں میں ادنیٰ کے اختیار کرنے کو اعلیٰ کو دور کرنے کے لئے لازم قرار دیا ہے، ہم اس قاعدہ کی تردید نہیں کرتے بلکہ یہ تو صحیح ترین شرعی قاعدہ ہے، لیکن ہم اس کا آپ کی ذکر کردہ صورت میں داخل ہونے کا انکار کرتے ہیں، بلکہ ہم آپ کو اس قاعدہ کے ذریعہ ہی فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں، کیونکہ نگاہوں کو جھکانے کے ساتھ محبت کے غم کی خرابی اور محبوب کا بوسہ لینے اور اس سے ملاپ کی خرابی کا احتمال بدنگاہی اور بوسہ لینے کی خرابی سے بہت کم ہے، کیونکہ یہ خرابی تو دل کی ہلاکت اور دین کے فساد کا باعث ہے، اور اس سے رکنے کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ جسم کی بیماری یا موت ہی واقع ہوگی جس پر حرام سے بچنے کا انعام بھی ملے گا، پس ان دو خرابیوں میں سے ایک کیسے دوسری کے برابر ہوسکتی ہے؟ اس بات کی طرف دیکھتے ہوئے کہ بدنگاہی، بوسہ، ملاپ اس بیماری اور موت سے نہیں روک سکتے جو محبت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے، بلکہ عشق ان کی وجہ سے زائل ہونے کے بجائے اور بڑھ جاتا ہے:

فما صبابة مشتاق علی أمل　　　من الوصال كمشتاق بلا أصل

''امیدوں کے ساتھ وصال کی چاہت رکھنے والے کی سوزش عشق
اس کی طرح نہیں ہو سکتی جو بغیر امید کے چاہت رکھنے والا ہو۔''

اور یہ بات تو شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ اس شخص کی محبت جو اپنے محبوب سے پرامید ہو اس شخص سے زیادہ قوی ہوتی ہے جو اپنے محبوب سے ناامید ہو چکا ہو، اس وجہ سے شاعر کہتا ہے:

وأبرح مايكون الحب يوماً　　　إذا دنت الديار من الديار

''جب گھر ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں تو گھر والوں کی
باہم محبت بھی مضبوط ہو جاتی ہے''

مذکورہ فرقہ کی تائید میں چند قیاس اور ان کا جواب

اگر بطور اعتراض کے کہا جائے کہ: اللہ تعالیٰ نے مجبور آدمی کے لئے مردار اور خنزیر کے گوشت کو مباح قرار دیا ہے اور اس حالت میں اس کا کھانا اس پر واجب ہے، امام مسروق اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ''جو مردار کھانے کی طرف مجبور ہو گیا اور اس نے نہ کھایا اور مر گیا تو جہنم میں داخل ہوگا'' بدنگاہی، بوسہ اور ملاپ کی زیادہ سے زیادہ یہ حقیقت ہے کہ یہ حرام ہیں، پس جب عاشق ان کی طرف مجبور ہو جائے تو اگر واجب نہ بھی ہو تو کم از کم مباح تو ہوں گے ہی...... یہ قیاس اور اعتبار صحیح ہے، کہاں عاشق کی موت کی خرابی اور کہاں بوسہ و کنار کی خرابی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات ایک قاعدہ کے ذکر کرنے سے واضح ہوگی وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان کو جماع کی طرف اتنا مجبور نہیں کیا کہ اس کے نہ کرنے سے اس کی موت واقع ہو جائے، جبکہ کھانے، پینے اور لباس کی طرف اس کو مجبور کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بدن کو طاقت پہنچانے والی چیزیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو انسان ہلاک ہو

جائے، اسی وجہ سے وطی حرام کو کسی صورت میں مباح قرار نہیں دیا گیا جبکہ حرام کے کھانے پینے کو بعض حالتوں میں مباح قرار دیا گیا ہے، کیونکہ وطی شہوت اور لذت کی قبیل سے ہے جو کہ ایک تتمہ اور زائد از ضرورت چیز ہے، اس وجہ سے انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ لمبا عرصہ بغیر کھانے پینے کے گزارے لیکن اس کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ لمبا عرصہ بغیر شادی کے گزارے، اسی وجہ سے حضور ﷺ نے نوجوانوں کو حکم دیا کہ وہ شہوت کو روزہ کے ذریعہ کم کریں، اور اللہ تعالیٰ نے بے ریش لڑکوں کے عاشقوں کے بارے میں فرمایا۔

﴿اِنَّكُمْ لَتَاتُوْنَ الرِّجَالَ مِنْ دُوْنَ النِّسَاءَ﴾ (الاعراف: ۸۱)

''تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو''۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی کہ اس عمل پر ابھارنے والی چیز محض شہوت ہے نہ کہ کوئی حاجت، چہ جائیکہ کہ کوئی مجبوری ہو، اور شہوت مجردہ ضروریات اور حاجات کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی، ان تمام چیزوں یعنی بوس کنار وغیرہ سے بچنا ایسے ہے جیسے نقصان دہ کھانے پینے سے بچنا، کیونکہ اس سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے، اور یہ چیز ایسی ہے کہ ضرورت و مجبوری بھی اس کے حصول کی داعی نہیں ہوتی، خواہ نفس اس کی چاہت ہی کیوں نہ کر رہا ہو، تو گویا کہ بوسہ و کنار اور بدنظری ایسے ہی ہے جیسے بخار زدہ یا کسی مریض کا نقصان دہ کھانے اور مرغن غذائیں کھانا، یہ ایسے ہی ہے کہ مریض کہے کہ اگر میں نے یہ چیز نہ کھائی تو مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہے اب یقیناً وہ جھوٹ بول رہا ہے، کیونکہ اس پر ابھارنے والی چیز محض دل کی چاہت ہے، اور یقیناً اس کے کھانے سے اس کا مرض بڑھ جائے گا تو کوئی بھی خیر خواہ ڈاکٹر اس کو ان چیزوں کے کھانے کی اجازت نہ دے گا، تو آپ خود فیصلہ کریں کہ وہ حکیم شارع اللہ تعالیٰ جس کی شریعت ابدان وقلوب کے علاج کی انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے، وہ اس کو ایسی چیز کا حکم دے سکتا ہے جس میں اس کا نقصان ہے اور جس کے نہ کرنے میں اس کی صحت کا تحفظ ہے

اور جن امور میں اس کی بیماری کے بڑھنے، پھیلنے اور قوی ہونے کا اندیشہ ہے؟ نہیں ہر گز نہیں...... ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی شریعت تو اس بیماری کے بڑھنے اور مضبوط ہونے کے خوف اور اس سے بڑی بیماری کے پیدا ہونے کے ڈر سے اس کے اسباب سے بھی بچنے کا حکم دیتی ہے۔

باقی اس شخص کا مسئلہ جس کو شدت شہوت کی وجہ سے خصیتین کے پھٹ جانے کا خوف ہو اس کے لئے رمضان میں وطی جائز ہے، یہ حکم مطلق نہیں بلکہ اگر اس کے لئے وطی کے بغیر مادہ منویہ نکالنا ممکن ہو تو بالاتفاق اس کے لئے وطی جائز نہیں اور اگر مباح وطی کے بغیر انزال ممکن نہ ہو تو یہ وطی مرض کے عذر کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قائم مقام ہوگی، لہٰذا یہ شخص اس دن کی قضاء کریگا، مرض کی وجہ سے روزہ توڑنا ہلاکت کے خوف پر موقوف نہیں ہے، تو جب اس کو اپنے عضو کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پھر تو بطریق اولیٰ روزہ توڑ سکتا ہے، جبکہ عضو بھی ایسا جس کے ختم ہونے کی صورت میں موت واقع ہوسکتی ہے، بلکہ اس کی نظیر یوں بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ ایک آدمی سخت پیاسا ہو اور اسے خوف ہو کہ اگر اس نے پانی نہ پیا تو اسے کوئی بیماری لاحق ہو جائے گی یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جائیگا، تو اس کے لئے پانی پینا جائز ہے پھر وہ ایک دن کی قضاء کرے گا۔

امام کلوذانیؒ کی درست رائے کا تذکرہ

ابوالخطاب محفوظ بن احمد کلوذانی سے پوچھا گیا:

قلت لابی الخطاب نجم الهدی	وقدوة العالم فی عصره
لازلت فی فتواک مستامنا	من خدع الشیطان او مکره
ما ذاتری فی رَشَاءٍ اغیر	حاز اللمیٰ والدرّ فی ثغره
لم یحک بدر التمّ فی حسنه	حتی حکی الزنبور فی حضره

فهل يجيز الشرع تقبيلهٗ لمستهامٍ خاف من وزرهٖ
ام هل على المشتاق فى ضمّهٖ من غير ادناءٍ الى صدرهٖ
اثم اذا مالم يكن مضمرًا غير الذى قدّم من ذِكرهٖ

انہوں نے جواب دیا:

يا أيها الشيخ الأديب الذى قد فاق أهل العصر فى شعره
تسال عن تقبيل بدر الدجى وعطف زنديک على نحره
هل ورد الشرع بتحليله لمستهام خاف من وزره
من قارف الفتنه ثم ادعى ال عصمة قد نافق فى أمره
هل فتنة المرء سوى الضم والت قبيل للحب على ثغره
وهل دواعى ذلك المشتهى إلا عناق البدر فى خدره
وبذله ذاك لمشتاقه يزرى على هاروت فى سحره
ولا يجيز الشرع أسباب ما يورط المسلم فى حظره
فانج ودع عنک صداع الهوى عساک أن تسلم من شره
هذا جواب الكلو ذانى قد جائک يرجو الله فى أجره

''اے شیخ ادیب جو اشعار میں اپنے ہم عصروں سے آگے نکل گیا، تو نے چودھویں کے چاند کے بوسہ کے بارے میں اپنے بازوؤں کو اس کے سینہ پر رکھنے کے بارے میں سوال کیا ہے کہ کیا شریعت نے ایسے عاشق کے بارے میں اس کو حلال قرار دیا ہے جس کو گناہ میں مبتلا ہونے کا خوف ہو، تو (سن لے) جو شخص فتنہ کے قریب گیا اور پاکدامنی کا دعویٰ کیا تو یہ شخص منافق ہے اور آدمی کے اپنے محبوب سے لپٹنے اور اس کا بوسہ لینے سے بڑی کوئی مصیبت نہیں۔ اس نفسانی خواہش کی دعوت دینے والی چیز چاند

سے اس کی اوٹ میں معانقہ کرنا ہے اور اس کا اپنے معشوق کے لئے خود کو خرچ کرنا ہاروت کو اس کے جادو میں عیب دار کرتا ہے، اور شریعت ان اسباب کو جائز قرار نہیں دیتی جو مسلمان کو کسی خطرہ میں ڈال دیں، بچ جا اور خود سے عشق کے روگ کو اتار دے تو شاید اللہ تعالیٰ تجھ سے اس کے سحر کو دور کر دے، یہ کلوذانی کا جواب ہے جو تیرے پاس آیا ہے وہ اس میں اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہے۔''

یہ اصل اہل علم کا جواب ہے اور ہماری مذکورہ بحث کی تائید کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب ۱۰

﴿عشق کی حقیقت واوصاف اور دانشوروں کی آراء﴾

ڈاکٹرز اور اطباء کی رائے یہ ہے: کہ یہ ایک ایسا مرض ہے جو وسواس کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، اور انسان کو زیادہ سوچنے یا کسی صورت یا عادات کے حسن کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے، اس کے نفسیانی اسباب تو سوچنا اور حسن کا پسند آنا اور جسمانی سبب منی سے پیدا ہونے والے فضول قسم کے بخارات کا دماغ کو چڑھ جانا ہے، اسی وجہ سے کنوارے لوگ اکثر عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور جماع کی کثرت عشق کو تیزی سے ختم کر دیتی ہے۔

عشق، فلاسفہ کی نظر میں

فلاسفہ کہتے ہیں: عشق ایک لالچ ہے جو دل میں پیدا ہوتی ہے، انگڑائیاں لیتی ہے اور بڑھتی ہے، پھر حرص کے مارے اس کی طرف لپکتے اور جمع ہوتے رہتے ہیں، جب عشق قوی ہو جاتا ہے، تو عاشق کی بے قراری، بے چینی، سوزش اور معشوق کی طرف رغبت وطلب بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ غم وافسوس کا نشان بن جاتا ہے، اور اس کا خون جلنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے اس میں کچھ طبعی تبدیلیوں کی وجہ سے اس کا دماغ وعقل خراب ہونے لگتی ہے تو یہ ناممکن چیزوں کی تمنا اور حسرت کرنے لگتا ہے، یہاں تک کہ پاگل ہو جاتا ہے، پھر یا تو یہ خودکشی کر لیتا ہے یا غم کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے، یا معشوق کو دیکھتے ہی خوشی سے مر جاتا ہے، اور بعض مرتبہ معشوق کو دیکھ کر سکتہ میں آ جاتا ہے اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مر گیا تو وہ اس کو دفن کر دیتے ہیں، اور کبھی کبھی سانس اکھڑنے کی وجہ سے بھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، اور جب عاشق کے سامنے اس کے معشوق کا ذکر کیا جائے تو اس کے خون کی گردش کی تیزی اور رنگ کی تبدیلی کا مشاہدہ آپ کر سکتے ہیں۔

افلاطون کہتا ہے: ''عشق فارغ دل کی حرکت ہے''۔

ارسطاطالیس کہتا ہے: ''عاشق کا معشوق کے عیوب سے آنکھیں بند کر لینے کا نام عشق ہے'' جیسا کہ جریر کا شعر ہے:

فلست براءٍ عیب ذی الود کله ولا بعض مافیه اذا کنت راضیا

فعین الرضیٰ عن کل عیب کلیلة ولکن عین السخط تبدی المساویا

''تو اپنے محبوب کے کسی عیب کو نہیں دیکھ سکتا جب تو اس سے راضی ہو، کیونکہ رضا کی آنکھ ہر عیب سے اندھی ہوتی ہے اور ناراضگی کی آنکھ حقیقت و مساوات کو ظاہر کرنے والی ہے۔''

ارسطو کہتا ہے: ''عشق کام کاج اور صناعت سے خالی دل کو لاحق ہونے والی ایک جہالت ہے''

بعض فلاسفہ یہ بھی کہتے ہیں: ''عشق کسی بھی فارغ دل کا بدترین چناؤ ہے''۔

قیس بن ملوح کہتے ہیں:

اتانی هوا ها قبل ان اعرف الهویٰ فصادف قلباً خالیا فتمکنا

''میں تو عشق کی معرفت سے پہلے سے اس کا عاشق ہوں، کیونکہ اس کا عشق خالی دل کو لاحق ہوا اور وہیں اس نے ٹھکانہ پکڑ لیا۔''

کسی قائل نے کیا خوب کہا کہ: عشق میرے خیال کے مطابق ایسا حق نہیں جو باطل کے مشابہ ہو اور ایسا باطل نہیں جو حق کے مشابہ ہو، اس کا مذاق حقیقت اور اس کی حقیقت مذاق ہے، اس کی ابتداء تفریح اور اس کی انتہاء موت ہے''۔

امام جاحظ فرماتے ہیں: ''عشق محبت کی حدود کو تجاوز کرنے کا نام ہے جیسے اسراف سخاوت سے آگے نکلنے اور بخل میانہ روی کی حدود پھلانگنے کو کہتے ہیں، لہٰذا ہر عشق محبت ہے لیکن ہر محبت عشق نہیں، محبت ایک جنس ہے اور عشق اس کی ایک قسم ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہر محبت شوق ہے لیکن ہر شوق محبت نہیں......''

ایک دوسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ ''عشق نام ہے جنون کا اور معشوق کے سامنے بچھ جانے کا، اور وجد کہتے ہیں پرسکون محبت کو، اور ھویٰ یہ ہے کہ آدمی کسی چیز سے محبت کرے اور اس کے پیچھے لگ جائے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، جبکہ محبت ان تینوں کو شامل ہے''

مامون نے یحییٰ بن اکثم سے پوچھا: ''عشق کیا ہے؟'' انہوں نے کہا، ''عشق ایک ایسی حالت ہے کہ جب وہ انسان کو لاحق ہوتی ہے تو انسان کے دل کو بے چین اور اس کے نفس کو پریشانی کر دیتی ہے'' یہ سن کر ثمامہ بن اشرس بولے، ''اے یحییٰ! خاموش ہو جا، تو صرف طلاق اور احرام کے مسائل بتایا کر، یہ عشق کے مسئلے بتانا ہمارا کام ہے''، مامون نے ثمامہ سے کہا، ''چلیں آپ بتائیں'' ثمامہ نے فرمایا، ''عشق ایک ایسا ہم نشین ہے جو فائدہ رساں ہے، ایسا دوست ہے جو انس بخشتا ہے، ایسا بادشاہ ہے جس کے مسالک پیچیدہ، راستے دشوار اور احکامات جاری ہونے والے ہیں، اجسام و ارواح پر اس کی حکومت ہوتی ہے، قلوب و نفوس کا بادشاہ ہوتا ہے، آراء و عقول اس کی مٹھی میں ہیں، اطاعت کی اگام اور تصرف کی قوت اس کے قبضہ میں ہے، اس کے دخول کا راستہ آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور دل اس کے چلنے کی جگہ سے ناواقف ہیں'' مامون نے یہ سن کر ثمامہ کی تعریف کی اور ان کو ایک ہزار دینار انعام میں دیئے۔

ایک فلسفی کا مقولہ ہے:

''میں نے ایک عشق کے ہاتھوں حواس باختہ مجنون سے کہا، ''اس شعر کے مقابلہ میں شعر کہو:

وما الحب الا شعلہ قدحت بها   عيون المها باللحظ بين الجوانح

''محبت تو آگ کے ایک شعلہ کی طرح ہے جسے محبوبہ کی آنکھوں نے دل کے درمیان میں روشن کیا ہے۔''

تو اس نے برجستگی کے ساتھ جواب دیا:

نار الهوىٰ تخفى و فى القلوب فعلها   كفعل الذى جاء ت به كف قادح

''محبت کی آگ پوشیدہ ہے اور دل پر اس کا عمل آگ جلانے والے کی ہتھیلی کے عمل کی طرح ہے۔''

اصمعی کہتے ہیں:

''میں نے ایک دیہاتی سے عشق کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا، تو اس نے کہا: ''خدا کی قسم! عشق دیکھے جانے سے مستثنیٰ ہے اور لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے، اور وہ دل میں ایسے چھپا ہوتا ہے جیسے آگ چقماق میں چھپی ہوتی ہے، اگر اسے جلایا جائے تو جلتا ہے اگر چھوڑ دیا جائے تو چھپ جاتا ہے۔''

بعض فلاسفہ کے نزدیک عشق جنون کی ایک قسم ہے، کیونکہ جنون کے مختلف درجات ہیں جن میں سے ایک درجہ عشق ہے، ان کی دلیل قیس بن ملوح کا یہ شعر ہے۔

قالو اجننت بمن تهوى فقلت لهم　　العشق اعظم مما بالمجانين

العشق لا يستفيق الدهر صاحبه　　وانما يصرع المجنون في الحين

''لوگوں نے کہا کہ تو اپنے محبوب کے عشق میں پاگل ہو گیا ہے، تو میں نے ان سے کہا کہ عشق تو جنون سے بہت بڑھا ہوا ہے، کیونکہ صاحب عشق کبھی افاقہ نہیں پاسکتا جبکہ مجنون تو کبھی صحت یاب بھی ہو جاتا ہے۔''

ایک فلسفی یہ بھی کہتا ہے: ''جب مختلف نفوس کے جواہر باہم مشاکلت کے طریقہ پر ملتے ہیں تو ان سے ایک چمکدار روشنی پیدا ہوتی ہے، جس روشنی کے ذریعہ نفس معشوق کی خوبیوں کو پرکھنے اور ان کی معرفت میں لگ جاتا ہے اور اس معشوق کو حاصل کرنے کے راستہ پر چلنے لگتا ہے۔''

ایک اعرابی کہتا ہے: ''جسم میں عشق کا اثر روح سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور عشق کو دل پر اس کی ذات سے زیادہ قدرت حاصل ہوتی ہے، اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے، زبان اس کی تعریف و توصیف سے عاجز ہے اور بیان اس کی وضاحت نہیں

کر سکتا، یہ جادو اور جنون کی درمیانی کیفیت ہے اور یہ انتہائی باریک اور الجھی ہوئی چیز ہے"۔

عشق کی حقیقت کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے:

"عشق ایک ایسا بادشاہ ہے جو سب کچھ لوٹ لیتا ہے، یہ مسلط کردہ خطرناک ظالم ہے، دل اس کے قریب ہوتے ہیں اور عقول اس کے تابع ہوتی ہیں اور نفس اس کے سامنے جھک جاتے ہیں اور عقل اس کی قیدی ہے، نظر اس کا قاصد ہے، نگاہ اس کا متکلم ہے، باریک راستوں والا ہے اور اُس سے نکلنا بہت مشکل ہے۔"

ایک فلسفی سے عشق کی حقیقت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا، "اگر یہ جنون نہیں تو جادو کی کوئی قسم ہے۔"

فلاسفہ مشاؤون[20] کہتے ہیں: "عشق مختلف عادات کے اتفاق کا اور مختلف محبتوں کے ہم شکل اور ہم جنس ہونے سے عبارت ہے، اور یہ نام ہے ہر نفس کی چاہت کا اپنے ہم شکل اور ہم جنس کے اندر، اور یہ چاہت روح کے جسم میں پڑنے سے پہلے خلقت قدیمہ میں تھی۔"

لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس آخری تعریف کی بنیاد مذکورہ فلاسفہ کے اس باطل نظریہ پر ہے کہ روحیں ابدان پر مقدم ہوتی ہیں اور اسی عقیدہ پر ابن سینا نے اپنے مشہور قصیدہ کو لکھا ہے: (جس کا ایک مصرع یہ ہے)

"هبطت اليک من المحل الارفع"

لیکن میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو جمال الدین بن شریشی شارح مقامات کے حوالے سے بیان کرتے سنا ہے کہ: وہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ یہ قصیدہ ابن سینا کا ہے، کیونکہ ان کی کتابوں میں ہے کہ نفس ناطقہ کا حدوث بدن کے ساتھ ہے

---

[20] یہ ارسطو کے متبعین ہیں، انہیں مشاؤن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ انہیں علم سکھاتا تھا تو یہ پیدل ہوتے تھے یا اس وجہ سے کہ ان کا مدرسہ مقام "دمشی" میں تھا۔

اور یہ قصیدہ اس کے مخالف ہے۔

بعض فلاسفہ کہتے ہیں: ''عشق کا راستہ ذہنوں میں نہیں آسکتا اور اس کا ٹھکانہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، عقلیں اس کی جگہ کی کیفیت کے احاطہ سے عاجز ہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس کی حرکت کی ابتداء اور اس کی بادشاہت کی عظمت دل سے ہوتی ہے، پھر یہ سارے جسم پر چھا جاتا ہے اور اس سے اعضاء میں تھرتھراہٹ، رنگ میں زردی، رائے میں ضعف، کلام میں لجاجت، غلطی اور اضطراب پیدا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے صاحب عشق کو مجنون قرار دے دیا جاتا ہے۔''

ابوزہیر مدینی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا، ''عشق کیا ہے؟'' فرمایا ''جنون اور تابعداری کا نام عشق ہے۔''

ایک مرتبہ ایک عاشق نے معشوق کو دیکھا تو اس کے اعضاء کانپنے لگے اور وہ بے ہوش ہوگیا، ڈاکٹر سے کہا گیا ''اسے کیا ہوا؟'' تو اس نے کہا کہ، ''اس نے جب اپنے محبوب کو دیکھا تو اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا، جس سے اس کے بدن کو بھی سخت قسم کی حرکت لاحق ہوگئی۔'' اس طبیب سے کسی نے پوچھا، ''ہم اپنے بیوی بچوں سے محبت کرتے ہیں لیکن ہمارے ساتھ تو ایسا نہیں ہوتا؟'' اس نے کہا، ''وہ عقل کی محبت ہے جبکہ یہ روح کی محبت ہے۔'' اور کہنے لگا:

وماھو الا ان یراھا فجاءۃ فتصطک رجلاہ و یسقط للجنب

''اسے صرف یہ ہوا کہ اس نے محبوبہ کو اچانک دیکھ لیا جس سے اس کے پاؤں لرزنے لگے اور یہ پہلو کے بل گر گیا۔''

عشق ایک ایسا بادشاہ ہے جو اس لئے مسلط کیا جاتا ہے کہ نفوس کو مغلوب کر دے اور دلوں کو قیدی بنا دے۔

ملک القلوب فاصبحت فی أسرہ وبوڈھا أن لایفکّ إسارھا

''وہ دلوں کا مالک بن گیا اور دل اس کے قیدی، اس محبت کی قید

سے چھٹکارا نہیں پایا جاسکتا۔''

ایک اعرابی عشق کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اس کی چھلانگ دل تک ہے اور اس کا اضطراب جگر تک ہے، اس کی آگ انتڑیوں تک ہے اور سارے اعضاء اس کے خادم ہیں، عاشق کا دل پگھلتا رہتا ہے، اور اس کے آنسو بہتے رہتے ہیں اور اس کا جسم لاغر ہو جاتا ہے، راتوں کا گزرنا اسے جدت عطا کرتا ہے اور معشوق کی برائیاں اسے ختم نہیں کرسکتی۔''

عشق حسن و جمال پر موقوف نہیں بلکہ یہ تو دلوں کا باہم مل جانا اور طبیعتوں کا ایک دوسرے کی طرف راغب ہونا ہے۔

وما الحب من حسن ولا من ملاحة ولكنه شئی به الروح تكلف

''محبت حسن وخوبصورتی کی وجہ سے نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف روح فریفتہ ہوتی ہے۔''

عشق کی ابتداء مشقت ہے، اس کا درمیان بیماری ہے اور اس کی انتہاء موت ہے، جیسا کہ ابن فارض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هو الحب فاسلم بالحشا ما الهوى سهل فما اختاره مضنىً به وله عقل

وعش خاليا فالحب اوله عنىً و اوسطه سقم واخره قتل

''یہ محبت ہے اس سے بچ یہ کوئی آسان چیز نہیں، اسے بیماری سے نڈھال اور عقلمند آدمی اختیار نہیں کرسکتا، اکیلے زندگی گزار لے کیونکہ ابتدائے عشق مشقت ہے، وسط عشق بیماری ہے اور انتہائے عشق موت ہے۔''

باب ۱۱

عشق اختیاری کیفیت ہے یا اضطراری؟

دانشوروں کا اس بارے میں اختلاف اور قول صحیح کا بیان

اس بارے میں دانشوروں کا باہم اختلاف ہے کہ عشق اختیاری چیز ہے یا ایسی اضطراری چیز ہے جو طاقت بشریہ سے خارج ہے، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں:

قول اول (عشق اضطراری کیفیت ہے)

عشق ایک اضطراری چیز ہے، انسان کو اس بارے میں کچھ اختیار نہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے پیاسے کو پانی سے اور بھوکے کو کھانے سے محبت کا ہونا کہ اس میں اس کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

قول اول کے قائلین میں ایک فلسفی کہتا ہے: "خدا کی قسم! اگر مجھے اختیار دیا جائے تو میں عاشق کو اس کے گناہوں پر ہرگز عذاب نہ دوں، اس لئے کہ عاشقوں کے گناہ اضطراری ہوتے ہیں۔" جب اس کا قول عشق کی وجہ سے صادر ہونے والے افعال اختیاریہ کے بارے میں یہ ہے تو نفس عشق کے بارے میں بطریق اولیٰ اس کا یہ قول ہوگا۔

ابو محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، "میں نے ایک عورت کو دیکھا تو مجھے اس سے عشق ہو گیا ہے" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، "یہ ایک ایسی چیز ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں۔"

کامل نامی شاعر اپنی محبوبہ سلمیٰ کے بارے میں کہتا ہے:

یلوموننی فی حب سلمیٰ کانما   یرون الھوی شیناً تیممته عمدًا

الا انما الحب الذی صدع الحشا قضاء من الرحمن یبلوبه العبدا

''لوگ مجھے سلمیٰ کی محبت کی وجہ سے ملامت کرتے ہیں، کیونکہ وہ محبت کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ میں نے یہ جان بوجھ کر کی ہے، خبردار! یہ محبت جو میرے اندر سرایت کر چکی ہے، اللہ کا فیصلہ ہے جس سے وہ بندہ کو آزماتا ہے۔''

تمیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''امتزاج الارواح'' میں فرماتے ہیں: ایک طبیب سے عشق کی حیثیت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا: ''عشق عاشقوں کے اختیار میں نہیں ہے اور نہ ہی یہ ان کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے اور اکثر عاشقوں کو عشق میں لذت نہیں ملتی، بلکہ یہ تو بیماریوں اور امراض کی طرح ہے، عشق اور مرض میں کوئی فرق نہیں۔''

مدائنی کہتے ہیں: ''ایک آدمی نے کسی عاشق کو برا بھلا کہا تو وہ کہنے لگا: اگر آدمی کو عشق کے بارے میں اختیار دیا جاتا تو وہ کبھی عشق کو اختیار نہ کرتا۔''

یہی بات حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصہ کو ذکر کیا ہے کہ ان کے خاوند حضرت مغیثؓ فراق کے بعد بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے، حالانکہ وہ ان کے لئے اجنبیہ ہوگئی تھیں اور ان کے عشق میں ان کے خاوند کے آنسو رخساروں پر بہا کرتے تھے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عباس تجھے مغیث کا بریرہ سے محبت کرنا اور بریرہ کا مغیث سے نفرت کرنا عجیب معلوم نہیں ہوتا؟'' پھر بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا، تم مغیث سے رجوع کیوں نہیں کرلیتی؟'' عرض کیا، ''آپ حکم کر رہے ہیں؟'' فرمایا ''نہیں میں تو محض سفارشی ہوں'' عرض کیا، ''تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغیث کو ان کی محبت سے منع نہ کیا کیونکہ یہ چیز ان کے قدرت واختیار میں نہ تھی۔

جامع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سألت سعيد بن المسيب مفتي المدينة هل في حب دهماء من وزر؟

فقال سعيد بن المسيب انما يلام على ما يستطاع من الأمر

''میں نے سعید بن مسیّب جو کہ مدینہ کے مفتی ہیں، سوال کیا کہ کیا کسی عورت کے عشق میں کوئی گناہ ہے؟'' فرمایا کہ ''ملامت تو صرف ان چیزوں پر کی جاتی ہے جو طاقت میں ہوں۔''

اس قول کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عشق عذاب کی ایک قسم ہے اور عقل مند آدمی خود کو عذاب نہیں دے سکتا۔

قاضی ابو عمر محمد بن احمد نوقاتی اپنی کتاب ''محنة الظراف'' میں فرماتے ہیں:

''عشاق تمام حالتوں میں معذور ہوتے ہیں، اس لئے کہ عشق انہیں غیر اختیاری طور پر لاحق ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ جب کوئی حاملہ یوسف علیہ السلام کو دیکھتی تھی تو اپنے حمل کو گرا لیتی تھی، آپ ہی بتائیں کہ اس کا حمل کو گرانا اختیاری تھا یا غیر اختیاری؟''۔

اس قول کی ایک دلیل اور بھی ملاحظہ فرمائیں کہ مصر کی عورتوں نے جب یوسف علیہ السلام کے حسن کا مشاہدہ کیا اور ان پر فریفتہ ہوگئیں اور اپنی انگلیوں کو کاٹ ڈالا، محض محبت کی وجہ سے انہوں نے انگلیوں کو کاٹ ڈالا اور اگر یہ محبت عشق بن جاتی تو کیا ہوتا؟ مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب کوئی عورت ان کو دیکھتی تھی تو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے حائضہ ہو جاتی تھی، ان کے بارے شاعر کہتا ہے:

انما مصعب شهاب من الله تجلت عن وجهه الظلماء

''مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا روشن ستارہ ہیں، جن کے چہرہ کی روشنی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔''

جب محض دیکھنے کا یہ اثر ہے تو پھر اس محبت کے کیا کہنے جو انسانی قبضہ میں نہیں

ہے۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: ''مدینہ میں ایک عاشق کا انتقال ہوا، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، جس کی وجہ سے ان پر اعتراض کیا گیا، انہوں نے فرمایا: ''میں نے اس پر رحم کیا ہے۔''

ابو السائب مخزومی جو بڑے باعمل عالم تھے، ایک مرتبہ غلاف کعبہ سے چمٹ کر یہ دعا کر رہے تھے، اے اللہ! عاشقوں پر رحم فرما ان کے دلوں کو تقویت عطا کر اور معشوقوں کے دلوں کو ان کے لئے نرم کر دے، اس وجہ سے ان پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم ان کے لئے دعا مانگنا جعرانہ[1] سے آ کر عمرہ کرنے سے افضل ہے، پھر یہ شعر کہے:

یا ھجر کف عن الھوی و دع الھوی	للعاشقین یطیب یا ھجر
ماذا ترید من الذین جفونھم	قرحی وحشو قلوبھم جمر
متلبدین من الھوی الوانھم	مما تجنّ قلوبھم صفر
وسوابق العبرات فوق خدودھم	درد تفیض کانھا قطر

''اے جدائی عشق سے رک جا اور عشق کو چھوڑ دے، اے جدائی عاشقوں کے لئے عشق اچھی چیز ہے، تو ان لوگوں سے کیا چاہتی ہے جن کی پلکیں پہلے ہی زخمی ہیں اور دل انگارہ بن چکا ہے، عشق کی وجہ سے ان کے رنگ بھی بدل چکے ہیں اور تیرے ظلم کی وجہ سے ان کے دل پیلے پڑ گئے ہیں، ان کے چہروں پر بہنے والے آنسو بھی موتی معلوم ہوتے ہیں۔''

کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک لڑکی کے پاس سے گزرے وہ یہ شعر گنگنا رہی تھی:

---

[1] جعرانہ ایک بستی کا نام ہے جو مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے سات میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

هل علی ویحکما ان هویت من حرج

''اگر میں عشق کا شکار ہو جاؤں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟''

فرمایا ''کوئی گناہ نہیں ان شاء اللہ''۔[۱]

بعض علماء کے قول کے مطابق اسلاف میں سے بہت سے بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے قول (رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَالاَ طَاقَةَ لَنَا بِهٖ) (البقرة: ۲۸۶) کی تفسیر ''عشق'' کی ہے اور اس تفسیر سے تخصیص مقصود نہیں بلکہ تمثیل مراد ہے، کیونکہ عشق بھی ان چیزوں میں سے جو انسانی طاقت سے خارج ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے بہت سے عاشقوں کو دیکھا کہ وہ بار بار لوگوں کے پاس چکر لگاتے تھے کہ وہ ان سے عشق سے بری ہونے کی دعا کروائیں، پس اگر عشق اختیاری ہوتا تو وہ خود ہی اسے دور کر لیتے، دعاؤں کی درخواست نہ کرتے۔

مذکورہ بحث سے عشق پر ملامت کرنے والے لوگوں کی غلطی بھی ظاہر ہو گئی کیونکہ عشق پر ملامت کرنا ایسا ہی ہے جیسے مریض کو اس کی بیماری پر ملامت کرنا۔

یا عاذلی والأمر فی یدہ هلا عذلت والأمر فی یدی

''اے ملامت کرنے والے کہ جس کا معاملہ اس کے قابو میں ہے
تو نے مجھے اس وقت ملامت کیوں نہ کی جب معاملہ میرے قابو میں
تھا (یعنی اب مجھے عشق کے بعد اختیار باقی نہیں رہا'')

لہٰذا ملامت کا فائدہ اس وقت ہوتا ہے جب عشق کا روگ دل تک نہ پہنچا ہو۔

یذکرنی حٰمٓ والرمح شاجر فهلا تلا حٰمٓ قبل التقدم

''اس نے مجھے قرآن کی آیت ''اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلاً اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ

---

[۱] شیخ الاسلام ذکریا بن محمد انصاری (ت ۹۱۶ھ) اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں، بشیر بن عوف نے بھی اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے، غالباً اس حدیث کا موضوع ہونا ابن القیم کے علم میں ہے کیونکہ انہوں نے اس روایت کو ''یذکر'' کے لفظ سے بیان کیا ہے۔

اللّٰہُ“ یاددلائی اس حال میں کہ نیزے باہم گھتے ہوئے تھے، اس
نے یہ آیت آگے بڑھنے سے پہلے کیوں نہ پڑھی۔“

قول ثانی (عشق ایک اختیاری کیفیت ہے)

بعض لوگ کہتے ہیں کہعشق ایک اختیاری چیز ہے، نفس کی خواہش اور ارادے کے تابع ہے، بلکہ یہ تو ایسی خواہش نفس ہے جس سے رکنے والے کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى﴾ (النازعات: ۴۰، ۴۱)

”اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہشات سے روکا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔“

اور یہ بات محال ہے کہ انسان اپنے آپ کو ایسی بات سے روکے جو اس کے قابو میں نہ ہو۔

اس قول کے قائلین کہتے ہیں کہ عشق نفس کی ایک ایسی اختیاری حرکت ہے جو محبوب کی طرف ہوتی ہے، یہ ان اضطراری حرکتوں میں سے نہیں جو بندہ کی طاقت میں نہیں۔ مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان فاسد محبت والوں کی مذمت کی ہے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں سے محبت کرتے تھے، اگر محبت اضطراری چیز ہوتی تو ان کی مذمت نہ کی جاتی، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت ایک قوی ارادہ کا نام ہے اور انسان کی تعریف یا مذمت اس کے ارادہ پر ہوتی ہے، اسی وجہ سے اچھے کاموں کا ارادہ کرنے والا تحسین وتوصیف کا مستحق بن جاتا ہے، خواہ وہ ان کو نہ بھی کرے، اور برے کاموں کا ارادہ کرنے والا مذمت وملامت کا شکار ہو جاتا ہے اگرچہ اس نے ان کو کیا نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جنہیں اس بات سے محبت تھی کہ ایمان والوں میں برائیاں پھیل جائیں اور انہیں

دردناک عذاب کی بشارت سنائی..... اگر محبت طاقت و مقدرت سے خارج کوئی چیز ہوتی تو اس پر انہیں وعیدیں نہ سنائی جاتیں، اسی وجہ سے بڑے بڑے دانشور اور اہل عقل حضرات نقصان چیز کی محبت کو ناپسند کرتے ہیں اور اس چیز کے محب کو ملامت کرتے ہیں، اور یہ فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا، اگر کوئی آدمی یہ عذر کرے کہ میرا دل میرے قبضہ میں نہیں تو اللہ کے نزدیک اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں۔

قول فیصل (اسباب محبت ہمیشہ اختیاری ہوتے ہیں جبکہ عشق کا لاحق ہونا اضطراری ہے)

فیصلہ کن بات یہ ہے کہ عشق کے اسباب و وجوہ ہمیشہ اختیاری اور طاقت بشریہ میں داخل ہوتے ہیں، کیونکہ دیکھنا، تصور کرنا، خود کو محبت کے لئے پیش کرنا سب افعال اختیاریہ ہیں، جب اس نے اسباب کو اختیار کرلیا تو ان اسباب میں مسبب کا وجود ایک غیر اختیاری چیز ہے۔

اسباب کا اختیار کرنا شراب پینے کی طرح ہے، کہ اس کا پینا تو اختیاری ہے لیکن نشہ غیر اختیاری ہے، جب سبب اختیاری چیز ہے تو اس کا اختیار کرنے والا اس کی وجہ سے بغیر اختیار کے پیدا ہونے والی چیز میں معذور نہیں ہے، جب شراب ممنوع ہے تو نشہ میں مست پڑا شخص معذور نہیں ہے اور بلاشبہ بدنظری کرنا اور تصور محبوب میں پڑے رہنا شراب پینے کی طرح ہے، اور ایسے کرنے والے کو حرام اور ممنوع سبب اختیار کرنے کی وجہ سے ملامت کی جائے گی، اور جب عشق کسی ایسی وجہ سے ہوا جو شرعاً ممنوع نہ تھی تو ایسے عاشق کو ملامت نہ کی جائے، جیسا کہ بریرہ و معیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قصہ میں گزرا۔

اسی طرح جب کسی کی نظر اچانک بلا ارادہ کسی عورت کے چہرہ پر پڑی پھر اس نے اپنی نگاہ پھیر لی، لیکن عشق بغیر ارادہ کے اس کے دل میں گھر کر گیا اور اس نے اس

کے دور کرنے کی پوری کوشش بھی کی تو اب ایسے شخص کو ملامت نہ کی جائے گی، کیونکہ اس کو لاحق ہونے والا عشق کسی ایسی چیز کی وجہ سے نہیں جو شرعاً ممنوع تھی۔

تقریر مذکور سے یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ عشق کا نشہ شراب کے نشہ سے بڑھ کر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قوم لوط کے عاشق لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿"لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (الحجر: ۷۲)

"تیری زندگی کی قسم وہ اپنے نشہ میں بہے جارہے ہیں۔"

اور جب ادنیٰ نشہ کرنے والے کو اسباب کے اختیار کرنے کے بعد معذور نہیں سمجھا جاتا تو بڑا نشہ کرنے والے کو بعد از اختیار اسباب معذور کیسے سمجھا جائے گا۔

جب مذکورہ بحث تک ہماری رسائی ہوگئی تو اب ہم ایک ایسا باب ذکر کرتے ہیں جس میں محبت کے نشہ اور اس کے سبب کا بیان ہوگا۔

باب ۱۲

﴿عشق کا نشہ﴾

اس باب کو سمجھنے سے پہلے سکر (نشہ) کی حقیقت و ماہیت اور اس کے سبب کا بیان ضروری ہے، لہٰذا اس کو واضح کیا جاتا ہے۔

نشہ کیا ہے؟

نشہ ایک ایسی لذت ہے جس کی وجہ سے انسانی عقل نہ تو بات کو سمجھ سکتی ہے اور نہ ہی اشیاء میں تمیز کرسکتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ (النساء: ۴۳)

''اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ تم اس کو سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قول کے سمجھنے کو نشہ کے زائل ہونے کا سبب قرار دیا ہے، یعنی جب تک وہ اپنی کہی ہوئی بات کو نہیں سمجھتا وہ نشہ میں ہے اور جب سمجھنے لگے گا تو اب وہ ٹھیک ہوگیا، تمام علماء کے نزدیک نشہ کے ختم ہونے کی یہی حد ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ''آدمی کے نشہ میں ہونے کی علامت کیا ہے؟'' تو فرمایا، ''کپڑا اور غیر کپڑا، جوتی اور غیر جوتی میں فرق نہ کرسکے تو یہ نشہ میں ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب بہکی بہکی باتیں کرے اور اپنے خفیہ رازوں کو ظاہر کرے تو وہ نشہ میں ہے۔''

محمد بن داؤد اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’جب اس سے تفکرات دور ہو جائیں اور اس کے راز فاش ہو رہے ہوں تو سمجھو کہ وہ نشہ میں ہے۔‘‘

گویا کہ نشہ میں دو معنی ہیں (۱) لذت کا وجود (۲) عدم تمیز، جو آدمی نشہ کرنا چاہتا ہے وہ کبھی تو ان دونوں میں سے ایک چیز چاہتا ہے اور کبھی دونوں چیزیں چاہتا ہے، اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی کی بہت سی خواہشات ہوتی ہیں اور ان میں کچھ نقصان اور مفاسد ایسے بھی ہوتے ہیں، کہ ان نقصانات وخرابیوں کے علم کی وجہ سے عقل ان کی انجام دہی سے نفس کو روکتی ہے، لیکن جب عقل نشہ سے زائل ہو جائے تو نفس ان خواہشات ولذات کو بے دھڑک ہو کر بجا لاتا ہے اور نقصان کے خوف سے بے فکر ہو جاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نشہ کو ان دو چیزوں کی وجہ سے حرام قرار دیا، جنہیں اپنی کتاب میں یوں بیان فرمایا:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَٰنُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَوٰةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ﴾ (المائدۃ: ۹۱)

’’شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جھوٹ کے ذریعہ سے تم میں دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکے، سو اب بھی باز آجاؤ۔‘‘

یعنی نشہ ان خرابیوں کو پیدا کرتا ہے جو زوال عقل کے بعد نفس سے صادر ہوتی ہیں اور ان مصالح کے منافی ہے جو صرف عقل سے ہی تمام ہوتے ہیں۔

نشہ کے اسباب

عشق کا سبب جیسے لذت ہوتی ہے یونہی کبھی غم اور الم بھی اس کا باعث ہوتے

ہیں، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ﴾ (الحج: ۱،۲)

''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو، بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے، جس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔''

شدید خوشی بھی مدہوشی کا سبب بن جاتی ہے

محبوب کی ملاقات سے حاصل ہونے والی انتہائی خوشی بھی بعض مرتبہ اس نشہ کا سبب ہوتی ہے، کیونکہ عقل کے زوال کی وجہ سے اس کے کلام اور افعال میں تغیر اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے، اور حد تو یہ ہے کہ بعض مرتبہ یہ شدید مسرت اور غایت خوشی نظام خون کی خرابی بن کر موت کا سبب بن جاتی ہے۔

یہ واقعہ امیر مصر احمد بن طولون کے ساتھ پیش آیا، ایک مرتبہ سخت سردی کے دن ایک شکاری کے پاس سے اس کا گزر ہوا، جس کے ساتھ اس کا چھوٹا بیٹا بھی تھا، اس کو ان دونوں پر بہت رحم آیا اور اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ سارا سونا اس کو عطا کر دیا جائے، اس نے سونا اس کی گود میں ڈال دیا، اس سے اس شکاری کو شدید خوشی لاحق ہوئی اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا، امیر پھر کسی کام سے واپس آیا تو اس شخص کو اس حالت میں دیکھا اور اس کا بچہ اس کے سرہانے بیٹھا رو رہا تھا، پوچھا: ''اسے کس نے مارا ہے؟''

بچہ نے کہا ''ایک آدمی یہاں سے گزرا تھا، اللہ اس کا ستیاناس کرے اس نے میرے باپ کی گود میں کوئی چیز ڈالی جس سے وہ مر گیا۔'' امیر نے کہا، ''افسوس صد افسوس...... بچہ ٹھیک کہتا ہے اسے ہم نے ہی مارا ہے، دفعتاً اس کے پاس مالداری آگئی تو وہ اس کو برداشت نہ کرسکا اور مر گیا، اگر ہم اس کو تھوڑا تھوڑا دیتے تو وہ ہرگز ہلاک نہ ہوتا پھر بچہ کو کہا ''تو سارا سونا رکھ لے''، وہ کہنے لگا، ''میں ہرگز وہ چیز نہ لوں گا جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے''۔

مقصود بحث یہ ہے کہ نشہ عمل سے روکنے والا اور لذت کو پیدا کرنے والا ہے، نشہ کرنے والے کو بے انتہاء لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی عقل جاتی رہتی ہے اور عقل کے زوال کی وجہ سے غم والم اور افکار و ہموم اس سے دور ہو جاتے ہیں، لیکن اس میں نشہ باز کو یہ غلطی ہوتی ہے کہ یہ غم مجھ سے دور ہو گئے، حالانکہ درحقیقت یہ دب جاتے ہیں اور نشہ کے ختم ہونے کے بعد پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ان غموں کا لوٹ کر آنا اس کو دوبارہ نشہ کرنے پر ابھارتا ہے:

وکاسٍ شربت علی لذۃٍ واخری تداویت منھا بھا

''شراب کا پہلا جام تو میں نے لذت کے لئے پیا اور دوسرا میں نے اس لذت کے علاج کے لئے پیا۔''

بعض لوگ نشہ کو نافع بدن خیال کرتے ہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ اس کے نقصانات اس کے فائدے سے بہت زیادہ اور بڑے ہیں، اور اللہ کے ذکر اور نماز وغیرہ سے حاصل ہونے والے فائدے ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے زیادہ بھی ہیں بڑے بھی، باقی رہنے والے بھی ہیں اور ہموم وغموم کو دور کرنے والے بھی۔

نشہ کی لذت ابتداء اور انتہاء کے اعتبار سے بہت سے غموں اور پریشانیوں کا سبب ہے، جبکہ اللہ کے ذکر اور نماز وغیرہ کی لذت بڑے بڑے فائدوں اور منافع کا

باعث ہے جو ہر طرح کے نقصانات سے محفوظ ہیں۔

محبت بھی نشہ کا سبب ہے

نشہ کے اسباب میں ایک چہروں کی محبت بھی ہے، کیونکہ جب ان کی محبت قوی اور مضبوط ہو جاتی ہے تو محب نشہ میں آ جاتا ہے، خاص طور پر جب اس محبت کے ساتھ جماع مل جائے، کیونکہ محب کی فرق اور تمیز کرنے کی حس اس صورت میں یا تو کم ہو جاتی ہے یا بالکل ختم ہو جاتی ہے، اور جب اس کے ساتھ شراب کا نشہ بھی مل جائے تو پھر کیا کہا جا سکتا ہے؟ کہ اس میں عشق کا نشہ، شراب کا نشہ اور جماع کا نشہ تینوں جمع ہو جاتے ہیں اور یہ مستی و نشہ کی انتہاء ہے۔

بعض اوقات مال، سرداری اور غصہ کی تیزی بھی نشہ کا سبب بنتی ہے، کیونکہ جب آدمی سخت غصہ میں آتا ہے تو یہ گرمی نشہ پیدا کرتی ہے۔

''اِغلاق'' بھی اسی صورت میں داخل ہے، جس میں حضور ﷺ نے وقوع طلاق کی تردید کرتے ہوئے فرمایا، ''لاطلاق فی اغلاقٍ'' امام ابوداؤد نے اسے روایت کو نقل کیا اور فرماتے ہیں ''میرے خیال کے مطابق اس سے مراد غضب ہے۔'' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس سے غصہ مراد لیا ہے۔[1]

اس بات کی تائید مندرجہ ذیل آیت شریفہ سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ﴾ (یونس. ۱۱)

''اور اگر اللہ لوگوں کو برائی جلد پہنچا دے جس طرح وہ بھلائی جلدی مانگتے ہیں تو ان کی عمر ختم کر دی جائے گی۔''

---

[1] احناف کے نزدیک غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا اعتبار ہے اور اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، ان کے دلائل فقہ حنفی کی کتابوں میں موجود ہیں (مترجم)

اسلاف اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ آدمی ہے جس نے بغیر ارادہ کے غصہ کی حالت میں اپنے اور گھر والوں کے ہلاک ہونے کی بددعا کی تھی، اگر اللہ تعالیٰ اس کی بددعا کو قبول کرتے تو اس کو اور اس کے گھر والوں کو ہلاک کر دیتے، لیکن اس پر رحم کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں یہ غصہ کے نشہ میں ہے لہٰذا اس کا پکارنا قابل قبول نہیں۔

مایوسی کے بعد اپنی سواری کو پالینے والے شخص کا کفریہ کلام بھی اسی قبیل سے تھا۔ جس نے کہا تھا۔ ''اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔'' اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اس نے خوشی کی شدت کی وجہ سے غلطی کی۔''[1] یہ آدمی قصد کے نہ پائے جانے کی وجہ سے کافر نہیں ہوا۔

یہ تمام چیزیں یعنی خوشی، محبت، غم اور غصہ وغیرہ کی شدت نشہ کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ اس کا سبب وہ چیز ہوتی ہے جو ایسی لذت کا باعث ہو جو لذت عقل کو ڈھانپ دے اور لذت کا سبب محبوب کا ملنا بھی ہے، جب محبت اور محبوب کی ملاقات قوی ہو اور عقل ضعیف ہو تو نشہ پیدا ہو جاتا ہے، لیکن عقل کا ضعف کبھی تو محبت کے ضعف کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی سبب وارد کی قوت کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے سرداری، مال، عشق اور شراب وغیرہ میں ابتدائی طور پر پڑنے والا جس نشہ کا شکار ہوتا ہے ان چیزوں کے عادی کو وہ نشہ حاصل نہیں ہوتا۔

نشہ کا قوی ترین سبب خوبصورت آوازوں کا سننا:

نشہ کے اسباب میں سے قوی ترین سبب دلکش، ترنم خیز اور دلسوز آوازوں کا سننا ہے اور اس کی دو جہتیں ہیں:

(۱) یہ آوازیں دل میں ایسی قوی لذت کا سبب بنیں جو عقل کو ڈھانپ دے۔

---

[1] من حدیث رواہ، مسلم

(۲) یہ آوازیں سننے والے کو اس کے محبوب کی طرف متوجہ کردیں۔

اس توجہ کی وجہ سے محبت کو محبوب کے تخیل کے ساتھ ساتھ اس سے ملاقات کا شوق اور طلب حاصل ہوگی اور یہ اس کی صورت کو دل کے قریب محسوس کرے گا اور وہ محبوب اس کی سوچ اور خیال و افکار پر چھا جائیگا، یہ ایسی زبردست لذت ہوگی جو عقل پر غالب آجائے گی۔

اس صورت میں ساز و نغمہ اور دل پسند چیزوں کی لذت جمع ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے ان لذتوں میں مشغول رہنے والے لوگ محفل موسیقی میں اکثر شراب پیتے ہیں، کیونکہ اس صورت میں ان کو شراب، عشق اور مترنم آوازوں کے نشہ کی لذت میسر ہو جاتی ہے اور وہ وصال محبوب کی لذت اور اس کے نشہ کو بیک وقت پالیتے ہیں، اور اس حالت کے علاوہ کہیں ان کو یہ لذت حاصل نہیں ہوسکتی۔

ان کے خیال کے مطابق شراب جسم کا نشہ ہے، موسیقی روح کا نشہ ہے اور جب ان کے ساتھ وہ باتیں بھی ملادی جائیں جن میں محبوب کا ذکر اور محب کی حالت کا بیان حال کے تقاضا کے مناسب ہو تو اس صورت میں خوبصورت آوازیں اور مناسب معانی کا ادراک دونوں جمع ہو جاتے ہیں، اس اجتماع کی لذت ان کے انفرادی طور پر ملنے کی لذت سے بہت زیادہ ہوتی ہے، انتہاء درجہ کی لذت جب دل، روح اور بدن پر پوری طرح غالب آجاتی ہے تو پھر انتہاء درجہ کا نشہ پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا ان اسباب عشق و محبت کے پیچھے پڑنے والا اپنے معذور ہونے کا دعویٰ کیسے کرسکتا ہے اور یہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ اس کو لاحق ہونے والی محبت اضطراری ہے اختیاری نہیں۔

وباللہ التوفیق

باب ۱۳

محبت کی لذت بقدر محبت ہوتی ہے

جس قدر محبت پختہ ہوتی ہے تو محبوب کی ملنے کی لذت بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہوتی ہے، یہ ہے اس باب کا مضمون ......اور یہ باب اس کتاب کے بہترین اور انتہائی سود مند ابواب میں سے ایک ہے، اس میں لذت کی معرفت اس کی اقسام اور مراتب کا بیان ہوگا۔

لذت کیا ہے؟

موافق چیزوں کے حصول کا نام لذت ہے جیسا کہ غیر موافق چیزوں کے لاحق ہونے کو الم کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ موافق اور مناسب چیزوں کا ادراک لذت کا سبب ہے اور غیر موافق اور غیر مناسب چیزوں کا ادراک الم اور دکھ کا سبب ہے، تو گویا کہ لذت و الم مناسب اور غیر مناسب چیزوں کے ادراک سے پیدا ہوتے ہیں اور ادراک ان دونوں کا سبب ہے، لذت قابل تعریف اشیاء میں سب سے زیادہ ظاہر ہے، اس لئے کہ یہ ایک وجدانی چیز ہے اور اس کی تعریف اس کے اسباب اور احکامات کے ذریعہ ہوسکتی ہے۔

لذت و مسرت، خوشی و سرور، بہجہ و نعیم، طیب نفس، قرۃ عین وغیرہ سب کے سب قریب المعنی الفاظ ہیں اور یہ ہر شخص کا مقصود ہیں اور ان کا وجود زندگی کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے، یہ اپنے مقاصد اور غایات میں بمنزلہ حس اور مبادی اور مقدمات میں بمنزلہ علوم بدیہی کے ہیں، کیونکہ ہر زندہ کو علم اور احساس کی طاقت ہوتی ہے، وہ عمل اور ارادہ کرتا ہے، اور انسان کے کل کے کل علم کا نظری اور استدلالی ہونا ضروری نہیں، کیونکہ اس سے دور اور تسلسل لازم آتا ہے، بلکہ ابتداء میں ایسے علم کا ہونا ضروری ہے جو

بدیہی ہو اس کا مبدا نفس ہوتا ہے اور اس کا نام ضروری رکھا گیا ہے، اس لئے کہ نفس کبھی علم کی طرف مجبور ہوتا ہے کبھی عمل کی طرف، اسی طرح وہ عمل جو اختیاری اور ارادی ہو اور اس کا کوئی نہ کوئی مقصود ہو، اور یہ مقصود یا تو بنفسہ مقصود ہوگا یا غیر کی وجہ سے مقصود ہوگا، اور ممکن نہیں کہ ہر مراد و مقصود غیر کی وجہ سے مقصود ہو، کیونکہ اس سے دور و تسلسل لازم آتا ہے، اس لئے کسی نہ کسی مقام پر ایک بنفسہ مطلوب و مقصود چیز کا ہونا ضروری ہے، جب وہ مطلوب و مقصود اور محبوب چیز حاصل ہو جائے تو لذت و نعمت، فرحت و مسرت اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا حصول اس چیز کی محبت کی قوت اس کے ارادہ اور اس میں رغبت کے بقدر ہوگا اور لذت ایک ذوقی چیز ہے، اسی وجہ سے سالکین میں سے اہل ارادہ اور اہل عمل پر ذوق اور وجد کا نام غالب ہوتا ہے، کیونکہ اس میں مطلوب کا وجود اس ذات اور اور وجد سے ہوتا ہے جو فرحت و مسرت اور خوشی کا موجب ہے۔

اس موضوع میں مستعمل متقارب المعانی اسماء کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شہوت، ارادہ، میلان، طلب، محبت، رغبت وغیرہ

(۲) ذوق، وجد، وصول، ظفر، ادراک، حصول، نیل وغیرہ

(۳) لذت، فرح، نعیم، سرور، طیب نفس، قرۃ عین وغیرہ۔

یہ تینوں امور ایک دوسرے کو لازم ہیں۔

ہمیشہ باقی رہنے والی لذتیں

لذت فی ذاتہ مطلوب ہے، لیکن جب یہ کسی بڑے غم کا ذریعہ بنے یا کسی دوسری بڑی لذت کے لئے رکاوٹ بن جائے تو یہ مذموم قرار دی جاتی ہے، اور جب اس لذت کے بعد کوئی بڑی اور ہمیشہ کی لذت آرہی ہو تو اس لذت کی تعریف کی جائیگی اور وہ بڑی لذت آخرت اور اس کی نعمتوں کی لذت ہے، جس کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

اٰمَنُوْ وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾ (یوسف: ۵۶، ۵۷)

''ہم نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر مومنوں اور تقویٰ والوں کے لئے بہتر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ﴾ (النحل: ۳۰)

''نیک لوگوں کے لئے اس دنیا میں اچھائی ہے اور آخرت کا گھر بھی بہتر ہے اور متقین کا ٹھکانہ تو بہت ہی اچھا ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾

(الاعلیٰ، ۱۶، ۱۷)

''بلکہ تم دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾

(العنکبوت: ۶۴)

''اور اصل زندگی عالم آخرت کی ہے، کاش وہ لوگ سمجھتے۔''

دنیا و آخرت کی زندگی کے مابین فرق کے جاننے والوں نے فرعون سے کہا:

﴿فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا اِنَّا اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَا اَکْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ (طه: ۷۲، ۷۳)

''سوتو کر گزر جو تجھے کرنا ہے، تو صرف اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے، بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تا کہ ہمارے گناہ صاف کرے اور جو تو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا اور اللہ بہتر اور سدا باقی رہنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دار قرار یعنی جنت کے لئے پیدا کیا اور ساری کی ساری لذتوں کو اسی میں جمع فرمایا اور ارشاد فرمایا:

﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ﴾ (الزخرف: ۷۱)

''اور جنت میں وہ چیزیں ہیں جن سے دل خوش ہوں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾

''نفس نہیں جانتا جو ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے۔''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی کے دل پر ان کا خیال تک نہیں گزرا، لیکن تمہیں اس پر مطلع نہیں کیا گیا۔[1]

یہی وہ چیز تھی جس کے بارے میں اپنی قوم کی خیر خواہی کرنے والے شفیق نصیحت کرنے والے شخص نے قوم کو خبر دی اور کہا:

﴿وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ يَا قَوْمِ إِنَّمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾ (المؤمن: ۳۸، ۳۹)

[1] رواہ البخاری ومسلم والترمذی ببعض اختلاف فی الزیادہ الاخیرۃ وھی لم تروھی البخاری

''اور کہا اس شخص نے جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم میری اتباع کرو، میں تمہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہوں، اے میری قوم یہ دنیا کی زندگی عارضی سامان ہے اور آخرت ہی ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے۔''

اخروی لذتوں کا ذریعہ بننے والی دنیاوی لذتیں

دنیا کی لذات اور نعمتیں آخرت کی لذات کے حصول کا وسیلہ ہیں اور یہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اس کی زندگی مختصر سا نفع ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''دنیا فائدے کی چیز ہے اور سب بہتر فائدہ مند چیز نیک بیوی ہے۔''[1]

پس ہر وہ لذت جو آخرت کی لذت کے حصول کے لئے معین ہو وہ اللہ کے ہاں خوشنودی اور رضا کا سبب ہوگی، اور اس کو اختیار کرنے والا شخص دو طرح سے فائدہ اٹھائے گا، پہلا یہ کہ اس سے اس کی زندگی فراخ اور خوشحال ہوگی اور دوسرا یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ایسی لذتیں حاصل ہوتی ہیں جو اس سے بھی زیادہ کامل ہیں، یہی وہ لذت ہے کہ عقلمند کو اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ وہ لذت جس کے بعد تکلیف ہو اور وہ بڑی لذت کے ضائع کرنے کا ذریعہ بن جائے، اسی وجہ سے مومن کو ہر ایسی مباح چیز سے لذت حاصل کرنے کا ثواب ہوگا جس کے ذریعہ آخرت کی لذات ونعمتوں کا حصول آسان ہو، مثال کے طور پر ایک آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے اور اس صحبت کی وجہ اس کے دل بدن اور نفس کو لذت حاصل ہوتی ہے، اب اس لذت پر اس کو اجر دیا جائے گا، بالمقابل اس شخص کے جو حرام کاری کے ذریعہ لذت حاصل کرے، جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تمہاری شادی میں بھی تمہارے لئے اجر ہے، عرض کیا: ایک آدمی

---

[1] رواہ مسلم قال السیوطی رواہ الامام احمد فی مسندہ والنسائی

اپنی شہوت پوری کرتا ہے تو کیا اس کو اس پر اجر دیا جاتا ہے؟ فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر وہ اپنی شہوت کو غلط جگہ پورا کرے تو اس کو گناہ ملے گا؟'' عرض کیا گیا، ''ہاں'' فرمایا، ''اسی طرح اگر وہ اپنی شہوت کو حلال جگہ پورا کرے تو اس کو اجر دیا جائے گا۔''[۱]

یہ بات جان لینی چاہئے کہ یہ لذت بندہ کی اللہ کی طرف توجہ، عمل کے اخلاص، اور آخرت کے گھر کی طرف رغبت سے بڑھتی رہتی ہے، کیونکہ مختلف صورتوں اور نقشوں کی چاہت ایک صورت میں جمع ہو جاتی ہے اور اس میں حرام لذت میں پایا جانے والا خوف اور غم بھی نہیں ہوتا اور آدمی کو اس لذت کے ساتھ ساتھ ایسی خوبصورت بیوی بھی مل جائے جو اس کو اپنی محبت عطا کرے، یہ شخص بھی اس سے محبت کرے، وہ صورت اس کے دواعی شہوت کو اپنی طرف پھیر دے، اس کی نگاہ کو اپنی طرف متوجہ کر دے اور اس کے دل کو اپنے غیر کی طرف رغبت کرنے سے روک دے تو اس حلال لذت والے اور اس کے بالمقابل حرام لذت کے حصول والے شخص میں کیا مناسبت ہو سکتی ہے؟ یہ دنیا کی پاکیزہ ترین نعمت ہے، اور نبی کریم ﷺ نے اسے ان تین چیزوں میں سے ایک قرار دیا ہے جن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کی جا سکتی ہیں اور وہ تین چیزیں یہ ہیں:

(۱) شکر کرنے والا دل

(۲) ذکر کرنے والی زبان

(۳) ایسی خوبصورت بیوی کہ جب آدمی اس کو دیکھے تو اس کو خوش کرے اور اس کی غیر موجودگی اس کی عزت آبرو اور مال کی حفاظت کرے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآن کی تلاوت سے فراغت پاتے تو فرماتے، ''غیر شادی شدہ کہاں ہیں؟ میرے قریب آ جائیں اور یہ دعا کریں، ''یا اللہ مجھے ایسی بیوی عطا فرما کہ جب میں اس

---

[۱] رواہ مسلم

کی طرف دیکھو تو مجھے خوش کرے، جب میں اس کو حکم دوں تو میری اطاعت کرے اور میری عدم موجودگی میں میری عزت آبرو کی محافظ ہو۔"

غم کب پیدا ہوتا ہے؟

غم والم اور حزن و پریشانی تین وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) جب نفع بخش محبوب کا علم نہ ہو۔

(۲) نفع بخش محبوب کا علم تو ہو لیکن اس کا ارادہ نہ کیا جائے اور اس کو ترجیح نہ دی جائے۔

(۳) اس کا علم بھی ہو اس سے محبت بھی ہو، لیکن اس کا حصول ممکن نہ ہو اور آخری صورت سب سے زیادہ دردناک ہے۔

اسی وجہ سے عالم برزخ اور عالم آخرت میں محبوب چیز کے ضائع ہونے کا دکھ دنیا میں اس کے ضائع ہونے سے زیادہ ہوگا اور اس کی تین وجوہات ہیں:

(۱) فوت شدہ چیز کی قدر و قیمت اور اہمیت کی معرفت کا حصول حاصل ہونا۔

(۲) اس چیز کی شدید ضرورت و حاجت اور اس کی چاہت، جبکہ اس شخص اور اس کی محبوب چیز کے درمیان پوری طرح رکاوٹیں ڈال دی گئی ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَايَشْتَهُوْنَ﴾ (سبا: ۵۴)

"ان کے اور ان کی چاہتوں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی جائے گی۔"

(۳) جس چیز کی وجہ سے یہ غم ملا ہے اس کے بالکل متضاد چیز کا گلے پڑنا۔

لذت کا اعلیٰ ترین مقام

عقل مند شخص کو اس مقام پر غور و فکر کرنا چاہئے اور وہ اپنے آپ کو اس شخص کی

طرح تصور کرے جس کا عزیز ترین محبوب اور اس کی انتہائی ضروری چیز جس کی طرف وہ حد درجہ تک محتاج ہو کہ اس کے بغیر اس کا گزارہ نہ ہو، اگر اس شدت سے ضائع ہو جائے کہ اس کے ملنے کی بالکل امید نہ ہو اور مصیبت بالائے مصیبت یہ کہ اس کی ضد حاصل ہو جائے...... اف! یہ کتنی بڑی اور تکلیف دہ مصیبت ہے اور کتنی رسوا کن حالت ہے، اس کے بالمقابل اس شخص کے کیا کہنے جس نے دنیا کی ہر چیز سے لذت حاصل کرنے کا وہ طریقہ اختیار کیا جس سے اس کو اللہ کی رضا حاصل ہو، خواہ کھانے پینے میں ہو یا لباس و پوشاک میں، شادی بیاہ میں ہو یا خانگی معاملات میں، دشمن سے لڑائی میں ہو یا جہاد فی سبیل اللہ میں، اور اس لذت کے تو کیا کہنے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی توحید، اس پر اعتماد و توکل، اس کی طرف رجوع، عمل کو اس کی رضا اور خوشنودی کے جذبہ سے کرنا، خود کو اس کے حوالہ کرنا، اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے سے حاصل ہونے والی خوشی و سرور، اس سے مانوسیت اور اس کی ملاقات کے شوق سے پیدا ہوتی ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿اَسْأَلُکَ لَذَّةَ النَّظَرِ اِلٰی وَجْهِکَ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِکَ﴾[1]

''اے اللہ! مجھے اپنی ملاقات کا شوق اور اپنے دیدار کی لذت عطا فرما۔''

یہ لذت دنیا میں ہمیشہ بڑھتی ہی رہتی ہے، باوجود اس کے کہ کئی اسباب اس کی کمی کے ہیں مثلاً شیطان، خواہشات، نفس، دنیا اور دشمنان دین وغیرہ، تو اس وقت کیا حالت ہوگی جب روح نکل جائے گی اور غم و آفات کے جہان کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے گی:

﴿مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

---

[1] رواہ احمد فی مسندہ وصححہ ابن حبان والحاکم

وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ (النساء: ٦٩، ٧٠)

"تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام کیا، وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح لوگ ہیں اور یہ رفیق کیسے اچھے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے احسان ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔"

اور جب یہ جنت میں پہنچ جائے گا تو اس کو لذت وخوشحالی اور مسرت وسرور کی وہ دولت ملے گی جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی، نہ کسی کان نے سنی نہیں اور کسی دل پر ان کا خیال تک نہیں گزرا، لیکن افسوس صد افسوس ان گھٹیا اور کمینے لوگوں پر جنہیں ان نعمتوں کے حصول کا شوق نہیں اور ان کے دل میں ان نعمتوں کے حصول کے لئے رغبت کی آگ نہیں بھڑکتی، ان کی آنکھوں کی حالت ایسے ہے گویا کہ

خفافيش اعشاها النهار بضوئه ولاءمها قطع من الليل مظلم

"وہ ایسی چمگادڑیں ہیں جنہیں دن کی روشنی نے اندھا کر دیا اور رات کے تاریک حصوں نے ان کی موافقت کی ہے۔"

جب اعلیٰ نفوس عرش کے گرد چکر لگاتے ہیں تو یہ گھٹیا اور معمولی جگہوں کے گرد چکر لگاتے ہیں اور جب وہ بلندی کی طرف پرواز کرتے ہیں تو یہ پتھروں میں دھنستے ہی چلے جاتے ہیں:

فلم تر امثال الرجال تفاوتوا الی الفضل حتی عُدَّالف بواحد

"تو لوگوں میں فضیلت کے اعتبار سے اتنا فرق نہیں دیکھ سکتا کہ ایک کو ہزار کے بدلہ میں شمار کیا جائے۔"

حقیقی لذت کیا ہے؟

ہر وہ لذت جو غم کا باعث ہو اور اپنے سے بڑی لذت کے لئے مانع ہو وہ

درحقیقت لذت نہیں، اسے لذت سمجھنا نفس کا دھوکہ، غلطی اور مغالطہ ہے، ایسا زہریلا کھانا کھانے کی لذت کا کیا فائدہ جو عنقریب کھانے والے کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالنے والا ہو؟ یہی وہ لذت ہے جو کفار اور فاسقین کو زمین میں سرکشی، فساد، ناحق خوشی اور حرام کاموں سے حاصل ہوتی ہے، نیز اللہ کے غیر کو محبوب بنانے والوں کی لذت بھی یہی ہے، دنیا میں تو ان کے درمیان محبت و تعلق ہوتا ہے، لیکن یہ محبت بہت سنگین عذاب اور دردناک غم کا باعث بن جاتی ہے، فاسد عقائد اور ان پر اطمینان کی لذت بھی اسی قبیل سے ہے، ظلم و جبر کرنے والوں کے غلبہ کی لذت، زنا، چوری، شراب نوشی اور دوسرے حرام کاموں میں مشغول ہو کر جو لذت ملتی ہے وہ بھی اس طرح حقیقی لذت نہیں ہے، اسی بات کی خبر اللہ تعالیٰ نے بھی دے دی کہ ان چیزوں میں ان کے لئے وہ بھلائیاں نہیں جو وہ ان میں تلاش کرتے ہیں، بلکہ یہ تو محض دھوکہ اور استدراج ہے، جو بہت بڑے بڑے غموں کا سبب اور ذریعہ بننے والا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ (المومنون: ۵۵، ۵۶)

''کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور اولاد میں ترقی دے رہے ہیں اور انہیں فائدہ پہنچانے میں جلدی کر رہے ہیں، بلکہ یہ نہیں سمجھتے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ (التوبہ: ۵۵)

''سو تو ان کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کر، اللہ یہی چاہتا ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں انہیں عذاب دے اور کفر کی

حالت میں ان کی جانیں نکلیں۔''

لذت باطلہ اور لذت حقیقی

ایسی لذت جس سے آخرت میں نہ کوئی نفع ہو نہ نقصان لذت باطلہ ہے، اور اس کا عرصہ بھی بہت کم ہوتا ہے اور نفس کو اس سے بالکل کوئی تمتع اور فائدہ میسر نہیں ہوتا، لہٰذا ضروری ہے کہ یہ لذت اسے کسی ایسے کام سے غافل کر دے گی جو دنیاوی اور اخروی اعتبار سے بہتر اور فائدہ مند ہو، خواہ اسے آخر میں اصل لذت سے غافل نہ کرے، اور یہی وہ لذت باطلہ ہے جو اس حدیث میں مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر دل لگی فضول اور رائیگاں ہے مگر تیر اندازی کرنا، گھوڑے کو سدھانا اور بیوی سے ہنسی مذاق کرنا یہ کام کی باتیں ہیں۔''[1]

اسی وجہ سے شادی کے موقع پر دف بجانا اور اس سے لذت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ نکاح کے معاونات میں سے ہے، جیسا کہ تیر اندازی اور گھوڑا سدھانا جہاد کے معاونات میں سے ہے۔ اور نکاح و جہاد دونوں عند اللہ محبوب ہیں لہٰذا جو چیز پسندیدہ اور محبوب عمل کے حصول کا ذریعہ ہو وہ حق ہے، اسی وجہ سے بیوی سے دل لگی کو بھی اچھی دل لگی فرمایا گیا کیونکہ یہ مقاصد نکاح کی معین ہے، جو عند اللہ محبوب ہے، جو دل لگی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز کے حصول پر معین نہ ہو وہ رائیگاں اور عبث ہے، جب اس میں کسی مضرت ونقصان کا پہلو راجح نہ ہو تو اسے حرام قرار نہیں دیا گیا اور نہ اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن جب وہ اللہ کے ذکر اور نماز وغیرہ سے روکے تو وہ عند اللہ ناپسندیدہ اور مبغوض ہو جائے گی، یا تو اپنی اصل کے اعتبار سے یا حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے، ہر وہ چیز جو لذت مطلوبہ سے مانع ہو وہ صاحب لذت کے لئے وبال ہے، کیونکہ اگر وہ اس میں مشغول ہونے کے بجائے فائدہ مند کام میں لگتا تو اس کو زیادہ باعث مسرت خوشی اور لذت

---

[1] رواہ اصحاب السنن الاربعۃ

حاصل ہوتی۔

لذت کے حصول میں عورتوں اور بچوں کے لئے رعایت

بچوں اور عورتوں کے نفوس اور دلوں کے ضعف کا خیال کرتے ہوئے انہیں لذت کے باب میں وہ رعایت دی گئی ہے جو مردوں کو نہیں ملی؟ کیونکہ ان کے نفوس لذت عظمٰی کے اس وقت تک پیرو نہیں ہو سکتے، جب تک انہیں لہو ولعب کی لذت کی کوئی چیز نہ دی جائے کہ اگر ان سے ان لہو ولعب کی چیزوں کو مکمل طور پر چھڑوا دیا گیا تو یہ خطرناک اور نقصان دہ اشیاء کی چاہت کرنے لگیں گے، اسی طرح کا ایک قصہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ چھوٹی بچیاں حضور ﷺ کے پاس بیٹھی دف بجا رہی تھیں کہ اس اثناء میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے بچیوں کو خاموش کرا دیا اور فرمایا ''یہ آدمی باطل کو پسند نہیں کرتا۔''[۱] آپ ﷺ نے اسے باطل قرار دیتے ہوئے پہلے بچیوں کو اس سے نہ روکا، کیونکہ اس میں ایک مصلحت تھی، جو دف بجانے کے نقص پر حاوی تھی اور وہ بچیاں اس کی وجہ سے اس سے بڑی خرابی والی چیز کو چھوڑ چکی تھیں اور یہ چھڑوانے سے پیدا ہونے والے غم کی خرابی اس کی خرابی سے زیادہ ہوتی، لہٰذا ان کو اس کی اجازت دینا رحمت و شفقت اور احسان کے باب سے ہے، اس کی مثالوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ابو عمیر کو اپنی موجودگی میں چڑیا سے کھیلنے کی اجازت دی۔[۲] اور دو بچیوں کو اپنی موجودگی میں گانے کی اجازت دی۔[۳] اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مسجد میں (جہادی کرتب) کھیلنے والے حبشیوں کو دیکھنے کی اجازت دی۔[۴] اور انہی کو اپنے سر سے دف بجانے کی بھی اجازت دے دی۔[۵]

---

۱ رواہ الامام احمد فی قصہ اخری لیس فیھا ذکر الدف والحواری بل قالہ لاسود بن سریع وکان ینشدہ شعرا۔

۲ البخاری ومسلم والترمذی، ۳ ایضاً ۴ فی الصحیحین

۵ رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ

اس کی مثال حضور ﷺ کا مولفۃ القلوب لوگوں کو زکوٰۃ اور غنیمت دینا ہے، کیونکہ ان کے دل راسخ الایمان صحابہ کرام کے مقابلہ میں کمزور تھے، اس وجہ سے ان کو مال عطا کیا گیا اور صحابہ کرام کو محروم رکھا اور فرمایا ''میں انہیں اس چیز کے سپرد کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈال دی ہے یعنی مال داری اور دولت۔''

آپ ﷺ بچوں اور عورتوں سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور اس کا مقصد ان کے دلوں کو نرم کرنا، ایمان کی طرف کھینچنا اور ان کی تفریح طبع ہوا کرتا تھا، مراسیل شعبی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ درکلہ نامی کھلونے سے کھیلنے والوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا، ''اے بنوارفدہ کچھ کھیل لوتا کہ یہودی و نصاریٰ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے'' پس نبی کریم ﷺ لوگوں کو ایسے مال و منافع عطا فرمایا کرتے تھے، جن سے ان کے دل اس حق و شریعت کی طرف مائل ہوں جس کے وہ مامور ہیں، اور عطا کردہ چیز ایسی ہوتی تھی جسے لینے والا پسند کرے اور اس سے لذت اٹھائے، کیونکہ یہ مقصود اصلی نہ تھی بلکہ کسی دوسری چیز کے حصول کا ذریعہ تھی اور آپ ﷺ مہاجرین و انصار کے ساتھ ایسا معاملہ نہ فرماتے تھے کہ ان کو مال دولت دیں یا ان سے ہنسی مذاق کریں، کیونکہ ان کو اس کی ضرورت نہ تھی، بلکہ ان پر دوسری طرح کے احسانات کیا کرتے تھے، اور انہیں دوسرے دنیاوی اور دینی فائدے عطا فرمایا کرتے تھے اب جبکہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس باطل اور اس کے سننے کو پسند نہ کرتے تھے اور ان کی تالیف قلب کی ضرورت بھی نہ تھی، وہ حضور کی طرح دلوں کو اسلام کے لئے نرم کرنے پر مامور بھی نہ تھے اور پوری طرح مطیع تھے، تو ان کا اعراض کرنا کمال تھا لیکن حضور ﷺ کا عمل کمال اندر کمال تھا۔

لذت کی اقسام

لذت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) لذت جسمانیہ (۲) لذت خیالیہ وہمیہ

(۳) لذت عقلیہ روحانیہ

لذت جسمانیہ

یہ کھانے پینے اور جماع کی لذت ہے، اس لذت میں انسان اور جانور سب مشترک ہیں اور اس لذت میں انسان کی کوئی خوبی و کمال نہیں، کیونکہ ادنیٰ ترین جانور بھی اس میں شریک ہے، اور اس لئے بھی کہ اگر یہ کوئی کمال کی چیز ہوتی تو انسانوں میں سب سے زیادہ معزز، مکرم، اکمل اور اشرف انسان وہ ہوتا جو زیادہ کھانے پینے اور جماع والا ہوتا، اور اس کے کمال و خوبی نہ ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء ورسل اور اولیاء وغیرہ کو دنیا میں یہ چیزیں ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ مقدار میں میسر ہوتیں، حالانکہ ایسا نہیں، تو معلوم و واضح ہو گیا کہ یہ چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی کمال نہیں بلکہ یہ کمال و خوبی تب ہوں گی جب ہمیشہ ہمیشہ کی بڑی نعمتوں کے حصول کے لئے معین و مددگار ہوں۔

لذت وہمیہ خیالیہ

یہ سرداری، عہدہ منصب اور لوگوں سے بڑا بننے اور ان پر فخر و سرداری کی لذت ہے، یہ لذت ایسی ہے کہ یقیناً اس کے طالب پہلی لذت کے طالب کے مقابلہ میں بہتر ہوتے ہیں، لیکن اس لذت کا درد اور اس کی مصیبتیں اور خرابیاں اس کے مزے سے زیادہ ہوتی ہیں، کیونکہ اس لذت کو اختیار کرنے والا ہمیشہ اپنے سے اوپر والے اور اپنے سردار سے عداوت رکھتا ہے، اور اس لذت کی شرائط اور لوازمات اس امیدوار انسان کی بہت سی لذات حسیہ کو ضائع کر دیتے ہیں، یہ لذت اس وقت تک تمام نہیں ہو سکتی جب تک بے شمار مشقتیں اور اندوہناک تکالیف و مصائب کو برداشت نہ کیا جائے، لہٰذا اگر نفس اس کے حصول سے خوشی و فرحت محسوس کرتا بھی ہے تو فی الحقیقت یہ خوشی و لذت نہیں ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ دنیاوی اعتبار سے یہ کوئی لذت کی چیز نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ انسان سے تکلیفوں کو دور کر دے، جیسا کہ بھوک، پیاس اور شہوت کی تکلیف کھانے پینے اور جماع سے دور ہوتی ہے، اسی طرح لوگوں کی نگاہوں میں پستی اور کم حیثیت ہونے کی تکلیف سرداری اور جاہ و منصب سے دور ہوتی ہے، لیکن یہ بات ٹھیک نہیں، بلکہ محقق قول یہ ہے کہ لذت ایک امر وجودی ہے جو دکھ کے دور ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ یہ دونوں باہم ضد ہیں۔

لذت عقلیہ روحانیہ

معرفت، علم اور صفات کمالیہ جیسے سخاوت و فیاضی، عفت و پاکدامنی، شجاعت و بہادری، صبر و برداشت، حلم و بردباری، مروت و احسان وغیرہ کے ساتھ متصف ہونے کی لذت کو لذت عقلیہ روحانیہ کہتے ہیں، کیونکہ تمام لذتوں میں سب سے زیادہ لذیذ چیز ہے، یہ لذت اعلیٰ، معزز اور بلند کردار لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جب اس لذت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت اور اس کی عبادت و بندگی کی لذت بھی مل جائے تو دنیا کی کوئی چیز اس کا عوض نہیں بن سکتی، اور اس لذت کے حاصل کرنے والے کے لئے دنیا کی نعمتیں اتنی ہیچ ہو جاتی ہیں جیسے جنت کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتیں معمولی اور ہیچ ہیں، کیونکہ دل کے لئے کوئی چیز اس سے زیادہ شیریں، لذیذ اور اچھی نہیں کہ وہ اللہ سے محبت کرے، اس کی طرف متوجہ ہو اس کی عبادت کرے، اللہ کے قرب و تعلق کا شوق رکھے، یہ ایسی لذت ہے کہ دنیاوی لذات کے پہاڑ اس لذت کے ایک ذرہ کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے، اسی وجہ سے جب ایمان کا ایک ذرہ جہنم میں ہمیشہ رہنے سے چھٹکارا دلا دیتا ہے تو اس ایمان کے کیا کہنے جو جہنم میں داخل ہونے سے خلاصی عطا کر دے، ایک عارف باللہ کا قول ہے، ''جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں ٹھنڈی رہیں اس شخص سے ہر آنکھ ٹھنڈی رہے گی اور جس کی آنکھیں اللہ کے بارے میں ٹھنڈی نہ ہوئیں تو اس کا دل دنیا کی حسرت

میں چکنا چور ہو جائے گا' اس لذت کی یہی فضیلت کافی تھی کہ اس کی وجہ سے دل میں سے دنیا کی چیزوں کے فوت ہونے کا افسوس اور حسرت نکل جاتی ہے، کیونکہ ان دنیاوی لذتوں کی تکلیف لذت سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے، ''دنیا کے مسکین وہ ہیں جو دنیا سے چلے گئے، لیکن انہوں نے دنیا کی نعمتوں کے مزے کو نہیں چکھا'' ان سے پوچھا گیا، ''دنیا کی نعمتوں سے کیا مراد ہے؟'' تو فرمایا، ''اللہ کی محبت وانس، اس کی ملاقات کا شوق اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت''۔

''ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: ''دنیا میں سب سے اچھی چیز اللہ تعالیٰ کی محبت ومعرفت ہے اور آخرت کی سب سے لذیذ چیز اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کے کلام کو بغیر واسطہ کے سننا''۔

ایک عارف کا مقولہ ہے: ''بخدا بعض مرتبہ میرے دل پر ایسے اوقات گزرتے ہیں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ ''اگر جنتی لوگوں کو یہ حالت نصیب ہوئی تو وہ واقعی خوش گوار زندگی میں ہوں گے''۔

اس بات کا مشاہدہ تو آپ نے بھی کیا ہوگا کہ اس شخص کی محبت جس کی محبت میں دل اور روح کے لئے عذاب ہو، کیسے محب کے لئے ایسی لذت کا باعث بنتی ہے کہ وہ یہ خواہش کرتا ہے کہ اس سے اس کی محبت جدا نہ ہو:

تشکی المحبون الصبابة لیتنی تحملت ما یلقون من بینھم وحدی
فکانت لقلبی لذة الحب کلھا فلم یلقھا قبلی محب ولا بعدی

''محبت کرنے والے سوزشِ عشق کی شکایت کرتے ہیں، کاش میں اس سوزش کو اکیلا اٹھاتا جو ان سب کو محسوس ہوئی، پس محبت کی لذت پوری طرح میرے دل کے ساتھ مل جاتی اور میرے بعد یا مجھ سے پہلے کوئی محبت کرنے والا اس لذت کو نہ پاسکتا''۔

ایک بزرگ کا فرمان ہے: ''لوگوں کے دل دنیا کی محبت کی وجہ سے اللہ سے

غافل ہو گئے، اگر وہ دنیا کو چھوڑ دیں تو ان کے دل ملکوت کا چکر لگا کر بے شمار قیمتی خزانے لے کر ان کے پاس واپس لوٹیں۔''

سلم الخواص فرماتے ہیں: ''تم نے اللہ کو چھوڑ دیا اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے، اگر تم اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تو بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرتے۔''

ایک عابدہ کا مقولہ ہے: اگر ایمان والوں کے دل غور وفکر کر کے ان چیزوں کو معلوم کر لیں جو اخروی بھلائیوں میں سے ان کے لئے غیب کے پردوں میں ذخیرہ کی گئی ہے تو انہیں دنیا کی زندگی اچھی نہ لگے اور دنیا سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو''۔

ایک اہل محبت فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی محبت غیر کی محبت کی لذت سے روک دیتی ہے، اللہ کی محبت کو حاصل کرنے والوں کے لئے دنیا میں کوئی ایسی محبت نہیں جو اس کی محبت کے قریب بھی پہنچ سکے، اور انہیں آخرت میں اللہ کے دیدار سے بڑھ کر کسی بڑے اجر کی امید نہیں۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''ہر انسان کے چہرہ پر دو آنکھیں ہیں جن سے وہ دنیا کی چیزوں کو دیکھتا ہے، اور دل میں بھی دو آنکھیں ہیں جن سے اخروی امور کا مشاہدہ کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے دل کی آنکھیں کھول دیتے ہیں تو وہ عظیم الشان نعمتوں اور لذتوں کو دیکھ لیتا ہے، جن کا ایسی ہستی نے وعدہ کیا ہے جس سے سچا کوئی نہیں، اور جب اس سے خیر کا ارادہ نہ ہو تو محض اس کے چہرہ کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔'' پھر یہ آیت پڑھی (اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا) (محمد: ۲۴) اگر اللہ کے غیر کی محبت میں مشغول ہونے والے اور اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والے کے لئے دل کی سختی اور زنگ کے علاوہ اور کوئی سزا نہ بھی ہوتی تو یہی سزا کافی تھی۔''

عبدالعزیز بن ابی رواد نے نافع سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو زنگ لگ جاتا ہے۔'' عرض کیا گیا، ''یا رسول اللہ، '' اس کے دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟''

فرمایا، ''قرآن مجید کی تلاوت۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں، ''لوہا کو جب استعمال نہ کیا جائے تو اس کو زنگ لگ جاتا ہے اور وہ خراب ہو جاتا ہے اسی طرح جب دل اللہ کی محبت ان کے شوق اور ذکر سے غافل ہو جائے تو اس پر جہالت غالب آجاتی ہے یہاں تک کہ اسے ہلاک کر دیتی ہے۔''

ایک آدمی نے حضرت حسن بصریؒ سے دل کی سختی کی شکایت کی تو فرمایا، ''ذکر الٰہی سے اسے نرم کر، وہ دل اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوتا ہے جس میں سختی ہو اور سختی کو یا تو بے چین کر دینے والی محبت دور کرتی ہے یا پریشان کر دینے والا غم''۔

اگر اس موقع پر یہ سوال اٹھایا جائے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ محب اپنی محبت سے لذت اٹھاتا ہے؟ حالانکہ اس کا محبوب اسے نہیں ملتا، اس کا جواب یہ ہے کہ محبت نفس میں حرکت اور شدت طلب کو پیدا کرتی ہے اور نفس بالطبع آگ کی طرح متحرک ہے، لہٰذا محبت اس کی حرکت طبعی ہے، پس جو بھی کسی چیز سے محبت کرے گا اپنے دل میں لذت اور سرور پائے گا، جب دل محبت سے خالی ہوگا تو نفس کی حرکت رک جائیگی، جس سے وہ بوجھل اور سست ہو جائیگا اور اس سے چستی دور ہو جائیگی، اسی وجہ سے سستی اکثر غم و حزن بن کر ایسے لوگوں کو لاحق ہوتی ہے جن میں فرحت و سرور نہ ہو، بخلاف ہوشیار، چست اور مستعد حضرات کے، کیونکہ جس عمل کے فائدوں اور انجام کی خوبی سے انسان واقف ہو تو اس میں چستی اور نشاط اور اس کی محبت کی لذت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ وباللہ التوفیق۔

باب ۱۴

عشق کی مدح وتمنا اور عاشق پر رشک کرنے والے حضرات کا بیان

عشق کی مدح وتمنا اور عاشق پر رشک کرنے کے سلسلہ میں لوگوں کی دو قسمیں ہیں اور بعض مرتبہ ایک ہی شخص میں دونوں حالتیں پائی جاتی ہیں، ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو عشق کی مدح اور تمنا کے قائل ہیں، اس میں رغبت رکھتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جس شخص نے عشق کا مزہ نہ چکھا اس نے زندگی کا مزہ نہ چکھا، وہ کہتے ہیں کہ کمال لذت تابع ہے کمال محبت کے، لہٰذا کسی چیز سے سب سے زیادہ لذت اس شخص کو ملے گی جو اس کا سب سے زیادہ محبت کرنے والا ہوگا۔

ان حضرات کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے دلوں میں ان کی بیویوں اور باندیوں کی محبت پیدا کی، پس آدم علیہ السلام حواء علیہا السلام سے بے انتہا محبت کرتے تھے، اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا کہ اس نے آدم علیہ السلام کے جسم سے ان کی بیوی کو پیدا کیا، تاکہ وہ ان سے سکون حاصل کریں اور اسی محبت نے آدم علیہ السلام کو ممنوعہ درخت کے کھانے پر ابھارا، اس کائنات میں سب سے پہلی محبت انہی دونوں کی تھی جو بعد میں ان کی اولاد میں میاں بیوی کی محبت کی سنت بن گئی، اسی طرح داؤد علیہ السلام نے سو شادیاں کیں اور ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام کی بھی یہ حالت تھی۔

یہ حضرات یہ بات بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں کہ جب یہودیوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کی محبت اور شادیوں کی کثرت کی وجہ سے طعن وتشنیع کا نشانہ

بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی صفائی پیش کی اور اس چیز کو اپنا فضل و انعام قرار دیا چنانچہ فرمایا:

﴿اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ اٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا﴾ (النساء: ۵۴)

''کیا یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں، جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے، ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب و حکمت عطا کی ہے اور ان کو ہم نے بڑی بادشاہی دی ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ حضرت سارہ علیہا السلام خوبصورت ترین عورت تھیں، پھر آپ نے حضرت ہاجرہ کو باندی بنایا اور ان سے محبت بھی کرتے تھے، سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں: ابراہیم علیہ السلام اپنی باندی ہاجرہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور ہر روز براق پر شام سے ان کی زیارت کے لئے آتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب شخصیات

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک لشکر کا نگران بنا کر بھیجا، اس میں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے، جب میں واپس لوٹا تو میں نے عرض کیا ''یارسول اللہ لوگوں میں کون آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟'' فرمایا، ''تو کیا چاہتا ہے؟'' میں نے عرض کیا، ''یونہی بس جاننا چاہتا ہوں'' فرمایا، ''عائشہ'' میں نے عرض کیا، ''میں مردوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں'' فرمایا، ''اس کا باپ یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔[1]

مبارک بن فضالہؒ روایت کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی

---

[1] رواہ البخاری ومسلم بنحوہ۔

عنہا نے حضور ﷺ کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا، ''اے پیاری بیٹی وہ تیرے باپ کو بہت پسند ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''ایک مرتبہ حضور ﷺ کی بیویوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور کی طرف بھیجا، وہ حاضر ہوئیں اس حال میں کہ حضور ﷺ میرے ساتھ چادر میں لیٹے ہوئے تھے، وہ کہنے لگیں ''اے اللہ کے رسول آپ کی بیویاں ابن قحافہ کی بیٹی کے بارے میں عدل کا سوال کر رہی ہیں، اس دوران میں خاموش رہی، حضورؐ نے فرمایا، ''کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے مجھے محبت ہے؟'' انہوں نے کہا، ''کیوں نہیں'' فرمایا، ''تو اس (عائشہؓ) سے محبت کرو۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے: نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات کے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم فرمایا کرتے تھے اور کہتے ہیں: اے اللہ یہ میرا فعل ہے جس کا میں مالک ہوں، مجھے اس فعل پر ملامت نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں اس پر قادر نہیں۔'' مراد اس سے یہ ہے آپ ﷺ نفقہ اور تقسیم میں انصاف و برابری کی طاقت تو رکھتے تھے، لیکن محبت میں باہم برابری کا نہ تو حضور کو اختیار تھا نہ اس پر قدرت تھی۔

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے معنیٰ کے بارے میں پوچھا:

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾

(النساء: ۱۲۹)

''اور تم عورتوں کو ہرگز برابر نہیں رکھ سکو گے اگرچہ اس کی حرص کرو۔''

عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کہ اس سے محبت اور جماع مراد ہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: ''خاوند اس بات کی طاقت

---

[1] رواہ مسلم والنسائی

نہیں رکھتا کہ بیویوں کے درمیان شہوت میں عدل کرے خواہ اس کی خواہش رکھتا ہو۔"

ابوقیس (جو عمرو بن العاص کے غلام تھے) فرماتے ہیں: عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس یہ سوال دے کر بھیجا کہ حضور ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی زوجہ کا بوسہ لیتے تھے یا نہیں؟ اگر جواب منفی میں ہو تو کہنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ روزہ کی حالت میں اہلیہ کا بوسہ لیا کرتے تھے، ابوقیس نے سوال کیا، جواب منفی تھا تو انہوں نے وہی بات کی تو ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ جب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھتے تھے تو بے اختیار ہو جاتے تھے جبکہ میرے ساتھ یہ حالت نہ ہوتی تھی۔"

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "میرے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ میں تمام امہات المومنین سے محبت رکھتا ہوں، سوائے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے، میں نے اسے کہا، "تو حضور کی مخالفت کر رہا ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔""

مصعب بن سعد کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے دس دس ہزار وظیفہ مقرر کیا، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دو ہزار زائد رکھا اور فرمایا: "یہ حضور ﷺ کی محبوب ترین بیوی ہیں۔"

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی روایت نقل کرتے تو فرماتے، مجھ سے صدیقہ بنت صدیق، رسول رب العالمین کی حبیبہ اور سات آسمانوں کے اوپر سے جس کی برأت نازل ہوئی اس نے بیان کیا۔

صحابہ کرام اور ہدایت یافتہ ائمہ کی محبت کے واقعات

ابومحمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ

ائمہ میں سے بہت سے حضرات نے محبت کی ہے''۔[1]

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک رومی باندی خریدی اور وہ اس سے بہت محبت کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ ان کے ایک مادہ خچر سے گر گئی، وہ اس کے چہرہ سے مٹی صاف کرنے لگے اور اسے کہنے لگے کہ میں تجھ پر قربان ہو جاؤں، وہ باندی ان سے کہا کرتی تھی، ''تم بہت اچھے ہو۔'' لیکن ایک مرتبہ وہ ان کو چھوڑ کر بھاگ گئی، جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا:

قد کنت احسبنی قالون فانصرفت　　فالیوم اعلم انی غیر قالون

''میں اپنے آپ کو اچھا سمجھتا تھا لیکن وہ جا چکی ہے، اس سے مجھے معلوم ہوا کہ میں اچھا نہیں ہوں۔''

مغیث و بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قصہ بھی مشہور ہے اور بخاری میں منقول ہے کہ مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عشق میں گرفتار ان کے ارد گرد چکر لگاتے تھے اور ان کے آنسو بہہ رہے ہوتے تھے۔

عروہ بن اذینہ جو مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ اور پختہ اور صالح علماء میں سے ہیں، ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی، آپ کو رجل صالح کہا جاتا ہے، حالانکہ آپ کا مقولہ ہے:

اذا وجدت لهيب الحب في كبدي　　عمدت نحو سقاء القوم ابترد

هذا بردت ببرد الماء ظاهره　　فمن لنار على الاحشاء تتّقد؟

''جب میں اپنے جگر میں محبت کی لپٹیں محسوس کرتا ہوں تو ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے قوم کا رخ کرتا ہوں، پانی کی ٹھنڈک سے اس کا ظاہر تو ٹھنڈا ہو سکتا ہے لیکن جو آگ بہت اندر تک پہنچ چکی ہو اس کا کیا کیا جائے؟''

---

[1] طوق الحمامۃ: ۱۷

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اذا خذرت رجلی تذکرت من لها فنادیت لبنی باسمها ودعوت
دعوت التی لو ان نفسی تطیعنی لالقیت نفسی نحوها و قضیت

”جب میرے پاؤں چلنے سے عاجز آگئے تو میں نے ان کو یاد کیا جس کی وجہ سے ایسا ہوا، لہٰذا میں نے لبنیٰ کو اس کے نام کے ساتھ آواز دی اور بلایا، یہ آواز میں نے اس ہستی کو دی کہ اگر میرا نفس میری اطاعت کرتا تو میں نفس کو ان پر قربان کر کے مر جاتا۔“

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”ہم تقریباً اسی آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور سارے کے سارے قریش تھے، میں نے ان سے زیادہ خوبصورت چہرے کبھی نہ دیکھے تھے، انہوں نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کے بارے میں گفتگو کرنے لگے اور میں بھی ان سے بات چیت کرنے لگا، یہاں تک کہ میری خواہش ہوئی کہ ہم خاموش ہو جائیں، انہوں نے کہا اگر محبت میں لطافت اور لذت نہ ہوتی تو خواہش مند اس کی تمنا نہ کرتے۔“

ان حضرات کے قول کے مطابق عشق مباح پر عاشق کو اجر ملتا ہے، کیونکہ شریک بن عبداللہ سے عاشقوں کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، ”سب سے زیادہ محبت کرنے والا سب سے زیادہ اجر پانے والا ہے۔“ اور بخدا یہ بات سچی ہے اگر معشوق ایسا ہو کہ اس کا قرب و وصال عنداللہ بھی محبوب ہو۔

عشق کی اہمیت اور اس کے فائدے

عشق کی مدح و تمنا کرنے والے حضرات کہتے ہیں کہ ”عشق عقل کو نکھارتا ہے، غموں کو دور کرتا ہے، لباس و پوشاک کی نظافت و عمدگی، کھانے کی پاکیزگی، اخلاق و

عادات کی درستگی پر ابھارتا ہے، ہمت کو بلند کرتا ہے، عمدہ خوشبو پر اکساتا اور خاندان والوں سے فیاضی کا درس دیتا ہے، ادب و مروت کی حفاظت کرنا سکھاتا ہے، عشق نیکوکار لوگوں کے لئے آزمائش اور عابدوں کے لئے مشقت ہے، عقول کا ترازو ہے اور ذہنوں کے لئے صیقل کا کام کرتا ہے، اور مزید یہ کہ محبت کرنا معزز و اعلیٰ لوگوں کا شعار ہے، جیسے ایک شاعر کہتا ہے:

وما احببتها فحشا ولكن رايت الحب اخلاق الكرام

''میں نے اس (محبوبہ) سے کبھی بری نیت سے محبت نہیں کی بلکہ
محبت تو معزز لوگوں کی عادات میں سے ہے۔''

عاشقوں کی روحیں خوشبودار اور لطیف ہوتی ہیں، ان کے بدن کمزور اور پتلے ہوتے ہیں، ان کی بیویاں کسی دوسرے کے قابو میں نہیں آتیں بلکہ وہ صرف اسی سے سکون حاصل کرتی ہیں جو ان سے سکون حاصل کرتا ہے اور جس کے ساتھ انہیں محبت ہوتی ہے، ان کا کلام اور ہم نشینی عقل کو بڑھاتی اور دلوں کو گرماتی ہے اور روحوں کو شادابی عطا کرتی ہے، عقلمند لوگ ان کی گفتگو سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

عاشقوں کے تذکرے مجلسوں کی زینت اور محافل کی رونق ہیں، ممکن ہے کہ ایک دیہاتی جو اتنا غیر معروف ہو کہ اسے کوئی نہ جانتا ہو، لیکن اگر وہ عاشق بن جائے اور عشق میں مشہور ہو جائے تو بادشاہوں اور وزیروں وغیرہ تک کی مجالس میں اس کا ذکر ہوگا، اس کی گفتگو مدون ہوگی، اس کے اشعار روایت کئے جائیں گے اور عشق کی وجہ سے اس کا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا، اگر عشق نہ ہوتا تو اس کا نام نہ لیا جاتا اور اس کی شہرت نہ ہوتی۔

ایک دانشور کا قول ہے: ''عشق روح کے لئے ایسے ہے جیسے بدن کے لئے غذا، اگر چھوڑ دو تو بھی نقصان، اگر حد سے بڑھ جاؤ تو موت بن جاتا ہے''

ابن عبدالبر اپنی کتاب ''بهجة المجالس'' میں فرماتے ہیں: ''ایک ہندی

شخص کی ڈائری میں لکھا تھا، ''عشق ایک راحت ہے جسے روح میں ڈالا گیا ہے، یہ ایک ایسی چیز ہے جو ستاروں کی شعاعوں کا نتیجہ ہے، یہ طبیعتوں میں مختلف شکلوں کے واسطہ سے پیدا ہوتا ہے اور روح اسے اپنے لطیف جوہر کے ذریعہ قبول کرتی ہے۔''

عشق کو دلوں کے لئے روشنی اور ذہنوں کے لئے صیقل کنندہ کہا گیا ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب اس میں افراط نہ کیا جائے، اگر اس میں افراط اور تجاوز حد سے کام لیا گیا تو یہ ایک قاتل بیماری اور لاعلاج مرض بن جائیگا، اس میں رائے نافذ نہیں کی جاسکتی اور اس میں حیلے کامیاب نہیں ہوسکتے، اس سے چھٹکارا چاہنے والا اس میں دھنستا ہی چلا جاتا ہے۔

ایک اعرابی کہتا ہے: ''عشق دل کے لئے سامان انس اور عقل کے لئے ایک ہم نشین ہے، دل اس کو چھپاتا ہے اور اعضاء و جوارح اس کی خدمت کرتے ہیں''۔

عبداللہ بن طاہر امیر خراسان نے اپنے بیٹے سے کہا: ''عشق کرو خوش طبع رہو گے، پاکباز رہو قابل قدر ہو جاؤ گے''۔

عشق ترقی کا موثر ترین ذریعہ ہے

حضرات قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک بلیغ شخص نے عشق کے بارے میں کہا، ''یہ بزدل کو بہادر اور بخیل کو سخی بنا دیتا ہے، کند ذہن کے ذہن کو تیز اور لکنت زدہ شخص کی زبان کو فصیح کرتا ہے، بولنے سے عاجز شخص کے عزم کو پختہ کرتا ہے، اسے بادشاہوں جیسی عزت اور بہادروں جیسی دلیری عطا کرتا ہے، یہ ادب کا داعی ہے، پہلا دروازہ ہے جس کے ذریعہ ذہنوں اور سوچوں کو نکھارا جائے، اس کے ذریعہ چالبازی اور حیلوں کو نکالا جاتا ہے، ہمتوں کو اس سے راحت ملتی ہے اور اخلاق و عادات میں بہتری پیدا ہوتی ہے، عاشق کا ہمنشین اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مانوس ہو جاتا ہے، کیونکہ عشق میں ایسا سرور ہے جو دلوں میں سرایت کرتا ہے اور ایسی خوشی ہے جو دلوں کو

''میں چاہتا ہوں کہ ساری محبت جمع کر کے میرے دل میں ڈال کر سینہ کو بند کر دیا جائے، اور میرے دل کی محبت اور مجھے محبت سے ملنے والی راحت کبھی ختم نہ ہو یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جائے۔''

میں نے کہا: اے نوجوان، اس کعبہ کی حرمت نے تجھے ایسی گفتگو سے نہیں روکا؟ کہنے لگا، ''کیوں نہیں، بخدا ایسا ہوا، لیکن محبت نے میرے دل کو یاد کرنے کی لذت سے بھر دیا ہے، اور سوچ انتہائی تیزی کے ساتھ اس کی طرف لوٹ گئی جس سے میری پہچان دور نہیں کی جا سکتی، لہٰذا میں نے موت کی تمنا کی، خدا کی قسم میرے دل میں اس محبت کی اتنی لذت ہے جتنی بادشاہ کے دل میں اس کی بادشاہت کی بھی نہ ہو گی، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تاحیات اسے میرے دل میں جمائے رکھے اور اسے میرا قبر کا ساتھی بنا دے، میں اسے پہچانوں یا نہ پہچانوں، حج سے واپسی تک یہی میری دعا ہے''، پھر وہ رونے لگا، میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا، ''مجھے دعا کے قبول نہ ہونے کا خوف ہے، مجھے دنیا کی تمام چیزوں میں صرف اسی کی خواہش اور رغبت ہے۔''

عشق کی انتہاء

ماہرین کہتے ہیں کہ عشق کی انتہاء یہ ہے کہ عاشق عشق کی تکلیف میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے، فرمایا: ''جس شخص کو عشق لاحق ہوا اور اس نے اسے چھپائے رکھا، پاکباز رہا اور صبر کیا، پھر مر گیا تو وہ شہید ہے۔''[۱]

ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ نفطویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں محمد بن داود سے ان کے مرض موت میں ملاقات کے لئے گیا، میں عرض کیا، ''آپ کو یہ

---

[۱] ... المتقین: ۷/۴۴۰، وھو حدیث ضعیف۔

بیماری کیسے لاحق ہوئی؟'' فرمایا'' اس ذات کی محبت نے جسے تو جانتا ہے مجھے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے'' میں نے کہا،'' آپ کو اس پر قدرت کے باوجود کس چیز نے فائدہ اٹھانے سے روکا؟'' انہوں نے کہا،'' نفع اٹھانے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) نظر مباح (۲) لذت ممنوعہ نظر مباح نے مجھے اس حالت میں پہنچایا ہے اور لذت ممنوعہ نے مجھے نفع سے روکا ہے۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں حضورؐ کا ارشاد ہے،

'' جو عاشق ہوا اور عشق کو چھپایا، پاکباز رہا اور صبر کیا اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔''

(اس مقام پر مولف نے اس حدیث کی سند پر طویل بحث فرمائی، پھر اس کے بعد فیصلہ کن بات کے طور پر اپنی رائے بھی ذکر فرمائی جس میں اس حدیث کو ضعیف اور باطل قرار دیا)۔

واللہ اعلم

باب ۱۵

﴿عشق کی مذمت کا مدلل بیان﴾

اللہ رب العزت مومنین کی دعا کو قرآن مجید میں ذکر فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا﴾ (البقرة: ٢٨٦)

''اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہم سے مواخذہ نہ فرمانا اور ہم پر بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ہم سے پہلوں پر ڈالا، اور اے ہمارے رب ہم پر وہ بار نہ ڈال جس کو سہنے کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہمیں معاف فرما۔''

اللہ رب العزت نے اس آیت میں مومنین کی اس دعا پر جس میں انہوں نے ایسی چیز سے پناہ مانگی ہے جس کی ان میں طاقت نہیں، تعریف فرمائی ہے، اور اس کی تفسیر بلا اختصاص عشق سے کی گئی ہے۔ (یعنی یہ آیت عشق کے ساتھ خاص نہیں)

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''عشق شہوت کی شدت اور غلبہ کا نام ہے۔''

عشق ذلت کا سبب ہے

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: انسان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔[1] امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: اس کا

---

[1] فی مسند الامام احمد (ج۵ص۴۰۵)

مطلب یہ ہے کہ خود کو کسی ایسی آزمائش کے لئے پیش نہ کرے جس کی اس میں طاقت نہ ہو اور یہ عاشق کا حال ہے، کیونکہ وہ اپنے معشوق کے لئے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل اور تابع ہوتا ہے، پھر بھی اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی، اور محبت کی بنیاد محبوب کے سامنے ذلیل ہونے اور اس کا تابع فرمان ہونے پر ہے:

اِخضع و ذل لمن تحب فلیس فی　　شرح الھوی انفٌ یشال و یعقد

”جس سے تو محبت کرتا ہے اس کے سامنے جھک جا اور اس کا تابع ہو جا، کیونکہ محبت کے معاملہ میں کوئی عزت اور کوئی سرداری و تفاخر نہیں ہے۔“

ایک اور شاعر کہتا ہے:

مساکین اھل العشق حتی قبورھم　　علیھا تراب الذل بین المقابر

”مسکین عاشقوں کی قبروں پر دوسری قبروں کے درمیان ذلت کی مٹی پڑی ہوئی ہے۔“

ایک شاعر ان الفاظ میں عشق کی مذمت کو بیان کرتا ہے:

قالوا عھدناک ذاعز فقلت لھم　　لا یعجب الناس ذل المحبینا

لاتنکروا ذلة العشاق انھم　　مستعبدون برق الحب راضونا

”انہوں نے کہا ہم نے تجھ سے معزز ہونے کی حالت میں بھی دیکھا تھا، میں نے ان سے کہا، محبت کرنے والوں کی ذلت لوگوں کو تعجب میں نہ ڈالے، تم عاشقوں کی ذلت کا انکار نہ کرو کیونکہ وہ محبت کے غلام ہیں اور اس سے راضی اور خوش ہیں۔“

عشق ہلاک کر دیتا ہے

جب انسان عشق کے سمندر میں غوطہ لگاتا ہے اور سمندر کی لہریں اس کے ساتھ

کھلتی ہیں تو اس کی ہلاکت کا امکان سلامتی سے زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ امام خرائطی نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ میں ایک خوش طبع باندی تھی، جو ایک قریشی مرد پر عاشق ہوگئی، وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے، جس کی وجہ سے مرد کا دل تو اس باندی سے بھر گیا لیکن باندی کی محبت پہلے سے زیادہ ہوگئی، جس کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئی، اس کا آقا اس کی تکلیف کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا نہ اس سے کوئی ہمدردی کرتا تھا، لہٰذا اس سوزش عشق میں اس نے اپنے چہرہ کو پیٹنا اور کپڑوں کو پھاڑنا شروع کر دیا، اور اس غم کی انتہاء کو پہنچ گئی، مالک نے اس کی اس حالت کو دیکھ کر اس کا علاج بھی کروانا چاہا لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور وہ رات کو گلیوں میں چکر لگایا کرتی تھی اور کہتی تھی:

الحب اول مایکون لجاجة   تاتی به وتسوقه الأقدار
حتی اذا اقتحم الفتی لجج الهوی   جاءت امورٌ لاتطاق كبار
من ذا يطيق كما نطيق من الهوی   غلب العزاء و باحت الأسرار

”محبت کی ابتداء ہلکے پھلکے گناہ سے ہوتی ہے، وہی اس کو لاتا ہے اور تقدیر اس کو آگے بڑھاتی ہے، یہاں تک کہ جب آدمی عشق کی لہروں میں پھنس جاتا ہے تو اس پر ایسے امور آجاتے ہیں کہ بڑے بڑے ان کی طاقت نہیں رکھتے، محبت کی جیسی طاقت ہم رکھتے ہیں ایسی طاقت کون رکھتا ہوگا کہ صبر غالب آگیا اور اسرار ظاہر ہو گئے۔“

خرائطی کہتے ہیں، مجھے میرے ایک ساتھی نے یہ شعر سنائے:

الحب اوله شیء یهیم به   قلب المحب فیلقی الموت كاللعب
يكون مبدؤه من نظرة عرضت   ومزحةٍ اشعلت فی القلب كاللهب
كالنار مبدؤها من قدحةٍ فإذا   تضرمت احرقت مستجمع الحطب

”محبت ایک ایسی چیز ہے کہ شروع میں محب کا دل اس میں مشغول

ہوتا اور پھر وہ موت کی جگہ کھلونے کی طرح گر جاتا ہے، اس کی
ابتداء آنکھ سے ہوتی ہے جو معشوقہ پر نظر ڈالتی ہے اور اس چنگاری
سے شروع ہوتی ہے جو دل میں شعلوں کی طرح جلا دی گئی ہو، جیسا
کہ آگ اس کی ابتداء کو جلانے سے ہوتی ہے لیکن جب وہ بھڑک
اٹھتی ہے تو تمام کی تمام لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔''

عشق جنون کی ایک قسم ہے

عشق کی مدح کیسے کی جاسکتی ہے جبکہ وہ چین کو ختم کر دیتا ہے، نیند کو کھینچ لیتا ہے، عقل کو دیوانہ کر دیتا ہے، جنون کو پیدا کر دیتا ہے، بلکہ وہ خود جنون ہے، جیسا کہ ایک حکیم کا مقولہ ہے، جنون کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں ایک عشق ہے، ایک عاشق کہتا ہے:

قالوا جننت بمن تهوى فقلت لهم　　العشق اعظم مما بالمجانين

العشق لا يستفيق الدهر صاحبه　　وانما يصرع المجنون في الحين

''لوگ کہتے ہیں کہ تو مجنون ہو گیا، میں نے کہا کہ عشق تو جنون سے
بہت بڑھا ہوا ہے کیونکہ عاشق کبھی افاقہ نہیں پا سکتا جبکہ مجنون کبھی
نہ کبھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔''

کتنے ہی عاشق ایسے ہیں جنہوں نے معشوق کے لئے جان، مال اور عزت کو قربان کر دیا اور اپنے اہل و عیال اور دین و دنیا کو برباد کر دیا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک بدوی عورت اپنی بہن کے پاس آئی اور اسے کہا، ''فلاں شخص کی محبت میں تیرا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی، ''خدا کی قسم! اس کی محبت نے ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کر دیا'' پھر کہا:

فلو ان مابی بالحصی فلق الحصی　　و بالریح لم یسمع لهن هبوب

ولو انني استغفر الله كلما ذكرتك لم تكتب علي ذنوب

''جو حالت میری ہے اگر پتھروں کے ساتھ ہو تو ان کو پھاڑ دے اور اگر ہوا کے ساتھ ہو تو ان کی آواز بند ہو جائے، جب کبھی بھی میں تجھے یاد کروں پھر اللہ سے استغفار کروں تو مجھ پر کوئی گناہ نہیں۔''

اس کی بہن نے کہا: خدا کی قسم میں ضرور بضرور اس سے پوچھوں گی کہ اس کا تیری محبت میں کیا حال ہے، وہ اس شخص کے پاس گئی اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا: محبت ایک بوجھ ہے، اور اسے وہی شخص پہچان سکتا ہے جو بلند جگہوں اور کھنڈرات سے گزرا ہو۔''

کہا جاتا ہے کہ عشق ایک ہلاکت خیز بیماری ہے جس کے ساتھ روحیں پگھل جاتی ہیں اور سکون ختم ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ایسا سمندر ہے جو اس میں داخل ہوا غرق ہو گیا، کیونکہ نہ اس کا کوئی ساحل اور نہ اس سے نجات کا کوئی راستہ ہے، اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:

وما احدٌ في الناس يحمدا مره فيوجد الا وهو في الحب احمق

وما احد ما ذاق بوس معيشة فيعشق الا ذاقها حين يعشق

''لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی تعریف کی جائے اگر ایسا شخص مل بھی جائے تو وہ محبت میں بے وقوف قرار دیا جائیگا، جس شخص نے خراب زندگی کو نہ دیکھا ہو وہ عشق کرے خود بخود اسے چکھ لے گا۔''

عبدالمحسن صوری کہتے ہیں:

ما الحب الامسلک خطرٌ عسر النجاة وموطي زلق

''محبت ایک خطرناک راستہ ہے جس میں نجات دشوار ہے اور پھسلنے کا مقام ہے۔''

ایک اور شاعر عشق کے بارے میں کہتا ہے:

وکان ابتداء الذی بہ مجونا فلما تمکن امسیٰ جنونا
وکنت اظن الھوی ھینا فبلاقیت منہ عذابا مھیناً

''اس کی ابتداء مستی سے ہوتی ہے جب یہ راسخ ہو جائے تو جنون بن جاتا ہے، میں محبت کو آسان سمجھتا تھا لیکن مجھے اس سے دردناک عذاب پہنچا۔''

عشق کی تباہی

عشق نے کتنے ہی سرداروں کو منہ کے بل جہنم میں پھینکوا دیا، انہیں دردناک عذاب کے حوالہ کر دیا، ان کو جہنم میں گرم کھولتے پانی کے پیالے گھونٹ گھونٹ کر پلا دیئے اور کتنے ہی لوگوں کو علم اور دین سے ایسے نکال دیا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے، اس نے کتنی ہی نعمتوں کو چھین کر مصیبتوں کو مقدر کر دیا، کتنے ہی معزز اس کی وجہ سے ذلیل تر ہو گئے، انتہائی اعلیٰ اور بلند مرتبہ لوگ اس کی وجہ سے اسفل سافلین میں جا گرے، اس نے کتنے ہی پردوں کو چاک کر دیا اور خوف کو پیدا کر دیا، دردناک انجام کا ذریعہ اور ندامت کا سبب بنا، اس کی وجہ سے سینوں میں حسرت و افسوس کی آگ بھڑکتی رہی اور انسان کی عند اللہ اور عند الناس جو عزت تھی اسے خاک میں ملا دیا، اس کی وجہ سے سخت مصیبتیں، بدبختی، بدنصیبی اور دشمنوں کی طرف سے گالی گلوچ کا سامنا کرنا پڑا، اور مصیبت تو یہ ہے کہ نعمت کا زائل ہونا، مصیبت کا آپڑنا، عافیت کا پھر جانا، غم والم کا لاحق ہونا بھی اس کو ختم نہیں کرتا۔

اگر آپ سوال کریں: اے نعمت! تجھے کس نے زائل کیا؟...... اے مصیبت! تجھے کس نے راستہ دکھایا؟...... اے غم والم کے طوفانو! تم میرے دروازے پر کیسے آ گئے؟...... اے عافیت! تو میرا در کیوں چھوڑ گئی؟...... اے پردہ! تجھے کس نے پھاڑ دیا؟...... افسوس چہرہ کو کس نے بےنور و بے رونق کر دیا؟...... زندگی کو کس نے ناخوشگوار

کر دیا؟...... ایمان کے سورج کو کس نے لپیٹ دیا؟...... عزت نفس کو کس نے ذلیل کر دیا؟...... اکرام واعزاز کو ذلت وندامت سے کس نے بدل دیا؟...... تو یہ آپ کو بزبان حال جو جواب دیں گی وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے...... وہ جواب اگرچہ زبان سے جاری نہ ہو لیکن وہ عشق ہی ہے جو ان مصیبتوں کا سبب ہے۔

عاشقوں کی یہ مصیبتیں اہل عقل حضرات کے لئے نصیحت وعبرت ہیں، اگر وہ ان کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

﴿فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ (النمل: ۵۲)

''سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے ظلم کے سبب سے ویران پڑے ہیں، بے شک اس میں دانش مندوں کے لئے عبرت ہے۔''

قرآن مجید میں حب فاسد میں گرفتار لوگوں کے تذکرے

اللہ رب العزت نے سورہ اعراف کے اندر مذموم محبت کرنے والوں کے جو حالات بیان کئے ہیں، وہ صاحب عقل اور ذی شعور انسان کے لئے بطور عبرت وموعظہ کافی ہیں، حق تعالیٰ نے ابلیس کی ہوائے نفس سے واقعہ کو شروع کیا، جس نے اسے تکبر پر ابھارا کہ وہ آدم علیہ کو سجدہ نہ کرے، اس کی ہوائے نفس اور عجب وخود پسندی نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ابھارا اور اللہ کی طاعت سے بہکایا، پھر اس کے ساتھ جو ہونا تھا ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی چاہت اور محبت کا ذکر کیا کہ جب انہیں ہمیشہ جنت میں رہنے کی آرزو اور تمنا ہوئی اور اس تمنا نے منع کردہ درخت کے کھانے پر مجبور کر دیا، اب اس پر ابھارنے والی چیز ہوائے نفس اور ہمیشہ رہنے کی محبت تھی، اب یہ دلی خواہش اور چاہت جنت سے نکالنے اور مصائب ومشقتوں کے گھر میں آنے کا باعث بن گئی، یہاں ایک قول یہ بھی ہے کہ انہوں نے یہ درخت حواء علیہا السلام کے کہنے پر کھایا تھا، لہٰذا ان کی محبت نے

انہیں حوا کی اطاعت پر ابھارا اور آدم علیہ السلام نے ان کی خواہش پوری کر دی کہ ان کا دشمن ان کی طرف ان کی بیوی کو ذریعہ اور راستہ بنا کر آیا، تو گویا کہ اس کائنات میں سب سے پہلی چوک اور غلطی عورت کی وجہ سے ہوئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کے فتنہ کا ذکر فرمایا جنہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا، دین میں اللہ کی مشروعیت کے بغیر نئی باتیں داخل کیں، اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ زینت اور پاکیزہ رزق کو حرام کر دیا، فواحش و بے حیائیوں کے ذریعہ اللہ کی عبادت یہ گمان کرتے ہوئے کی کہ اس نے اس کا حکم دیا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالیا، اس سب کچھ پر ابھارنے والی چیز ہوائے نفس اور حب فاسد تھی، اسی کی وجہ سے انہوں نے رسولوں سے جھگڑا کیا، کتب سماوی کا انکار کیا، اور اپنے مال و جان کو اللہ کے غیر میں لگا کر خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بن گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا قصہ بیان کیا، اس رسوا کن ہلاکت اور عبرت ناک انجام کا ذکر کیا جو انہیں خواہشات نفسانیہ اور ہوائے نفس کی وجہ سے لاحق ہوئی اور اسی طرز پر قوم صالح کا ذکر بھی کیا۔

ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے فساق کے ائمہ، عشق کے رسیا، عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے نکاح کرنے والوں کا ذکر کیا، ان کی بستی میں ان پر عذاب کا کوڑا برسائے جانے کو بیان کیا، عشق میں ان کے مخمور اور مست ہونے کے دوران ان کی جڑ کاٹ دیئے جانے کو آشکارا فرمایا اور اس بات پر تنبیہ کی کہ ان پر ایسا عذاب نازل ہوا جو کسی امت پر بھی نازل نہ ہوا اور انہیں اگلے پچھلے بدکاروں اور سیاہ کاروں کا پیشوا بنا دیا گیا۔

قوم لوط کا انجام قرآنی آیات کی روشنی میں

جب وہ اپنی سرکشی میں حد سے بڑھنے لگے اور بیباک ہو کر برائی میں لگ گئے اور ایک دوسرے کی اقتداء اور حوصلہ افزائی کرنے لگے، تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے دربار

میں چیخ و پکار کیا، زمین نے دربار الٰہی میں بآواز بلند دعا مانگی، فرشتے آسمانوں کی طرف لپکنے لگے اور ساری مخلوق اللہ تعالیٰ سے ان کی شکایت کرنے لگی، لیکن اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ ظالموں کو حجت قائم کئے بغیر اور وعدہ وعید نازل کئے بغیر نہیں پکڑتا، لہٰذا اس نے ان کی طرف اپنے رسول کو بھیجا جو ان کو ان کے عمل کی خرابی اور دردناک عذاب سے ڈراتے، پس رسول خدا نے سرداروں اور بہت سے حاضرین کی موجودگی میں اعلان کیا اور انہیں پکار پکار کر نصیحت کی۔

ان عظیم ناصح نے کہا:

﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَاسَبَقَكُمْ بِهَامِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الاعراف: ۸۰)

''کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو کہ تم سے پہلے اسے جہاں میں کسی نے نہیں کیا۔''

جب وہ عشق کے نشہ میں بے عقل وانجان رہے تو وہ اپنی تنذیر و نصیحت کو دہراتا رہا:

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً دُوْنَ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ (الاعراف: ۸۱)

''بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو بلکہ تم حد سے بڑھنے والے ہو۔''

لیکن اس کی ان نصیحتوں کا ردعمل ان کی طرف سے اس شخص کے جواب کی مانند سامنے آیا جو عشق ومحبت کی گہرائیوں میں اوندھا پڑا ہو، اور اس کا دل عشق میں گرفتار و لاچار ہو:

﴿قَالُوْا اَخْرِجُوْا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ (النمل: ۵۶)

''انہوں نے کہا لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ

بڑے پاک بنتے ہیں۔"

لیکن جب مدت معلوم اور یقینی فیصلہ کے نفاذ کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے انعام اور امتحان کے اتمام کے لئے لوط علیہ السلام کے گھر میں فرشتوں کو انسانی صورت میں بھیجا اور انہیں انتہائی خوبصورت نین و نقش عطا فرمائے، ان کی آمد بطور مہمان تھی لیکن حالت لوط کے بارے حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سِيۤءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ﴾ (هود: ۷۷)

"ان کے آنے سے اس کا دل تنگ ہوا اور غمگین ہوا اور کہا آج کا دن بڑا سخت ہے۔"

جب یہ خبر بدکار لوگوں کو پہنچی کہ لوط کے گھر میں ایسے حسین و جمیل نوجوان آئے ہیں کہ ان جیسا کسی نے دیکھا نہیں، لہٰذا وہ آپس میں ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ چلو لوط کے گھر چلیں وہاں شہوت پوری ہوگی اور بہت بڑی لذت حاصل ہوگی۔

﴿وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ (هود: ۷۸)

"اور اس کے پاس اس کی قوم بے اختیار دوڑتی ہوئی آئی اور یہ لوگ پہلے ہی سے برے کام کیا کرتے تھے۔"

جب وہ ان کے ہاں پہنچ گئے اور رش لگا دیا تو لوط علیہ السلام نے ان سے کہا اس حال میں کہ وہ غم و پریشانی سے نڈھال تھے:

﴿يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ﴾ (هود: ۷۸)

"اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے پاک ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے ذلیل نہ کرو کیا تم میں کوئی

بھی بھلا آدمی نہیں۔"

جب لوطیوں نے اس بات کو سنا تو بدکار اور سرکش شخص کی طرح بولے:

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَالَنَا فِیْ بَنَاتِکَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَانُرِیْدُ﴾ (ھود: ۷۹)

"البتہ تحقیق تو جانتا ہے کہ ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں اور تو خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔"

لوط علیہ السلام تنہا لرزاں شخص کی طرح فرمانے لگے:

﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ﴾ (ھود: ۸۰)

"کاش کہ مجھے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کی پناہ جالیتا۔"

جب اللہ کے قاصد فرشتوں نے لوط علیہ السلام کی یہ حالت دیکھی تو حقیقت کو بے نقاب کیا اور بولے پریشان مت ہوں کیونکہ

﴿یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ﴾ (ھود: ۸۱)

"اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے۔"

یہ سن کر لوط علیہ السلام ایسے خوش ہوئے جیسے کوئی محب محبوب کی طرف سے اچانک ملنے والے اکرام پر خوش ہوتا، اور ان سے کہا گیا:

﴿فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ، اِنَّہٗ مُصِیْبُھَا مَآ اَصَابَھُمْ اِنَّ مَوْعِدَھُمُ الصُّبْحُ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ﴾ (ھود: ۸۱)

"جبکہ کچھ حصہ رات رہے، اپنے لوگوں کو لے کر نکل اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے، مگر تیری عورت کو اس پر بھی وہی بلا آنے والی

ہے جوان پڑ آئے گی ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے کیا صبح کا وقت نزدیک نہیں ہے؟"

جب ان سرکش لوگوں نے مہمانوں سے ہمدردی نہ کرنے اور پڑوسی کے حق کو ادا نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تو جبریل علیہ السلام نے ان کے چہروں پر اپنے بازو کو مارا، جس سے ان کی آنکھیں دھنس گئیں اور وہ اندھے ہو گئے اور وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے، اے مجنون! تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کل تیرے ساتھ کیا ہوگا، جب صبح کی روشنی پھوٹنے لگی اور رب الارباب کی طرف سے اعلان ہوا، "لواطت کرنے والوں کو دھنسا دو اور انہیں دردناک عذاب چکھا دو۔" لہٰذا جبرئیلؑ نے ان کی بستیوں کو جڑ سے اکھیڑ کر اپنے ایک پر سے اٹھایا اور فضا میں ایسا اچھالا کہ ان کے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی بانگ کی آواز فرشتوں نے سنی، پھر انہیں زمین پر ایسا پٹخا کہ اوپر کا نیچے اور نیچے کا اوپر کر دیا، اس کے بعد ان پر نوکیلے پتھروں کی بارش برسا کر ان کو نیست و نابود کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس عمل میں ان کی پیروی کرنے والوں کو یہ وعید سنائی۔

﴿فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ﴾ (هود: ۸۲)

"پھر جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے وہ بستیاں الٹ دیں اور اس زمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کیے جو لگا تار گر رہے تھے۔"

یہ انجام ہے ان لوطیوں کا جو صورتوں کے عاشق تھے، یہ پیشوا تھے اور ان کے متبعین کا بھی یہ انجام ہوگا۔

وإن لم يكونوا قوم لوط بعينهم — فما قوم لوط منهم ببعيد

وإنهم في الخسف ينتظرونهم — على مورد من مهلة وصديد

يقولون لا أهلاً ولا مرحباً بكم — ألم يتقدم ربكم بوعيد

فقالوا بلىٰ لكنكم قد سننتم — صراطا لنا في العشق غير حميد

أتينا به الذكران من عشقنا لهم ... فاوردنا ذا العشق شر ورود
فأنتم بتضعيف العذاب أحق من ... متا بعكم في ذاك غير رشيد
فقالوا وأنتم رسلكم أنذرتكم ... بما قد لقيناه بصدق وعيد
فما لكم فضل علينا فكلنا ... نذوق عذاب الهون جد شديد
كما كلنا قد ذاق لذة وصلهم ... ومجمعنا في النار غير بعيد

''اگر قوم لوط ان کے سامنے نہیں تو ان سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں، اور قوم لوط اپنے متبعین کے دھنسائے جانے کی منتظر ہے، ایسے گھاٹ پر جو ہلاکت اور بربادی والا ہے، وہ کہیں گے کہ تمہارے لئے کوئی خوش آمدید نہیں اور کیا تمہارے رب نے پہلے وعید نہ بھیجی تھی؟ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں، لیکن تم نے ہمارے لئے عشق میں بہت برا راستہ چھوڑا تھا، ہم لڑکوں کے عشق کی وجہ سے ان سے شہوت پوری کرتے تھے لیکن اس عشق نے ہمیں انتہائی خطرناک جگہ دھکیل دیا ہے اور تم عذاب کے دوگنا ہونے کے اپنے بے وقوف متبعین سے زیادہ مستحق ہو، وہ کہیں گے تمہارے رسولوں نے اس مصیبت سے تمہیں ڈرایا تھا جو ہمیں ہمارے اعمال کی وجہ سے پہنچی، لہٰذا تمہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں پس ہم سب جہنم کے ہولناک عذاب کو چکھیں گے، جیسا کہ ہم سب نے ان سے ملاقات کی لذت کو چکھا اور آگ پر ہمارا جمع ہونا دور نہیں ہے۔''

خواہشات نفسانیہ کی مذمت

اسی طرح قوم شعیب کو بھی مال کی محبت نے ناپ تول میں کمی کرنے پر ابھارا اور خواہش نفس نے انہیں نبی کی اطاعت سے روکے رکھا یہاں تک کہ انہیں عذاب کا مزا

چکھنا پڑا۔

قوم فرعون کو بھی خواہشات نفسانیہ، شہوت اور سرداری کے عشق نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب پر ابھارا یہاں تک کہ ان پر عذاب کا کوڑا برس گیا، اصحاب سبت کا حال بھی ان سے مختلف نہیں کہ ان کا مسخ ہو کر بندر بن جانا، مچھلیوں کو پکڑنے اور کھانے کی محبت اور حرص کی وجہ سے تھا حق تعالیٰ نے آیات میں بھی اسی مناسبت سے اتاریں

﴿فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ﴾

(الأعراف: ۱۷۵)

''پھر وہ ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ (الاعراف: ۱۷۶)

''اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی برکت سے اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کی اتباع کی تو اس کا حال ایسا حال ہے جیسے کتا اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے چھوڑ دے تو بھی ہانپے۔''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بھی غور کر لیجیے: ''اٰتینٰہ اٰیٰتِنَا'' کہ ہم ان کو اپنی آیات دیں، یعنی اس میں آیات کا حصول ایتاء رب کی وجہ سے تھا نہ کہ اپنی مرضی سے پھر فرمایا: ''فانسلخ منھا'' (پھر وہ ان سے نکل گیا) یہاں فسلخناہ نہیں فرمایا بلکہ انسلاخ یعنی نکلنے کی نسبت اس کی طرف کی، اور اس کے اس عمل کو انسلاخ سے تعبیر کیا جو مکمل طور پر خالی ہونے پر دال ہے۔

مذکورہ حالت تو کافر کی تھی باقی مومن کی شان تو یہ ہے کہ اگر وہ اللہ کی معصیت کا ارتکاب کرتا بھی ہے تو مکمل طور پر ایمان سے خالی نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا ''فاتبعه الشیطٰین'' یہاں ''فتبعه'' نہیں فرمایا کیونکہ أتبعه میں اس بات کا اشارہ ہے کہ وہ اس کو پالیتا ہے اور اس کے ساتھ مل جاتا ہے جیسے ''فاتبعوهم مُشرِقین'' یعنی وہ ان کے ساتھ مل گئے۔

پھر فرمایا ''ولو شئنا لرفعنا بها'' یہ آیت اس بات پر دال ہے کہ محض علم بلندی کا ذریعہ نہیں اور اسی بات کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ حق تعالیٰ نے اسے آیات دی لیکن رفعت عطا نہیں فرمائی، پس علم کے ذریعے حاصل ہونے والی رفعت و بلندی تعلم محض پر ایک زائد چیز ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کو بیان فرمایا جس نے اسے رفعت و بلندی سے روکا ''وَلٰكِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ'' (یعنی وہ دنیا کی محبت میں پڑ گیا)

''اخلد الی الارض'' یعنی وہ زمین میں سکون پاتا ہے اور طبیعت کی خوشی سے اس پر رہتا ہے تو گویا کہ اس کا نفس ارضی سفلی ہے نہ کہ سماوی علوی۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے خواہش نفس کو اعضاء میں تقسیم کیا ہے اور ہر عضو کے لئے اس کا حصہ ہے، جب بھی کوئی عضو خواہش کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس کا اثر دل کی طرف لوٹتا ہے، نفس کے سات پردے سماوی ہیں اور سات پردے ارضی ہیں، جب انسان اپنے نفس کو پستی میں دفن کرتا ہے تو اس کا دل آسمان کی طرف بڑھتا ہے اور جب نفس تحت الثریٰ میں دفن ہو جاتا ہے تو دل آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں خواہش کی پیروی کرنے والے کو کتے کے ساتھ تشبیہ دی کہ جیسے کتا ہر حالت میں ہانپتا ہے اور زبان باہر نکالتا ہے، اسی طرح خواہش کی پیروی کرنے والا بھی ہمیشہ مضطرب رہتا ہے، خواہ دنیا میں رغبت کی وجہ سے ہو یا گوشہ نشینی کی وجہ سے۔

مقصود یہ ہے کہ اس سورت میں اول سے آخر تک اہل ہوی اور اہل شہوات اوران کے انجام کا بیان ہے، کیونکہ عشق و دیوانگی ہر مصیبت کی جڑ ہے۔

ایک راہب کا عبرت ناک واقعہ

عدی بن ثابت کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا، جو اللہ کی عبادت کرتا تھا، اس کے پاس مجنون اور دیوانے لائے جاتے تھے وہ ان کو تعویذ دیتا جس سے وہ ٹھیک ہو جاتے، ایک مرتبہ اس کے پاس کوئی اعلیٰ حسب نسب والی مجنون لڑکی کو لایا گیا، اس کے بھائی بھی تھے جو اس کو اس راہب کے پاس لائے تھے، اب شیطان نے اس لڑکی کو اس کے لئے مزین کرنا شروع کر دیا، یہاں تک وہ اس سے بدکاری کر بیٹھا اور وہ حاملہ ہوگئی، جب اس کا حمل ظاہر ہوا تو اس بدکار راہب کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے، اس نے لڑکی کو قتل کر کے دفنا دیا، پھر شیطان کسی آدمی کی صورت میں اس کے ایک بھائی کے پاس آیا اور اسے راہب کے کرتوت کی خبر دی، اسی طرح ایک ایک کر کے سب کے پاس گیا، اس اطلاع کے بعد انہوں نے باہم مشورہ کیا اور بادشاہ کے دربار میں مقدمہ درج کروایا، اور راہب کو حاضر کیا گیا اس نے اپنے فعل کا اقرار کیا، لہٰذا اس کے لئے پھانسی کا اعلان کر دیا گیا، جب اسے تختہ پر چڑھایا گیا تو شیطان اس کے پاس آیا اور کہنے لگا ''میں ہی وہ ہوں جس نے تیرے لئے یہ سب کچھ مزین کیا اور تجھے اس مصیبت میں گرفتار کروایا، میں تجھے ایک بات کہتا ہوں اگر تو اسے مانے تو میں تجھے چھٹکارا دلا سکتا ہوں، اس نے ماننے کا اقرار کیا تو شیطان نے اسے کہا ''مجھے سجدہ کر'' آدمی نے اس کو سجدہ کیا اور وہ قتل کر دیا گیا۔

﴿كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْقَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْكَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (الحشر:۱۶)

''اور مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ آدمی سے کہتا ہے تو منکر ہو جا، پھر

جب وہ منکر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے بیشک میں تم سے بری ہوں کیونکہ
میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہاں کا رب ہے۔"

دو یہودی عالموں پر عشق کا فتنہ

واصل مولیٰ ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "میں نے محمد بن سیرین سے ملاقات کی تو انہوں نے مجھے کہا "کیا تیری شادی ہوگئی؟" میں نے منفی میں جواب دیا ان کے وجہ دریافت کرنے پر میں نے ناداری کی شکایت کی تو فرمانے لگے۔" عبداللہ بن محمد بن سیرین نے جب شادی کی تو اس کے پاس کچھ نہ تھا، لیکن اللہ نے اسے روزی عطا کردی پھر فرمایا "بنی اسرائیل کی ایک عورت دو یہودی عالموں کے پاس کسی مقدمہ کے سلسلہ میں آئی تو وہ دونوں اس پر عاشق ہو گئے، لیکن دونوں میں سے ہر ایک اپنے عشق کو دوسرے سے چھپا رہا تھا، انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک باغ میں غسل کرتی ہے، لہٰذا وہ دونوں وہاں پہنچے اور دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہو گئے، جب اس نے ان دونوں کو دیکھا تو خود کو پانی میں چھپا لیا، وہ کہنے لگے کہ اگر تو نے ہماری خواہش پوری نہ کی تو ہم تیرے بدکار ہونے کی گواہی دیں گے، اس نے انکار کر دیا جس پر ان دونوں نے اس کے خلاف گواہی دے دی، جب اس کو حد لگانے کے لئے لایا گیا تو دانیال علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی، جس میں ان کی تکذیب کی گئی" یہ بھی عشق کا ایک فتنہ تھا۔

حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالملک بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے مصعب بن سعید کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ سعد رضی اللہ عنہ ہمیں حضور ﷺ کے حولہ سے اس دعا کی تعلیم دیتے تھے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ النِّسَاءِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ﴾[1]

---

[1] رواه الخرائطی فی اعتدال القواب کما قال السیوطی

''اے اللہ میں عورتوں کے فتنہ اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

غیر عورتوں سے تعلق عذاب کا پیش خیمہ ہے

حسن بن عرفہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا: ''گزشتہ لوگوں اور آنے والوں کا کفر عورتوں کی وجہ سے ہے۔''

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: میری امت کے مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ چیز اور کوئی نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے، حضور ﷺ فرمایا: ''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف عورت اور شراب کا ہے۔''

علی بن حرب، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہما کے حوالہ سے سعید بن مسیبؒ کا قول نقل کرتے ہیں: ''شیطان جب کسی سے مایوس ہو جاتا ہے تو عورت کی طرف سے اس پر حملہ کرتا ہے۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دربار الٰہی میں آدمؑ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کس چیز نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر مجبور کیا؟ عرض کیا ''اے میرے رب! اسے حواء نے میرے لئے مزین کیا'' فرمان ہوا ''اس کو یہ بدلہ ملے گا کہ اس کا حمل بھی مشقت کے ساتھ ہوگا، اور وضع حمل بھی تکلیف دہ ہوگا اور یہ مہینہ میں ایک مرتبہ خون آلود ہوگی۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہوا۔''

عشق کی تباہی اور نقصانات عاشقوں کے حالات کے جان لینے کے بعد عیاں اور روز روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں، یہ چیز ہر زمانہ میں موجود ہے اس کا مشاہدہ بخوبی ہوسکتا ہے۔

باب ۱۶

﴿عشق کی حقیقت کا بیان﴾

مذکورہ فریقین کے مابین منصفانہ مدلل فیصلہ

اس باب میں عشق کی مدح وتمنا اور مذمت و برائی کرنے والے فریقین کے درمیان مدلل فیصلہ کیا جائے گا۔

عشق مطلقاً مذموم نہیں اور نہ ہی مطلقاً محمود ہے بلکہ اس کا محمود و مذموم ہونا اس کے متعلق کے اعتبار سے ہے، کیونکہ ارادہ مراد کے تابع ہوتا ہے اور محبت محبوب کے تابع...... اگر محبوب ان چیزوں میں سے ہو جو فی ذاتہٖ محبوب ہیں یا محبوب فی ذاتہٖ تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں تو اس محبت کو مذموم نہ کہا جائے گا، بلکہ اس کی تعریف کی جائے گی اور یہ محمود محبت ہوگی اور اسی طرح محب کی حالت کی درستگی اس کی محبت کی قوت کے اعتبار سے ہوگی۔

محبت کا بہترین مصرف اللہ سے محبت کرنا:

اسی وجہ سے بندہ کی درستگی کی انتہاء یہ ہے کہ وہ اپنی محبت کو مکمل طور پر اللہ کی طرف پھیر دے، اس طرح کہ اس کا تن من دھن ہر چیز اللہ کی ہو جائے کہ وہ اپنے محبوب کو یکتا قرار دے اور اس کی محبت میں بھی توحید کا قائل ہو، محبوب کی توحید تو یہ ہے کہ محبوب متعدد نہ ہوں اور محبت کی توحید یہ ہے کہ اس کے دل میں مزید محبت باقی ہی نہ رہے اور وہ ساری محبت خرچ کر ڈالے، یہ محبت اگر اسے عشق کہا جائے تو انسان کی درستگی کی انتہا ہے، اس کے لئے نعمت اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اس کے دل کے لئے اس کے سوا کوئی صلاح و بہتری اور انعام واکرام نہیں کہ اللہ اور اس کا رسول اس کے لئے ماسوا سے زیادہ

محبوب ہوں، اور اگر اس کی غیر اللہ سے محبت ہو تب بھی وہ اللہ کی محبت کے تابع ہو اور اللہ کی ہی وجہ سے ہو، جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

''جس آدمی میں تین صفات ہوں وہ ایمان کی حلاوت پالے گا، ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول تمام ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں، دوسری یہ کہ وہ کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ ہی کے لئے کرے، تیسری یہ کہ اس کے لئے کفر میں لوٹنا ایمان لانے کے بعد اتنا ناپسندیدہ ہو جیسے آگ میں گرنا۔[۱]''

اس حدیث میں اللہ کے نبی نے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب اللہ تعالیٰ کی محبت ہر چیز سے بڑھ کر اس کو حاصل نہ ہو جائے۔ رسول اللہ کی محبت تو اللہ کی محبت کی وجہ سے ہے، اگر کسی شخص سے اس کی محبت اللہ کے لئے تھی تو یہ اللہ کی محبت ہی ہے اور اگر اللہ کے غیر کے لئے تھی تو یہ اللہ کی محبت کو کم کرنے والی اور غیر کی محبت کو بڑھانے والی ہوگی، اور یہ محبت سچی اس وقت ہوگی جب یہ اپنے محبوب کی مبغوض ترین چیز کو ناپسند سمجھے اور اس کے محبوب کی مبغوض ترین چیز کفر ہے جو اسے آگ میں ڈالے جانے سے بھی زیادہ ناپسندیدہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اعلیٰ ترین وصف انسانی ہے

بلاشبہ یہ عظیم محبت ہے، کیونکہ انسان اپنی ذات اور اپنی زندگی کی محبت کو مقدم نہیں کرسکتا، لیکن جب وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے تو اس محبت کو اپنے نفس پر ایسے مقدم کردے کہ اگر اس کو کفر اور آگ میں ڈالے جانے کے درمیان اختیار دے دیا جائے تو وہ آگ میں گرنے کو اختیار کرے لیکن کفر اختیار نہ کرے، یہ آدمی ایسا ہے کہ جس نے اللہ کو اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب بنالیا، یہ ایسی شاندار محبت ہے کہ تمام دنیا کے عاشقوں اور محبت کرنے

---

۱ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی

والوں کی محبت اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتی، اور جیسے اس محبت کا محبوب بے مثل و بے مثال ہے اس طرح یہ محبت بھی عدیم النظیر ہے، یہ ایسی محبت ہے جو محبوب پر اپنی جان، مال اور اولاد کے قربان کرنے کا تقاضا کرتی ہے اور انتہا درجہ کی ظاہری و باطنی عاجزی، خشوع و خضوع، تعظیم و اجلال، اطاعت و فرمانبرداری کی مقتضی ہے اور یہ چیز مخلوق کی محبت میں ہرگز نہیں ہوسکتی، خواہ وہ مخلوق کیسی ہی کیوں نہ ہو؟

اسی وجہ سے جو آدمی اس محبت خاصہ میں کسی کو اللہ کا شریک بنائے گا تو یہ ایسا شریک ہوگا جس کی مغفرت نہیں ہوسکتی، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرہ: ۱۶۵)

''اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں، جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہئے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔''

آیت شریفہ کا صحیح ترین معنی یہ ہے کہ ایمان والوں کی محبت اللہ تعالیٰ سے ان کافروں کی اپنے شرکاء کی محبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ پہلے بھی گزر گیا کہ مومنین کی اپنے رب سے محبت مخلوق کی محبت کے مثل نہیں، جیسا کہ ان کا محبوب کسی کے مثل نہیں۔ ہر وہ تکلیف جو غیر کی محبت میں تکلیف ہے اللہ کی محبت میں نعمت ہے اور ہر وہ امر جو غیر کی محبت میں ناگوار ہے وہ اللہ کی محبت میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

محبت الٰہیہ میں آداب کی رعایت ضروری ہے

یہاں اس امر کا جان لینا بھی ضروری ہے کہ جو شخص اللہ کی محبت کو مخلوق کی محبت پر قیاس کر کے ایسی مثالیں بیان کرے جو مخلوق کے لئے بیان کی جاتیں ہیں، جیسے ہجر، وصال، ناز و انداز وغیرہ تو وہ شخص بہت قبیح اور فحش ترین غلطی کرنے والا ہوگا کیونکہ حق

تعالیٰ ان تمام چیزوں سے پاک اور بلند ہیں لہٰذا یہ مثالیں بیان کرنے والا شخص دھتکارے جانے اور ملامت کیے جانے کے قابل ہوگا، یہ مصیبت اس کی اپنی ذات اور محبوب کے آداب سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے روکا ہے کہ بندے اس کے لئے مثالیں بیان کریں کیونکہ وہ مخلوق پر قیاس نہیں ہوسکتا، جس نے بھی دین میں کوئی نئی بات شروع کی ہے وہ اسی وجہ سے کی کہ اس نے حق تعالیٰ کے لئے مثالیں بیان کیں، جدید بدعتی اصحاب کلام والوں نے خبر دینے اور اس کے ساتھ موصوف ہونے کے اعتبار سے حق تعالیٰ کی شان میں باطل مثالیں پیش کیں، اصحاب ارادہ منحرفہ والوں نے ارادہ اور طلب میں اس کے لئے مثالیں بیان کیں اور یہ دونوں بدعت اور غلطی پر ہیں۔

محبت الٰہیہ کی اقسام

جب محبت کا متعلق اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہوں تو اس پر ثواب ملے گا اور یہ محبت ممدوح ہوگی، اور اس محبت کی مختلف قسمیں ہیں:

(۱) قرآن کی محبت

اس حیثیت سے کہ وہ اس کو سن کر لذت اور چاشنی اسی طرح محسوس کرے کہ غیر قرآن سننے میں یہ لطف و مزہ نہ رہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ معانی و مراد کو سمجھنے کی جستجو میں لگا ہو، یہ بھی طے ہے کہ جتنی محبت اللہ سے ہوگی اتنی ہی اس کے کلام سے بھی ہوگی، کیونکہ جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کی باتوں اور اس کے متعلق کی گئی باتوں سے بھی محبت کرتا ہے:

ان کنت تزعم حبی فلم هجرت کتابی
اَمَا تاَمَّلت ما فیه من لذیذ خطابی

''اگر تو مجھ سے محبت کا دعویدار تھا تو تو نے میری کتاب کو کیوں چھوڑا، تو نے میرے لذیذ کلام میں غور کیوں نہ کیا؟''

(۲) ذکر الٰہی سے محبت

اسی طرح اللہ کے ذکر سے محبت اللہ کی محبت کی علامت ہے، کیونکہ محب محبوب کے ذکر سے کبھی سیراب نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اس کو بھول ہی نہیں سکتا کہ اسے یاد دلانا پڑے۔[1] اسی طرح وہ اس کے اوصاف و افعال اور احکام و اوامر کے سماع سے بھی محبت کرے گا، اور ان چیزوں کا عشق نافع ترین عشق ہے اور یہ عاشق کی سعادت کی انتہا ہے۔

اسی طرح علم نافع کا عشق اور صفات کمالیہ جیسے سخاوت و فیاضی، عفو و درگزر، شجاعت و بہادری، صبر و استقلال اور مکارم اخلاق و عادات حسنہ کا عشق بھی قابل تعریف ہے۔ کیونکہ اگر ان صفات کو صورت دے دی جائے تو یہ انتہائی بارونق اور خوبصورت ترین صورتیں ہوں گی، اگر علم کی صورت دے دی جائے تو اس کی صورت سورج چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگی۔ لیکن ان صفات کا عشق شریف النفس اور ذکی لوگوں کے لئے مناسب ہے جیسا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس کے کلام اور دین کی محبت بلند مرتبہ اور ذکی و اعلیٰ ارواح کے مناسب ہے نہ کہ ادنیٰ و گھٹیا ارواح کے، جب آپ انسان کی قدر و قیمت اور اس کی حیثیت کا اندازہ کرنا چاہیں تو اس کے محبوب و مراد سے اس کو جانچ لیں، اور یہ بات بھی بخوبی جان لیں کہ عشق محمود کو گزشتہ ابواب میں ذکر کردہ آفات و بلیات میں سے کوئی چیز لاحق نہیں ہو سکتی۔

عشق محمود کی ایک اور قسم

عشق محمود کی ایک قسم اور ہے جو معشوق کی جدائی پر منحصر ہے، وہ اس طرح کہ ایک آدمی کسی عورت سے عشق کرتا ہو لیکن موت یا کوئی چیز ان میں جدائی ڈال دے، اب معشوق تو چلا گیا لیکن عشق باقی ہے، اس صورت میں اگر عاشق صبر کرے اور صبر کرنے

---

[1] وقف ہے ذہن فقط تیرے تصور کے لئے	میں تو بھولا ہی کہاں ہوں کہ تجھے یاد کروں

والوں کے ثواب کی امید رکھے تو یہ ایک امتحان ہوگا، لیکن اگر وہ صبر نہ کرسکا اور جزع فزع آہ بکا اور شکوہ شکایت کرنے لگا تو معشوق کے ساتھ ساتھ اس کا ثواب بھی ضائع ہو جائے گا، اور اگر یہ امتحان رضا اور تسلیم کے ساتھ مل گیا تو اس کا درجہ صبر کے درجہ سے بلند ہوگا، اور بلندی بالائے بلندی تو اس وقت نصیب ہوگی جب اس میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر شکر بھی ہو کیونکہ اللہ مومن کے لئے جو بھی کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے، جب وہ یہ جان لے گا کہ یہ فیصلہ اس کے لئے بہتر ہے، تو یہ جاننا اس حصول خیر پر شکر کا تقاضا کرے گا اور اگر اس کے خیر ہونے کا اس کو علم نہ ہو تو اسے چاہئے کہ یہ معاملہ اس صادق و مصدوق کے حوالہ کر دے جس کی خبر کے سچا ہونے کی قسم کھائی جا سکتی ہے، انہوں نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ مومن کے لئے جو بھی فیصلہ کرتے ہیں اس میں خیر ہی ہوتی ہے، اگر اس کو خوشحالی پہنچے اور وہ شکر ادا کرے تو یہ بھی خیر اور اگر تنگی پہنچے اور وہ صبر ادا کرے تو یہ بھی خیر ہے اور یہ صرف مومن ہی کے لئے ہے۔"[1]

آدمی کا ایمان اسے اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ فیصلہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اس کے خیر ہونے کا اعتقاد فیصلہ کرنے والے کے شکر کا تقاضا کرتا ہے۔

وباللہ التوفیق

---

[1] رواہ مسلم والامام احمد بدون قسم

باب ۱۷

﴿محبت شرعیہ کے فضائل﴾

اللہ رب العزت قرآن مجید میں بیویوں اور باندیوں کی حلت اور حرام عورتوں کی حرمت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَاللّٰهُ يُرِيدُ اَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا يُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفًا﴾ (النساء: ۲۶ تا ۲۸)

''اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے بیان کرے اور تمہیں پہلوں کی راہ پر چلائے اور تمہاری توبہ قبول کرے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے متوجہ ہو اور جو لوگ اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ سے بہت دور ہٹ جاؤ، اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ کو ہلکا کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

اس آیت میں ''خلق الانسان ضعیفا'' کے بارے میں سفیان ثوری، ابن طاؤس اور دوسرے مفسرین فرماتے ہیں: ''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب عورتوں کی طرف دیکھے گا تو صبر نہیں کرسکے گا۔'' اور شہوت جب اس باب میں غالب ہے تو ضروری ہے کہ شہوت ایسے عمل کو لازم کرے گی جو توبہ کو لازم کرتا ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

توبہ کو دو مرتبہ ذکر کیا، اور اس بات کی خبر دی کہ شہوت کی اتباع کرنے والے چاہتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندے راہ حق سے پوری طرح گمراہ ہو جائیں اور ان سے ہٹ جائیں اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ضعف کی وجہ سے ہم سے تخفیف کرنا چاہے گا لہٰذا اس نے ہمارے لئے باندیوں اور چار بیویوں کو مباح قرار دے دیا۔

اس باب میں بندے کی تین حالتیں ہیں:

(۱) حلال وحرام سے جہالت کی حالت

(۲) تقصیر وتفریط کی حالت

(۳) ضعف اور قلت صبر کی حالت

اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں بندہ کے جہل کے مقابلہ میں وضاحت وہدایت کو رکھا، اس کی تقصیر وتفریط کے مقابلہ میں توبہ کو رکھا اور اس کے ضعف اور قلت صبر کے مقابلہ میں تخفیف کو رکھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اپنی ازواج سے محبت

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، اور عورتیں اور خوشبو مجھے محبوب ہیں، بھوکا سیر ہوسکتا ہے اور پیاسا سیراب ہوسکتا ہے لیکن میں نماز اور عورتوں کی محبت سے سیراب نہیں ہوسکتا۔"[۱]

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت ہے فرماتی ہیں: "جب بنی مصطلق کے قیدی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کئے گئے تو جویریہ بنت حارث، ثابت بن قیس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں، وہ بڑی حسین و جمیل خاتون تھیں جو انہیں دیکھتا فریفتہ ہو جاتا، ثابت بن قیس نے انہیں مکاتبہ بنا لیا (یعنی وہ مال کی ایک مقدار انہیں دے کر آزاد ہو جائیں) وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

---

[۱] فی المسند والنسائی والحاکم والطبرانی والبیہقی فی السنن مع تغییر فی الفقرات کما جاء فی الجامع الصغیر للسیوطی

میں مدد کی درخواست لیکر حاضر ہوئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے انہیں حجرہ کے دروازہ پر دیکھا تو وہ مجھے بہت ناگوار محسوس ہوئیں اور میں نے خیال کیا کہ وہ حضور کو بھی پسند نہ ہوں گی، وہ عرض کرنے لگی، یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت حارث سردار کی بیٹی ہوں، مجھے ایک مصیبت پہنچی جو آپ پر مخفی نہیں ہے اور میں ثابت بن قیس یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئی ہوں، اور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدد طلب کرنے آئی ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا ''تجھے اس کے علاوہ کچھ اور نہ دیا جائے؛'' عرض کیا، ''وہ کیا؟'' فرمایا، ''میں تیرا بدل کتابت ادا کر کے تجھ سے شادی کرلوں،'' عرض کیا، ''جی ہاں یا رسول اللہ ایسا کر لیجئے؛'' جب لوگوں کو اس نکاح کی خبر پہنچی تو لوگوں نے بنی مصطلق والوں کو حضور ﷺ کا سسرال ہونے کی وجہ سے آزاد کر دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور ﷺ کے نکاح کی وجہ سے بنی مصطلق کے سو آدمی آزاد کئے گئے، میں نے اپنی قوم کے لئے ان سے زیادہ بابرکت کسی خاتون کو نہیں دیکھا۔''

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''یوم جلولاء میں میرے حصہ میں ایک ایسی باندی آئی جس کی گردن چاندی کی صراحی کی طرح تھی، اسے دیکھ کر میں خود پر قابو نہ پاسکا اور اس کا بوسہ لے لیا''

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: حضور ﷺ جب خیبر آئے اور اللہ تعالیٰ نے قلعہ فتح کروا دیا تو حضور ﷺ کے سامنے صفیہ بنت حیی کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا گیا، ان کا خاوند قتل ہو چکا تھا اس حال میں کہ وہ دلہن تھیں، پس حضور ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب کرلیا اور ان کو لے کر چل پڑے، جب وہ مقام سد روحاء میں پہنچے تو حضور ﷺ نے ان سے شرعی ملاقات فرمائی اور پھر چمڑے کے ایک برتن میں حیس نامی مزیدار حلوہ بنایا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، ''اپنے اردگرد کے سب لوگوں کو بلالو'' ۔ پس یہ حضور ﷺ کا حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے نکاح کا ولیمہ تھا، پھر جب ہم مدینہ کی طرف نکلے تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے ان کے لئے اپنے پیچھے اونٹ کی کوہان کے اردگرد عورتوں کے بیٹھنے کی چادر لپیٹی، پھر اپنے اونٹ کے پاس بیٹھے اور اپنا گھٹنا رکھا، تو حضرت صفیہؓ نے حضور کے گھٹنے پر پاؤں رکھا اور سوار ہو گئیں"۔

ابو داؤد واقعہ خیبر کے حالات میں فرماتے ہیں: حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئی، اس کو حضور ﷺ نے خرید کر ام سلیم کو دے دیا کہ وہ ان کو تیار اور مزین کریں اور یہ ان کے گھر میں عدت گزارے اور یہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

خالد بن یزید کی رملہ بنت زبیر سے محبت

ابو عبیدہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے حج کیا ان کے ساتھ خالد بن یزید بن معاویہ بھی تھے، یہ خالد قریش کے معزز اور سرآبردہ لوگوں میں سے تھے جن کی عبدالملک کے ہاں بڑی قدر ومنزلت تھی، طواف کے دوران خالد بن یزید کی نظر رملہ بنت زبیر پر پڑی تو وہ بری طرح ان پر عاشق ہو گئے اور خالد کا دل رملہ کا ہو گیا، جب عبدالملک نے واپسی کا ارادہ کیا اور خالد نے پیچھے رہنے کا خیال ظاہر کیا، اس سے عبدالملک کے دل میں کھٹکا لگا، اس نے خالد بن ولید سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا، "اے امیر المومنین! میں نے رملہ بنت زبیر کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو اس نے میری عقل کو مدہوش کر دیا اور میں نے آپ کے سامنے اس بات کا اظہار صرف اس وجہ سے کیا کہ میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا، اس عشق نے میری آنکھوں کی نیند اور دل کا سکون چھین لیا ہے۔" یہ سن کر عبدالملک کو بہت تعجب ہوا اور وہ کہنے لگے "میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ محبت آپ جیسے شخص کو بھی قیدی بنا لے گی" خالد کہنے لگے، "مجھے اپنے اوپر آپ سے زیادہ تعجب ہو رہا

ہے، اور پہلے میں کہا کرتا تھا کہ محبت صرف دو طرح کے لوگوں کو ہوتی ہے، شعراء کو اور دیہاتیوں کو، شعراء کو اس وجہ سے کہ وہ عورتوں کے اوصاف وحسن جمال کو سوچتے اور دل لگی کی باتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے دل عورتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، اور عشق کو دور کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں اور ہاتھ باندھ کر عشق کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیہاتی اس وجہ سے کہ جب وہ اپنی بیوی سے خلوت اختیار کرتا ہے تو اس کو اپنی بیوی کی محبت کے علاوہ کسی چیز کا خیال نہیں ہوتا اور اسے اس سے کوئی چیز غافل نہیں کرتی اس طرح وہ محبت کے دور کرنے سے عاجز ہو کر عشق کا شکار ہو جاتے ہیں، میں نے اس نگاہ کے علاوہ کوئی نگاہ ایسی نہیں ڈالی جو میرے اور پختہ ارادوں کے درمیان حائل ہو گئی ہو اور اس نے گناہوں کو میرے لئے مزین کر دیا ہو" یہ سن کر عبدالملک مسکرایا اور کہنے لگا، کیا واقعی یہ سب باتیں آپ کو لاحق ہوئی ہیں؟ خالد نے کہا، "خدا کی قسم! اس مصیبت نے آج سے پہلے مجھے کبھی نہیں ڈھانپا" لہٰذا عبدالملک نے خالد بن یزید کے لئے رملہ کے نکاح کا پیغام بھجوایا تو انہوں نے کہا، "میں اس وقت تک شادی نہ کروں گی جب تک وہ اپنی بیویوں کو طلاق نہ دے دیں" پس خالد نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دے دی اور رملہ کو لے کر شام چلے گئے اور یہ کہا کرتے تھے:

الیس یزید الشوق فی لک لیلة	وفی کل یوم من حبیبتنا قربا
خلیلی مامن ساعة تذکر انها	من الدهر الا فرجت عنی الکربا
احب بنی العوام طرالحبها	ومن اجلها اجبت اخو الها کلبا
تجول خلا خیل النساء ولااری	لرملة خلخالاً یجول ولاقُلبا

"کیا ہر دن اور ہر رات میں تیرے لئے ہماری محبوبہ کے شوق نے اس کے قرب کو زیادہ نہیں کیا، اے میرے دوستوں جب بھی تم اس کا تذکرہ کرتے ہو تو میرے دل سے غم دور ہو جاتا ہے، میں اسی کی محبت کی وجہ سے قبیلہ بنو عوام سے اور اسی کی وجہ سے قبیلہ بنو کلب

والوں سے محبت کرتا ہو، عورتوں کی پازیبیں چھن چھن کرتی ہیں لیکن رملہ کی پازیب چھن چھن نہیں کرتی اور نہ ہی اس کا کنگن بجتا ہے۔"

سچی محبت انجام کی پابند نہیں

خرائطی نے بیان کیا ہے: بشر بن مروان جب کسی فوجی کو کسی سرحد یا مرکز پر مقرر کرتا تو دیکھتا کہ اگر وہ گڑبڑ کر رہا ہے تو اسے کرسی پر کھڑا کر کے کیلوں کے ذریعہ دیوار میں گاڑ کے کرسی کھینچ لیتا اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتا، ایک مرتبہ اس نے ایک ایسے عاشق کو فوج میں بھیجا جس کی اس کی چچازاد سے نئی شادی ہوئی تھی، جب وہ مرکز پہنچا تو اس نے ایک خط لکھا جس کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

لولا مخافة بشر او عقوبته و ان یری بعد ذا فی الکف مسمار
اذا لعطلت ثغری ثم زرتکم ان المحب اذما اشتاق زوار

"اگر بشر بن مروان کی سزا اور ہاتھوں میں کیل گاڑے جانے کا خوف نہ ہوتا تو سرحد کو چھوڑ کر تمہارا دیدار کر لیتا کیونکہ محب جب چاہت رکھتا ہے تو دیدار ضرور کرتا ہے۔"

جب یہ خط اس کی محبوبہ کے پاس پہنچا تو اس نے جواب لکھا اور نیچے یہ اشعار لکھے:

لیس المحب الذی یخشی العقاب ولو کانت عقوبته فی فجوة النار
بل المحب الذی لاشیء یفزعه اویستقر ومن یهواه فی الدار

"وہ محب نہیں جو انجام سے ڈرے اگرچہ انجام آگ کا گڑھا ہی کیوں نہ ہو، بلکہ محب تو وہ ہے جسے کوئی چیز ڈرا نہ سکے، یہاں تک وہ گھر میں اپنے محبوب کے پاس پہنچ جائے۔"

جب اس فوجی نے یہ خط پڑھا تو کہا: "اس کے بعد زندگی میں کوئی چیز نہیں۔"

اور مدینہ کی طرف چل پڑا اور ناشتہ کے وقت بشر بن مروان کے پاس پہنچ گیا، جب وہ ناشتہ سے فارغ ہوا تو فوجی کو بشر کے پاس لایا گیا، بشیر نے پوچھا: تجھے کس چیز نے سرحد چھوڑنے پر ابھارا؟ کیا تو نے اعلان نہ سنا تھا؟ اس پر اس نے کہا: میرا عذر سن لیجئے پھر اس کے بعد چاہو تو معاف کرو چاہو تو سزا دو، بشر نے کہا: تیرا ناس ہو بتا تیرا کیا عذر ہے؟ لہٰذا اس فوجی نے سارا قصہ بیان کیا، بشر نے کہا ٹھیک ہے اور غلام کو حکم دیا کہ اس کا نام لشکر کی فہرست سے کاٹ دو اور دس ہزار درہم دے کر اسے لڑکی کے پاس پہنچا دو۔"

سهرت ومن أهدى لي الشوق نائم وعذب قلبي بالهوى وهو سالم

فواحسرتا حتى متى أنا قائل لمن لامني في حبكم أنت ظالم؟

وحتى متى أخفي الهوى وأسره وأدفن شوقي في الحشا و أكاتم؟

أريد الذي قد سركم بمساء تي ليغفل واش أوليعذر لائم

"میں شب بیداری میں ہوں اور جس نے مجھے عاشق بنایا ہے وہ سو رہا ہے، میرا دل محبت کی وجہ سے عذاب میں ہے اور وہ بالکل ٹھیک ہے، ہائے افسوس جب میں تمہاری محبت میں ملامت کرنے والے کو کہتا تھا کہ تو ظالم ہے اور جب میں محبت کو چھپاتا اور پوشیدہ رکھتا تھا اور اپنے شوق کو دفن رکھتا تھا، میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا شخص ہو جو میری مصیبت سے تمہیں خوش کرے تا کہ چغل خور غافل ہو جائے اور ملامت کرنے والے کو معذور سمجھا جائے۔"

بي لا بها ما أقاسي من تجنيها ومن جوى الحب في الأحشا أفديها

والله يعلم أني لا أسر بأن تلقى من الوجد ما لاقيته فيها

خوف البكاء كما أبكي فتتركني أبكي على كبدي طوراً و أبكيها

"جو سزا میں برداشت کر رہا ہوں، وہ صرف مجھے ہی لاحق ہے اس کے ساتھ نہیں اور اسی طرح رگوں میں محبت کی تپش اس کے بدلہ میں ملی

ہے، اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس بات پر خوش نہیں کہ اُسے بھی وہ تکلیف ملے جو مجھے مل چکی ہے، اس نے مجھے رونے کے خوف سے چھوڑ دیا اس حال میں کہ میں کبھی اپنے دل پر روتا ہوں کبھی معشوقہ پر روتا ہوں۔''

ایک عورت کی اپنے شوہر سے والہانہ محبت

عباس بن ہشام کلبی کہتے ہیں: عبدالملک بن مروان نے یمن کی طرف ایک لشکر بھیجا وہ چند سال وہاں ٹھہرا، ایک مرتبہ دمشق میں ایک رات عبدالملک نے کہا: ''آج رات میں شہر دمشق میں گشت کرونگا اور لوگوں کو سنوں گا کہ وہ اس لشکر کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس کو میں جنگ کے لئے بھیجا ہے'' اس گشت کے دوران اچانک اس نے زور سے رونے کی آواز سنی وہ ایک عورت کی پکار تھی جو کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی تھی، اس نے کان لگائے جب وہ اپنے سونے کی جگہ کی طرف گئی تو کہنے لگی: ''اے اللہ! اونٹوں کو چلانے والے، کتابوں کو نازل کرنے والے، مرغوب چیزیں عطا کرنے والے، میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ تو میرا غائب شوہر مجھے لوٹا دے، اور میرے غم کو دور کر دے، میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے، اور میں تجھ سے مانگتی ہوں کہ تو میرے اور عبدالملک بن مروان کے درمیان اس معاملہ میں فیصلہ کر دے جو اس نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔'' پھر اس نے یہ شعر پڑھے:

تطاول هذا الليل فالعين تَدْمع	وأرّقني حزن لقلبي موجع
فبتُّ أقاسي الليل أرعى نجومه	وبات فؤادي بالجوى يتقطع
إذا غاب منها كوكب في مغيبه	لمحت بعيني كوكبا حين يطلع
إذا ما تذكرت الذي كان بيننا	وجدت فؤادي حسرة يتصدع
وكل حبيب ذاكر لحبيبه	يرجي لقاه كل يوم ويطمع

فهذا العرش فرج ماترى من صبابتي　　فأنت الذي يدعو العباد فيسمع

دعوتک في السراء والضراء دعوة　　على حاجة بين الشراسيف تلذع

''یہ رات لمبی ہوگئی، آنکھ آنسو بہا رہی ہے، مجھے غم نے بے تاب کر دیا ہے اور دل المناک ہے، میں نے رات کو ستارے گنتے ہوئے گزار دیا، اور میرے دل نے رات غم میں پگھلتے ہوئے گزار دی، جب کوئی ستارہ اپنی جگہ سے غائب ہوتا تو میں اپنی آنکھ سے ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھتی ہوں، جب میں اس کو یاد کرتی ہوں جو ہمارے درمیان تھا تو میرا دل حسرت و افسوس سے پھٹنے لگتا ہے، ہر محبت کرنے والا اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے، اور ہر دن اس کی ملاقات کی امید اور خواہش رکھتا ہے، اے عرش والے مجھ سے میری سوزشِ عشق کو ختم کر دے کیونکہ تو وہ ہے کہ جب بندے پکارتے ہیں تو تو سنتا ہے، میں نے تجھے خوشی اور تنگی میں ایسی ضرورت کے لئے پکارا ہے جو میرے سینہ کو ڈس رہی ہے۔''

عبدالمالک بن مروان نے اپنے دربان سے کہا: تو اس مکان کو پہنچاتا ہے، اس نے کہا ''ہاں یزید بن سنان کا گھر ہے'' بادشاہ نے کہا، یہ عورت کون ہے؟ دربان نے جواب دیا، یہ اس کی بیوی ہے، اگلی صبح بادشاہ نے پوچھا: عورت اپنے خاوند کی جدائی پر کتنا عرصہ صبر کر سکتی ہے؟ جواب ملا: ''چھ مہینے۔''

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عاشقہ بیوی پر رحم

جریر بن حازم، یعلی بن حکیم سے اور وہ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کے وقت اپنا کوڑا (درّہ) لے کر مدینہ کا چکر لگایا کرتے تھے اور جب کسی خلاف شرع عام امر کو دیکھتے تو اس کی سرکوبی فرماتے، ایک رات وہ گشت

گزر رہے تھے کہ اچانک ان کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا جو کہہ رہی تھی:

تطاول هذا الليل واخضلّ جانبه　　　وارقني ان لاخليل الاعبه

فوالله لولا الله لارب غيره　　　لحرک من هذا السرير جوانبه

مخافة ربي والحياء يصدني　　　واکرم بعلي ان تنال مراکبه

"یہ رات لمبی ہوگئی اور انتہائی تاریک ہوگئی اور یہ بات مجھے پریشان کرتی ہے کہ میرا کوئی خاوند ہوتا جس سے میں دل لگی کرتی، خدا کی قسم اگر مجھے اللہ وحدہ لاشریک کا خوف نہ ہوتا تو اس چارپائی کے کنارے حرکت کرنے لگتے، رب کا خوف اور حیا مجھے روکتے ہیں اور میں اپنے خاوند کا خیال کرتی ہوں کہ اس کی سواری کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

پھر اس نے ایک لمبا سانس لیا اور کہنے لگی: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے وہ چیز بہت معمولی ہے جو آج رات مجھے پیش آئی، عمر رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر دستک دی، وہ کہنے لگی: کون ہے جو ایسی عورت کے پاس آیا ہے جس کا خاوند غائب ہے؟ انہوں نے کہا: دروازہ کھول! اس کے انکار پر انہوں نے اصرار کیا، تو کہنے لگی: اگر امیر المومنین کو تیرے اس فعل کی خبر ملی تو وہ ضرور تجھے سزا دیں گے، جب انہوں نے اس کی پاکدامنی کو دیکھا تو فرمایا: دروازہ کھول دے میں ہی امیر المومنین ہوں، کہنے لگی: تو جھوٹ بولتا ہے تو امیر المومنین نہیں ہے، جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باآواز بلند سختی کے ساتھ کہا تو وہ پہچان گئی اور دروازہ کھول دیا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو کیا کہہ رہی تھی؟ اس نے ساری بات دہرائی، حضرت نے فرمایا، تیرا شوہر کہاں ہے؟ اس نے کہا فلاں لشکر میں اس جگہ گیا ہے، عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کے ذمہ دار کو پیغام بھیجا کہ فلاں بن فلاں کو چھوڑ دو، جب وہ آیا تو اسے اس کی بیوی کے پاس بھیج دیا اور پھر اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے بیٹی! عورت خاوند

کے بغیر کتنا عرصہ صبر کرسکتی ہے؟ عرض کیا: ایک، دو یا تین مہینے اور چوتھے مہینے اس کا صبر ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا امیر المومنین نے اسے لشکر میں بھیجے جانے کی مدت قرار دے دیا، اور یہ ایلاء کی مدت کے موافق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ عورت کا صبر چار ماہ کے بعد کمزور پڑ جائے گا اور وہ اس مدت سے زیادہ صبر کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، لہٰذا اسے ایلاء کی مدت قرار دے دیا اور چار مہینوں کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کے ساتھ رہے اگر چاہے تو نکاح کو فسخ کردے پس چار ماہ گزرنے کے بعد اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے گا۔

ولما دعوت الصبر بعدک والبکا　　اجاب البکا طوعا ولم یجب الصبر

''تیرے بعد میں نے صبر اور رونے کو پکارا، رونا تو فرماں برداری
کے ساتھ آ گیا لیکن صبر نے ساتھ نہ دیا۔''

باب ۱۸

حلال ملاقات میں محبت کی شفا ہے

اللہ رب العزت نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے اور اس دوا تک پہنچنا ہر اعتبار سے آسان کر دیا ہے، جو انسان جائز طریقہ سے دوا حاصل کرے اور اس پر مدد طلب کرے اور اس علاج کے حکم کو پورا کرے تو وہ شفا حاصل کرے گا اور جو انسان ممنوعہ اور غیر شرعی طریقوں سے دوا حاصل کرے تو وہ طریقہ علاج میں غلطی کرنے والا ہوگا اور وہ اسی شخص کی طرح ہوگا جو کسی چھوٹی بیماری کو بڑی بیماری کے ذریعے ختم کرنا چاہ رہا ہے۔

پہلے بھی یہ حدیث گزری ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

''محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں۔''[۱]

ماہر اطباء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس بیماری یعنی محبت کی شفا روحوں اور بدنوں کے ملنے میں ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کی نگاہ ایک مرتبہ ایک عورت پر پڑی تو آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور ان سے صحبت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

''عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور اس کے دل کو بھائے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے کیونکہ ایسا کرنا اس کے دل کو صاف کر دے گا۔''[۲]

اسماعیل بن عیاش، شرحبیل بن مسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اے خولان والو! اپنے جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیاں

---

۱ الحاکم و ابن ماجہ۔

۲ مسلم و مسند احمد۔

کراؤ کیونکہ شدید شہوت ایسا معاملہ جو برداشت سے باہر ہے لہٰذا اس کی تیاری کرو اور جان لو کہ پھر خیر سے پھیرنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔"

عتبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک آدمی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک آدمی دونوں اپنے لئے جگہ کی تلاش میں نکلے اور دونوں ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرے، ان میں سے ایک اس درخت کے نیچے لکھنے لگا:

خبرينا خصصت بالغيث ياسر ح بصدق والصدق فيه شفاء

"اے سرح درخت ہمیں خبر دے تو بارش کے ساتھ خاص کیا جائے، سچی بات کی اور سچ میں ہی شفا ہے۔"

دوسرے نے لکھا:

هل يموت المحب من الم الحب ب ويشفى من الحبيب اللقاء

"کیا محب محبت کے درد سے ہلاک ہوسکتا ہے اور کیا محبوب کی ملاقات اسے شفا دیتی ہے؟"

پھر وہ دونوں چل پڑے، جب واپس آئے تو اس کے نیچے لکھا ہوا دیکھا:

ان جهلا سوالك السَّرْح عمّا ليس يوماً عليك فيه خفاء

ليس للعاشق المحب من الحب ب سوى لذة اللقاء شفاء

"تیرا سرح کے درخت سے اس چیز کے بارے میں سوال کرنا جو ایک دن تجھ پر پوشیدہ نہ رہے گی جہالت ہے، محبت کرنے والے عاشق کے لئے محبت میں ملاقات کی لذت کے سوا کسی چیز میں شفا نہیں۔"

ابوجعفر عذری کہتے ہیں:

لسكر الهوى اروى لعظمي ومفصلي اذا سكر الندمان من لذة الخمر

واحسن من قرع المثاني ونقرها تراجيع صوت الثغر يقرع بالثغر

فلما دعوت الصبر بعدک والبکا　　أجاب البکا طوعاً ولم یجب الصبر

''محبت کا نشہ میری ہڈیوں کو اور جوڑوں کو سیراب کرتا ہے جب
شراب نوش کو شراب کی لذت سے نشہ میں آتا ہے، گیت کے
تاروں کے بجانے کی لذت سے زیادہ اچھی دانت کی دانت سے
ٹکرانے کی آواز میں ہے، جب میں نے تیرے بعد صبر اور رونے
کی بلایا تو رونا تو خوشی سے آ گیا لیکن صبر نے آنے سے انکار کر دیا۔''

بیوی سے شرعی ملاقات سکون کا ذریعہ ہے

عبداللہ بن صالح کہتے ہیں: لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ جماع کا ارادہ کرتے تو گھر کے ایک کمرہ میں خلوت اختیار کرتے اور ایک کپڑا منگواتے جسے ہرکان کہا جاتا تھا، اور اسے پہن لیتے، وہ جب بھی اس کمرہ میں خلوت اختیار کرتے تو ان کے گھر والوں کو معلوم ہو جاتا کہ وہ کچھ چاہتے ہیں اور جب اپنی اہلیہ سے شرعی ملاقات کرتے تو فرماتے: اے اللہ! میرے لئے اس عمل کی اصل کو درست کر دے، اس کے سینہ کو بلند کر دے، اس کا مدخل و مخرج میرے لئے آسان کر دے، مجھے اس کی لذت عطا فرما اور ایسی نیک اولاد عطا کر جو تیرے راستہ میں جہاد کرے۔'' لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا اونچی آواز سے مانگتے تھے اس لئے یہ سن لی گئی۔

خرائطی روایت کرتے ہیں عمارہ بن وثیمہ سے کہ ان کے والد نے فرمایا: ''عبداللہ بن ربیعہ عفت و عصمت اور شرافت کے اعتبار سے قریش کے بہترین لوگوں میں سے تھے، ان کا آلہ تناسل ہر وقت منتشر رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ قریش کی کسی مجلس میں نہ آتے تھے، وہ جب بھی کسی عورت سے شادی کرتے وہ ان کے ہاں تھوڑا عرصہ ٹھہر کر بھاگ جاتی، ایک مرتبہ زینب بنت عمر بن ابی سلمہ نے کہا: ''عورتیں اپنے چچا کے بیٹے سے کیوں فرار ہو جاتی ہیں''؟ تو ان سے کہا گیا: یہ اس کی طاقت نہیں رکھتیں، تو یہ کہنے

لگیں: وہ مجھ سے شادی کیوں نہیں کرتے؟ میں ہر اعتبار سے ان کے قابل ہوں، پس عبداللہ بن ربیعہ کی شادی زینب بنت عمر سے ہوگئی اور وہ اکٹھے رہے اور ان سے عبداللہ کے چھ بچے پیدا ہوئے''۔

خالد بن حذّاء کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے آدم وحواء علیہما السلام کو پیدا کیا تو فرمایا، اے آدم اپنی بیوی سے سکون حاصل کرو، حواء نے کہا: ''اے آدم یہ کتنی اچھی چیز ہے''۔

صحیح روایت میں ہے کہ ''سلیمان علیہ السلام ایک رات میں نوے بیویوں کے پاس جاتے تھے''۔

صحیحین کی روایت ہے کہ'' نبی کریم ﷺ ایک رات میں اپنی سب بیویوں کے پاس جاتے تھے کبھی ایک غسل سے اور کبھی نئے غسل سے''۔

مروزی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''غیر شادی شدہ رہنا اسلام میں سے نہیں ہے، حضور ﷺ نے چودہ شادیاں کیں اور نو بیویوں کو چھوڑ کر رخصت ہوئے اگر بشر بن حارث نکاح کرے گا تو اس کا معاملہ پورا ہوگا، اگر لوگ شادی کرنا چھوڑ دیں گے تو نہ جہاد کریں گے نہ حج وغیرہ وغیرہ، نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا لیکن انتقال کے وقت آپ کی نو بیویاں تھیں، آپ نکاح کو پسند فرماتے اس کی ترغیب دیتے اور دنیا سے انقطاع اور ترک نکاح کو ناپسند فرماتے تھے، جو آدمی نبی ﷺ کی سنت سے اعراض کرے تو وہ ناحق پہ ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنے غم میں شادی کی اور ان کی اولاد ہوئی، نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورتیں مجھے محبوب ہیں، میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا: ابراہیم بن ادھم سے حکایات کی جاتی ہے کہ انہوں نے فرمایا: صاحب عیال کا فتویٰ......[39] سومیں اس بات کے پورا کرنے پر قادر نہ تھا یہاں تک کہ چیخ کر مجھے بلایا اور

---

[39] اس کا تتمہ یہ ہے: ان تمام چیزوں سے افضل ہے جن میں میرے اعضاء مصروف ہیں۔(الاحیاء)

کہا، تو اصل راستہ سے ہٹ گیا، اس چیز کو دیکھ جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ تھے۔ پھر فرمایا: بچہ کا روٹی کی طلب میں باپ کے سامنے رونا اس چیز سے افضل ہے اور یہ ثواب غیر شادی شدہ عبادت گزار کیسا پاسکتا ہے۔؟"

بیوی سے صحبت کی شرعی حیثیت

فقہا کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ خاوند کا بیوی سے جماع کرنا واجب ہے یا نہیں، تو ایک جماعت کہتی ہے واجب نہیں کیونکہ یہ حق ہے اگر چاہے تو لے لے اگر چاہے تو چھوڑ دے، جیسے ایک آدمی کرایہ پر مکان لیتا ہے خواہ اس میں رہائش اختیار کرے چاہے تو نہ کرے۔

لیکن یہ ضعیف ترین قول ہے جو قرآن وسنت، عرف عام اور قیاس کا مخالف ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"ان عورتوں کے لئے وہ حق ہیں جو ان (مردوں) پر لازم ہیں نیکی کے ساتھ۔"

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورتوں کا بھی اتنا حق ہے جتنا مردوں کا، جب جماع مرد کا عورت پہ حق ہے اس طرح عورت کا مرد پہ حق ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کو حکم دیا کہ اور بیویوں سے بھلائی کے ساتھ معاملہ کریں اور یہ بات بھلائی معروف کے خلاف ہے کہ بیوی جوان ہو اور اس کی شہوت مرد کے برابر ہو یا اس سے بہت زیادہ اور یہ اس کو وطی کی لذت نہ چکھائے، اور جو اس کو بھلائی سمجھے گا اس کی طبیعت اس کا رد کرے گی اور اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو روکے رکھنے کا حکم بھی اسی بنیاد یعنی بھلائی ومعروف پر دیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾ (البقرة: ۲۲۹)

''یا تو معروف کے ساتھ روکو یا اچھے طریقے سے رخصت کردو۔''

ایک اور جماعت کہتی ہے: خاوند پر زندگی میں ایک مرتبہ وطی کرنا واجب ہے تاکہ عورت کے لئے مہر پختہ ہو جائے اور یہ پہلے قول کی طرح ہے یہ بھی ایک دوسری وجہ سے باطل ہے اور وہ یہ کہ نکاح سے مقصود معاشرت بالمعروف ہے اور مہر تو عقد میں عورت کی تعظیم اور بدکاری اور نکاح میں فرق کے لئے ہے، نکاح کے مقصود یعنی بھلائی و ہدایت کا وجوب مہر کے وجوب سے قوی ہے۔

علماء کی تیسری جماعت کہتی ہے: چار مہینوں میں ایک مرتبہ صحبت کرنا واجب ہے، دلیل یہ ہے کہ ایلاء کرنے والے کے لئے چار مہینے تک چھوڑنا مباح قرار دیا گیا، اس کے بعد عورت کو اختیار دے دیا گیا کہ اگر چاہے تو اس کے ساتھ رہے اگر چاہے تو چھوڑ دے، اگر وطی کا حق اس سے زیادہ ہوتا تو اس مدت میں شوہر کو ڈھیل نہ دی جاتی۔

یہ قول پہلے دونوں قولوں کے قریب قریب ہے لہٰذا باطل ہے کیونکہ ایسا کرنا بھی غیر معروف یعنی بھلائی و حسن سلوک کی روش سے ہٹا ہوا ہے، جبکہ معروف اور حسن وسلوک لازم ہے، باقی یہ کہ ایلاء کرنے والے کے لئے چار ماہ کی مدت کیوں ہے؟ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاوندوں پر بطور شفقت ہے، کیونکہ آدمی کبھی کسی سفر، مرض، بیوی کی تربیت، راحت نفس یا کسی ضروری کام میں مشغولیت کی وجہ سے وطی چھوڑنا چاہتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے چار ماہ کی مدت دے دی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وطی بھی چار مہینہ میں ایک مرتبہ لازم ہے۔

معروف و بھلائی کے طور پر وطی کرنا واجب ہے جیسا کہ بیوی کا نان نفقہ اور لباس و پوشاک وغیرہ معروف کے طریقہ پر لازم ہے کیونکہ یہ بہترین معاشرت ہے اور مقصود نکاح ہے اور یہ معاشرت بالمعروف کا مامور ہے اور وطی اس معاشرت میں داخل ہے، لہٰذا ضروری ہے اور آدمی پہ لازم ہے کہ عورت کو وطی سے ممکن حد تک سیراب کرے جیسا کہ گزارے کے نان نفقہ سے سیراب کرنا ضروری ہے۔

میرے شیخ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی مذہب کو راجح قرار دیتے تھے۔

بیوی سے شرعی ملاقات کے فائدے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوا یعنی جماع کے استعمال کی ترغیب دی اور اور شوق دلایا ہے، اس پہ ثواب کا وعدہ کیا اور اسے صدقہ قرار دیا لہٰذا فرمایا ”جماع میں تمہارے لئے صدقہ ہے۔“[۱] امام نسائی نے اس حدیث پر ”الترغیب علی المباضعہ“ یعنی ”جماع کی ترغیب“ کا عنوان باندھا ہے۔

اس میں کمال لذت ہے اور محبوب بیوی پر احسان کی تکمیل ہے، اس میں حصول اجر بھی ہے ثواب صدقہ بھی ہے، فرحت نفس بھی ہے فضول سوچوں کا زوال بھی، روح کی خفت بھی اور اس کی کثافت اور بوجھل پن کی دوری بھی، خفت بدن بھی، اعتدال جسم بھی، صحت کا حصول اور بیماریوں کا علاج بھی، جب یہ خوشگوار چہرے، نرم اخلاق، بے پناہ عشق، بھرپور رغبت اور ثواب کی امید کے ساتھ ہو تو کوئی چیز اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور خاص طور پر جب لذت کمال کی موافقت کرے، کیونکہ لذت اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی جب تک ہر ہر جزوِ بدن اپنے اپنے حصہ کی لذت نہ لے، پس آنکھ محبوب کو دیکھ کر لذت اٹھاتی ہے، کان اس کے کلام کو سنتے ہیں، ناک اس کی خوشبو سونگتا ہے، منہ اس کو چومتا ہے، ہاتھ اس کو چھو کر لذت اٹھاتا ہے، ہر طالب کو اس کی مطلوبہ چیز مل جاتی ہے لیکن اگر ان میں کوئی ایک چیز بھی کم ہو تو نفس کو اس سے قرار نہ ہوگا اور وہ اس کا متلاشی رہے گا اور مکمل سکون حاصل نہ کر سکے گا، قرآن مجید میں عورت کو اسی وجہ سے سکن کہا گیا ہے کہ اس میں نفس کا سکون ہے، فرمایا

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا﴾ (الروم: ۲۱)

”اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہارے نفوس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔“

---

[۱] رواہ مسلم

اس سکون کی وجہ سے دن کے جماع کو رات کے جماع پر فضیلت حاصل ہے، اور اس کا ایک طبعی سبب اور بھی ہے وہ یہ کہ رات کے وقت حواس ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں اور سکون چاہتے ہیں جبکہ دن حرکات کے انتشار کا وقت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا﴾ (الفرقان: ۴۷)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس، نیند کو آرام کی چیز اور دن کو بیداری کا وقت بنایا۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ﴾ (یونس: ۶۷)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم سکون حاصل کرو۔''

میاں بیوی کی باہمی محبت کے فضائل

اور اس لذت کا اتمام اس وقت ہوتا ہے جب محبّ کی فرحت اللہ کی رضا کے لئے ہو اور اس لذت پر ثواب اور ترازوِ اعمال کے وزنی ہونے کی امید ہو، اسی وجہ سے شیطان کو یہ بات سب سے زیادہ پسند ہے کہ آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان تفرقہ ڈالے تاکہ وہ دونوں حرام میں مبتلا ہوں، جیسا کہ سنن میں حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کو حلال کاموں میں سب سے زیادہ مبغوض طلاق ہے۔''[1]

صحیح مسلم میں حضرت جابر کے حوالہ سے ارشاد نبوی ﷺ منقول ہے، ارشاد فرمایا۔ ''شیطان پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور پھر اپنے کارندوں کو لوگوں میں پھیلا دیتا ہے، شیطان کا قریب ترین آدمی سب سے زیادہ فتنے پھیلانے والا ہوتا ہے، ان میں سے

[1] رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وحاکم، کما قال السیوطی

یک آ کر کہتا ہے ''میں اس کو پھسلاتا رہا یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھتا ہے، شیطان کہتا ہے'' وہ توبہ کر لے گا'' دوسرا کارندہ کہتا ہے ''میں ان کو پھسلاتا رہا یہاں تک کہ میں نے ان دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی'' یہ سن کر شیطان اس کو قریب کرتا ہے اور اسے گلے لگاتا ہے اور اسے شاباش کہتا ہے اور اس کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔''

میاں بیوی کا اتحاد و اتفاق اور میل جول اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں محبوب ترین اور ان کے دشمن شیطان کے نزدیک مبغوض ترین چیز ہے، وہ ہمیشہ یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ اللہ کے لئے محبت کرنے والوں میں جھگڑا ڈال دے کیونکہ اس محبت کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اور شیطان ہمیشہ اس محبت و تعلق کو بڑھاتا ہے جو عنداللہ ناپسندیدہ اور مبغوض ہے، اکثر عاشق شیطان کے کارندے ہوتے ہیں، اور ان کی حالت کی ترقی کی وجہ سے وہ شیطان کا کارندہ اور سپاہی بن جاتا ہے، وہ ان کو راہیں سمجھاتا ہے، فواحش کو ان کے لئے مزین کرتا ہے اور اس پر انہیں ابھارتا اور پھسلاتا ہے:

عجبت من ابليس في نخوته ۔۔۔ وقبح ما اظهر من سيرته

تاه على آدم في سجدة ۔۔۔ وصار قواد الذريته

''مجھے ابلیس کے تکبر اور کردار کی قبیح ترین بات ظاہر کرنے پر تعجب ہوا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا اور ان کی اولاد کا قائد بن بیٹھا۔''

روزہ بھی شہوت کو بجھاتا ہے

نبی اکرم ﷺ نے عاشق نوجوانوں کو انتہائی فائدہ مند دوا بتائی ہے، صحیحین[1] میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے فرمایا ''اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کے اخراجات کی طاقت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ یہ نگاہوں کو جھکانے والی اور

---

[1] روایت کے الفاظ یہ ہیں یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج

شرمگاہ کو پاک کرنے والی ہے۔[1]

ابوعبید کی ذکر کردہ روایت کے الفاظ "علیکم بالباءۃ" ہیں، ان دونوں حدیثوں کے الفاظ میں فرق ہے، پہلی حدیث کا مقتضیٰ کنواروں کو شادی کا حکم دینا ہے، جبکہ دوسری روایت کا تقاضا شادی شدہ افراد کو وطی کا حکم دینا ہے، کیونکہ "الباءۃ" وطی کے اسماء میں سے ہے، لہٰذا آپ علیہ السلام کے قول "من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج" میں الباءۃ کی تفسیر وطی اور اخراجات نکاح کے ساتھ کی گئی ہے اور یہ پہلی تفسیر کے منافی نہیں کیونکہ اس صورت میں معنی ہوگا شادی کے اخراجات۔

اس کے بعد فرمایا: "جو شادی کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ شہوت کی آگ بجھاتا ہے۔" اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے نوجوانوں کو ایسی دوا کی طرف رہنمائی فرمائی جو اسی کام کے لئے وضع ہے، پھر انہیں اس دوا سے عاجزی کی صورت میں اس کے بدل کی طرف متوجہ فرمایا کہ شادی کا بدل روزہ ہے کیونکہ یہ نفس کی شہوت کو توڑتا ہے اور شہوت کے راستہ اس کے ذریعہ تنگ پڑ جاتے ہیں، کیونکہ شہوت کثرت غذا اور عمدہ غذا سے قوی ہوتی ہے، جب بھی کوئی ہمیشہ روزے رکھے گا اس کی شہوت ختم ہو جائے گی، البتہ مشروع روزہ شہوت کو برابر اور اعتدال میں رکھتا ہے، اس کا اعتدال دو برائیوں کے درمیان اچھائی اور دو مذموم حالتوں کے درمیان کی اچھی حالت ہے کیونکہ ایک طرف نامردی ہے اور دوسری طرف شدید شہوت اور یہ دونوں راہ اعتدال سے ہٹی ہوئی حالتیں ہیں، اور یہ دونوں مذموم ہیں جبکہ خیر الامور اوسطھا کے تحت درمیانی حالت ہی بہترین ہے، اور تمام عمدہ اخلاق فاضلہ افراط وتفریط کی درمیانی کیفیت کا نام ہیں، اسی طرح دین مستقیم یعنی اسلام بھی دو منحرف راستوں کے درمیان کا نام ہے اور ایسے ہی سنت دو بدعتوں کا درمیانی راستہ ہے، بالکل ایسے ہی درست قول دو اختلافی مسلکوں کے درمیان وہ ہوگا جو باہم انتہائی مخالف فریقین کے درمیان ہو، یہ مقام تفصیل نہیں لہٰذا ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

وباللہ التوفیق

---

[1] رواہ البخاری ومسلم

باب ۱۹

حسن و جمال کی فضیلت و حقیقت

جمال کی دو قسمیں ہیں (۱) باطنی (۲) ظاہری

جمال باطنی

جمال باطنی اپنی ذات کے اعتبار سے محبوب ہے جیسے علم، عقل، سخاوت و فیاضی اور شجاعت و بہادری کا جمال، اور یہ جمال اللہ کی شفقت اور محبت کا باعث ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔"[۱] اگر ظاہر خوبصورت نہ بھی ہو تب بھی باطنی جمال انسان کے ظاہر کو حسین بنا دیتا ہے، تو جیسے جمال باطن والے کی روح حلاوت و دبدبہ اور حسن و جمال کا نمونہ ہوتی ہے ایسے ہی اس کا ظاہر بھی سراپا حسن بن جاتا ہے، کیونکہ مومن کا رعب و دبدبہ اس کے ایمان کے بقدر ہے، جو اس کو دیکھتا ہے مرعوب ہو جاتا ہے اور جو اس سے میل جول رکھتا ہے محبت کرتا ہے، اور یہ تو آنکھوں دیکھی بات ہے کیونکہ جب آپ کسی صالح اور نیکوکار آدمی کو دیکھیں تو وہ آپ کو بہت خوشنما دکھائی دے گا اگرچہ وہ تیز رنگ کا ہو یا خوبصورت نہ ہو اور خاص طور پر اگر کوئی تہجد کا عادی ہو تو کیا کہنے کیونکہ یہ چہرہ کو منور اور خوبصورت بناتی ہے۔

ایک عورت کثرت سے تہجد کی نماز پڑھا کرتی تھی اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا "یہ چہرہ کو خوبصورت بناتی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میرا چہرہ خوبصورت ہو۔" جمال باطن کی جمال ظاہر پر برتری اس بات سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ دل ہمیشہ جمال

---

[۱] فی صحیح مسلم

باطن کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اس کے حامل کی تعظیم و توقیر کے متمنی ہوتے ہیں۔

جمال ظاہری

جمال ظاہر ایک ایسی زینت ہے جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بعض بندوں کو خاص کیا اور یہ تخلیق پر زیادتی کا نام ہے جس کی طرف "یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَایَشَآءُ" (فاطر: ۱) میں اشارہ ہے، مفسرین فرماتے ہیں: اس سے اچھی صورت اور اچھی آواز مراد ہے، اور دل اس جمال کی محبت کے لئے ڈھالے گئے ہیں جیسا کہ اس کو عمدہ قرار دینے کے پابند ہیں۔

صحیح روایت میں اللہ کے نبی کا ارشاد منقول ہے فرمایا: جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا" پوچھا گیا، "یا رسول اللہ! آدمی چاہتا ہے کہ اس کا جوتا خوبصورت ہو، اس کا کپڑا عمدہ ہو، کیا یہ بھی تکبر ہے؟" فرمایا، "نہیں اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے، بلکہ تکبر تو حق کو نہ ماننا اور لوگوں کو گھٹیا سمجھنے سے عبارت ہے۔"[1]

لوگوں کو ہلکا سمجھنا اگر اللہ کی عظمت کے پیش نظر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس کی علامت یہ ہوگی کہ اپنے آپ کو ان سے بھی زیادہ گھٹیا اور بے وقعت خیال کرے لیکن اگر اس نے اپنے آپ کو لوگوں سے برتر سمجھا تو یہ جنت میں نہ جائیگا۔

جمال ظاہر بھی ایک نعمت ہے:

جمال باطن اللہ تعالیٰ کی عظیم تر نعمت ہے اسی طرح جمال ظاہر بھی ایک ایسی نعمت ہے جس کا شکر واجب ہے اور اس شکر سے اس جمال میں اضافہ ہوگا، اگر اس جمال کو حق تعالیٰ کی معصیت میں استعمال کیا گیا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی اسے ایسی سزا دیں گے کہ یہ تمام محاسن و خوبیاں وحشت، قباحت اور عیوب کا نشان بن جائیں گی اور ہر دیکھنے والا اس

[1] اخرجہ مسلم وابوداؤد والترمذی کما قال الشیبانی فی تیسیر الوصول

سے نفرت کرے گا، پس ہر وہ شخص جو اپنے حسن و جمال کے بارے میں اللہ سے نہ ڈرے اس کی خوبصورتی عیب اور ذلت کا باعث ہوگی، حسن باطن ظاہر کی برائیوں پر غالب آ کر انہیں چھپا دیتا ہے اور قبیح باطن ظاہر کے جمال پر قبضہ کر کے اسے چھپا دیتا ہے:

یا حسن الوجہ توق الخنا   لا تبدلن الزین بالشین

ویا قبیح الوجہ کن محسنا   لا تجمعن بین قبیحین

''اے خوبصورت چہرے والے برائی سے بچ اور زینت کو بدصورتی سے نہ بدل، اور اے برے چہرے والے نیکوکار ہو جا اور دو برائیوں کو جمع نہ کر۔''

نبی کریم ﷺ لوگوں کو جمال ظاہر کے ذریعہ جمال باطن کی دعوت دیا کرتے تھے، جریر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عالیٰ عنہ اس امت کا یوسف کہا کرتے تھے، فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا، ''تو ایک ایسا آدمی ہے جس کو اللہ نے خوبصورت بنایا ہے لہٰذا تو اپنے اخلاق و عادات کو خوبصورت بنا۔''[1]

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''آدمی کو چاہیے کہ روزانہ آئینہ دیکھے، اگر چہرہ خوبصورت ہو تو برے افعال سے اسے بدنما نہ بنائے اور اگر بدصورت ہو تو بری صورت اور برے فعل کو جمع نہ کرے۔''

خوبصورتی دلوں کی محبوب اور نفوس کی پسند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھیجا وہ خوبصورت، حسین و جمیل، اعلیٰ خاندانی اقدار کا حامل اور خوبصورت اور شیریں آواز والا ہوتا تھا۔

حسن نبوی ﷺ کی ایک جھلک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ تمام لوگوں میں سب

سے زیادہ خوبصورت اور حسین چہرے والے تھے۔"

حضرت براء بن عازب سے پوچھا گیا، کیا رسول اللہ ﷺ تلوار کی طرح تھے؟ فرمایا، "نہیں وہ تو چاند جیسے تھے۔"[۱]

آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کے بیان میں آتا ہے: گویا کہ سورج ان کے چہرہ پر چل رہا ہو، آپ کی تعریف کرنے والے پکار اٹھتے: حسن کا ایسا شاہکار ہم نے نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھ سکتے ہیں۔"

حسن یوسف علیہ السلام

ربیعہ جُرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حسن کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا: ایک حصہ حضرت سارہ اور حضرت یوسف کو عطا کیا گیا اور دوسرا حصہ باقی انسانیت کو ملا۔"

ایک صحیح حدیث میں ہے: "رسول اللہ ﷺ نے معراج کی رات یوسف علیہ السلام کو دیکھا انہیں دنیا کا نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔"[۲]

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں

حضور ﷺ اس بات کو پسند فرماتے تھے کہ آپ کی طرف جو قاصد بھیجا جائے وہ خوبصورت چہرہ اور اچھے نام والا ہو اور فرمایا کرتے تھے۔ "جب تم میری طرف کوئی ڈاکیا بھیجو تو وہ اچھے نام والا اور اچھی صورت والا ہونا چاہئے۔"[۳]

ایک حدیث میں آتا ہے، "جسے اللہ تعالیٰ نے چہرہ، نام اور عادات کی خوبصورتی عطا فرمائی اور اسے ایسی جگہ ٹھکانہ دیا جو معیوب نہ تھی تو وہ اس کی مخلوق میں سے برگزیدہ بندہ ہے۔"

---

۱ رواہ الشیخان
۲ رواہ مسلم واحمد فی مسندہ کما جاء فی منتخب کنز العمال
۳ رواہ البزار کما جاء فی الجامع الصغیر السیوطی

وہب کہتے ہیں: داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! تجھے اپنے بندوں میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا، ''خوبصورت چہرہ والا مومن'' پھر عرض کیا، ''سب سے زیادہ مبغوض کون ہے؟'' فرمایا ''بدصورت کافر۔''

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں، ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت دروازہ پر حضورؐ کا انتظار کر رہی تھی، آپ ﷺ نے پانی میں دیکھا اور اپنے بال اور داڑھی مبارک درست کئے اور باہر تشریف لے گئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ فرمایا، ''ہاں، آدمی جب اپنے بھائیوں کی طرف جائے تو اپنے آپ کو درست کرلے کیونکہ اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک حسن ظاہری کی قدر و قیمت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مرتبہ ایک ایسا آدمی حاضر ہوا جس کی آنکھوں میں میل پھنسا ہوا تھا، آپ نے اس کے عطیہ میں کمی کی اور فرمایا، گھر سے نکلتے وقت تمہیں کیا چیز اس بات سے روکتی ہے کہ اپنے چہرہ کو صاف کرلیا کرو؟''

عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتہائی حسین و جمیل خاتون تھی، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا: خدا کی قسم! میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کے منبر پر بیٹھے ہونے کی حالت کے علاوہ تجھ سے خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا'' وہ کہنے لگی، ''خدا کی قسم! میں انتہائی سرد رات میں سردی سے اثر انداز ہونے والے شخص کے لئے آگ سے بھی زیادہ خوبصورت ہوں۔''

ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام سے ان کے پاس آئے اور کہا: لوگ آپ سے مل کر آپ کی خوبصورتی کو دیکھنا چاہتے ہیں، وہ کہنے لگیں، ''آپ نے مجھ سے یہ بات اس لئے تو نہیں کہی کہ میں کپڑے میں خود کو ڈھانپ لوں؟''

مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوبصورت آدمی تھے، اور خوبصورتی کی وجہ سے لوگوں سے غبطہ کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ دوران خطبہ ابن جودان جو کہ بڑا خوبصورت آدمی تھا مسجد میں آیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، پھر ابن حمران آیا وہ بھی بڑا خوبصورت تھا، اس سے بھی منہ پھیر لیا، پھر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آئے وہ سب سے زیادہ خوبصورت تھے، انہیں دیکھ کر مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے''۔

ایک مرتبہ عید کے دن عورتیں لوگوں کو دیکھنے نکلیں، ان سے پوچھا گیا، ''تمہیں سب سے زیادہ خوبصورت کون لگا؟ کہنے لگیں، ''ایک بڑی عمر کا آدمی جس کے سر پر سیاہ عمامہ ہے، یعنی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ۔''

مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو پکڑا اور اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا، وہ کہنے لگا، اے امیر المومنین! کتنی بری بات ہے کہ قیامت میں آپ کے حسین اور روشن چہرہ کے خلاف مقدمہ کروں اور آپ کے درپے ہو کر کہوں، اے اللہ! مصعب سے پوچھ اس نے مجھے کیوں قتل کیا؟'' حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو چھوڑنے کا حکم دیا وہ آدمی کہنے لگا، ''اے امیر المومنین! مجھے اپنی طرف سے عطا کردہ زندگی میں کچھ کشادگی عنایت فرمائیں، حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دس ہزار درہم دینے کا حکم جاری فرمایا، وہ آدمی کہنے لگا: میں اللہ کو گواہ بنا کر اس کا نصف عبدالرحمٰن بن قیس کو دیتا ہوں، حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا: ان کے اس قول کی وجہ سے:

انما مصعب شهاب من الله تجلت عن وجهه الظلماء

''مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کا ایک روشن ستارہ ہیں جن کے چہرہ کی روشنی سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں''

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرانے لگے اور فرمایا: تو بڑا کاریگر آدمی ہے

اس پر ثابت قدم رہو۔''

اہل جمال کے چند عمدہ واقعات

ایک مرتبہ ابو حازم رمی جمار کے لئے گئے، ان کے ساتھ بڑے عبادت گزار لوگ تھے اور ان سے بات چیت کر رہے تھے ان کو احادیث و حکایات سنا رہے تھے، اس دوران کہ وہ سب چل رہے تھے اچانک ان کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو دوپٹے میں چھپی ہوئی تھی لیکن آنکھوں کے ذریعہ دائیں بائیں دیکھ رہی تھی، اور لوگوں کو غافل کر رہی تھی اور لوگ اس کو دیکھ کر مبہوت ہو رہے تھے، اور بعض تو راستہ میں گر پڑے تھے، ابو حازم نے اسے کہا: اے لڑکی اللہ سے ڈر، کیونکہ تو ایک عظیم مشعر اسلام میں ہے اور تو لوگوں کو فتنہ میں ڈال رہی ہے، اپنی چادر کو سینہ پر ڈال لے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (النور: ۳۱) اور چاہئے کہ وہ اپنی چادریں سینوں پر ڈالیں۔

یہ سن کر وہ ہنسنے لگی اور کہا، خدا کی قسم! میں تو

من اللّاء لم يحججن يبغين حسبة ولكن ليقتلن البرى المغفلا

''ان عورتوں میں سے ہو جو کسی غلط کام کے لئے پردہ سے احتراز
نہیں کرتیں بلکہ ان کا حجاب سے احتراز اس لئے ہے کہ ایک
شریف اور بے گناہ آدمی کو قتل کر دیں۔''

ابو حازم اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آؤ ہم سب مل کر دعا کریں کہ اس خوبصورت چہرہ کو آگ میں عذاب نہ دیا جائے''، لہٰذا انہوں نے دعا کی اور ساتھیوں نے آمین کہا۔''

حمزہ بن ربیعہ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک انتہائی خوبصورت عورت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: اے ابو سعید! کیا مردوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ بیویوں کی موجودگی میں شادی کرے؟ فرمایا: ''ہاں'' تو کہنے لگی، ''کیا

۔ہ جیسی عورت کے ہوتے ہوئے بھی؟'' پھر اس نے اپنا انتہائی حسین و جمیل چہرہ بے نقاب کیا اور کہا اے ابوسعید! مرد اس سے فتنہ میں نہ پڑیں گے، جب وہ چلی گئی تو حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''جس شخص کے گھر میں یہ ہو، اگر ساری دنیا بھی اس سے چھن جائے تو کوئی نقصان نہیں۔''

عبدالملک بن قریب کہتے ہیں: میں عرب کے ایک کنویں کے پاس کھڑا تھا کہ اچانک آواز سنائی دی، وہ آگئی، وہ آگئی، لوگ چل پڑے میں بھی ان کے ساتھ ہولیا، کیا دیکھا کہ ایک ایسی خوبصورت لڑکی پانی بھرنے آئی، کہ اس جیسی خوبصورت اور کامل الخلقت لڑکی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی، جب اس نے لوگوں کی اس حرکت کو دیکھا تو چہرہ ڈھانپ لیا، تو ایسا لگا جیسے کالے بادل نے سورج کو چھپا لیا ہو، میں نے اسے کہا: ہمیں اپنے جلوہ حسن سے محروم نہ کر تو اس نے یہ شعر کہے:

وکنت متی أرسلت طرفک رائدًا   لقلبک یوماً أتعبتک المناظر

رأیت الذی لا کلہ أنت قادر   علیہ ولا عن بعضہ أنت صابر

''اور جب تو نے اپنے دل کے لئے اپنی نگاہ کو آزاد چھوڑ دیا تو ایک دن تجھے یہ نظارے تھکا دیں گے، تو اس چیز کو دیکھ رہا ہے جس کے کل پر تو قادر نہیں اور اس کے بعض پر تو صابر نہیں۔''

ایک دیہاتی نے اس کی طرف دیکھا تو کہا میں صبر نہیں کرسکتا، پھر کہا:

أوحشیة العینین أین لک الأھل؟   أبالحزن حلوا أم محلھم السھل؟

وأیة أرض اخرجتک فإننی   أراک من الفردوس إن فتش الأصل

ففی خبرینا ما طعمت وما الذی   شربت ومن أین استقل بک الرحل

لأن علامات الجنان مبینة   علیک وإن الشکل یشبھہ الشکل

تناھیت حسنا فی النساء فإن یکن   لبدر الدجی نسل فأنت لہ نسل

''اے حسین آنکھوں والی عورت تیرے اصل کون ہے، وہ ٹھوس

زمین سے آئے ہیں یا نرم زمین سے، انہوں نے تجھے کس زمین
سے بھیجا ہے اگر تفتیش کی جائے تو میرا خیال ہے کہ تو جنت الفردوس
سے ہے، ٹھہر جا اور ہمیں بتا تو نے کیا کھایا اور کیا پیا ہے تو کہاں
سے آئی ہے؟ کیونکہ جنت کی علامات تجھ میں ظاہر ہیں، اگر چہ تیری
شکل دوسری شکل کے مشابہ ہے، تو حسن میں تمام عورتوں کے حسن
پر فائق ہے اگر چودھویں کے چاند کی نسل ہوتی تو تو اس کے
خاندان میں سے ہوتی۔''

حسن و جمال کی حقیقت

حسن و جمال کی حقیقت صرف وصف سے ہی معلوم کی جاسکتی ہے، اس کی حقیقت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

(۱) خلقت کا تناسب اس کا اعتدال اور استوا الحسن و جمال ہے، بعض صورتیں خلقت کے اعتبار سے تو مناسب ہوتی ہیں، لیکن ان میں حسن نہیں ہوتا۔

(۲) حسن چہرہ میں ہوتا ہے اور چاشنی آنکھوں میں ہوتی ہے۔

(۳) حسن چند اشیاء کے مجموعہ کا نام ہے: حسن و صفائی، رونق، حسن تشکیل، اعضاء کا تناسب اور جلد کی سرخی۔

(۴) حسن ایک ایسی چیز ہے کہ عبارت اور وصف اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، البتہ لوگوں کے اوصاف کی تعبیر ممکن ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال کا پیکر تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال کے اعلیٰ پیکر تھے، ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی طرف دیکھا تو مسکرا دیں، وجہ پوچھنے پر عرض کی: ابوبکر ہذلی نے اس شعر میں آپ ہی کو مراد لیا ہے:

ومبرا من كل غبر حيضة وفساد مرضعة وداءٍ مغيل
واذا نظرت الى اسرة وجهه برقت كبرق العارض المتهلل

''وہ ہر حائضہ عورت کی گندگی، دودھ پلانے والی کی خرابی، اور پرانی بیماری سے پاک ہے، جب تو اس کے چہرہ کی لکیروں کو دیکھے گا تو وہ ایسے چمکے گا جیسے پانی سے بھرا بادل چمکتا ہے۔''

ایک صحابی کسی راہب سے ملے تو اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اس طرح بیان کرو کہ گویا میں ان کو دیکھ رہا ہوں، کیونکہ میں نے تورات وانجیل میں ان کی صفت پڑھی ہے، صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ پستہ قد تھے، بلکہ ایک درمیانہ قد کے آدمی تھے، رنگ سفید سرخی مائل تھا، آپ کے بال نہ بالکل گھنگھریالے تھے نہ بالکل سیدھے، آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے، روشن پیشانی، واضح رخسار، سیاہ آنکھیں، اونچی ناک، پیدائشی طور پر سامنے کے دانت باہمی فاصلہ والے تھے، آپ کی گردن چاندی کی صراحی معلوم ہوتی تھی، اور چہرہ چاند کے ہالہ کی طرح تھا۔'' یہ سن کر وہ راہب مسلمان ہو گیا۔

ھند بن ابی ھالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آپ نہ بہت لمبے تھے نہ پستہ قد تھے، بلکہ میانہ قد تھے، آپ کے بال نہ بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ تھوڑے تھوڑے گھنگھریالے بھی تھے، بہت موٹے بھی نہیں تھے، آپ کا چہرہ بالکل گول نہیں تھا، بلکہ چہرہ میں قدرے گولائی تھی، رنگ سرخ وسفید، آنکھیں سیاہ، پلکیں لمبی، جوڑ بڑے اور شانہ چوڑا تھا، اور دونوں شانوں کے درمیان گوشت تھا، ہتھیلیاں اور تلوے بھرے بھرے تھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک سی لکیر تھی، جب چلتے تو پاؤں زمین پر گاڑ کر چلتے گویا کہ نیچے اتر رہے ہیں، اگر کسی کی طرف دیکھتے تو پورے گھوم کر دیکھتے آنکھیں پھیر کر نہیں، گویا کہ سورج آپ کے چہرہ پر چل رہا ہو، اس حسن کے باوجود آپ کو محبت اور رعب عطا کیا گیا تھا جس کی نگاہیں آپ

پر پڑتی یا تو وہ محبت کرتا یا مرعوب ہو جاتا۔"

اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حسن و جمال کے مراتب کو ان کے لئے کامل فرمایا، وہ تمام مخلوق میں عادات اور تخلیق کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین تھے، اور صورت اور معنیٰ میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔

اور خوبصورتی میں یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا بھی ہے اسی وجہ سے عزیز مصر کی بیوی نے عورتوں سے کہا، جب ان عورتوں کو ان کا دیدار کروایا تاکہ یہ زلیخا کو محبت میں معذور سمجھیں، "فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ" یعنی یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھیں، یہ وہ شخص ہے جس پر میں فریفتہ ہوں اور اس کی محبت کا شکار ہوگئی ہوں، پس کون مجھے اس کی محبت پر ملامت کرے گا؟ جبکہ یہ اس کا حسن ہے، پھر اس نے کہا، "وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ" یعنی میں نے اس کو بہکانا چاہا لیکن وہ محفوظ رہا، پس اس کا باطن ظاہر سے زیادہ خوبصورت ہے، بلکہ وہ عفت و پاکدامنی کی انتہاء پر پہنچا ہوا ہے، محب اگرچہ محبوب کے عیب بھی نکالنا چاہے پھر بھی اس کی زبان اس کے محاسن و تعریف کے بیان میں ہی چلتی ہے۔

جنتی جمالِ ظاہر اور جمالِ باطن کے حامل ہوں گے

اللہ رب العزت جنت میں جانے والوں کی صفت یوں بیان کرتے ہیں:

﴿وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾

یعنی "ان کو شادابی اور سرور نصیب ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر کو شادابی اور باطن کو سرور سے خوبصورت فرمایا ہے۔

اسی طرح فرمایا:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

"اس سے بہت سے چہرہ بارونق ہوں گے اور اپنے رب کی طرف

دیکھ رہے ہوں گے۔"

کیونکہ جنتی لوگوں کی سب سے پسندیدہ چیز اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قرار، اور ان کے باطن کے لئے سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو حسن سے بارونق کر دے گا اور ان کے دلوں کو اپنے دیدار سے خوش کر دے گا، ایک اور جگہ فرمایا،

﴿وَحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾

"انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے"

یہ ظاہر کی زینت ہے، پھر فرمایا،

﴿وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾

"ان کا رب ان کو پاک کرنے والی شراب پلائے گا"

یعنی ایسی شراب جو ان کے باطن سے ہر گندگی کو دور کر دے گی، اور یہ باطن کی زینت ہے، اسی کے مشابہ ایک ارشاد اور بھی ہے:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا﴾ (الاعراف۔ ۲۵)

"اے آدم کی اولاد، ہم نے تم پر پوشاک اتاری جو تمہاری شرم گاہیں ڈھانکتی ہے اور آرائش کے کپڑے بھی اتارے۔"

یہ ظاہر کی زینت ہے، پھر فرمایا:

﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَیْرٌ﴾

"اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے، یہ باطن کی زینت ہے۔"

اسی کے قریب ایک اور قول الٰہی ہے:

﴿وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ حِفْظًا﴾ (فصلت: ۱۲)

اور ہم نے پہلے آسمان کو چراغوں سے زینت دی، اور حفاظت کے لئے بھی

..... اللہ تعالیٰ نے آسمان کے ظاہر کو ستاروں اور اس کے باطن کو شیاطین سے بچاؤ کے ساتھ مزین کیا، اسی طرح کا مضمون اس آیت میں بھی ملتا ہے:

﴿وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى﴾ (البقرۃ: ۱۹۷)

''اور زادِراہ لے لیا کرو اور بہترین زادِراہ پرہیزگاری ہے۔''

اس میں زاد ظاہر اور زاد باطن کو بیان کیا ہے۔ یہ قرآن کی باطنی زینت ہے جو اس کے ظاہری الفاظ اور فصاحت و بلاغت کی زینت کی طرف منسوب ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا آدم علیہ السلام سے فرمانا:

﴿إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰى﴾ (طٰہٰ: ۱۱۸، ۱۱۹)

''بے شک تو اس میں ننگا اور بھوکا نہیں ہوگا اور بے شک تو اس میں پیاسا نہ ہوگا اور نہ تجھے دھوپ لگے گی۔''

اس آیت میں بھوک اور ننگے پن کا باہمی مقابلہ کیا گیا ہے بھوک اور پیاس کو باہم مقابلہ میں نہیں لائے، اور پیاس اور دھوپ کا باہمی مقابلہ کیا گیا نہ کہ بھوک اور پیاس کا، کیونکہ بھوک باطن کی برہنگی اور اس کی ذلت ہے، اور ننگا پن ظاہر کی بھوک اور اس کی ذلت ہے تو باطن اور ظاہر کی ذلت اور باطن اور ظاہر کی بھوک کی نفی کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لایا گیا، پیاس باطن کی گرمی اور دھوپ ظاہر کی گرمی ہے تو لہٰذا ان دونوں کا باہمی مقابلہ کیا گیا۔

حسن کی تعریف میں مزید چند اقوال

ایک قول یہ ہے کہ حسن وہ چیز ہے جو دیکھنے والوں کی زبان سے تسبیح و تہلیل کو جاری کر دے جیسے:

ذی طلعۃ سبحان فالق صبحہ ۔۔۔ ومعاطف جلت یمین الغارس

''کونپل جیسے چہرہ، پاک ہے اس کی صبح کو لانے والا، ایسے مضبوط جوڑوں والی جو اس کے اگانے والے کی قوت کو آشکارا کرتے ہیں۔''

ایک شاعر کہتا ہے:

ذو صـــورة بشـــرية قـــمـــرية　　　تستنطق الأفواه بالتسبيح

''انسانی چاند نما صورت والی، جو زبانوں سے تسبیح کو جاری کروا دے۔''

ابن شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسن کی تعریف میں اتنا کافی ہے کہ یہ حسنہ یعنی اچھائی سے مشتق ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جب عورت کا گوراپن اس کے بالوں کی خوبصورتی کے ساتھ جمع ہو جائے تو اس کا حسن مکمل ہو گیا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''گورا رنگ آدھا حسن ہے۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اونچے قد میں بیوقوفی اور شادابی ہوتی ہے اور چھوٹے قد میں سمجھداری اور بدصورتی ہے، بہترین وہ ہے جو دونوں کے درمیان ہو۔

عورت کا کوتاہ قد اور فربہ ہونا عیب ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

وانـــت التـــي حببـــت كـــل قصيـــرة　　　الـــي ولـــم تشـــعر بذاك القصائر

عـنيت قصيرات الحجال ولم أرد　　　قـصـار النسـا شر النساء البحاتر

''تو ہی وہ ہے جس نے ہر پست قد عورت میرے لئے محبوب بنا دیا، اور اس بات کا پست قد عورتوں کو پتہ نہیں، میری مراد قبہ کے چھوٹے پردہ والی عورتیں ہیں، اور میں نے چھوٹی پنڈلی والی عورتیں مراد نہیں لی کیونکہ بدترین عورتیں موٹی اور پستہ قد عورتیں ہیں۔''

اور بعض نے اس میں اتنا مبالغہ کیا کہ انتہائی کمزور عورتوں کو موٹی عورتوں پر

فضیلت دے دی، زمخشری کہتا ہے:

لا اعشق الأبيض المنفوخ من سمن — لكنني أعشق السمر المهازيلا

انى امرؤ اركب المهر المضمر فى — يوم الرهان فدعنى و اركب الفيلا

''میں سفید اور پھولی ہوئی موٹی عورتوں سے نہیں بلکہ گندمی رنگ کی
کمزور عورتوں سے عشق کرتا ہوں، میں ایسا آدمی ہوں جو جنگ کے
دن پتلے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے میرا اور ہاتھیوں کا کیا واسطہ؟''

عورت کا حسن کیا ہے؟

عورت کا حسن اس کی چار چیزوں کا لمبا ہونا (۱) اعضاء (۲) قد (۳) بال (۴) گردن۔

چار کا چھوٹا ہونا (۱) ہاتھ (۲) پاؤں (۳) زبان (۴) آنکھ۔

لہٰذا وہ شوہر کا سارا مال خرچ نہ کرے، اس کے گھر سے باہر نہ نکلے، زبان دراز نہ ہو اور تیز نگاہ سے نہ دیکھے۔

چار کا سفید ہونا (۱) رنگ (۲) بالوں کی مانگ (۳) دانت (۴) آنکھ کی سفیدی۔

چار چیزوں کا سیاہ ہونا (۱) پلکیں (۲) ابروئیں (۳) آنکھ (۴) بال۔

چار کا سرخ ہونا (۱) زبان (۲) گال (۳) ہونٹ (تری کے ساتھ) (۴) اس کے رنگ کی سفیدی کے ساتھ سرخی کا ملا ہوا ہونا۔

چار چیزوں کا باریک ہونا (۱) ناک (۲) پورے (۳) کولہا (۴) ابرو۔

چار کا موٹا ہونا (۱) پنڈلی (۲) کلائی (۳) (۴) عجیز ین۔

چار چیزوں کا کشادہ ہونا (۱) پیشانی (۲) چہرہ (۳) آنکھیں (۴) سینہ۔

چار کا تنگ ہونا (۱) منہ (۲) ناک کا بانسا (۳) (۴) دونوں کانوں کا سوراخ۔

عشق کا سبب سماعت بھی ہوتی ہے

کبھی آنکھ سے پہلے کان بھی عاشق ہو جاتے ہیں کیونکہ محبت کا لشکر دل کے شہر میں کبھی کان کے دروازہ سے داخل ہوتا ہے جیسا کہ اکثر آنکھ کے دروازہ سے داخل ہوتا ہے، آپ خود فیصلہ کریں کہ ایمان والے جنت کے مشتاق اور چاہنے والے ہیں حالانکہ انہوں نے جنت کونہیں دیکھا، اگر دیکھ لیں تو اور بھی زیادہ شوق رکھیں، ایسے ہی وہ شخص جس نے حج نہیں کیا، لیکن اس کا دل بیت حرام کی زیارت کے لئے پگھل رہا ہے، اگر یہ صفات تجھے مشتاق بنادیں اور یہ محاسن تجھے فریفتہ کردیں تو......

فاسم بعينيك الى نسوةٍ   مهورهن العمل الصالح

وحدث النفس بعشق الألى   في عشقهن المتجر الرابح

و اعمل على الوصل فقد امكنت   اسبابه ووقتها رائح

''اپنی آنکھوں کو ایسی عورتوں یعنی محبت کی حوروں کی طرف پھیر دے جن کا مہر عمل صالح ہے، اور دل میں ایسی عورتوں کا عشق پیدا کر دے جن کے عشق میں فائدہ مند تجارت ہے، اور ان کی ملاقات کے لئے عمل کر کیونکہ وقت بھی بہت ہے اور اسباب بھی ممکن ہیں۔''

جنت کی حور کا حسن و جمال

اللہ رب العزت نے جنت کی حور کے حسن و جمال اور اوصاف و کمالات کو انتہائی عمدہ اور دلکش انداز میں بیان کیا اور انہیں دلربا انداز میں مزین کیا اور مخاطبین کو ان کا ایسا شوق دلایا کہ گویا کہ وہ ان کو دیکھ رہے ہیں۔

طبرانی نے ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے،

فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالیٰ کے قول ''وَحُوْرٌ عِیْنٌ'' سے متعلق بتا دیجئے،'' فرمایا، ''حور کا معنی سفید اور عین کا معنی بڑی آنکھ والی، جنت کی حور کے بال گدھ کے پروں کی طرح ہوں گے'' میں نے عرض کیا: کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ'' کا کیا مطلب ہے؟'' فرمایا، ''وہ ایسے صاف و شفاف ہوں گی جیسے وہ موتی جو سپی سے نکالا گیا گیا ہو اور اس کو کسی ہاتھ نے چھوا نہ ہو'' میں نے ''فِیْھِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ'' کے متعلق پوچھا تو فرمایا، ''اچھے اخلاق و عادات والی اور خوبصورت چہروں والی'' میں نے ''کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ'' کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد ہوا، ''وہ انڈے کی جھلی کی طرح نرم و ملائم ہوں گی'' پھر میں، ''عُرُبًا اَتْرَابًا'' کے متعلق استفسار کیا تو ارشاد فرمایا، ''یہ وہ عورتیں ہوں گی جنہیں دنیا میں بڑھاپے میں آنکھوں کی خرابی اور بالوں کی سفیدی میں وفات دی گئی تو اللہ تعالیٰ ان کو بڑھاپے کے بعد کنواری، دل لبھانے والی، عشق و محبت کرنے والی اور ہم عمر بنا دے گا۔'' میں نے کہا، ''یا رسول اللہ! دنیا کی عورت افضل ہے یا جنت کی حور؟'' فرمایا، ''دنیا کی عورت جنت کی حور سے اس طرح افضل ہے جیسے کسی چیز کا ظہور اس کی پوشیدگی پر افضل ہے،'' میں نے اس کی وجہ کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا، ''ان عورتوں کی نماز، روزہ اور عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو نور سے بھر دے گا، ان کے جسموں کو ریشم پہنا دے گا ان کے رنگ سفید اور لباس سبز ہوں گے اور ان کے زیورات سنہری اور عود دانیاں موتی کی ہوں گی اور ان کا کنگھا سونے کا ہوگا، وہ کہیں گی، ''ہم ہمیشہ زندہ رہیں گی اور کبھی فوت نہ ہوں گی، ہمیشہ تر و تازہ رہیں گی کبھی نہ مرجھائیں گی، ہمیشہ ساتھ رہیں گی کبھی کوچ نہ کریں گی، ہمیشہ خوش رہیں گی کبھی ناراض نہ ہوں گی، خوشخبری ہو اس کے لئے جس کی ہم ہوں گئیں اور وہ ہمارا ہو گیا۔'' میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! دنیا میں اگر کسی عورت نے دو، تین یا چار آدمیوں سے شادی کی اور سب جنت میں چلے گئے تو وہ کس کی بیوی ہوگی؟'' فرمایا، ''اے ام سلمہ! اس کو اختیار دیا جائیگا کہ وہ حسن اخلاق میں بہتر کو پسند کرے گی، وہ کہے گی، اے اللہ! یہ آدمی دنیا میں

میرے ساتھ بہت با اخلاق تھا، اب تو اس سے میری شادی کر دے، اے ام سلمہ! اچھے اخلاق والے دنیا و آخرت کی بھلائیاں لے گئے۔“

جوروں کے اوصاف اور ان کی خوبیاں

(۱) کواعب

یہ ”کاعب“ کی جمع ہے، یعنی وہ عورت جس کی چھاتی ابھری ہوئی اور گول ہو، اور نیچے کی جانب لٹکی ہوئی نہ ہو، اور عورت کا حسین ترین وصف ہے، اور ہمیشہ نوجوان لڑکیوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔

(۲) حور

حور کا معنیٰ رنگ کی خوبصورتی اور گورا پن ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ”گورا پن نصف حسن ہے“ اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”جب بالوں کی خوبصورتی کے ساتھ گورا رنگ پورا ہو جائے تو عورت کا حسن تام ہو جاتا ہے، اور عرب لوگ عورت کے گورے پن کی وجہ سے اس کی تعریف کرتے ہیں، ایک شاعر کہتا ہے:

بیضٌ او انس ما همّمن بريبة　　　كظباء مكة صيدهن حرام

يحسبن من لين الحديث زوانيا　　　ويصدهن عن الخنا الإسلام

”سفید اور مانوس عورتیں جو کسی برائی کا ارادہ نہیں کرتیں، جیسے مکہ کی ہرن کہ اس کا شکار حرام ہے وہ اپنی نرم گویائی کی وجہ سے بری گمان کی جاتی ہیں، لیکن انہیں بے حیائی سے صرف اسلام روکتا ہے۔“

(۳) عین

عیناء کی جمع ہے، ایسی عورت جس کی آنکھیں بڑی ہوں، اس کی سیاہی تیز اور

سفیدی شفاف ہو، آنکھوں کی سیاہی اور پلکیں لمبی ہوں۔

(۴) خیرات حسان

خیرات جمع ہے خیرۃ کی اس کی اصل خیّرۃ (بالتشدید) ہے، پھر یا کو مخفف کر دیا گیا، خیرۃ وہ عورت ہے جس میں ظاہری اور باطنی محاسن جمع ہوں، اس کی خلقت اور عادات بھی کامل ہوں، لہٰذا خیرات حسان وہ عورتیں جو عادات کے اعتبار سے بہترین اور چہرہ کے اعتبار سے خوبصورت ہوں۔"

(۵) مطہرۃ

اللہ تعالیٰ نے حوروں کو طہارت کے ساتھ متصف فرمایا: ''وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' یعنی وہ عورتیں جو حیض، پیشاب، پاخانہ، ہوا اور ہر اس گندگی سے پاک ہوں جو دنیا کی عورتوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور ان کا باطن غصہ، خاوند کو تکلیف دینے، خیانت کرنے اور غیر کا ارادہ کرنے سے پاک ہوگا۔

(۶) مقصورات فی الخیام

یعنی وہ عورت اپنے شوہروں کے علاوہ کے لئے بناؤ سنگھار اور زیب و زینت سے اجتناب کریں گی بلکہ اپنے خاوندوں کے محلات میں ہی رہیں گی اور صرف انہیں کی ہوگی ان کے غیر کا ارادہ نہ کریں گی۔

(۷) قاصرات الطرف

یہ صفت پہلی سے زیادہ کامل اور مکمل ہے اسی وجہ سے یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جنہیں دو اعلیٰ جنتیں حاصل ہوں گی، ان کی نگاہیں شوہر کی محبت اور اس کی رضا مندی کی خاطر جھکی ہوئی ہوں گی اور وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی کو نہ دیکھیں گی۔

ازور سوام الطرف عنک و مالہ　　علی احدٍ الا علیک طریق

''میں آنکھوں کو تجھ سے ہٹاتا ہوں لیکن ان کے لئے تیرے علاوہ
کسی اور کوئی راہ نہیں۔''

یہی حال مقصورات کا بھی ہے لیکن وہ مقصورات ہیں اور یہ قاصرات ہیں۔

(۸) اَبکارًا

اس صفت کی اہمیت یہ ہے کہ باکرہ سے وطی کی لذت اور حلاوت ثیبہ کی وطی سے زیادہ ہوتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر آپ ایسے درخت کے پاس سے گزریں جسے چرلیا گیا ہو اور ایک ایسے درخت کے پاس سے جسے نہ چرا گیا ہو تو آپ اپنے اونٹ کو کس درخت سے چرائیں گے؟ فرمایا، ''جس سے پہلے چرانہ گیا ہو، یعنی آپ باکرہ عورت کو ثیبہ پر ترجیح دیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی باکرہ سے شادی نہ کی۔''

ایک صحیح روایت میں ہے: جب جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ثیبہ خاتون سے شادی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا، ''تجھے کوئی باکرہ نہ ملی کہ تو اس سے دل لگی کرتا وہ تجھ سے دل لگی کرتی۔''[1]

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر بطور اعتراض کہا جائے کہ صفت بکر تو پہلی وطی کے ساتھ ہی زائل ہو جائے گی لہٰذا عورت تو دوبارہ ثیبہ ہو جائے گی تو یہ صفت کیسے باقی رہے گی؟

اس کے دو جواب ہیں:

اول

باکرہ کی وطی سے مراد یہ ہے کہ اس نے پہلے کسی کو نہ چکھا ہوگا تو اس طرح اس

---

[1] صحیح بخاری و صحیح مسلم

کے دل میں آدمی کی محبت پیدا ہو جائے گی اور یہ چیز میل جول کے لئے عمدہ ہے، یہ بات تو عورت کی نسبت سے ہے باقی مرد کی طرف نسبت کریں تو پھر یہ کہا جائیگا کہ وہ ایسے باغ میں چرتا ہے جسے اس سے پہلے کسی نے نہیں چرا، اسی کی طرف فرمان الٰہی میں اشارہ ہے:

﴿لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ﴾ (الرحمن: ۵٦)

''ان کو پہلے نہ کسی انسان نہ کسی جن نے چھوا ہوگا۔''

پھر اس کے بعد بکارت کے زوال کی حالت میں وطی کی لذت ہمیشہ باقی رہے گی۔

ثانی

ایک روایت میں آتا ہے کہ جنتی جب بھی اپنی بیوی سے وطی کرے گا تو وہ دوبارہ باکرہ ہو جائے گی جیسا کہ وہ پہلے تھی، وہ جب بھی اس کے پاس آئیگا اسے باکرہ پائیگا۔

(۹) عُرُبًا

جمع ہے عروب کی، یعنی وہ عورت جس میں صورت کی خوبصورتی کے ساتھ خاوند کی اطاعت وفرماں برداری، محبت اور دل لگی کا عنصر بھی ہو اور اپنی اداؤں، باتوں، گفتگو اور حرکات کی چاشنی اور دلکشی سے خاوند کا دل موہ لے۔

(۱۰) الأتراب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الاتراب جمع ہے ترب کی، کہا جاتا ہے، فلانٌ تِربِیْ یعنی فلاں میرا ہم عمر ہے۔ اتراب وہ عورتیں جو جوانی کی عمر میں مردوں کے برابر ہوں، بچپن نے انہیں کوتاہ نہ کیا ہو اور بڑھاپے نے انہیں معیوب نہ بنایا ہو بلکہ وہ سب جوانی کی عمر میں ہوں۔

اس کے علاوہ اللہ نے انہیں لولو مکنون یعنی پوشیدہ موتی اور بیض مکنون یعنی انڈے کا خول اور یاقوت ومرجان کے ساتھ تشبیہ دی ہے، موتی میں رنگ کی

صفائی اور شادابی ہے اور گورے رنگ کا حسن اور چھونے کی نرمی ہے، انڈے کے خول میں یہ خاصیت ہے کہ وہ بالکل محفوظ ہے اسے کسی ہاتھ نے نہیں چھوا اور اس کی سفیدی میں سنہری رنگ کی ملاوٹ ہے، بخلاف بالکل سفید رنگ کے کہ یہ تو معیوب شمار کیا جاتا ہے، باقی یاقوت و مرجان میں رنگ کی صفائی کا حسن اور سرخی مائل ہونے کی دلکشی ہے۔

احادیث میں حوروں کا تذکرہ

حدیث ۱:

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے عرض کیا: جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ”کیا ابوالقاسم ﷺ نے نہیں فرمایا، کہ بلاشبہ جنت میں سب سے پہلے جو جماعت داخل ہوگی اس کی صورت چودھویں کے چاند کی سی ہوگی اور دوسری جماعت آسمانوں کے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوگی اور ہر آدمی کو دو ایسی بیویاں ملیں گی کہ ان کے گوشت کے اندر سے پنڈلی کا مغز نظر آئیگا، اور جنت میں کوئی غیر شادی شدہ نہ ہوگا۔[1]

حدیث ۲:

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، ”جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والوں کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے، دوسری جماعت آسمان کے روشن ترین ستارے کی مانند ہوگی اور ہر آدمی کو جنت میں دو دو بیویاں ملیں گی، جو حورعین میں سے ہوں گی، اور ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے، اور ان کے لباس اور گوشت کے باوجود پنڈلی کا اندر یوں دکھائی دے گا جیسے سفید کانچ کے گلاس میں سرخ شراب دکھائی دیتی ہے“۔[2]

---

۱ رواہ مسلم

۲ رواہ الطبرانی فی معجمہ

حدیث ۳:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: جنت میں داخل ہونے والی سب سے پہلی جماعت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی، یہ لوگ نہ جنت میں تھوکیں گے، نہ ناک کی رینٹ صاف کریں، نہ پاخانہ کرنا ہوگا، ان کے برتن اور کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے اور دھونی کے لئے عود کی لکڑی ہوگی، ان کا پسینہ مشک ہوگا اور ہر جنتی کو دو بیویاں ایسی ملیں گی کہ حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر اس کی پنڈلی کا مغز نظر آئیگا، ان کا آپس میں کوئی اختلاف ہوگا نہ دشمنی، ان سب کے دل ایک دل کی طرح ہوں گے، یہ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے" [۱]

حدیث ۴:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے فرماتے ہیں: اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں تمہاری درے کی لمبائی دنیا اور اس کے مثل سے بہتر ہے، اور جنت میں تمہاری کمان کے وسط سے کنارے تک کا فاصلہ دنیا اور اس کے مثل سے بہتر ہے اور جنت کی عورت کا نصیف دنیا اور اس کے مثل سے بہتر ہے،" میں نے عرض کیا نصیف کیا ہے؟ فرمایا،" دوپٹہ، جب دوپٹہ کی یہ قیمت ہے تو اس کو اوڑھنے والی کی کیا شان ہوگی؟" [۲]

حدیث ۵:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ایک جنتی کے پاس ایک حور آئیگی اور اس کے کندھے پر ہاتھ مارے گی وہ اس کے چہرہ کو

---

۱ فی الصحیحین

۲ رواہ احمد فی مسندہ

رخسار کی جانب سے دیکھے گا جو آئینہ سے زیادہ شفاف ہوگا، اور اس کا ادنیٰ ترین موتی مشرق و مغرب کو روشن کر دے، وہ اس کو سلام کرے گی، یہ جواب دے کر پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ کہے گی ''میں نعمتوں میں اضافہ ہوں'' اس پر ستر جوڑے ہوں گے جس میں سب سے ادنیٰ نعمان کی طرح ہوگا، اس کی نگاہ اتنی اندر تک جائیگی کہ وہ کپڑوں کے اندر سے پنڈلی کی ہڈی دیکھے گا، اور اس پر ایک تاج ہوگا جس کا ادنیٰ ترین موتی مشرق و مغرب کی ہر چیز کو روشن کر دے گا''۔[1]

حدیث ۶:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''اللہ کے راستہ کی ایک صبح و شام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے، تمہاری کمان کے وسط سے کنارے تک کا فاصلہ یا کمان کا قبضہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے، اگر جنت کی عورت زمین کی طرف جھانکے تو زمین و آسمان کے درمیان کو خوشبودار اور روشن کر دے، اور حور کے سر کا دوپٹہ دنیا مافیھا سے زیادہ قیمتی ہے''۔[2]

حدیث ۷:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: ہر جنتی کو دو حور عیناء عطا کی جائیں گی جن میں سے ہر ایک پر ستر جوڑے ہوں گے جن میں سے پنڈلی کی ہڈی دکھائی دے گی''۔[3]

حدیث ۸:

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقول ہے: ''سب

---

۱ بعض ھذا الحدیث فی جامع الترمذی

۲ رواہ الامام البخاری فی صحیحہ

۳ فی المسند

سے ادنیٰ درجہ کا جنتی جس جگہ پر ہوگا وہاں اس کے اسی ہزار خادم اور ستر بیویاں ہوں گی اور اس کے لئے موتیوں، زمرد اور یاقوت کا ایسا قبہ نصب کیا جائے گا جیسا مقام جابیہ اور صنعاء کے درمیان ہے۔" [1]

حدیث ۹:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حور عیناء کو زعفران سے پیدا کیا گیا۔" [2]

حوروں کا نغمہ

معجم طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "جنت کی حوریں اپنے شوہروں کو ایسی خوبصورت آواز میں نغمے سنائیں گی کہ ایسی آواز پہلے انہوں نے کبھی نہ سنی ہوگی، ان کے نغموں میں سے ایک یہ ہے: (ترجمہ) ہم خوبصورت اور خوب سیرت ہیں، اعلیٰ لوگوں کی بیویاں ہیں، جو آنکھوں کے قرار اور سکون سے دیکھتے ہیں۔" ایک نغمہ یہ ہے، "ہم ہمیشہ زندہ رہیں کبھی فوت نہ ہوں گی، ہمیشہ مامون رہیں گی کبھی نہ ڈریں گی ہمیشہ ساتھ رہیں گی کبھی کوچ نہ کریں گی۔"

اللہ تعالیٰ کے قول:

"فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ" (الروم: ۱۵) "وہ باغیچہ میں خوش کئے جائیں گے" کے بارے میں علماء فرماتے ہیں: اس سے مراد عمدہ چیزیں سننا ہے اور بلاشبہ یہ بھی خوش کرنے والی چیز ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا" (الزمر: ۷۳) "اللہ سے ڈرنے والوں کو گروہ در گروہ جنت کی طرف

---

[1] رواہ الترمذی
[2] فی المعجم الطبرانی

لے جایا جائے گا'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب وہ جنت کے ایک دروازے کے پاس پہنچیں گے تو اس کے پاس ایک درخت دیکھیں گے جس کے تنے کے نیچے سے دو چشمے بہہ رہے ہوں گے، وہ ایک کی طرف ایسے لپکیں گے جیسے انہیں اس کا حکم دیا گیا ہو، وہ اس سے پانی پئیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اندرونی حصہ کی گندگی، تکلیف اور نجاست کو ختم کر دے گا، پھر دوسرے کی طرف دوڑیں گے اور اس سے پاکی حاصل کریں گے، تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی تازگی عیاں ہو جائے گی، اس کے بعد ان کے بال کبھی خراب نہ ہوں گے، اور ان کے سر کبھی پراگندہ نہ ہوں گے جیسے انہیں تیل لگایا گیا ہو، اس کے بعد وہ جنت کے داروغہ کے پاس جائیں گے وہ انہیں "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ" کہہ کر سلام کرے گا، پھر ان سے وہاں کے غلام ملیں گے اور ان کے ارد گرد ایسے چکر لگائیں گے جیسے دنیا کے لڑکے دور سے آنے والے کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں، وہ اسے کہیں گے، تجھے ان نعمتوں کی خوشخبری ہو جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیار کی ہیں، پھر ان میں سے ایک لڑکا اس جنتی کی بیوی حور عیناء کے پاس جائے گا اور اس جنتی کا نام لیکر کہے گا کہ وہ آ گیا، وہ کہے گی کیا تو اس کو دیکھا ہے؟ وہ بولے گا ''ہاں وہ میرے پیچھے آ رہا ہے''، وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے گی، اور دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی ہو جائے گی، جب وہ جنتی اپنے گھر پہنچے گا تو دیکھے گا کہ ایک موتی کی چٹان ہے جس پر سرخ، سبز اور سنہرے رنگ کا ایک محل ہے، جب وہ اس کی چھت کو دیکھے گا تو وہ بجلی کی طرح ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ اس کو طاقت نہ دیں تو اس کی چمک سے اس کی بصارت ختم ہو جائے، جب وہ سر نیچے کرے گا تو وہاں اس کی بیویاں ہوں گی، جام شراب رکھے ہوں گے، تکیے ترتیب سے پڑے ہوں گے ریشمی قالین بچھے ہوں گے پھر وہ ٹیک لگا کر بیٹھیں گے اور کہیں گے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ'' تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں اس چیز کی ہدایت دی، اگر وہ ہمیں اس کی ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، پھر ایک اعلان ہوگا، ''تم ہمیشہ زندہ رہو گے تمہیں کبھی

موت نہ آئیگی، ہمیشہ ٹھہرے رہو گے کبھی کوچ نہ کرو گے، ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے۔[۱]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو جنت کی بھرپور تیاری کرنے والا ہو، کیونکہ جنت بے خطر ٹھکانہ ہے، کعبہ کے رب کی قسم! کہ وہ ایک چمکدار نور ہے، اس میں بلند عالیشان محل ہے، بہتی ہوئی نہریں اور پکے ہوئے پھل ہیں، حسین وجمیل بیویاں اور بیش قیمت بے بہا جوڑے اور کپڑے ہیں، اور ہمیشہ کے لئے سلامتی کا گھر ہے، اس میں پھل اور میوے، خوشحالی وشادابی، اور عظیم الشان و بارونق ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے۔'' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، ''جی ہاں یارسول اللہ! ہم جنت کی بھرپور تیاری کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا، ان شاء اللہ کہو، تو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انشاء اللہ کہا۔''

حوروں سے وصال کی لذت

حوروں کے حسن و جمال، حسن سیرت وصورت کے بعد ان کے وصال کی لذت کو بیان کیا جاتا ہے، اس بارے میں احادیث سے بہتر کیا بات ہوسکتی ہے؟ لہٰذا حوروں سے وصال کی لذت میں مندرجہ ذیل احادیث بیان کی جاتی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی ﷺ نقل کرتے ہیں (ایک لمبی حدیث ہے، جس کا کچھ حصہ یہ ہے) میں کہوں گا، یا اللہ! تو نے مجھ سے شفاعت کا وعدہ کیا تھا، پس تو نے اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول کی اور وہ جنت میں داخل ہو گئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تحقیق میں نے تیری شفاعت قبول کی، اور ان کو دخول جنت کی اجازت دے دی'' حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے، ''قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے بھیجا ہے، جنتی لوگ اپنی بیویوں اور رہائش گاہوں

---

[۱] جاء فی الزواجر لابن حجر معزو الی ابن ابی الدنیا

کو تم سے زیادہ پہچانتے ہوں گے، ایک جنتی آدمی بہتر (۷۲) حوروں سے اور دو اولاد آدم کی عورتوں سے ازدواجی ملاقات کرے گا، اور ان دو کو ان سب پر دنیا کی عبادت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوگی، وہ پہلی بیوی سے ملاقات یاقوت کے کمرہ میں سونے کے موتی جڑے تخت پر کرے گا، جس پر موٹے اور باریک ریشم کے ستر کپڑے پڑے ہوں گے، وہ اس کے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھے گا اور اس کو بازو سے سینہ اور کپڑے، جلد اور گوشت کے اندر تک سے دیکھے گا، نہ اس آدمی کی خواہش کم ہوگی نہ عورت کو کوئی شکایت ہوگی، اسی ملاقات کے دوران ایک آواز آئیگی کہ ہم نے جان لیا نہ تو بیزار ہوا نہ تو نے بیزار کیا، وہاں مادہ منویہ بھی نہ ہوگا اور اس کے علاوہ آدمی کی اور بیویاں بھی ہوں گی، وہ ان سب کے پاس باری باری جائیگا اور ہر ایک کہے گی، خدا کی قسم! ہمارے لئے جنت میں تجھ سے زیادہ خوبصورت اور محبوب کوئی نہیں'' [۱]

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعری حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، ''جنت میں مومن کے لئے ایک بے جوڑ موتی کا خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ستر میل ہوگی، جس میں اس کی بیویاں ہوں گی، وہ سب کے پاس جائیگا، لیکن کوئی کسی کو نہ دیکھے گا'' [۱]

(۳) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ: مومن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کی قوت دی جائیگی، ''میں نے عرض کیا، ''وہ اس کی طاقت بھی رکھتا ہوگا؟ ارشاد ہوا، ''اس کو سو آدمیوں کی قوت دی جائیگی۔'' [۲]

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: لوگوں نے پوچھا، ''یا رسول اللہ! ہم جنت میں اپنی عورتوں سے ملاقات کرسکیں گے؟'' فرمایا، ''ایک آدمی ایک دن میں سو کنواری لڑکیوں کے پاس جائیگا'' ایک روایت میں ہے

---

[۱] رواہ مسلم وفی روایۃ البخاری ''ثلاثون میلا''

[۲] جامع الترمذی

''خدا کی قسم! آدمی ایک صبح میں سو کنواری دوشیزاؤں سے صحبت کر سکے گا''۔[۳]

(۵) لقیط عقیلی فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جنت میں ہمارے لئے نیک بیویاں ہوں گی؟ فرمایا، ''نیک لوگوں کے لئے صالح بیویاں ہیں، دنیا کی طرح تم ان سے لذت حاصل کرو گے اور وہ تم سے لذت حاصل کریں گی لیکن اولاد نہ ہوگی۔''[۴]

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، ''ہم جنت میں وطی کریں گے؟'' فرمایا، ''ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنتی اپنی بیویوں سے پوری طرح صحبت کریں گے، جب وہ اپنی بیوی سے فارغ ہوں گے تو وہ پھر سے پاک اور باکرہ ہو جائیگی۔''

(۷) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''جنت والے جب اپنی بیویوں سے جماع کریں گے تو وہ پھر باکرہ ہو جائیں گی۔''[۱]

(۸) حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں: حضور ﷺ سے پوچھا گیا، ''کیا جنتی لوگ نکاح کریں گے؟'' ارشاد ہوا، ''ایسی لگن کے ساتھ جو ختم نہ ہو اور ایسی شہوت کے ساتھ جو منقطع نہ ہو پوری طرح جماع کریں گے۔''[۲]

(۹) سابقہ راوی کی روایت میں اسی سوال کے جواب میں فرمایا، ''پوری قوت سے جماع کریں گے لیکن مرد وعورت کو انزال نہ ہوگا۔''[۳]

---

۱ فی معجم الطبرانی

۲ رواہ الطبرانی

۳ ایضاً

باب ۲۰

﴿محبت کی علامات ونشانیاں﴾

اس حقیقت یعنی محبت کی علامات اور نشانیوں کو سمجھنے کے لئے نفوس کی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے، لہٰذا ان علامات کو شروع کرنے سے پہلے نفس کی اقسام کو بیان کرتے ہیں:

نفس کی اقسام

نفس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) نفس سماوی علوی

یعنی اعلیٰ بلند مرتبہ نفس: ان نفوس کی محبت معارف وحقائق اور اعلیٰ انسانی کمالات و فضائل کے حصول اور صفات رذیلہ سے بچنے کی طرف متصرف ہوتی ہے اور یہ ہر اس چیز کو پسند کرتے ہیں جو رفیق اعلیٰ کے قرب کا ذریعہ ہو اور یہ محبت ان کی قوت وطاقت اور غذا و دواء ہوتی ہے اور ان کے غیر سے محبت ان اعلیٰ نفوس کے لئے بیماری کا درجہ رکھتی ہے۔

(۲) نفس سبعیہ غضبیہ

یعنی درندہ صفت غضبناک نفس: ان نفوس کو قہر وغضب، بغاوت وفساد، تکبر و سرداری، باطل وسرکشی سے محبت ہوتی ہے اور یہ اسی میں مصروف رہتے ہیں اور اس سے لذت اٹھاتے ہیں۔

(۳) نفس حیوانیہ شہوانیہ

ان کی محبت کا مرکز کھانا پینا اور شادی کرنا ہوتا ہے، اور کبھی ان میں دونوں امر

(تکبر و سرداری اور کھانے پینے کی محبت) جمع ہو جاتے ہیں، تو ان کی محبت فساد و فتنہ اور زمین کی حکومت کے حصول کی طرف پھر جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَیَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ (القصص: ۴)

''بے شک فرعون زمین پر سرکش ہو گیا تھا اور وہاں لوگوں کے کئی گروہ کر دیئے تھے، ان میں سے ایک گروہ کو کمزور بنا رکھا تھا، ان کے لڑکوں کو قتل کر دیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا، بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا۔''

سورت کے آخر میں فرمایا:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ (القصص: ۸۳)

''آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بنائیں گے جو زمین پر فساد اور سرکشی کا ارادہ نہیں کرتے اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔''

اعلیٰ نفوس کا محبوب بھی اعلیٰ ہوتا ہے

پوری کائنات میں محبت انہی تین نفوس کے گرد گھومتی ہے، ہر نفس اس چیز کو اچھا سمجھتا ہے جو اس کی طبیعت کے مناسب ہوتی ہے، اور اسی کی طرف مائل ہوتا ہے، اور اس میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا، اور جو شخص جس چیز سے بھی محبت کرتا ہے وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہی قابل ترجیح و ایثار ہے اور اس کے غیر میں مشغول و متوجہ ہونا فضول اور عبث ہے، پس نفوس سماوی اور فرشتوں و رفیق اعلیٰ کے مابین مناسبت طبعی ہوتی

ہے، جس وجہ سے یہ ان کے اوصاف، اخلاق اور اعمال کی طرف مائل ہوتے ہیں، اسی بنا پر فرشتے ان نفوسِ سماویہ کے دنیا و آخرت میں دوست اور ساتھی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ، نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ، نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ﴾ (فصلت: ۳۰، ۳۲)

''جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے) خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور تمہیں اس جنت کی خوشخبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ہم دنیا اور آخرت کی زندگی میں تمہارے دوست ہیں، جنت میں تمہارے لئے وہ چیز ہے جس کی تمہارے نفس خواہش کریں گے اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم مانگو گے، یہ غفور رحیم اللہ کی طرف سے مہمان نوازی ہے۔''

فرشتہ اپنے سے مناسبت رکھنے والے کو نصیحت اور تثبیت و تعلیم کے ساتھ ساتھ زبان میں درست بات کے القاء اور دشمن کو دور کرنے کا کام کرتا ہے، اس کے گناہ پر استغفار اور اس کی غفلت پر نصیحت کرتا ہے، غم میں تسلی دیتا ہے خوف میں دل کو پرسکون کرتا ہے، اگر سویا ہو تو نماز کے لئے جگاتا ہے، ساتھی سے خیر کا وعدہ کرنے اور وعدہ کی تصدیق پر ابھارتا ہے، دنیا میں رغبت نہ کرنے پر ابھارتا اور امیدوں کو کم کرنے کی دعوت دیتا ہے، خدا تعالیٰ کے خزانوں میں رغبت کی ترغیب دیتا ہے، تنہائی میں دل بہلاتا ہے، یہ اس کا دوست بھی ہے، معلم بھی، ثابت قدم رکھنے والا بھی ہے، حوصلہ افزائی کرنے

والا بھی خیر کی ترغیب بھی دیتا ہے برائی سے ڈراتا بھی ہے، برے کام پر استغفار اور اچھے کام پر حوصلہ افزائی کرتا ہے، اگر یہ پاکی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے سوئے تو اس کے لباس میں چلا جاتا ہے اور اگر سوتے ہوئے دشمن اس کی طرف بڑھے تو اس کو دور کرتا ہے۔

ادنیٰ نفوس کی محبت ادنیٰ چیزوں سے ہوتی ہے

شیاطین کی دوستی دوسری قسم یعنی نفس سبعیہ غضبیہ کے ساتھ ہوتی ہے یہ انہیں ہدایت کی روشنی سے نکال کر گمراہی کی تاریکیوں میں پھنساتے ہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِیُّهُمُ الْیَوْمَ﴾ (النحل: ۶۳)

''خدا کی قسم! ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے، لیکن شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا اور وہی آج ان کا ساتھی ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ﴾ (الحج: ۴)

''جس کے حق میں لکھا جا چکا ہے کہ جو اسے دوست بنائے گا تو وہ اسے گمراہ کر کے رہے گا اور اسے دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔''

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًا یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیْهِمْ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ

اِلَّا غُرُوْرًا﴾ (النساء: ۱۱۹، ۱۲۰)

''جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے گا، وہ صریح نقصان میں جا پڑا، شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے صرف جھوٹے وعدے کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾

(الکہف: ۵۰)

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا سو اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی، پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی اولاد کو کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں بے انصافوں کو برا بدلا ملا۔''

نفوس سبعیہ غضبیہ اور شیطان کے درمیان طبعی مناسبت ہوتی ہے، اسی وجہ سے یہ شیطان کے اوصاف واخلاق وافعال واعمال کی طرف مائل ہوتے ہیں، اور شیطانوں کا اظہار دوستی اس طریقہ کے برخلاف ہوتا ہے جس طریقہ سے فرشتے اظہار دوستی کرتے ہیں، یہ شیطان انہیں معاصی پر ابھارتے اور کھینچتے ہیں، ان کے لئے برے کاموں کو مزین کرتے ہیں اور گناہوں کو ان کے دلوں پر ہلکا خیال کرواتے ہیں، معصیت کو ان کی طبیعتوں میں راسخ کر دیتے ہیں، طاعات کو ان کے لئے بوجھل کرتے ہیں، انہیں اس میں سست کر کے نیک کاموں کی نفرت ان کے دلوں میں پیدا کرتے ہیں، ان کی زبانوں نے لایعنی، فحش اور فضول گفتگو جاری کرواتے ہیں، ان باتوں کو سننے والوں کے لئے

مزین کرتے ہیں، ان کے ساتھ رات گزارتے ہیں، دن کے وقت بھی انہیں کے ساتھ قیلولہ کرتے ہیں، ان کے مال و اولاد اور بیویوں میں شریک ہوتے ہیں، اکٹھے کھاتے پیتے اور جماع کرتے ہیں اور سوتے بھی اکٹھے ہیں، فرمان الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾ (النساء: ۳۸)

''جس کا ہم نشین شیطان ہو تو یہ برا ہم نشین ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ، وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ، حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ﴾ (الزخرف: ۳۶،۳۷)

''جو اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے، تو ہم اس پر ایک شیطان متعین کرتے ہیں پھر وہ اس کا ساتھی رہتا ہے، اور شیاطین آدمیوں کو راستہ سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ راست پر ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئیگا تو کہے گا، اے کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی پس کیسا برا ساتھی ہے۔''

تیسری قسم یعنی نفس حیوانیہ شہوانیہ والے حیوانوں کے مشابہ ہوتے ہیں، یہ انتہائی پنچ اور گھٹیا نفوس ہیں انہیں شہوات پوری کرنے کے علاوہ کسی چیز کی طلب و چاہت اور پرواہ نہیں ہوتی۔

اس تمہید کے بعد علامات محبت کے بارے میں یہ کہا جائیگا کہ محبت کی علامات ہر نوع میں اس کے محبوب و مراد کے اعتبار سے ہوتی ہیں، انہیں علامات سے پہچانا جاتا ہے کہ یہ نفس کی کس قسم سے ہے، ہم محبت کی چند علامات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں،

جن کے ذریعہ محبت پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ نگاہ کا محبوب چیز پر جمانا

کیونکہ آنکھ دل کا دروازہ ہے اور یہی ماضی الضمیر کی تعبیر کرنے والی اور پوشیدہ رازوں کو فاش کرنے والی ہے، اس معاملہ میں یہ زبان سے بھی زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ دلالت حالیہ کی نشاندہی کرتی ہے، جو انسان کے اختیار میں نہیں جبکہ زبان کی دلالت تو لفظی ہے جو قصد کے تابع ہے، آپ محبّ کی آنکھ کو محبوب کے ارد گرد اور اس کی گلیوں اور محلوں میں گشت کرتا پائیں گے۔

ازور سوام الطرف عنک ومالہ علی احد الا علیک طریق

"میں اپنی نگاہوں کو تجھ سے روکتا ہوں حالانکہ تیرے سوا اسے کسی سے چارہ کار نہیں۔"

بلکہ محبّ کی آنکھ میں محبوب کی تصویر ہوتی جیسے اس کے دل میں محبوب کی تشبیہ و مثال ہوتی ہے:

ومن عجب انی احن الیھم و اسال عنھم من لقیت و ھم معی

وتطلبھم عینی وھم فی سوادھا ویشتاقھم قلبی وھم بین اضلعی

"کتنی عجیب بات ہے کہ وہ میرے ساتھ ہیں لیکن میں انہیں تلاش کرتا ہوں اور ہر ملنے والے سے ان کے بارے میں سوال کرتا ہوں، میری آنکھ انہیں تلاش کرتی ہے حالانکہ وہ اس کی پتلی میں ہے اور میرا دل ان کا مشتاق ہے حالانکہ وہ میری پسلیوں کے درمیان ہیں۔"

بلکہ محبّ کی نظر تو محبوب پر ٹھہری ہوتی ہے:

ان یحجبوھا عن العیون فقد حجبت عینی لھا عن البشر

''اگر وہ اسے آنکھوں سے چھپالیں گے تو اس کی خاطر لوگوں سے اپنی آنکھ کو چھپالوں گا''۔

۲۔ محبوب کی نظر پڑنے پر نظر جھکانا

محبوب پر نگاہ پڑنے کے بعد نگاہ جھکانا اور زمین کی طرف دیکھنا محبت کی علامات میں سے ایک علامت ہے، اور یہ محبوب کے دبدبہ، اس کی حیا اور عظمت کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی وجہ سے بادشاہوں کے ہاں یہ بات معیوب سمجھی جاتی ہے کہ کوئی ان کی نظروں میں نظریں ڈال کر بات کرے، بلکہ ان سے بات کرنے والے کو نگاہیں زمین کی طرف کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے معراج کی رات کے کمال ادب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى'' (النجم: ۱۷)

''نہ نظر بہکی نہ حد سے بڑھی''۔

یہ کمال ادب ہے، کیونکہ نگاہ نہ دائیں مڑی نہ بائیں اور جس کو دیکھ رہی تھی اس سے متجاوز نہ ہوئی اور اس کی طرف ایسے متوجہ رہی جیسے کوئی جھانکنے والا۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے نمازی کو سختی سے منع فرمایا کہ وہ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے اور ایسا کرنے پر بصارت کے ضائع ہونے کی وعید سنائی، اس لئے کہ یہ اس ذات کی حاضری میں کمال ادب ہے جس کے سامنے نمازی کھڑا ہوتا ہے، بلکہ اس کے لئے مناسب ہے کہ سر جھکا کے کھڑا ہو، اگر رب العالمین کی عظمت آسمانوں کے اوپر عرش پر نہ ہوتی تو اوپر اور نیچے دیکھنے میں فرق نہ ہوتا۔

۳۔ محبوب کا کثرت سے ذکر کرنا

محبت کی علامات میں سے ایک محبوب کا ذکر اور اس کی یاد اور باتوں کا دلدادہ ہونا ہے، کیونکہ جب کوئی کسی چیز سے محبت کرتا ہے تو دل و زبان سے اس کا تذکرہ کرتا

ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تمام احوال میں اپنے ذکر کا حکم دیا، حتیٰ کہ انتہائی خوف کی حالت میں بھی ذکر کا حکم دیا، فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الانفال: ۴۵)

''اے ایمان والو! جب تم کسی دشمنوں کی جماعت سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''

محبت کرنے والے خوف اور سختی کے وقت محبوب کی یاد اور اس کے تذکرہ پر فخر کرتے ہیں:

ذکرتک والخطی یخطر بیننا ۔۔۔ وقد نهلت منا المثقفة السمر

''میں نے تجھ اس وقت یاد کیا جب مقام خط کے نیزے ہمارے درمیان گھوم رہے تھے اور سید ھے گندم گو نیزوں کو ہمارے خون کی شراب پلائی گئی تھی۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

ولقد ذکرتک والرماح کانها ۔۔۔ اشطان بئر فی لبان الادهم

فوددت تقبیل السیوف لانها ۔۔۔ برقت کبارق ثغرک المتبسم

''میں نے تجھے اس حال میں یاد کیا جب نیزے کنویں کی رسی کی طرح تھے، سیاہ قلادہ کی جگہ میں، اور میں تلواروں کو چومنا چاہتا تھا کیونکہ وہ تیرے مسکراتے ہوئے دانت کی طرح چمک رہی تھیں۔''

ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ ہر وہ بندہ ہے جو مجھے دشمن سے ملاقات کے وقت یاد کرتا ہے، پس سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ خوف وشوق دونوں حالتوں میں محبوب کو یاد رکھے، ایک محب اپنے محبوب کے بارے میں کہتا ہے:

یذکرنیک الخیر والشر والذی ۔۔۔ اخاف وارجو والذی اتوقع

''مجھے ہر خیر و شر، خوف اور امید اور توقع کی چیز تیری یاد دلاتی ہے۔''

سچی محبت کی نشانی یہ بھی ہے کہ نیند سے بیدار ہوتے ہی سب سے پہلے دل اور زبان پر محبوب کی یاد ہو اور سونے سے پہلے آخری ذکر بھی محبوب کا ہو، جیسے

اخر شیء انت فی کل ھجعۃ　　و اول شیء انت وقت ھبوبی

''میرے سوتے وقت سب سے آخری چیز اور بیداری کے وقت سب سے پہلی چیز تو ہی ہے۔''

محبوب کا ذکر کسی مستحکم بھول کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ محب کے نفس کی قوت کی وجہ سے ہوتا ہے، لیکن محل کی تنگی کی وجہ سے ایسی صورت پیش آتی ہے جو اس کے ذکر کو بھلا ہی دیتی ہے لیکن اس صورت کے زوال کے بعد ذکر محبوب پہلے کی طرح واپس آ جاتا ہے، محبوب کی یاد کی اعلیٰ ترین قسم ہے کہ پہلے زبان اس کے ذکر کی پابند ہو، پھر دل زبان کے ساتھ ذکر کا پابند ہو جائے پھر دل و زبان دونوں کو ہر وقت محبوب کی موجودگی کا احساس ہو۔[1]

یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جس طرح ذکر محبت کا نتیجہ ہے، اسی طرح محبت ذکر کی پیداوار ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا موجد ہے اور محبت کی کھیتی ذکر کے پانی کو سیراب کرتی ہے اور بہترین ذکر وہ ہے جو محبت سے صادر ہو۔

۴۔ محبوب کے حکم کی پیروی اور اپنی خواہش کی قربانی

یہ بھی محبت کی ایک بڑی علامت ہے کہ محب محبوب کے حکم کی تابعداری کرے اور اپنی خواہشات کو اس کی خواہش پر قربان کر دے، بلکہ محبوب اور محب کی مراد متحد ہونی چاہئے اور یہی اتحاد صحیح ہے نہ کہ وہ اتحاد جس کے نصاریٰ ملحدین قائل ہیں، کیونکہ اتحاد

---

[1] وقف ہے ذہن فقط تیرے تصور کے لئے　　میں تو بھولا ہی کہاں ہوں کہ تجھے یاد کروں

صرف مراد میں ہوتا ہے۔ یہ اتحاد سچی محبت کی علامت ہے، جس شخص کی مراد اس کے محبوب کے مخالف ہو اس کی محبت خالص نہیں، بلکہ یہ محبوب کے علاوہ کسی اور چیز کا طالب ہوگا، اگر یہ محبوب کا چاہنے والا ہوگا تو اپنی مراد کو بالکل اہمیت نہ دے گا۔

محبت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جو محبوب کی کسی چیز کو چاہتے ہیں۔

(۲) جو محبوب کو چاہتے ہیں۔

(۳) جو محبوب کو چاہنے کے ساتھ اس کی مراد کو بھی چاہتے ہیں۔

اور تیسری قسم سب سے اعلیٰ ہے، اور یہ زہد اعلیٰ ترین زہد ہے کیونکہ اس نے ہر اس چیز میں زہد کیا جو اس کے محبوب کے ارادہ کے مخالف تھی، اس زہد اور دنیا میں زہد کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے، کیونکہ زہد کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) دنیا میں زہد (۲) نفس میں زہد (۳) جاہ ومنصب میں زہد

(۴) محبوب کے علاوہ میں زہد (۵) محبوب کے پسند کے علاوہ ہر چیز کا زہد۔

اور یہ زہد محبوب کے قاصد کی مکمل اتباع اور پیروی سے حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

”آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اتباع کو اپنی محبت کا سبب قرار دیا ہے، بندہ کے لئے اللہ کا محبوب ہونا اس کا محب بننے سے اعلیٰ درجہ ہے، عالی شان بات یہ نہیں کہ آپ

اللہ سے محبت کریں بلکہ کمال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرے، پس محبوب کی اطاعت محبت کی علامت ہے:

تعصی الالٰہ وانت تزعم حبہ ۔ ھذا محال فی القیاس بدیع
لو کان حبک صادقا لا طعتہ ۔ ان المحب لمن یحب یطیع

''تو اللہ تعالیٰ سے محبت کا گمان کرتا ہے حالانکہ تو اس کی نافرمانی کرتا ہے یہ بات تو عقل کے نزدیک عجیب اور محال ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔''

۵۔ محبوب کے بارے میں بے صبری

محبوب کی جدائی میں بے صبری محبت کی علامت ہے بلکہ محب تو محبوب کی اطاعت واحکام پر اور اس کی معصیت نہ کرنے پر صبر کرتا ہے، یہ محب کا صبر ہے اور محبوب کی اطاعت کو چھوڑنے پر صبر کرنا تو یہ محبت سے خالی اور کسی اور میں مشغول شخص کا صبر ہے۔

والصبر یحمد فی المواطن کلھا ۔ وعن الحبیب فانہ لا یحمد

''صبر ہر موقع پر قابل تعریف ہے لیکن محبوب کے بارے میں صبر محمود نہیں ہے۔''

جو محبوب کے بارے یعنی اس کی جدائی اور نافرمانی میں صبر کرے گا تو یہ صبر مطلوب کو فوت کر کے اسے تکلیف پہنچائے گا، ایک عاشق کہتا ہے:

ما احسن الصبر واما علی ۔ ان لا اری وجھک یوما فلا
لو ان یوما منک اوساعۃ ۔ تباع بالدنیا اذا ما غلا

''صبر بہت اچھی چیز ہے لیکن اس بات پر کہ میں تیرا چہرہ نہ دیکھو بالکل بھی صبر نہیں ہوسکتا، اگر تیرا ایک دن یا ایک گھڑی ساری دنیا

بیچ کر لینی پڑے تو سودا مہنگا نہیں''۔

۶۔ محبوب کی باتوں کو ذوق وشوق سے سننا

ہمہ تن گوش اور بالکل متوجہ ہو کر محبوب کی باتیں اس طرح سنی جاتی ہیں کہ دل اور کان ہر طرف سے فارغ ہوں، اگر غیر کی طرف توجہ ظاہر ہو تب بھی یہ ایک ایسی پر تکلف توجہ ہو گی جو گھور گھور کر دیکھنے والے کے لئے عاریۃ اختیار کی گئی ہو گی۔

اگر اسے براہ راست محب کی باتیں سننے کا موقع نہ ملے تو پھر وہ اس کے متعلق کی گئی گفتگو میں دلچسپی رکھے گا، اور خاص طور پر جب اس کی باتیں نقل کی جارہی ہوں کیونکہ یہ اس کے مخاطب ہونے کے قائم مقام ہے، ایک مقولہ ہے، ''محبت کرنے والوں اور ان کے دلوں کے لئے محبوب کے کلام کو سننے سے زیادہ لذیذ چیز اور کوئی نہیں''۔ اور اس میں ان کے مطلوب کی انتہاء ہے، اس وجہ سے حقیقی محبت والوں کے لئے قرآن سننے سے زیادہ لذیذ چیز اور کوئی نہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا، ''مجھے قرآن سناؤ'' میں نے کہا، ''میں آپ کو کیسے سناؤں حالانکہ قرآن آپ پر ہی نازل ہوا ہے؟ فرمایا، ''مجھے یہ بات پسند ہے کہ میں قرآن دوسروں سے سنوں'' میں نے سورہ نساء کے شروع سے پڑھا، جب میں آیت:

﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ (النساء: ۴۱)

''اس وقت کیا حالت ہو گی جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے''۔

پر پہنچا تو فرمایا، ''کافی ہے'' میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے''۔[۱]

---

[۱] رواہ البخاری و مسلم

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی جگہ جمع ہوتے تو کسی قاری کو قرآن پڑھنے کو کہتے وہ پڑھتا اور سب غور سے سنتے، عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتے تو انہیں قرآن سنانے کا کہتے، وہ پڑھتے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے قرآن سنتے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ان کی قرأت حضور ﷺ کو بڑی عمدہ معلوم ہو، آپ وہیں کھڑے رہے اور خوب توجہ سے سنتے رہے، جب وہ صبح کو حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا ”میں رات کو تیرے پاس سے گزرا تھا اور تو قرآن پڑھ رہا تھا میں ٹھہر گیا اور تیری قرأت سنتا رہا“ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سن رہے ہیں تو میں اور بھی زیادہ خوبصورت انداز میں پڑھتا۔“

اور خود حق تعالیٰ شانہٗ کہ قرآن جس کا کلام ہے اچھی آواز سے پڑھنے والے قاری کو خوب دھیان سے سنتے ہیں، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: اللہ تعالیٰ اچھی آواز کو اتنی توجہ سے سنتے ہیں کہ گانا سننے والا گانے والی کی آواز کو بھی اتنی توجہ سے نہیں سنتا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کر کے پڑھو“ بعض نے کہا کہ یہ حدیث جنس مقلوب سے ہے، یعنی قرآن کے ذریعے اپنی آوازوں کو مزین کرو، لیکن یہ غلطی ہے، اگر یہ صحیح ہو تو مراد یہ ہے کہ قرآن کے ذریعہ آوازوں کو خوبصورت کرو۔

ایک صحیح روایت میں ہے فرمایا: ”جس شخص نے قرآن کو خوبصورت لہجہ میں نہ پڑھا وہ ہم میں سے نہیں“۔

حدیث میں ”لم یتغن“ کا لفظ آیا ہے جس کا لفظی معنی یہ ہے ”جس کے قرآن کو گانے کے انداز میں نہ پڑھا“ اس تشبیہ اور اس معنی میں مندرجہ ذیل دو حکمتیں ہیں:

۱۔ اللہ کے رسول ﷺ نے قرأت قرآن کو محبت کی وجہ سے اس کے پڑھنے والے

کے لئے گانے سے تشبیہ دی کیونکہ گانے والا گانے سے محبت کرتا ہے۔

۲۔ یہ کہ وہ اپنی آواز جہاں تک ہو سکے مزین اور خوبصورت کرے جیسے گلوکار اپنی آواز کو گانے میں خوبصورت کرتا ہے اور بہت سے محبت کرنے والے قرآن سنتے وقت خوبصورت آواز کی وجہ سے مر گئے، یہ قرآن کے مقتول ہیں نہ کہ بے ریش لڑکوں اور عورتوں کے عشق کے مقتول۔

۷۔ محبوب کی جگہ سے محبت:

محبوب کے گھر اس کے مکان اور ٹھہرنے کی جگہ کی محبت بھی علامات محبت میں سے ہے، اور یہ وہ راز ہے جس کی وجہ سے بیت اللہ اور مسجد حرام کی محبت مومنین کے دلوں میں ہے، اور اسی وجہ سے بیت اللہ سے محبت کرنے والے اس کی چاہت میں وطن اور دوستوں کی جدائی کو برداشت کرتے ہیں اور انہیں اس کی طرف سفر کرنے میں مزا آتا ہے حالانکہ سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، وہ خطرناک مقامات کو طے کرتے ہیں، صحراؤں اور جنگلوں کو پار کرتے ہیں اور بہت زیادہ مشقت اور پریشانیاں برداشت کرتے ہیں، اگر ان کے لئے ممکن ہوتا تو وہ پلکوں کے سہارے چل کر اس تک پہنچتے۔

نعم اسعی الیک علی جنونی وان بعدت لمسراک الطریق

''ہاں میں ضرور اپنی پلکوں پر تیری طرف دوڑ کر آؤں گا اگر چہ تجھ تک پہنچنے کا راستہ لمبا ہی کیوں نہ ہو۔''

اور اس محبت کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اپنی طرف منسوب کیا ہے فرمایا:

﴿طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ﴾ (الحج: ۲۶)

''میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک کر۔''

شاعر کہتا ہے۔

لما انتسبت الیک صرت معظما　　وعلوت قدرًا دون من لم ینسب

''جب میں تیری طرف منسوب ہوتا ہوں تو قابل تعظیم اور اس شخص سے زیادہ باقدر ہو جاتا ہوں جس کی نسبت تیری طرف نہ ہو۔''

ہر وہ چیز جو محبوب کی طرف منسوب ہو محبوب ہوتی ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ﴾ (الجن: ۱۹)

''اور جب اللہ کا بندہ اس کو پکارتے ہوئے قیام کرتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾ (الاسراء: ۱)

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو لے گئی۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ﴾ (الفرقان: ۱)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ پر قرآن اتارا۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا﴾ (البقرة: ۲۳)

''اگر تمہیں اس کلام میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا۔''

جو مذکورہ معنی سمجھ گیا وہ ''بیدک الخیر'' کا معنی بھی سمجھ جائے گا اور حضور ﷺ کے اس قول ''لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والشر لیس الیک''[1] کا معنی بھی سمجھ جائے گا، (اس کا ترجمہ ہے، میں حاضر ہوں، میں فرمابردار ہوں، خیر تیری طرف سے ہے جبکہ شر تیری جانب سے نہیں)۔

جب کوئی آدمی کسی مخلوق سے محبت کرتا ہے تو اس کے گھر سے بھی محبت کرتا ہے:

---

[1] رواہ مسلم وغیرہ ولیس فیہ والشر لیس الیک

امر علی الدیار دیار لیلیٰ　　اقبل ذاالجدار وذاالجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی　　ولکن حب من سکن الدیارا

''جب میں لیلیٰ کے شہر سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں
کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، اس شہر کی محبت نے میرے دل کو
دیوانہ نہیں بنایا بلکہ یہ شہر والوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔''

جب مخلوق کی محبت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے کیا کہنے؟ کہ جس کے مثل کوئی نہیں اور اس کی محبت جیسی کوئی محبت نہیں۔

۸۔ محبوب کی طرف تیزی سے لپکنا

تیزی سے اس کی طرف چلنا، سواری کرنا، راستوں کو جلدی سے طے کرنا، قریب ہو یا دور دونوں صورتوں میں کوشش کرنا، اس سے ہٹانے والی چیز کو کاٹ پھینکنا، اس سے غافل کرنے والے کاموں کو چھوڑ دینا، اور ہر وہ چیز جو اس کے غصہ اور ناراضگی کا سبب ہو اسے ترک کر دینا اگر چہ وہ آسان ہی کیوں نہ ہو اور ہر اس چیز میں رغبت رکھنا جو اس کے قریب لے جانے والی ہو اگر چہ دشوار ہی کیوں نہ ہو:

ولو قلت طأفی النار اعلم انه　　رضالک او مدن لنامن وصالک

لقدمت رجلی نحوها فو طئتها　　هدًی منک الی او ضِلّةً فی ضلالک

''اگر تو کہے آگ میں کود جا اور مجھے علم ہو کہ اس میں تیری رضا ہے
یا یہ تیرے وصال کا ذریعہ ہے تو میں قدم بڑھاؤں گا اور کود جاؤں
گا خواہ یہ تیری طرف سے رہنمائی ہو یا گمراہی۔''

۹۔ محبوب کے متعلقات سے محبت:

جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کے دوستوں، پڑوسیوں، خادموں اور اس کے متعلقات سے بھی محبت ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے پیشے، صنعت، برتن، کھانے اور لباس

سے بھی محبت ہوتی ہے۔

احب بنی العوام طرا لحبها　　ومن اجلها احببت اخوالها کلبا

''میں اپنی محبوبہ کی شدید محبت کی وجہ سے اس کے قبیلہ بنو عوام سے محبت کرتا ہوں اور اسی کی وجہ سے اس کے ماموں بنو کلاب سے محبت کرتا ہوں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے

یشتاق و ادیها ولو لا حبکم　　ماشاقه وادٍ زهت ازهاره

''وہ اس کی وادی کا شوق رکھتا ہے اگر تمہاری محبت نہ ہو تو وہ اس وادی کا شوق بھی نہ رکھتا جس میں پھول کھلے ہیں۔''

ایک آدمی معشوق کی شلوار کی وجہ سے شلواروں سے عشق کرنے لگا، تو اس کے ترکہ میں سے ایک درجن گٹھے شلوار کے نکلے، ایک آدمی معشوقہ کی وجہ سے اوکھلی سے عشق کرنے لگا تو اس کے ترکہ سے بارہ ہزار اوکھلیاں نکلیں، ایسے اور بھی بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کدو سے محبت کرتے تھے کیونکہ انہوں نے حضور ﷺ کو اس کو پیالے کی کناروں سے اٹھاتے دیکھا تھا۔

۱۰۔ زیارت حبیب کے راستہ کو مختصر کرنا

محبوب سے ملاقات کے راستہ کو مختصر کرنا، اس کو سمیٹنا اور اس کے طول کو چھوٹا کر دینا محبت کی ایک علامت ہے:

وکنت إذا ما جئت لیلی أزورها　　أری الأرض تُطوی لی ویدنو بعیدها

من الخفرات البیض ود جلیسها　　إذا ما انقضت أحدوثة لو تعیدها

''میں جب لیلیٰ کی زیارت کے لئے اس کے پاس جاتا تو دیکھتا کہ

زمین میرے لئے سکڑ رہی ہے اور دور کی جگہ قریب ہو رہی ہے، وہ
ایسی شرمیلی عورتوں میں سے ہے کہ اس کا ہم نشین اس سے محبت کرتا
ہے، جب وہ کوئی بات کرتے تو اس کو دھراتی ہے۔''

وإذا قمت عنك لم أمش إلا مشي عانٍ يقاد نحو الفناء
وإذا جئت كنت أسرع في السي رمن الطير نازلاً في الهواء

''جب میں تیرے پاس سے اٹھ کر جاتا ہوں تو ایسے قیدی کی طرح
چلتا ہوں جسے موت کی طرف ہانکا جائے، اور جب میں آپ کی
طرف آتا ہوں تو اتنا تیز چلتا ہوں جیسے پرندہ ہوا میں اڑتا ہے۔''

وتدنو الطريق إذا زرتكم وتبعد إذا أنثني راجعا

''جب میں تمہاری زیارت کے لئے آتا ہوں تو راستہ قریب ہو جاتا
ہے اور جب لوٹ کر واپس جاتا ہوں تو راستہ لمبا ہو جاتا ہے۔''

۱۱۔ محبوب کی زیارت سے خوش ہونا

محبت کی دسویں علامت محبوب کی زیارت کرنے یا اس کو اپنی زیارت کروانے
سے خوش ہونا اور غموں کا ختم ہونا، اور اس کے جانے کے بعد غموں کا لوٹ آنا:

يزور فتنجلي عني همومي لان جلاء حزني في يده

''تیری زیارت ہوتی ہے تو میرے دل سے غم چھٹ جاتے ہیں اس
لئے کہ میرے غم کا زوال تیرے ہاتھ میں ہے۔''

ويمضي بالمسرة حين يمضي لان حوالتي فيها عليه

''جب وہ جاتا ہے تو خوشیوں کو بھی ساتھ لے جاتا ہے کیونکہ میرا
خوشیوں کا معاملہ اس کے ذمہ ہے۔''

اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ محبت کی فرحت و سرور اور خوشی محبوب کی وجہ سے ہے

اور محبوب کی جدائی میں اس کے لئے فوری اور تاخیری عذاب ہی عذاب ہے۔

۱۲۔ محبوب کی توجہ یا اس کے تذکرہ کے وقت مرعوب ومبھوت ہونا

یہ بھی محبت کی ایک علامت ہے اور خاص طور پر جب اس کو اچانک دیکھے یا وہ اچانک اس کے پاس آ جائے، شاعر کہتا ہے:

فما هو الا ان اراها فجاءة — فابهت حتى ما اكا د اجيب
فارجع عن رايى الذى كان اولا — واذكر ما اعددت حين تغيب

''جب میں سے اچانک دیکھتا ہوں تو مبھوت ہو جاتا ہوں اور اپنی اس رائے سے رجوع کر لیتا ہوں جو پہلے تھی اور میں اس چیز کو یاد کرتا ہوں جو میں نے تیار کی تھی جب وہ غائب ہو جاتی ہے''۔

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

فما هو الا ان يراها فجاءة — فتصطك رجلاه ويسقط للجنب

''جب وہ اس کو اچانک دیکھتا ہے تو اس کے پاؤں پھسل جاتے ہیں اور وہ منہ کے بل گر پڑتا ہے''۔

بعض مرتبہ اچانک محبوب کا نام سن کر انسان مضطرب ہو جاتا ہے:

وداع دعا اذ نحن الخيف من منى — فهيج اشجان الفواد وما يدرى
دعا باسم ليلى غيرها فكانما — اطار بليلى طائرا كان فى صدرى

''جب ہم منیٰ کے مقام خیف میں تھے تو ایک پکارنے والے نے آواز دی جس نے بہادر لوگوں کے دلوں کو برانگیختہ کر دیا حالانکہ وہ جانتا نہ تھا اس نے لیلیٰ کے نام کو پکارا تو گویا کہ اس رات میرے دل سے اس نے ایک پرندہ کو اڑا دیا''۔

اس خوف اور مرعوبیت، اضطراب وگھبراہٹ کے سبب میں اختلاف ہے، بعض

کہتے ہیں: محب کے دل پر محبوب کی بادشاہت حکمران کی رعایا پر بادشاہت سے زیادہ ہوتی ہے، پس جب وہ اس کو اچانک دیکھتا ہے تو گھبرا جاتا ہے جیسے کسی قابل تعظیم آدمی کو اچانک دیکھ کر گھبرا جاتا ہے کیونکہ دل محبوب کی تعظیم کرتا ہے اور اس کے سامنے جھکا ہوتا ہے، اور انسان جب اپنے نزدیک قابل تعظیم آدمی کو اچانک دیکھتا ہے تو خوف وگھبراہٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔ اور بعض اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں: "دل محبوب کے لئے کھل جاتا ہے اور اس کی ملاقات کے لئے لپکتا ہے اور خون تیز دوڑنے کی وجہ سے ٹھنڈا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ تیز تیز دھڑکتا ہے پس جسم زرد پن اور تھرتھراہٹ کا شکار ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی انسان مر بھی جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرعوبیت ایک ذوقی وجدانی چیز ہے اگر چہ اس کا سبب معلوم نہ ہو۔

۱۳۔محبوب کے لئے غیرت آنا

یہ بھی علامات محبت میں سے ہے، محبوب کے لئے غیرت کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو محبوب ناگوار سمجھے یہ بھی اسے ناپسند سمجھے اور اگر محبوب کی نافرمانی یا حق تلفی کی جائے تو یہ غضبناک ہو جائے، دین سارے کا سارا اسی غیرت کے تابع ہے، دینداری میں سب سے قوی وہ شخص ہوگا جو غیرت میں زیادہ ہوگا، ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے: کیا تم سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت سے تعجب کرتے ہو، میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں"[1]، پس اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا محبت وعظمت کے بقدر ان کے لئے غیر وغصہ کھائے گا، اور جس شخص کا دل اللہ اور اس کے رسول کے لئے غیرت سے خالی ہو تو وہ محبت سے بھی خالی ہے اگر چہ خود کو محبت کرنے والوں میں سے شمار کرتا ہو، جھوٹا ہے وہ

---

[1] رواہ الشیخان وغیرہما

شخص جو کسی کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کی حق تلفی اور بے آبروئی ہوتا دیکھے، لوگ اس کی عزت سے کھیلتے ہو اور اس کو ستاتے اور تڑپاتے ہو اور ان مظالم کو دیکھ کر اسے غصہ نہ آئے، بلکہ اس کا دل ٹھنڈا رہے، ایک آدمی کے لئے کیسے صحیح ہے کہ وہ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکام ٹوٹنے پر اسے غصہ نہ آئے اور اس کے حقوق کے ضیاع پر اسے غیرت نہ آئے، غیرت کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اللہ کے لئے اپنے نفس، خواہش اور شیطان پر غصہ کھائے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ اپنے محبوب کے حق میں کمی اور اس کی معصیت کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے غصہ کھاتا ہے۔

جب یہ غیرت وغصہ دل سے ختم ہو جاتا ہے تو محبت بھی ختم ہو جاتی ہے، بلکہ دین بھی ختم ہو جاتا ہے اگر چہ اس کے کچھ اثرات باقی ہو اور یہی غیرت جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اصل اور ان پر ابھارنے والی ہے، اگر دل میں یہ غیرت وغصہ نہ ہو تو وہ نہ جہاد کرے گا، نہ امر بالمعروف کرے گا اور نہ ہی نہی عن المنکر، بلکہ یہ کام تو صرف غیرت کی وجہ سے کئے جاتے ہیں، اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے اپنی محبت کی علامت جہاد کو قرار دیا اور فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ، اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (المائدہ: ۵۴)

”اے ایمان والو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا کہ اللہ ان کو چاہتا ہے وہ اس کو چاہتے ہیں، مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، یہ

اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے۔''

۱۴۔محبوب مجازی پر غصہ ہونا

محبوب پر غصہ ہونا ایسے ہی محمود ہے جیسے اختصاص بالمحبوب قابل تعریف ہے، کیونکہ محبت کا اشتراک عقلاً وشرعاً مذموم ہے جیسا کہ انسان کا اپنی بیوی، باندی یا اپنے ساتھ خاص شخصیت پر غصہ ہونا، اور یہ غصہ غیر کی طرف توجہ اور غیر کی اس میں شرکت کی وجہ سے ہوگا، اور خیال رہے کہ یہ غیرت وغصہ مخلوق کے ساتھ خاص ہے خالق کے حق میں اس کا تصور نہیں ہوسکتا، بلکہ اللہ سے محبت کرنے والا تو یہ چاہے گا کہ سارے لوگ اللہ سے محبت کریں، اس کا ذکر کریں، اس کی عبادت وحمد ثناء بیان کریں اور اس کے لئے اس سے زیادہ راحت افزاء چیز اور کوئی نہ ہوگی بلکہ وہ لوگوں کو اسی چیز کی قولی اور عملی دعوت دے گا۔

بعض صوفیہ ان دونوں غیرتوں میں تمیز نہیں کر پاتے جس کی وجہ سے ان کے کلام میں گڑ بڑ اور قباحت کا عنصر ملتا ہے اور بہترین کام وہ ہے جو سعی مغفور سے ہو نہ کہ سعی مشکور سے، بلکہ بعض جہلاء تو یہاں تک کر گزرتے ہیں کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرے یا اس سے محبت کرے تو اس پر غصہ ہوتے ہیں اور اگر ممکن ہو تو اس کو خاموش بھی کرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محبت کی غیرت نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا، یہ محض حسد ہے، سرکشی ہے، عدوان اور اللہ سے دشمنی ہے اور رسولوں کے طریقہ سے علیحدگی ہے جسے انہوں نے غیرت کے سانچہ میں ڈھالا ہے اور اللہ کی محبت کو مخلوق صورتوں کی محبت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

بلاشبہ یہ غیرت اس ہستی کے حق میں قابل تعریف ہے جس میں محبت کی مشارکت مستحسن نہ ہو جبکہ حق تعالیٰ شانہ کے بارے میں محبت کی مشارکت اور تصور مستحسن ہے اور اس کا تفصیلی بیان آگے آئیگا۔

۱۵۔ اپنا سب کچھ محبوب کی خاطر لٹا دینا

محبوب کی رضا پر فائدہ مند چیز کو قربان کر دینا محبت کی علامات میں سے ہے، اس بارے میں محبت کرنے والوں کی تین حالتیں ہیں، شروع شروع میں یہ ایثار و قربانی بتکلف ہوتی ہے، جب محبت قوی ہو جاتی ہے تو وہ رضا مندی اور خوشی سے خواہشات قربان کرتا ہے اور جب محبت دل میں راسخ اور پیوست ہو جائے تو وہ اس طرح بے قراری اور دل جمعی کے ساتھ مال و جان لگاتا ہے گویا کہ وہ محبوب سے ہی لے رہا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جان بھی محبوب کے قدموں میں نچھاور کر دیتا ہے، جیسا کہ جنگ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی حفاظت کے لئے پروانوں کی طرح نچھاور ہو رہے تھے:

ولـي فـؤاد إذلج الـغـرام بـه ۔۔۔ هـام اشتياقـا الـى لقيا معذبه

يفديك بالنفس صب لو يكون له ۔۔۔ اعـز مـن نـفسـه شيئ فداک بـه

''میرا ایک دل ہے کہ جب عشق اس پر چھا جاتا ہے تو وہ اپنے عذاب دینے والے کی ملاقات کے شوق میں اچھلتا ہے، عاشق تیرے لئے اپنی جان قربان کر دیتا ہے اگر اس کے لئے جان سے بڑھ کر کوئی چیز ہوتی تو اسے بھی قربان کر دیتا۔''

جو شخص اپنی جان محبوب پر قربان کر سکتا ہو وہ مال کو تو اچھی طرح خرچ کر سکے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:۶)

''نبی مسلمانوں کے لئے ان کے نفسوں سے بھی بڑھ کر ہیں۔''

ایمان کا مقام اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ کی محبت مومنین کے دلوں میں اپنی جان اولاد اور آباء سے زیادہ نہ ہو، جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں آتا ہے، ''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس

کو اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں[1]۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ آپ مجھے اپنے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں'' ارشاد فرمایا، ''نہیں اے عمر جب تک میں تجھے تیری ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: تو خدا کی قسم! آپ مجھے اپنی جان سے زیادہ سے بھی زیادہ محبوب ہیں، فرمایا: ''ہاں اب ٹھیک ہے اے عمر۔''[2]

جب اللہ کے بندہ اور رسول کی محبت کی یہ حالت ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیا کیفیت ہونی چاہئے؟ البتہ خیال رہے کہ محبت کی مقدار شرعاً صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے، اگر لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہو جس کے لئے محب اپنی جان اور مال لگائے تو یہ محبت کسی غرض کی وجہ سے ہوگی یقیناً کسی مطلب نے اسے اس بات پر ابھارا ہوگا کہ وہ اس کے لئے جان و مال قربان کرے، یہ درحقیقت محبوب کی ذات کی محبت نہ ہوگی، اس محبت کا مثل بھی ہے اور اس محبوب کا مثل بھی ہے لیکن اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور محبوب دونوں بے مثل و بے مثال ہیں، اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے مال و جان کے اندر رسول اللہ ﷺ کو ثالث بنایا اور عرض کیا: ہمارے مال آپ کے سامنے پڑے ہیں جہاں چاہیں خرچ کریں، ہماری جانیں آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اگر آپ ہمیں اشارہ کریں تو ہم سمندر میں کود پڑیں، ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے، بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے پیچھے بھی، قیس بن حرمہ انصاری فرماتے ہیں:

ثوی فی قریش بضع عشرة حجة يذكر لو يلقى حبيبا مؤاتيا
ويعرض فی أهل المواسم نفسه فلم یر من يأوی ولم یر داعيا
فلما أتانا واستقرت به النوى واصبح مسرورا بطيبة راضيا

---

[1] رواہ الشیخان والنسائی وابن ماجہ واحمد فی مسند کمافی (الجامع الصغیر) السیوطی
[2] فی الصحیح للبخاری بعض اختلاف

بذلنا له الأموال من حل مالنا　　وأنفسنا عند الوغى والتأسيا
نعادي الذي عادى من الناس كلهم　　جميعا وإن كان الحبيب المصافيا
ونعلم أن الله لا رب غيره　　وأن رسول الله أصبح هاديا

''وہ دس سال کے قریب قریش میں رہے اور وہ نصیحت کرتے تھے
اگر کسی ہمدرد ساتھی کو ملتے، وہ اہل مواسم کے پاس خود گئے لیکن
وہاں نہ کسی دعوت دینے والے کو دیکھا اور نہ ٹھکانہ دینے والے کو،
جب وہ ہمارے پاس آئے تو وہ خوش، راضی اور مانوس ہو گئے، ہم
نے اپنے حلال مالوں اور جانوں کو ان کے لئے لگا دیا، جنگ اور
ان کی پریشانی کے وقت، جو ان کا دشمن بنا ہم اس کے دشمن بن گئے
اگرچہ وہ خالص دوست ہی کیوں نہ ہو، اور ہم نے جان لیا کہ اللہ
کے سوا کوئی رب نہیں، اور رسول اللہ ہدایت دینے والے بن کر
آئے ہیں۔''

حقیقی محب کا وصف ایثار و قربانی ہے جبکہ محبت کے جھوٹے دعویدار کی طبیعت قربانی مانگتا ہے۔

۱۶۔ محبوب کی خوشی سے خوش ہونا

محبوب کی ہر پسند کو چاہنا اور ہر خوشی کو اپنانا محبت کی علامت ہے خواہ وہ چیز کتنی ہی کیوں نہ ہو، اگر یہ چیز اس کو ناگوار گزرتی ہو تو یہ بدمزہ دوا کے درجہ میں ہوگی، اسے طبعاً تو ناپسند کرے گا لیکن اس میں شفاء کے وجود کی وجہ سے اختیار کرے گا، اسی طرح محب بھی اپنے محبوب کے لئے ہے کہ وہ اس کی رضا سے راضی ہوتا ہے خواہ وہ اس کے نفس کے لئے ناپسندیدہ ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا جو شخص اپنے محبوب کی خوشیوں کے بجائے اپنی خواہشات کو پورا کرنا چاہے اس کی محبت سچی نہ ہوگی بلکہ یہ محبت معلل بالاغراض اور

مطلب کے لئے ہوگی یہاں تک کہ وہ اپنی ناگواری کے باوجود اس کی خواہشات کے پورا ہونے پر خوش ہو، جب یہ چیز مخلوق کی باہمی محبت میں موجود ہے تو محبوب اصلی یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے تو بطریق اولیٰ ہونی چاہئے۔

محبوب کی ہر خوشی سے خوش رہنا اور اس کی رضا پر راضی رہنا ہر اس شخص کی حالت ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے محبت کرے اور اس کا اس حالت تک پہنچنا ضروری ہے لیکن وہ دنیا کے پردہ اور فریب کے اٹھ جانے کے بعد یہ محسوس کرے گا وہ دھوکہ اور دغا میں رہا کہ وہ چیز اس کو دنیا کی زندگی میں تو مل گئی لیکن بعد میں وہ حسرت و ندامت کا نشان بن گئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ﴾

(البقرة: ۱۶۶، ۱۶۷)

''جب وہ لوگ بیزار ہو جائیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی تھی کاش ہمیں دوبارہ جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں، اسی طرح اللہ انہیں ان کے اعمال حسرت دلانے کے لئے دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔''

''تقطعت بهم الاسباب'' سے مراد وہ تعلق، ملاقاتیں اور محبت ہیں جو اللہ سے ماسوا کسی اور کے لئے تھیں، جسے اللہ تعالیٰ نے خس و خاشاک کی طرح کر دیا، پس ہر وہ

محبت جو اللہ کے غیر کے لئے ہو محب کے لئے عذاب اور حسرت ہے، مگر ایسی محبت جو اللہ کے لئے ہو یا اس چیز کی محبت جو اللہ کی محبت کی داعی ہو یا اس کی طاعت وفرماں برداری پر معین و مددگار ہو تو یہ محبت اس دن بھی کام آئے گی جب سینوں کے رازوں کو ظاہر کر دیا جائے گا۔"

سیقبی لکم فی مضمر القلب والحشا   سریرة حب یوم تبلی السرائر

"تمہارے لئے دل اور جگر کی پوشیدہ جگہوں میں محبت کا راز باقی رہے گا، جس دن خفیہ رازوں کو فاش کیا جائے گا۔"

ایک اور شاعر کہتا ہے:

اذا تصدع شمل الوصل بینهم   فللمحبین شمل غیر متصدع

واذا تقطع حبل الوصل یومئذ   فللمحبین حبلٌ غیر منقطع

"جس دن لوگوں کے درمیان وصل کا تعلق ٹوٹ جائے گا تو محبت کرنے والوں کا تعلق نہیں ٹوٹے گا اور جب ملاقات کی رسی ٹوٹ جائے گی تو محبت کرنے والوں کی رسی نہیں ٹوٹے گی۔"

۱۷۔ محبوب کے ساتھ تنہائی وخلوت کا متمنی رہنا:

محب صادق کے لئے محبوب کے ساتھ تنہائی اور خلوت سے زیادہ کوئی چیز شیریں اور دلکش نہیں، یہ ہر ممکن حد تک محبوب کی خلوت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور درمیان میں حائل ہونے والے اسباب واشخاص کو سخت ناپسند رہے گا، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اس سے جھگڑا کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر اسے اس کا گناہ معلوم ہو جائے تو نمازی کے آگے سے گزرنے پر چالیس سال کھڑا رہنے کو ترجیح دے، اس گزرنے کی تکلیف اور درد وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جو اپنے محبوب کے سامنے مکمل طور پر حاضر اور متوجہ ہو اور سارے

غیر پرے ہٹ گئے ہوں، نمازی کے آگے سے گزرنا ایسا ہے جیسے محبوب اور محب کی تنہائی میں کسی دشمن کا حائل ہونا، یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ ذوق ہی کر سکتا ہے اور جس نے یہ لذت نہ چکھی ہو وہ ہی اس کا انکار کرے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں، ''نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کے نصف اجر کو ختم کر دیتا ہے''، یہ بات بھی ہے کہ محب محبوب کی یاد سے مانوس ہوتا ہے، اس کے دل میں بسا ہوتا ہے اور اس کا ایسا انیس و جلیس ہوتا ہے کہ محب کو اس کے علاوہ کسی سے تعلق نہیں ہوتا لہٰذا جو اس کو محبوب سے غافل کرے گا یہ اس سے چڑ کھائے گا۔

تقی الدین بن شقیر فرماتے ہیں ایک مرتبہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ باہر نکلے، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا، جب وہ صحرا میں پہنچے اور لوگوں سے الگ اور تنہا ہو گئے کہ ان کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا تو یہ شعر گنگنانے لگے:

واخرج من بین البیوت لعلنی　　　احدث عنک القلب بالسر خالیا

''میں گھروں سے باہر نکل آیا تاکہ تیری راز کی باتیں تنہائی میں دل کو سناؤں۔''

محب کے لئے محبوب کی خلوت خواہش کی انتہا ہے اگر ایسا ہو جائے تو فبہا ورنہ وہ اندر ہی اندر اس سے خلوت میں رہتا ہے اور اس کے غیر سے وحشت کھاتا ہے۔ قیس بن ملوح (جو مجنون کے نام سے مشہور ہے) جب کسی کو دیکھتا تو ڈر جاتا اور جب کوئی اس کے قریب ہوتا اور اس سے بات چیت کرتا تو یہ لیلیٰ اور اس کی باتوں و یاد کو شروع کر دیتا اور سکون اور اطمینان پاتا، محب کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسا ہو جیسا یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا جب ان کو اپنا بھائی بنیامین لانے کو کہا:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ﴾

(یوسف. ٦٠)

''اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہیں ایک کیل (پیمانہ) بھی نہ ملے گا اور تم میرے قریب نہ آنا۔''

اذ الم تکن فیکن سعدی فلا اری لکن وجوها او اغیب فی لحدی

''اگر تم میں سعدی نہ ہوتی تو میں تمہارے چہروں کو موت تک نہ دیکھتا۔''

۱۸۔ محبوب کے آگے بچھ جانا:

محبوب کے سامنے عاجزی و مسکنت کا اظہار محبت کی ایک علامت ہے، کیونکہ محبت کی بنیاد تابعداری پر ہے، وہ معزز شخص جو کسی چیز کے سامنے نہ جھکے محبوب کے سامنے جھکنے اور اس کی تابعداری کو خوشی سے قبول کرے گا اور اسے کوئی عیب یا نقص خیال نہ کرے گا، بلکہ بہت سے محبت کرنے والے اس ذلت کو عزت سمجھتے ہیں: جیسے ایک شاعر کہتا ہے:

اذا کنت تهوی من تحب ولم تکن ذلیلاً له، فاقر السلام علی الوصل

تذلل لمن تهوی لتکسب عزة فکم عزة قد نالها المرء بالذل

''جب تو کسی سے محبت کرے اور اس کے تابع نہ ہو تو وصال کو سلام کر دے، اپنے محبوب کے تابع ہو جا تاکہ تجھے عزت ملے کیونکہ کتنی ہی عزتیں ایسی ہیں جو ذلت سے ملتی ہیں۔''

ایک اور شاعر کہتا ہے:

اخضع و ذل لمن تحب فلیس فی شرع الهوی انف یشال و یعقد

''اپنے محبوب کے لئے تابع و ذلیل ہو جا کیونکہ محبت کی شریعت میں کوئی عزت نہیں جس کو بڑھایا جائے اور مضبوط کیا جائے۔''

جب تابعداری کامل ہو جائے اور محبت بندگی بن جائے تو محب کا دل محبوب کا

عبادت گزار بن جاتا ہے لیکن یہ رتبہ محبت مخلوق کے ساتھ متعلق نہیں ہوسکتا بلکہ صرف حق جل جلالہٗ کے شایانِ شان ہے۔

۱۹۔ محبوب کے روبرو سانسوں کی تیزی اور گرمی:

محبوب کے سامنے تیز تیز اور گرم سانسوں کا آنا بھی محبت کی علامت ہیں: اور اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) خوف، غم اور حسرت کی وجہ سے:

رب لیل أمد من نفس العنا شق طولاً قطعته بانتحاب

''بہت سے ایسی راتیں جو عاشق کے سانس سے بھی زیادہ لمبی تھیں
میں نے انہیں چیخ و پکار کرتے ہوئے گزارا۔''

تردد انفاس المحب یدلنا علی کنه ما اخفاه من الم الحب

اذا خطرات الحب خامرن قلبه تنفس حتی ظل متصدع القلب

''محبت کرنے والوں کے سانسوں کی گردش ان کی چھپی ہوئی محبت کو مکمل طور پر آشکارا کرتی ہے، جب محبت کے خطرات اس کے دل کو مخمور کردیتے ہیں تو وہ ایسا سانس لیتا ہے جیسے اس کا دل پھٹ گیا ہو۔''

(۲) شوق اور لذت کی وجہ سے:

ان دونوں قسموں کا سبب کسی آنے والے کی وجہ سے دل کا بند ہونا اور کھلنا یعنی تیزی سے دھڑکنا ہے، اس سے پھیپھڑوں پر سانس کی ایسی نقصان دہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جو جلدی سے اس کے نکالنے کا تقاضا کرتی ہے، یہ تھکاوٹ اور تکلیف کا سانس ہے باقی راحت کے سانس میں دل کے سکڑنے کے بعد پھیلتا ہے اور اس ہوا کو خارج کرتا ہے جو اس کے اردگرد ہوتی ہے اور وہ ہوا نکلنے کا تقاضا کرتی ہے۔

۲۰۔ محبوب کی دوری اور نفرت کے اسباب ترک کرنا اور قرب کے اسباب اختیار کرنا:

یہ بھی محبت کی ایک بڑی اعلیٰ نشانی ہے۔ بہت سے محبت کرنے والوں کے حالات میں بڑی عجیب باتیں ملتی ہیں کہ انہوں نے ایسے کھانے، لباس، زمین، پیشہ یا حالت کو چھوڑ دیا جو ان کے محبوب کے ہاں ناپسندیدہ تھا اور دوبارہ کبھی لوٹ کر اس کو نہیں دیکھا اور کبھی دل میں اس کی چاہت بھی پیدا نہ ہوئی، اور بہت سے عاشق ایسے بھی گزرے جنہیں محبت نے فضائل و مناقب کے حصول پر ابھارا، اس وجہ سے کہ یہ اعلیٰ مرتبے اس کے محبوب کی نگاہوں میں محبوب و معظم تھے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) اگر محبوب اس قابل وقعت چیز کی محبت کی وجہ سے اس کو ترجیح دینے والا ہو، تو محبّ اس بات کی کوشش کرے گا کہ وہ ہر ممکن حد تک اس سے اعلیٰ چیز کو حاصل کرلے، اگر محبوب مال اکٹھا کرنے کا دلدادہ ہے تو محبّ اس سے زیادہ اس کو جمع کرنے کی کوشش کرے گا، اگر محبوب علم کا شوقین ہے تو محبّ حصول علم میں اس سے بڑھ کر کوشش کرے گا اور اگر وہ کسی پیشے یا صنعت کاری میں مشغول رہتا ہے تو محبّ اس کے سیکھنے کی بھرپور کوشش کرے گا اور اگر وہ عجائبات زمانہ، عمدہ حکایات اور جاندار خبروں کی جستجو میں رہتا ہے تو محبّ بھی ان کو سمیٹنے کے درپے ہوگا، پس فائدہ مند محبت وہ ہے جو ایسے عشق کامل کے ساتھ ہو جو آپ کو کمال و فضیلت کے حصول پر اکسائے اور مصیبت بالائے مصیبت ہے وہ محبت جو ہر خیر اور ترقی و کمال کی جستجو سے تہی دامن ہو اور آپ کو محبوب کی مشابہت پر ابھارے۔

(۲) محبوب کا دل کسی قابل قدر چیز کو ترجیح دینے اور اس کی محبت سے خالی ہو لیکن اس باعث عظمت چیز کی محبت محبّ کے دل نے اس بات کے عزم و ارادہ اور حرص و

طلب کے ساتھ پھوٹے کہ جس کے ذریعہ وہ محبوب کی نگاہوں میں معزز بن جائے، آپ دیکھیں گے کہ یہ اپنی طاقت کے بقدر تمام لوگوں سے بڑھ کر اس چیز کا حریص اور متمنی ہوگا:

ویرتاح للمعروف فی طلب العلی ۔ لتحمد یومًا عند لیلی شمائله

''وہ بلندی کی طلب میں بھلائی کی طرف لپکتا ہے تاکہ لیلیٰ کے سامنے اس کے اخلاق کی تعریف ہو۔''

اس ترقی کا سبب کبھی ایک اور چیز بھی ہوتی ہے اور وہ چیز لوگوں سے دشمنی رکھنا اور انہیں حقیر و گھٹیا سمجھنا ہے، اب اسے خود پسندی، غیرت اور محبت اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ اعلیٰ مراتب، بلند منصب اور قابل تعریف عہدے حاصل کرے اور ایسا اس کی عزت نفس اور خودی کے احساس کی وجہ سے ہوتا ہے:

من کان یشکر الصدیق فاننی ۔ احبو لصالح شکری الاعداء

هم صیّرو اطلب المعالی دیدنی ۔ حتی وطئت بنعلی الجوزاء

ولربما انتقع الفتی بعدوه ۔ والسم احیانا یکون شفاء

''جو دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہے تو کرتا رہے جبکہ میں تو دشمنوں کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے بلندیوں کی طلب کو میرا اشعار بنا دیا، یہاں تک کہ میں نے اپنی جوتی سے جوزاء کو روند دیا، کبھی کبھی دشمن سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور زہر بھی کبھی شفا کا کام دیتا ہے۔''

۲۱۔ محبّ اور محبوب کا باہمی اتفاق:

یہ بھی ایک علامت محبت ہے، خاص طور پر جب محبت مشاکلت اور مناسبت کے طریقہ پر ہو، کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ محبّ محبوب کی بیماری کی وجہ سے بیمار ہو جاتا ہے اور اس

کی حرکت کی وجہ سے حرکت کرتا ہے، حالانکہ دونوں کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا، محبوب کبھی ایک بات کرتا ہے تو محب اتفاقاً بلا قصد وہی بات کر بیٹھتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے دن حضور ﷺ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں ہے؟" فرمایا "کیوں نہیں" عرض کیا "آخر ہم کب تک دین میں گھٹیا پن کو برداشت کریں؟" ارشاد ہوا "میں اللہ کا رسول ہوں، وہ میرا مددگار ہے اور میں نے اس کی نافرمانی نہیں کی" عرض کیا "کیا آپ نے نہیں فرمایا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے؟" فرمایا "میں نے تجھے کہا کہ تو اس سال وہاں جائے گا؟" عرض کیا "نہیں" فرمایا "تو عنقریب وہاں جائے گا اور طواف کرے گا" پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا "کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟" فرمایا "کیوں نہیں" عرض کیا "ہم کب تک دین کے بارے میں گھٹیا بات برداشت کریں گے؟" فرمایا "وہ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے اور انہوں نے اللہ کی نافرمانی نہیں کی" عرض کیا، "کیا انہوں نے ہمیں نہیں کہا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے؟" فرمایا "کیا انہوں نے یہ کہا تھا کہ تو اس سال جائے گا؟" عرض کیا "نہیں" فرمایا "تو وہاں جائے گا اور طواف کرے گا۔"[1]

اب غور کریں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حرف بحرف بغیر کسی تکلف کے وہی جواب دیا جو حضور ﷺ نے دیا تھا، صحیح بخاری میں یونہی منقول ہے لیکن بعض روایت میں پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بعد میں حضور ﷺ کا جواب دینا مذکور ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دوسری روایت ہی اولیٰ ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ بھی محفوظ ہو، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ حضور ﷺ کوئی بات کہیں اور وہ حضور ﷺ کی بات سے راضی نہ ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں اور شبہ حضور ﷺ کے پاس زائل نہ ہوا ہو اور وہ اسے دوبارہ

---

[1] رواہ البخاری رحمۃ اللہ علیہ فی صحیحہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کریں۔

لیکن محفوظ روایت وہی ہے جو بخاری میں ہے اور اسی پہ اصحاب سیر اور اصحاب مسانید وسنن کا اتفاق ہے۔ رہی یہ بات کہ اس میں جو بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے انہوں نے حضور ﷺ کے سوالات کرنے کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوالات کیوں کیے؟ تو اس کے دو جواب ہیں:

(۱) وہ نسخ کی امید رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ موافقت کے امیدوار تھے جیسا کہ پہلے بھی ان کے ساتھ ہو چکا کہ وہ کوئی بات کرتے اور وہی وحی بن کر نازل ہو جاتی۔

(۲) یہ بہت آزمائش اور ابتلاء کا موقع تھا اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا، اور انہیں دشمن پر بہت طیش اور غصہ آ رہا تھا اور ان کے جذبات آپے سے باہر ہو رہے تھے، اسی وجہ سے جب انہیں سر منڈانے اور جانور ذبح کرنے کا حکم دیا گیا (جو اس بات کی علامت تھا کہ مسلمان حج کے لئے مکہ نہ جائیں گے) تو ایک آدمی بھی کھڑا نہ ہوا تو حضور ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس انتہائی غصہ کی حالت میں تشریف لائے، انہوں نے عرض کیا: ''جس نے آپ کو غضبناک کیا خدا اس کو غضبناک کرے!'' فرمایا ''مجھے غصہ کیوں نہ آئے حالانکہ میں ایک کام کا حکم دیتا ہوں لیکن میری اطاعت نہیں کی جا رہی۔''[1]

مذکورہ جواب سے ان لوگوں کی تاویل بھی رد ہو جاتی ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ لوگ اس پختگی میں نیکوکار تھے اور وہ نسخ کا انتظار کر رہے تھے لہٰذا ان پر کوئی ملامت نہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے حکم کی فوری پیروی ان کے لئے زیادہ بہتر تھی، اگر وہ اس کام میں خیر پر ہوتے تو نبی اکرم ﷺ ان پر کبھی شدید غصہ نہ

[1] رواہ البخاری و مسلم و احمد

ہوتے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر خود نسخ کا انتظار کرتے۔ بہر حال یہ صحابہ کرام کی سعی مغفور ہے جسے اللہ نے بخش دیا ہے، اور یہ بخشنا کمال ایمان اور اللہ اور اس کے رسول کی نصیحت کے طور پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سخت معاملہ کی پیشگی اور ان کی قوت برداشت کی کمزوری کی وجہ سے ہدیہ قرار دیا، حتیٰ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اپنی قوت اور سختی کے باوجود اسے برداشت نہ کر سکے، اور اسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے برداشت کیا اور ان دونوں حضرات کا جواب بھی مشکوۃ واحد سے تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اس حکم کو خوش دلی اور اطاعت فرماں برداری کے ساتھ تسلیم کیا، اس سے راضی ہوئے اور اس کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چار چیزیں عطا فرمائیں۔

(۱) اگلے پچھلے گناہوں (بالفرض اگر ہوں تو) معافی۔ (۲) اتمام نعمت

(۳) صراط مستقیم کی ہدایت (۴) نصر عزیز کا وعدہ۔

ایک اور اہم سوال اور اس کا جواب:

اس حکم کونی کو ان امور اربعہ کے حصول کی علت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح: ۱، ۲)

”ہم نے آپ کو واضح فتح عطا کی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی لغزشوں کو معاف کر دے۔ (اس میں فتح مبین کو امور اربعہ کی علت اور سبب قرار دیا گیا)“

اس کا جواب ہم نے ذکر کر دیا کہ آپ ﷺ کا اس حکم سے راضی ہونا، اس کے سامنے جھکنا اور اس کی پیروی کرنا آپ علیہ السلام کے لئے ہر نعمت کے حصول کا

ذریعہ بنا، (خواہ وہ فتح مبین ہو، خواہ امور اربعہ)۔

بہر حال یہاں محب اور محبوب کی باہمی موافقت و مماثلت اور اتحاد و اتفاق بتانا مقصود ہے کہ جیسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان سے شاندار موافقت نبوی جاری ہوئی اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت اپنے رب کے ساتھ تھی کہ وہ کوئی بات کرتے تو وہ وحی بن کر نازل ہو جاتی، یہ موافقت بعض مرتبہ اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ محب محبوب کے بعض احوال پر مطلع ہو جاتا ہے حالانکہ وہ غائب ہوتا ہے اور یہ محب کے محبوب کے ساتھ دلی تعلق اور خواہشات کے اتحاد کے بقدر ہوتا ہے، بعض مرتبہ یہ چیز مرض و صحت ، غم و خوشی اور اخلاق و عادات کے اتفاق کا تقاضا کرتی ہے، اگر اس کے ساتھ ساتھ ظاہر خلقت میں بھی اتفاق ہو تو یہ موافقت کی انتہا ہے۔

ہم انہی علامات محبت پر اکتفا کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

باب ۲۱

﴿وحدت محبوب اور عدم شرکت محبت کا تقاضا ہے﴾

محبوب کی وحدت کی خواہش اور محبت میں شرکت نہ ہونا محبت کے لوازمات اور اس کے احکامات میں سے ہے کیونکہ محبت کے اسباب اور قویٰ جب ایک جہت کی طرف پھر جاتے ہیں تو اس میں اس جہت کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ ہونے کی گنجائش نہیں رہتی، عربوں کی کہاوت ہے "لیس فی القلب حبان ولا فی السماء ربان" دل میں دو محبتیں اور آسمان میں دو رب جمع نہیں ہو سکتے۔" اور جب محبت کے قوی مختلف سمتوں میں تقسیم ہو جائیں تو محبت بھی یقیناً کمزور ہو جاتی ہے، اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور فرمائیں:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا وَّ اتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا﴾ (الأحزاب: ۱، ۳)

"اے نبی اللہ سے ڈر اور منافق کافروں کی اطاعت نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور اتباع کر اس چیز کی جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے تیرے رب کی طرف سے، بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو اور اللہ پر توکل کر اور اللہ کافی ہے بطور کارساز ہونے کے۔"

محبت واطاعت میں بھی توحید کا حکم

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو صرف اپنی ذات وحدہ لاشریک سے ڈرنے کا حکم فرمایا اور یہ حکم اس کے اوامر ونواہی کی پابندی، محبت، خشیت اور امید کی پونجی کے ساتھ ملا ہوا ہے کیونکہ تقوی اس چیز کے بغیر تمام ہو ہی نہیں سکتا، وحی کردہ احکامات کی اتباع کا حکم غیر کو چھوڑنے کے ساتھ متضمن ہے، اختصاص کے ساتھ نازل کردہ پر عمل کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اللہ پہ توکل کا حکم خدائے وحدہ پر اعتماد وبھروسہ اور دل کے سکون کو متضمن ہے نہ کہ اللہ کے غیر کے ساتھ۔

یہ ارشاد بھی دلوں کے دروازوں پر دستک دیتا ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ﴾ (الاحزاب: ۴)

''اللہ نے ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔''

آپ اس آیت کے الفاظ میں اس حقیقت کو پائیں گے کہ دل کی صرف ایک ہی جہت ہے جب وہ ایک چیز کی طرف مائل ہوگا تو دوسری کی طرف متوجہ ہو ہی نہیں سکتا آدمی کے دو دل نہیں کہ ایک تو اللہ کی اطاعت اس کے احکامات کی پیروی اور اس پر بھروسہ کرے اور دوسرا دل کسی اور کی عبادت کرے، بلکہ دل تو ایک ہی ہے اگر اس میں اللہ پر توکل، اللہ کی محبت اور اس کا تقویٰ نہیں تو یقیناً یہ چیزیں کسی اور کے لئے ہوں گی، اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کی بیوی کو اس کی ماں نہیں بنایا اور کسی آدمی کے لے پالک بیٹے کو اس کا حقیقی بیٹا نہیں بنایا، اب آپ اس عظیم الشان سلسلہ کلام پر غور کرلیں جس کے سامنے ذہن وعقل سجدہ گزار ہیں اور قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ

فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۹، ۱۹۰)

"اللہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے آرام پائے پھر جب میاں نے بیوی سے ہم بستری کی تو اس کا ہلکا سا حمل رہ گیا، پھر اسے لئے پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تب دونوں میاں بیوی نے اللہ سے جوان کا مالک ہے دعا کی کہ اگر آپ نے ہمیں صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم ضرور شکرگزار ہوں گے، پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کا شریک بنانے لگے سو اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔"

نفس واحدہ سے مراد آدم اور حوا علیہما السلام ہیں اور شریک ٹھہرانے والوں سے ان کی اولاد میں آنے والے مشرکین مراد ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ آدم و حوا علیہما السلام کی اولاد فوت ہو جاتی تھی تو شیطان ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا بچہ زندہ رہے تو اس کا نام عبدالحارث رکھو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔" لیکن یہ قول قابل التفات نہیں کیونکہ وہ اللہ کے ہدایت یافتہ اور برگزیدہ بندے تھے شرک کا صدور ان سے ہرگز نہ ہوسکتا تھا۔

اس سلسلہ کلام کے جاری رکھنے کی مثال یہ ہے "وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" (البقرۃ: ۱۸۹) "وہ آپ سے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے یہ لوگوں کے لئے اوقات معلوم کرنے کا ذریعہ ہے، پھر فرمایا: "وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا" (البقرۃ: ۱۸۹) اور یہ نیکی نہیں کہ تم گھروں کے پچھلے حصہ سے آؤ...... کیونکہ وہ یہ کام احرام کی حالت میں کیا کرتے

تھے، جب ان کے لئے چاند کے فوائد میں سے وقت احرام کو بیان کیا تو اس سے وہ بات نکالی جو وہ احرام میں کیا کرتے تھے اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ محبت وحدت محبوب کو مستلزم ہے، ابو محمد بن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کی سختی سے تردید کی ہے جو ایک سے زیادہ عشق کا دعویٰ کرے اور اس بات کو انہوں نے اشعار میں بیان کیا ہے، ہم ان کے کلام اور اشعار کو ذکر نہیں کریں گے، وہ طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:

''مذکورہ بحث سے اس شخص کی غلطی آشکار ہوگئی جو دو چیزوں سے محبت یا دو مختلف شخصیات کے عشق کا دعویدار ہے، یہ تو اس کی شہوت ہے جسے مجازاً تو محبت کہتے ہیں نہ کہ حقیقۃً، باقی محب کا دل تو اس کے ایسے میلان میں کوئی فضیلت نہیں جو اس کو دین و دنیا کے اسباب سے پھیر دے تو دوسری محبت میں کیسے مشغول ہوسکتا ہے۔

کیا دل کی ایک ہی جہت ہے؟

اس مسئلہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں: دل کی صرف ایک جہت ہے جب یہ اس کی طرف متوجہ ہوگا تو غیر کی طرف متوجہ ہونا اس کے لئے ممکن نہیں، جیسے دو ارادے ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے اسی طرح دو محبتیں بھی جمع نہیں ہوسکتیں، شیخ ابراہیم رقی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ دل کی مختلف اعتبارات سے مختلف جہات ہوسکتی ہیں ممکن ہے کہ وہ ایک چیز کی طرف متوجہ ہو لیکن دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا پہلی سے غافل نہ کرے، کیونکہ دل ایک بوجھ بردار ہے آپ جو کچھ اس پر ڈالیں گے وہ برداشت کرتا جائے گا، اگر آپ اس پر بہت سے بوجھ ڈال دیں گے وہ تب بھی برداشت کرلے گا، اگر آپ اسے عاجز بنادیں گے تو وہ عاجز بن جائے گا، کشادہ دل میں اللہ کی طرف، اس کے اوامر کی طرف اور اس کے بندوں کے فائدوں کی طرف توجہ ہوئی ہے اور ایک چیز

اس کو دوسری سے غافل نہیں کرتی، آپ ﷺ کا قلب مبارک نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھی متوجہ ہوتا تھا اور پیچھے نماز پڑھنے والوں کے حالات کی طرف بھی، آپ پیچھے سے بچہ کے رونے کی آواز کو سن کر نماز ہلکی کر دیتے تھے تاکہ اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔[1] اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں ہے کیونکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز میں لشکر کو ترتیب دیا کرتے تھے، ان کا دل ایک ہی وقت میں نماز اور جہاد دونوں طرف مصروف رہا، یہ چیز دل کی وسعت و تنگی، قوت وضعف کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس کی ایک اور تاثیر یہ بھی ہے کہ کمال بندگی یہ ہے کہ بندہ کا دل معبود کے سامنے حاضر بھی ہو اور اس کے دربار کے آداب کی بھی رعایت کرے، وہ کسی ایک جانب سے بھی قطع نظر نہیں کر سکتا، جیسے جب کوئی آدمی بادشاہ کے سامنے کوئی کام کر رہا ہو اور بادشاہ اس کو دیکھ رہا ہو تو اس کا دل اپنے کام میں بھی مصروف ہوتا ہے اور اس کام کو پوری جانفشانی سے بجا لاتا ہے، اسی طرح بادشاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے بلکہ یہ تو ہر محبت کرنے والے کی حالت ہے جو اپنے محبوب کے سامنے یا اس کی غیر موجودگی میں کوئی کام کر رہا ہو کہ اسے محبوب اور کام دونوں کا خیال ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے قلب انور کی وسعت

رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر رونے لگے ان کا رونا بیٹے کی محبت کی وجہ سے تھا، اب آپ کے دل میں بیٹے کی محبت بھی ہے اور اللہ کی رضا کا جذبہ بھی، آپ کو کسی ایک چیز نے دوسری سے غافل نہ کیا، لیکن فضیل رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیٹے کی موت کی وجہ سے اس حالت میں گرفتار نہ ہوئے بلکہ ہنسنے لگے، کسی نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک فیصلہ کیا ہے اور میں اس کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ بات تو واضح ہے کہ حضور ﷺ اور فضیل رحمۃ اللہ علیہ کی حالت میں

---

[1] ھو فی البخاری ومسلم والترمذی والنسائی کما جاء فی تیسیر الاصول

کچھ فرق ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں لیکن فضیل رحمۃ اللہ علیہ کا دل اتنا وسیع نہ تھا جتنا حضور ﷺ کا۔

حضور ﷺ کے قلب انور کی کشادگی کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے دو چھوٹی بچیوں کو گانے کی اجازت دی، لیکن اس چیز نے آپ کو اپنے رب سے غافل نہ کیا اور آپ نے اس میں ضعیف نفوس کے لئے حکمت و مصلحت کو مدنظر رکھا کہ اس سے ان کے دل میں اللہ، رسول ﷺ اور دین کی محبت اجاگر ہوگی، کیونکہ نفوس جب اپنی دل لگی کو پورا کرتے ہیں تو بدلہ میں اپنے حقوق بھی ادا کرتے ہیں، لیکن اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں وہ وسعت نہ تھی کیونکہ جب وہ تشریف لائے تو اس کو ناپسند خیال کیا، کتنا فرق ہے ان لوگوں کا جب ان پر مختلف حالات آتے ہیں تو وہ ان کی ہمتوں کو برانگیختہ کرتے ہیں اور ان کے دل کو اللہ کی طرف پھیرتے ہیں:

یذکرنیک الخیر والشرّ والذی ۔ اخاف و ارجوو الذی اتوقع

''مجھے ہر اچھی، بری، خوفزدہ کرنے والی، امید دلانے والی اور متوقع چیز نے تیری یاد دلائی۔''

ان لوگوں سے جب ان پر مختلف حالات آتے ہیں تو ان کو اللہ سے غافل کر دیتے ہیں اور ان کے دل کو اللہ سے مخلوق کی طرف موڑ دیتے ہیں۔

کشادہ دل ہر ممکن حد تک مخلوق سے خالق کی طرف گامزن رہتا ہے لیکن مخلوق سے بھی دامن نہیں چراتا اور نہ ہی جنگلوں، پہاڑوں اور تنہائیوں میں نکلتا ہے، بلکہ جو بھی ان کے ساتھ ملتا ہے اسے لے کر اللہ کی طرف چلتا ہے اگر وہ ساتھ نہ چلے تو اس کو چھوڑ کر اکیلے ہی چلتا ہے اور یہ چیز ناپسندیدہ نہیں بلکہ صحیح محبت اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس بات کو آپ گلوکار سے خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اگر اس کے پاس کوئی آئے تو انہیں بھی گانا سناتا ہے اور خوش کرتا ہے اور اگر کوئی نہ آئے تو پھر بھی گنگناتا رہتا ہے اور اپنے دل کو خوش اور

طبیعت کو ہلکا کرتا ہے۔

محبوب لذاتہٖ بہرحال ایک ہی ہوتا ہے

تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ محبوب لذاتہٖ صرف ایک ہی ہوسکتا ہے، اور یہ بات ناممکن ہے کہ دل میں دو محبوب لذاتہٖ موجود ہوں، جیسا کہ خارج میں یہ بات ناممکن ہے کہ دو ذاتیں باہم ایک دوسرے کے ساتھ بالنفس قائم ہوں لیکن ایک دوسرے سے مستغنی بھی ہوں اور جیسا کہ یہ بات محال ہے کہ کائنات میں دو رب ہو جو جدا بھی ہو اور مستقل بھی، پس جو اپنی ذات کے اعتبار سے محبوب ہے وہ ذات الٰہی حق سبحانہ وتعالیٰ ہے، اور اپنی ذات کے اعتبار سے اپنے ہر ماسوا سے بے نیاز ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے اور جن سے اللہ کی وجہ سے محبت کی جائے وہ متعدد ہوسکتے ہیں، اور محبوب فی اللہ (اللہ کی خاطر محبوب شخص) کی محبت نہ تو اللہ کی محبت سے غافل کرے گی اور نہ اللہ کی محبت میں شرکت ہوگی، حضورؐ اپنی ازواج سے محبت فرماتے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں، ان کے والد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت تھی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت اور اسی اپنے صحابہ سے مختلف مراتب کے ساتھ محبت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے مکمل اور پختہ محبت اور تعلق تھا اور تمام محبتیں اسی کی طرف پھری ہوئی تھیں۔

محبت کی اقسام

محبت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اللہ سے محبت (۲) اللہ کے لئے محبت
(۳) اللہ کے ساتھ کسی اور سے محبت

اللہ کے لئے محبت کرنا اللہ کی محبت کا تتمہ اور اس کا مقتضیٰ ہے کیونکہ محبوب کی محبت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کی پسندیدہ چیزوں اور اس کی محبت پر معین چیزوں

سے محبت کی جائے اور ہر اس چیز سے محبت کی جائے جو اس کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہے، تو مومن کیسے ان اسباب سے محبت نہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مددگار اور اس کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہیں؟ باقی اللہ کے ساتھ کسی اور سے محبت کرنا یہ محبت شرکیہ ہے، اور یہ مشرکین کی اپنے شرکاء سے محبت ہے، جیسے فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرۃ: ۱۶۵)

"بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر اس کے شرکاء کو معبود بناتے ہیں اور ان سے اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔"

محبت الٰہیہ میں شرک ناقابل معافی ہے

اور اصلی شرک جسے اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمائیں گے یہی محبت کا شرک ہے کیونکہ مشرکین یہ خیال نہ کرتے تھے کہ ان کے معبود اور بت زمین و آسمان کی تخلیق میں حق تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں بلکہ ان کا شرک جہت محبت میں تھا، پس وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ساتھ معبود باطلہ سے تعلق رکھتے تھے ان کے پاس آتے تھے اور ان پر فریفتہ تھے اور کہتے تھے یہ ہمارے چھوٹے معبود ہیں جو ہمیں معبود اعظم کے قریب کرتے ہیں، پس خالص اللہ کی محبت، اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے ساتھ محبت میں فرق ہے، آپ پر لازم ہے کہ آپ اس مقام کو خوب باریکی کے ساتھ سمجھیں کیونکہ یہی اہل توحید اور اہل شرک کے درمیان فرق ہے۔

ایک مرتبہ امام فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی سے اس کی بیماری کی حالت میں ملاقات کی، وہ کہنے لگی، "اے ابا جان! کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں" فرمایا "ہاں"، وہ کہنے لگی، "لا الہ الا اللہ! خدا کی قسم میں آپ کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کرتی تھی کہ آپ

خدا کے ساتھ کسی اور سے بھی محبت کریں گے، آپ خدا کے محبّ بن جائیں اور میرے لئے رحیم بن جائیں۔ یعنی مجھ سے اس رحم کی محبت کریں جو اللہ تعالیٰ نے والد کے دل میں اولاد کی محبت ڈالی ہے اللہ سے محبت کرتے ہوئے مجھ سے محبت نہ کریں۔

محبت میں اللہ کا حق ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے، سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ محبت کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر کسی اور جگہ میں رکھا جائے، اور یہ غیر کو اللہ کی محبت میں شریک بنانا ہے۔

(یہ باب کتاب کے انفع ترین ابواب میں سے ہے، عقل مندوں کو اس میں خوب غور وفکر کرنا چاہئے)

باب ۲۲

﴿محبت کرنے والوں کی غیرت اور اس کی شرعی حدود﴾

چونکہ یہ باب بھی وحدت محبوب اور موجبات محبت کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے اس لئے اس کے بعد اس کو لایا گیا، کیونکہ محبوب کے حق میں غیرت وغصہ کا اظہار محبت کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور محبت کی قوت محبوب کی وحدت اور انفرادیت کی قوت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

غیرت کا معنیٰ اور اس کی اقسام

غیرت کی اصل حمیت وغصہ ہے، اور غیرت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) محبوب کے لئے غصہ میں آنا، غیرت کھانا

(۲) محبوب پر غصہ ہونا

محبوب کے لئے غصہ وغیرت آنا

محبوب کے لئے غصہ میں آنے اور غیرت دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ جب محبوب کی حق تلفی ہو یا اس کی بے آبروئی کی جائے یا دشمن اس کو تکلیف دے تو اس کو غصہ آئے اور یہ غصہ وغیرت اس کو اس تکلیف دہ چیز کے دور کرنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے پر ابھارے، یہ حقیقی محبت کرنے والوں کی غیرت ہے اور یہی رسولوں اور ان کے متبعین کی اللہ کے لئے غیرت ہے، ان لوگوں کے خلاف جو اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں اللہ کے حرام کردہ کاموں کو حلال گردانتے ہیں اور اس کے احکام کو توڑتے ہیں۔

یہی وہ غیرت ہے جو محبت کرنے والوں کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ اپنا تن

من دھن محبوب کے لئے قربان کر دیں یہاں تک کہ اس کی ناپسند صورت زائل ہو جائے، وہ محبوب کے لئے اس بات سے بھی غیرت میں آئے گا کہ مجھ میں کوئی صفت ایسی ہو جسے میرا محبوب ناپسند کرتا ہو، یا اسے وہ ناگوار محسوس ہوتی ہو نیز محب ہمیشہ ایسا کام کرنے سے بچے گا جو اس کے محبوب کے لئے قابل نفرت ہو، دین سارے کا سارا اسی غیرت کا نام ہے بلکہ یہ غیرت ہی دین ہے، مومن کا جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر سب اسی غیرت کے تابع ہے، جب یہ غیرت ختم ہو جاتی ہے تو دین بھی ختم ہو جاتا ہے، مومن اپنے نفس اور دوسرے لوگوں پر اس وقت غصہ ہوتا ہے جب وہ ایسا کام نہ کریں جسے اللہ چاہتا ہے لہٰذا غیرت دل کو صاف کرتی ہے، خباثت کو نکالتی ہے جیسا کہ پھونکنی لوہے کی خرابی کو نکالتی ہے۔

محبوب پر غیرت آنا

محب پر غصہ ہونا، یہ محبت کرنے والے کی عزت نفس اور حمیت ہے اس بات پر کہ اس کے محبوب میں کوئی دوسرا شریک ہو، اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) محب کا اس بات پر غصہ ہونا کہ محبت کے معاملہ میں کوئی اس کے محبوب میں شریک ہو۔

(۲) محبوب کا اس بات پر غصہ ہونا کہ محب اس کے علاوہ کسی اور سے محبت کرے۔

اور غیرت وغصہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَابَطَنَ﴾

(الاعراف: ۳۳)

"کہہ دو کہ اللہ نے بے حیائی کے ظاہر اور باطن دونوں کو حرام قرار دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندہ پر یا اس کے لئے غیرت کی مثال اس کو ان چیزوں سے محفوظ رکھنا ہے جو آخرت میں اس کو نقصان دینے والی ہیں، جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت ہے، ''اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کو دنیا میں ایسے محفوظ رکھتے ہیں جیسے تم مریض کو نقصان دہ چیز کھانے پینے سے محفوظ رکھتے ہو''۔ صحیحین کی روایت ہے، رسول اللہؐ نے گرھن کے خطبہ میں فرمایا، ''خدا کی قسم اے امت محمدیہ! جب کوئی مرد یا عورت زنا کرتے ہیں تو اللہ کو جو غیرت وغصہ آتا ہے اتنا تم میں کسی کو نہیں آتا''۔[۱]

اس گناہ کو گرھن کے خطبہ میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے میں ایک راز ہے اور اسے ہم نگاہوں کی حفاظت کے باب میں ذکر کر چکے کہ نگاہوں کا جھکانا دل میں نور پیدا کرتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس حکم اور آیت نور کو جمع فرمایا، لہٰذا اللہ نے غض بصر کے نور اور اس کو نور جسے مشکوۃ سے تشبیہہ دی دونوں کو باہمی تعلق کی وجہ سے جمع فرمایا۔ بالکل اسی طرح حضورؐ نے زنا کی وجہ سے دل کی ظلمت اور سورج گرھن کی وجہ سے دن کی ظلمت کو باہم جمع فرمایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے: ''اللہ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں اسی وجہ سے اس نے ہر ظاہری اور باطنی برائی کو حرام قرار دیا، اور اللہ کو اپنی تعریف سب سے بڑھ کر پسند ہے اس لئے اس نے اپنی تعریف کی ہے اور اللہ کے دربار میں عذر پیش کیا جانا اسے سب سے بڑھ کر پسند ہے اس لئے اس نے رسولوں کو مبعوث فرمایا۔''[۲]

ایک روایت میں آتا ہے، ''اللہ تعالیٰ مسلمان کے لئے غصہ وغیرت میں آتے ہیں لہٰذا مسلمان کو بھی غیرت دکھانی چاہئے''۔[۱] حضرت ابوہریرہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، ''اللہ تعالیٰ کو غیرت وغصہ دلایا جاتا ہے اور مومن غیرت وغصہ میں آتا

---

۱ بخاری ومسلم

۲ ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر عن ابن مسعود وقال رواہ الطبرانی فی الاوسط

ہے، اللہ کو غیرت وغصہ تب آتا ہے جب مومن اس کے حرام کردہ کام کو کرے۔"[۱] ایک اور روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے، "مومن غیرت وغصہ میں آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند ہیں۔"[۲]

محبوب پر غیرت کی اقسام

بندہ کی محبوب پر غیرت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ غیرت ممدوحہ جو قابل تعریف ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔

(۲) غیرت مذمومہ جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں۔

غیرت ممدوحہ یہ ہے کہ محب تہمت وشبہ کے یقین کے وقت غصہ وغیرت میں آئے، اور غیرت مذمومہ یہ ہے کہ وہ محض گمان کی وجہ سے غصہ کا شکار ہو جائے، یہ غیرت محبت کو ختم کر دیتی ہے اور محب اور محبوب کے درمیان دشمنی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

مسند اور دیگر کتب میں ارشاد نبوی ﷺ منقول ہے، "غیرت کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جسے اللہ پسند کرتا ہے اور دوسری وہ جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا، "وہ کون سی قسم ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں؟" فرمایا، "جب اللہ کی نافرمانی کی جائے اور اس کے حرام کردہ کاموں کو کھلے عام کیا جائے" صحابہ نے عرض کیا، "وہ کونسی غیرت ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں؟" فرمایا، "کسی چیز کے مکمل ادراک کے بغیر غیرت وغصہ میں آنا"[۳] ایک صحیح حدیث میں حضور کا ارشاد منقول ہے، "ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں، پسندیدہ وہ ہے جو یقین کے بعد ہو اور ناپسند وہ ہے جو یقین کے بغیر ہو"۔[۴]

---

۱ رواہ الشیخان واحمد والترمذی کما قال السیوطی

۲ رواہ مسلم (واللہ اشد غیراً)

۳ مسند احمد (۱۵۴/۴)

۴ رواہ ابن ماجہ

ایک اور صحیح روایت میں ہے، ''کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو، میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔''[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لائے، اس حالت میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حمل میں تھے، حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کے ایک رشتہ دار بیٹھے تھے جو مصر سے ان کے ساتھ آئے تھے اور مسلمان ہو گئے، وہ اکثر ام ابراہیم حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا کرتے تھے، اور انہوں نے خود کو مقطوع الذکر (آلہ تناسل کٹا ہوا شخص) بنا رکھا تھا اور اپنی ٹانگوں کے درمیان کے عضو کو مکمل طور پر صاف کرلیا تھا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے تو ان کے پاس ان کے ایک رشتہ دار کو پایا، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی ناگوار محسوس ہوئی اور شدید غصہ کی حالت میں آپ باہر تشریف لے گئے، وہاں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے چہرہ پر خاص اثر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت کا اندازہ کرلیا، اور عرض کیا، ''یا رسول اللہ! میں آپ کے رنگ مبارک کو بدلا ہوا دیکھ رہا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری بات فرمائی تو وہ تلوار لے کر دوڑتے ہوئے حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتہ دار کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس پہنچے تو ان کا رشتہ دار بھی بیٹھا تھا، جب انہوں نے اسے قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی تو اس نے فوراً ساری حقیقت سے ان کو آگاہ کردیا جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ساری بات فرمائی، تو

---

[1] رواہ الشیخان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''جبرائیل میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ماریہ اور اس کے عزیز کو میرے دل میں آنے والی بات سے بری الذمہ قرار دیا ہے اور خوشخبری دی ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک لڑکا ہے جو میرے مشابہ ہے اور مجھے حکم دیا کہ میں اس کا نام ابراہیم رکھوں۔''

حضرت سارہ علیہا السلام کی غیرت

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں، حضرت سارہؑ کافی عرصہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ رہیں لیکن ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی، اس صورت حال کے پیش نظر انہوں نے اپنی باندی ہاجرہ حضرت ابراہیمؑ کو ہبہ کر دی، حضرت حاجرہؓ کے ہاں حضرت ابراہیمؑ سے اولاد ہو گئی، تو اس وجہ سے حضرت سارہؓ کو حضرت حاجرہ پر غصہ آنے لگا، اور دل جلنے لگا اور ان پر عتاب کرنے لگی اور قسم کھالی کہ ان کے تین اعضاء کاٹوں گی، ابراہیمؑ نے ان سے کہا، ''تو اپنی قسم کیسے پوری کرے گی؟'' عرض کیا، ''کیسے کروں؟'' فرمایا، ''اس کے کانوں میں سوراخ کر دے اور اس کے ختنہ کر دے'' انہوں نے ایسا ہی کیا تو حضرت ہاجرہ نے اپنے کانوں میں بالیاں پہن لیں جس سے ان کے حسن میں اور بھی اضافہ ہو گیا، تو حضرت سارہ نے کہا: میں نے تو اس کی خوبصورتی میں اور بھی اضافہ کر دیا وہ کسی طرح حضرت ہاجرہ کے ابراہیمؑ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ تھی اور ابراہیمؑ کو ان سے بڑی محبت تھی لہٰذا انہیں مکہ منتقل کر دیا اور روزانہ شام سے براق پر بیٹھ کر ان کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور یہ فرط محبت کی وجہ سے تھا۔''

ازواج مطہرات کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں غیرت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ

نے آپ ﷺ کے لئے ایک ثرید کا پیالہ بھیجا اور آپ ﷺ کسی اور اہلیہ کے ہاں تشریف فرما تھے، اس اہلیہ نے خادم کے ہاتھ پر مار کر اس پیالہ کو گرا دیا پیالہ ٹوٹ گیا، آپ ﷺ نے ثرید اٹھائی اور پیالہ میں ڈالنا شروع کر دی، اور فرمایا: کھاؤ تمہاری ماں کو غیرت آئی ہے، پھر کچھ دیر انتظار کیا یہاں تک کہ ایک صحیح پیالہ آیا تو آپ نے اس زوجہ کو دے دیا جس کا پیالہ ٹوٹا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مجھے جتنی غیرت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آتی تھی اتنی اور کسی پر نہ آتی تھی کیونکہ حضور ﷺ ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کا ذکر کیا تو میں نے عرض کیا: آپ اس سرخ باچھوں والی بڑھیا کا کیا کریں گے جس کے بدلہ میں اللہ نے اس سے بہتر بیوی آپ کو عطا فرمائی ہے؟'' تو آپ نے فرمایا، ''خدا کی قسم اللہ نے اس سے بہتر بیوی مجھے عطا نہیں کی۔''

دیکھئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک فوت شدہ بیوی پر کتنی غیرت آتی تھی اور یہ حضور ﷺ کی بے پناہ محبت کی وجہ سے تھا کہ جب حضور ﷺ کسی اور کا ذکر کرتے تو ان کو غیرت آتی اور وہ غصہ میں آجاتیں، اور اسی طرح حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ان کی غیرت ایسی ہی تھی، کیونکہ جب حضور ﷺ ان کو مدینہ لائے، ان سے نکاح فرمایا، راستہ میں ان کے ہمراہ آرام فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: میں اس بات کو بہت ناگوار خیال کیا اور میں دیکھنے کے لئے باہر نکل پڑی، آپ نے مجھے پہچان لیا اور میری طرف متوجہ ہوئے، میں واپس مڑی تو آپ تیزی سے چل کر میری طرف آئے اور مجھ تک پہنچ گئے...... اور فرمایا: ''آپ نے اس کو کیسا پایا؟'' تو میں نے کہا، ''ایک یہودیہ چند یہودیوں (قیدیوں) کے درمیان۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اپنی بیویوں کے معاملہ میں غیرت

مسند میں اشعث بن قیس کی روایت ہے فرماتے ہیں: میں نے حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ایک کی دعوت کی، اس دوران وہ اٹھے اور اپنی بیوی کی پٹائی کی، فرماتے ہیں کہ میں نے ان دونوں میں صلح کروائی تو وہ صحابی اپنی بیوی کے پاس گئے، پھر مجھے کہا، ”اے اشعث! حضور ﷺ کی ایک حدیث محفوظ کرلو جو میں نے ان سے سنی ہے، فرمایا، ”کسی آدمی سے ہرگز نہ پوچھنا کہ اس نے اپنی بیوی کو کیوں مارا۔“[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو سنا کہ وہ ایک آدمی سے دیوار کے پیچھے سے بات چیت کر رہی تھی، ان دونوں کے درمیان ایک رشتہ داری تھی جسے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ جانتے تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے لئے کھجور کی خشک ٹہنیاں اکٹھی کیں اور انہیں مارا، یہاں تک کہ وہ اپنی ہلکی آواز بھی چھپانے لگیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ اپنی اہلیہ کے ساتھ بیٹھے سیب کھا رہے تھے، کہ ان کا غلام آ گیا تو اہلیہ نے ایک سیب اس کو بھی دے دیا جس میں تھوڑا سا انہوں نے کھایا ہوا تھا، تو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں سزا دی، ایک مرتبہ تشریف لائے تو ان کی اہلیہ چمڑہ کے خیمہ سے باہر جھانک رہی تھیں تو انہوں نے اپنی اہلیہ کو سخت سرزنش فرمائی۔

سفیان ثوری نے حضرت اشعث اور حضرت حسن رحمہما اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کے پاس اپنے خاوند کی شکایت کی کہ انہوں نے اسے تھپڑ مارا ہے، حضور ﷺ نے عورت کا حق دلوانے کے لئے خاوند کو بلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا:

---

[1] سنن ابی داؤد (۲۱۴۷) ومسند احمد (۲۰/۱)

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ (النساء: ۳۴)

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس واسطے کہ اللہ نے ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے۔''

اس آیت کے نزول کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا،''ہم کچھ چاہتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کچھ اور چاہتے تھے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی اور فراست

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت غیرت مند آدمی تھے، ان کی اہلیہ نماز کے لئے جایا کرتی تھیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بہت ناگوار تھی، وہ کہا کرتی تھیں اگر آپ مجھے روکیں گے تو میں رک جاؤں گی، لیکن وہ حضور کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ''عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو'' خاموش رہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی وہ شخص تھے جنہوں نے حضور ﷺ کو اشارہ کیا تھا کہ ان کی بیویاں پردہ کیا کریں، عربوں کی عادت یہ تھی کہ ان کی عورتیں پردہ نہ کیا کرتی تھیں کیونکہ ان کے مرد اور عورتیں پاکدامن ہوتے تھے، پھر اسلام کا زمانہ آیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر آپ کی عورتیں پردہ کریں تو اچھا ہے کیونکہ آپ کے پاس ہر قسم کے اچھے برے لوگ آتے ہیں اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرمایا۔[۲]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرت

سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے اور فقہاء کی ایک جماعت جس میں امام احمد بن حنبلؒ بھی ہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے کہ اگر آدمی اپنی بیوی

---

[۱] رواہ الشیخان واحمد

[۲] رواہ الشیخان

کو کسی کے ساتھ زنا کرتا ہوا دیکھے اور دونوں کو قتل کر دے تو اس سے دونوں کا قصاص نہیں لیا جائے گا اور اگر بیوی کو زنا پر مجبور کیا گیا ہو تو اس پر بیوی کا قصاص ہوگا، لیکن خاوند کا قول ولی کی تصدیق یا گواہی سے قبول کیا جائے گا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایات کا اختلاف ہے ایک میں دو اور دوسری میں چار گواہوں کی شرط ہے، اس روایت کی وجہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو دیکھوں تو کیا میں اس کو مہلت دوں یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں''! فرمایا ''ہاں'' عرض کیا، ''قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس کو تلوار سے ماردوں گا'' فرمایا، ''کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہیں۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس شخص کے حکم کے بارے میں پوچھا گیا جو گھر داخل ہوا اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پائے اور دونوں کو قتل کر دے، فرمایا، ''اگر وہ چار گواہ لے آئے تو ٹھیک ورنہ اس کو قید کر دیا جائے، اور قصاص لیا جائے۔''

دو گواہوں پر اکتفاء کرنے کی روایت کی وجہ یہ ہے کہ گواہی اقامت حد پر نہیں اس سبب پر ہے جو قصاص کا مانع ہو، کیونکہ خاوند کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی سے سرکشی کرنے والے کو قتل کرے لیکن جب مقتول کے اولیاء اس کا انکار کریں گے تو قاتل کو طلب کیا جائیگا اور گواہی مانگی جائے گی اور دو آدمیوں پر اکتفا کیا جائے گا۔

غیرت مند حضرات کے چند واقعات

سفیان بن عیینہ روایت کرتے ہیں: ایک آدمی نے کسی ہذیلی شخص کی دعوت کی، ان کی ایک باندی لکڑیاں جمع کرنے کے لئے گئی تو اس شخص نے اس سے زیادتی کی کوشش کی، باندی نے پتھر اٹھایا اور اس کو دے مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا، یہ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں پیش کیا گیا، تو فرمایا: ''یہ اللہ کا مقتول ہے جو

دیت ادا کرنے سے بے نیاز ہے۔''

حماد بن سلمہ روایت کرتے ہیں: ابو سیارہ کو ابو جندب کی بیوی سے دل لگی ہوگئی اس نے اس عورت کو بہکانا چاہا تو اس عورت نے کہا: ''نہ کر، اگر ابو جندب کو معلوم ہوگیا تو وہ تجھے قتل کردے گا، اس نے باز آنے سے انکار کیا، اس عورت نے ابو جندب کے بھائی سے بات کی اس نے بھی اسے ایسا کرنے سے منع کیا، لیکن وہ باز نہ آیا عورت نے ابو جندب کو بتادیا، ابو جندب نے کہا: ''میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ میں اونٹوں کی طرف جارہا ہوں، جب رات تاریک ہو جائے گی تو میں آجاؤں گا، اگر وہ تیرے پاس آئے تو گھر میں بلا لینا'' لہٰذا ابو جندب لوگوں کو اونٹوں کی طرف روانگی کا کہہ کر چلا گیا، جب رات ہوئی تو گھر میں آکر چھپ گیا، ابو سیارہ آیا اس کی بیوی باہر بیٹھی غلہ پیس رہی تھی، ابو سیارہ اس کو بہکانے لگا تو اس نے کہا، تیرا ناس ہو، جو کام تو مجھے کہہ رہا ہے میں نے کبھی تجھے اس کی دعوت دی ہے؟''، اس نے کہا، ''نہیں، لیکن میں تیرے بغیر صبر نہیں کرسکتا۔'' اس نے کہا، ''اچھا اندر کمرہ جا میں ابھی تیار ہوکر آتی ہوں'' جونہی وہ کمرہ میں داخل ہوا، ابو جندب نے دروازہ بند کرلیا اور اس کو پکڑ کر گردن سے لیکر نچلے حصہ تک زور سے کوٹنا اور پیٹنا شروع کردیا، اس کی بیوی دوڑی ہوئی اس کے بھائیوں کے پاس گئی، اور ان سے کہا کہ ''ابو جندب تو اس کو مار ہی ڈالے گا'' بھائی آئے اور اس کو چھڑوادیا، ابو جندب نے اسے اٹھا کر اونٹ پر لاد دیا، جب بھی ابو سیارہ کے پاس سے کوئی آدمی گزرتا اور اس کی خیریت وحالت پوچھتا تھا تو وہ کہتا: ''میں اونٹ سے گر گیا اس نے مجھے ٹانگ ماردی'' جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے ابو جندب کو بلایا تو اس نے ساری کہانی بتائی، لہٰذا لڑکی کے اہل خانہ کو بلایا گیا انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سیارہ کو سو کوڑے مارے اور اس کی دیت بھی باطل کردی۔

عباس بن ہشام کلبی روایت کرتے ہیں: عمرو بن حممہ دوسی حج کے لئے مکہ آئے، وہ بڑے خوبصورت آدمی تھے، ان پر ایک عورت کی نظر پڑی وہ کہنے لگی: ''میں

نہیں جانتی کہ وہ زیادہ خوبصورت ہیں یا ان کا گھوڑا، ان کے سر پر بالوں کا گچھا تھا، جب ساتھیوں میں بیٹھتے تو اس کو کھول دیتے جب اٹھتے تو پھر باندھ لیتے۔ اس عورت نے پوچھا: آپ کا گھر کہاں ہے؟'' جواب دیا، ''نجد میں'' اس عورت نے کہا، ''تو نہ نجدی ہے نہ تہامی، پس تو میری تصدیق کر'' انہوں نے کہا، میں مکہ اور یمن کے درمیانی راستہ کا ہوں'' پھر اسے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ پیچھے بیٹھ گئی، ان کو لے کر راستہ کی طرف چل پڑے، اس کا شوہر پیچھے آیا، لیکن ان کو نہ پا کر واپس چلا گیا، جب وہ عورت ان کے پاس پرسکون ہوگئی، تو انہوں نے اس کی رگیں کاٹ ڈالیں اور کہا: میرے بعد اب تو ہرگز کسی شخص کے پیچھے نہ جائے گی اور اس کو اسی حال میں ان کے خاوند کے حوالہ کر دیا۔

مسلمانوں کے حق میں غیرت الٰہیہ

حق تعالیٰ شانہ کو اس بات سے غیرت وغصہ آتا ہے کہ اس کے بندہ کا دل اس کے خوف اور امید سے خالی ہو اور اس پر بھی کہ اس کے دل میں کوئی اور ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے اور اسے اپنے لئے چن لیا ہے، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے: ''اے ابن آدم! تجھے میں نے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور ہر چیز کو تیرے لئے پیدا کیا ہے، میرے حق کی قسم، تو اس چیز میں لگ کر جس کو تیرے لئے پیدا کیا گیا ہے اس سے غافل نہ ہو جس کے لئے تجھے پیدا کیا گیا ہے۔'' اور حدیث قدسی میں ہے: ''تجھے میں نے اپنے لئے پیدا کیا ہے لہٰذا تو کھیل میں نہ لگ، اور میں نے تیرا رزق لکھ دیا ہے لہٰذا تو تھک مت، اے ابن آدم: مجھے طلب کرے گا تو مجھے پالے گا اور اگر تو نے مجھے حاصل کر لیا تو ہر چیز تجھے مل گئی اور اگر میں تجھے نہ ملا تو تجھے کچھ بھی نہ ملا اور میں تیرے لئے ہر چیز سے بہتر ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کو اس بات پر بھی غصہ آتا ہے کہ بندہ کی زبان اللہ کا ذکر نہ کرے بلکہ کسی اور کو یاد کرے، اور اس کے اعضاء پر غیرت وغصہ آتا ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت سے

غافل ہوں اور معصیت میں مصروف ہو، کتنی بڑی مصیبت ہے اس بندہ کے لئے کہ اس کا آقا اس کے دل زبان اور اعضاء پر غیرت وغصہ کھائے لیکن اس بندہ کو ان پر غیرت نہ آئے۔

جب بندہ اللہ سے اعراض کرتا ہے اور کسی اور کی محبت میں مشغول ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خیر کا ارادہ فرماتے ہوئے اس کے دل پر مختلف قسم کے عذاب مسلط کرتے ہیں تا کہ اس کا دل اللہ کی طرف رجوع کرلے، اور جب بندہ کے اعضاء اللہ کی اطاعت ترک کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر مختلف آفات نازل کرتے ہیں اور یہ سب اللہ کی اپنے بندہ پر غیرت کی وجہ سے ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر غیرت وغصہ کھاتے ہیں اسی طرح بندہ کے لئے اور اس کی عزت کے لئے بھی غیرت میں آتے ہیں، اور کسی برائی کو ہمت نہیں ہوتی کہ وہ بندہ تک پہنچ سکے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے، ان کے دلوں سے، اعضاء سے، اہل وعیال سے، گھروں سے، مالوں سے خرابیوں کو دور فرماتے ہیں، تو جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے مومنین اپنے نفسوں اور دوسرے لوگوں سے غصہ میں آتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ غیرت کی وجہ سے مومنین سے یہ ساری خرابیاں اور برائیاں دور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شرعاً بھی اپنے بندہ اور بندیوں پر غیرت کھاتے ہیں، اسی وجہ سے تمام قباحتوں اور برائیوں کو ان پر حرام کیا اور اس پر دردناک سزا اور عبرتناک انجام کی وعید بھی سنائیں اور یہ صرف غیرت کی وجہ سے ہے۔

دین وتوحید پر اللہ تعالیٰ کی غیرت

اللہ تعالیٰ کو توحید، دین اور قرآن کے بارے میں اس بات پر غصہ اور غیرت آتی ہے کہ اس سے وہ لوگ حصہ پائیں جو اس کے قابل نہیں، لہٰذا شریعت اور ان لوگوں کے درمیان غیرت الٰہیہ حائل ہوجاتی ہے، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

وَقْرًا﴾ (الانعام: ۲۵)

''اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ وہ قرآن کو سمجھیں اور ان کے دلوں پر ڈاٹ ہیں۔''

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں کو نبی کی متابعت اور اس کے ساتھ ملنے سے پیچھے رکھا، فرمایا:

﴿وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَ۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ﴾ (التوبہ: ۴۶، ۴۷)

''لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا سو انہیں روک دیا اور حکم ہوا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو اور اگر وہ تم میں نکلتے تو سوائے فساد کے اور کچھ نہ بڑھاتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے'' اللہ رب العزت کو اس بات پر غیرت آئی کہ میرے نبی اور اس کے صحابہ کے ساتھ منافق بھی چلیں اور ان میں فتنہ پھیلائیں لہٰذا ان کو بست کر دیا اور روک دیا۔''

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاری کو قرآن کی یہ آیت پڑھتے سنا:

﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا﴾ (الاسراء: ۴۵)

''جب تو قرآن پڑھے گا تو ہم تیرے اور آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کے درمیان چھپا ہوا پردہ ڈال دیں گے۔''

تو انہوں نے فرمایا: تم جانتے ہو یہ پردہ کونسا ہے؟ یہ اللہ کی غیرت کا پردہ ہے

اور اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اہل معرفت نہیں بنایا۔

غیرت الٰہیہ کی ایک دقیق قسم

غیرت الٰہیہ کی ایک قسم اور بھی ہے جو بہت باریک ہے اور عقلیں اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتیں اور وہ یہ کہ بندہ کے لئے آسانی، انسیت، وجود وغیرہ کا دروازہ کھلتا ہے، وہ اس میں سکون حاصل کرتا ہے، مطمئن ہوتا ہے، لذت اٹھاتا ہے اور مقصود سے غافل ہو جاتا ہے تو مولائے حق کو غیرت آتی ہے اور یہ سب چیزیں اس سے چھین لی جاتی ہیں، اور اسے ذلت اور فقر و مسکنت کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے اور اسے انتہاء درجہ کے فقر و فاقہ، غریبی اور ناداری کا نشان بنا دیا جاتا ہے اور اس فقر و فاقہ اور مسکنت وذلت کی حالت میں انس وخلوص اور وجود کی دولت لوٹ آتی ہے اور اس چیز کا ذرہ اللہ کو اتنا محبوب اور بندہ کے لئے اتنا فائدہ مند ہے کہ فقر و ذلت و مسکنت کے بغیر ملنے والی انسیت اور خلوص کے پہاڑ بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے اور یہ ایک ایسا درواز ہے کہ ہر ایک کا دل اس کی وسعت نہیں رکھتا۔

علم کے بارے میں اہل علم حضرات کی غیرت

غیرت کی ایک قسم علم کی باریکی اور فہم سامع کے برخلاف تعلیمات شرعیہ بیان کئے جانے پر غیرت کھانا ہے، اس غیرت کی وجہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرے؟۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''لوگوں سے وہ بات بیان نہ کرو اور جوان کی عقل تک نہ پہنچے کہ یہ ان کے لئے فتنہ بن جائیگی۔'' پس عالم اس بات پر غیرت میں آتا ہے کہ علم کو غیر اہل پر خرچ کرے، اسی وجہ سے عیسیٰ بن مریم نے فرمایا،

"اے بنی اسرائیل اگر تم علم وحکمت اہل پر خرچ نہ کرو گے تو ظالم کہلاؤ گے اور اگر غیر اہل پر خرچ کرو گے تو پھر بھی ظالم کہلاؤ گے۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول: "اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ" کی تفسیر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے سائل سے فرمایا: تجھے کس چیز نے اس بات سے مامون کر دیا کہ اگر میں تجھے اس کی تفسیر بتا دوں تو تو کافر ہو جائیگا؟"، یعنی تو اس کا انکار کرے گا اور اس کا انکار کفر ہے، پس باریک، دقیق اور مشکل مسئلہ غیر اہل آدمی کو دینا ایسا ہے جیسا ضریر ومقعد کو انتہائی خوبصورت عورت ہدیہ میں دی گئی، عربوں کا محاورہ ہے:

خودٌ تزف إلى ضرير مقعد

"انتہائی حسین وجمیل ناز واندام والی نوجوان عورت کو ضریر مقعد کے گھر رخصت کیا گیا۔"

ابوعلی کی مجلس مین وقت کی کمی کا کوئی مسئلہ پیدا ہوتا تو فرماتے، یہ اللہ تعالیٰ کی غیرت ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اچھی چیز ہماری مجلس میں تذکرہ حاصل کرے جو وقت کی کشادگی میں تذکرہ اور گفتگو حاصل کر سکتی تھی۔

غیرت کی ایک انتہائی مذموم قسم

قشیری کہتے ہیں: ایک عاشق سے کہا گیا: کیا تو اپنی معشوقہ کو دیکھنا چاہتا ہے، اس نے نفی میں جواب دیا، جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو کہنے لگا، میں اس جمال کو اپنی نظر سے عیب دار نہیں کرنا چاہتا:

انی لاحسد ناظری علیکم ۔۔۔ حتی اغض اذا نظرت الیکا

واراک تخطر فی شمائلک التی ۔۔۔ ھی فتنتی فا غار منک علیکا

"میں اپنی آنکھوں پر حسد تمہاری وجہ سے کرتا ہوں لہٰذا تمہیں دیکھ کر

نگاہیں جھکا لیتا ہوں، میں تجھے تیری خوبیوں کی وجہ سے خطرہ میں
دیکھتا ہوں جو میرے لئے فتنہ ہیں پس میں تجھ پر تیری وجہ سے ہی
غصہ کھاتا ہوں۔"

میں کہتا ہوں: یہ غیرت فاسدہ ہے اور ایسا کرنے والے کو معاف کرنا چاہئے اور اس کے اس عمل کو اس کی مذموم حرکت خیال کرنا چاہئے، اگر اسے کہا جائے کہ تو اللہ کو دیکھنے کی چاہت رکھتا ہے؟ تو اگر اس کا جواب منفی میں ہو تو کیا اسے اس کے فضائل و مناقب میں سے شمار کیا جائے گا، حالانکہ دیدار الٰہی اہل جنت کے لئے اعلیٰ ترین نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ بندہ اس کے دیدار کا سوال کرے، صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی ایک دعا یہ تھی، "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے چہرہ کو دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں" اور کسی قائل کا یہ کہنا ہے کہ "میں اس جمال کو دیکھنے کے قابل نہیں" شیطان کا دھوکہ اور فریب ہے، یہ ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی سے پوچھا گیا کہ تو اللہ کا ذکر کیوں نہیں کرتا؟ تو کہنے لگا، "میری زبان اس کے ذکر کے قابل نہیں"، اس فاسد پاکدامی کو ہٹانا اور دور کرنا تو تب ہو کہ اس کا کلام بھی اس کی زبان پر جاری نہ ہو اور اس کے دل میں بھی اس کا خیال نہ آئے، ایک آدمی نے ایسی بات کی تو لوگوں نے اس کی ملامت کی، اس پر اس نے یہ اشعار کہے:

يقولون زرنا واقض واجب حقنا   وقد اسقطت حالي حقوقهم عني
اذا هم رأوا حالي ولم يانفوا لها   ولم يانفوا مني انفت لهم مني

"وہ کہتے ہیں ہماری زیارت کر اور حق واجب کو ادا کر، حالانکہ ان
کی حق تلفیوں نے میری حالت ابتر کر دی ہے، جب وہ میری
حالت دیکھیں گے تو اس کی شکایت نہ کریں گے اور نہ مجھ سے
شکایت کریں گے جو ان کو مجھ سے شکایت تھی۔"

اس غیرت کے رد کی ایک صورت یہ بھی ہے اگر اسے اتنی ہی غیرت آتی ہے تو

وہ بیت اللہ کی زیارت بھی نہ کرے کیونکہ اور لوگ بھی اس کی زیارت کرتے ہیں۔

میں نے ایک آدمی کو نماز نہ پڑھنے پر ملامت کی تو کہنے لگا، ''میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اللہ کے گھر داخل ہو جاؤں۔'' آپ دیکھیں شیطان نے کیسے اس کو اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے۔

کیا اللہ کے ذکر میں غفلت پر غیرت میں آنا درست ہے؟

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: آپ کب استراحت پاتے ہیں؟ فرمایا، ''جب میں کسی کو اللہ کا ذکر کرتے نہ دیکھوں''، ایک مرتبہ ان کے بیٹے کا انتقال ہو گیا تو اس کی ماں نے اپنے بال کاٹ ڈالے، یہ حمام میں داخل ہوئے اور بال صفا پاؤڈر سے داڑھی صاف کر دی، اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا، لوگ مجھے اللہ کی تعظیم سے غفلت کے ساتھ تسلی دیتے تھے، اور کہتے تھے اللہ تجھے بدلہ دے، لہٰذا میں نے ان کے غفلت کے ساتھ ذکر کرنے پر داڑھی قربان کی اور بیوی کی موافقت بھی کی''۔

اسی طرح امام نوری کا قصہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ موذن نے اذان دی تو فرمایا: تجھے نیزہ لگے تو موت کا زہر پیئے'' اور جب کتا بھونکا تو فرمایا، ''لبیک وسعدیک''۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا، وہ اللہ کا ذکر غفلت کے ساتھ کر رہا تھا اور کتا تسبیح بیان کر رہا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، افسوس صد افسوس اور تعجب ہے اس شخص پر جو ان واقعات کو کسی کے فضائل میں شمار کرے اور ان کے ساتھ اپنی کتاب کو مزین کرے، کیا مومن کے دل کے لئے اس سے زیادہ سخت اور کڑوی بات کوئی ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو اپنے رب کا ذکر کرتا نہ دیکھے اور اس سے زیادہ راحت افزاء بات بھی کوئی ہو سکتی ہے کہ وہ ہر جگہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے پائے؟، اور اس قائل کا یہ عذر ہے کہ وہ اللہ کے ذکر کا حق ادا نہیں کر رہا تھا بلکہ ذکر تو تھا ہی نہیں بلکہ غفلت اور سستی اس کے دل پر چھائی ہوئی تھی اور وہ محض زبان سے دل کی توجہ کے بغیر اور بے

دھیانی کے ساتھ ذکر کر رہا تھا اور یہ ذکر حق تعالیٰ کے شایان شان نہیں لہٰذا محب کو غیرت آئی کہ اللہ کا ایسا ذکر کیا جائے، پس اس کو اس بات کی چاہت پیدا ہوئی کہ کوئی اس کا ذکر نہ کرے، اور جب سب لوگ ایسا ہی غفلت والا ذکر کرتے ہیں تو ان کو یہ شوق ہوا کہ کوئی بھی ذکر نہ کرے، یہ ایک اچھی تاویل ہے لیکن اس میں دشمنی کا پہلو محبت سے زیادہ ہے، البتہ امام شبلی کی یہ حالت نہیں کیونکہ ان میں محبت کا پہلو غالب تھا، اس کے ساتھ ساتھ یہ ان کا تسامح ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی مغفور کو ان کی توحید، صداقت اور محبت کی بنا پر معاف فرما دیں گے یہ کوئی ایسا عمل نہیں جس پر ان کی تعریف کی جائے یا ان کی اس پر اقتداء کی جائے۔

ذکر اللہ کے مراتب

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ہر حال میں اس کا ذکر کریں، لیکن ذکر کے چند مراتب ہیں:

(۱) سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کے محبوب اذکار کے ساتھ مکمل توجہ اور حاضری کے ساتھ دل اور زبان دونوں سے اللہ کا ذکر کیا جائے۔

(۲) اس کے بعد وہ ذکر جو مکمل شہود اور حاضری و توجہ کے بغیر صرف دل و زبان سے ہو۔

(۳) تیسرا درجہ دل کے ذکر کا ہے۔

(۴) چوتھا درجہ زبان کے ذکر کا ہے، بعض درجے عند اللہ بعض سے بہتر ہیں۔

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تردید یہ بھی ہے کہ گویا کہ ان کی راحت اس بات میں ہے کہ کسی کو نماز پڑھتا اور تلاوت کرتا نہ دیکھیں اور کسی کو شہادتین کی گواہیں دیتا نہ دیکھیں کیونکہ یہ سب ذکر بلکہ ذکر کی اعلیٰ اقسام میں سے ہے، پس محبّ کا دل کیسے راحت پاسکتا ہے جب ان اعمال کو نہ ہوتا دیکھے؟ اور اللہ تعالیٰ تو چاہتے ہیں کہ بندے اس کو یاد کریں خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہر حال میں اس کا ذکر کیا جائے، سوائے جماع اور قضاء حجت کے، اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہر حال میں میرا ذکر کرو اور اللہ تعالیٰ محض زبانی ذکر کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے، بلکہ ذکر کرنے والے کو ایک اجر ملے گا ایک اجر نہ ملے گا، اگرچہ اس کا دل غافل ہی کیوں نہ ہو۔

امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے استاد ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جب حضور ﷺ نے اعرابی کو گھوڑا بیچا اور اس نے بیع کو فسخ کرنے کو کہا تو آپ نے بیع فسخ کر دی دیہاتی نے آپ سے کہا: "خدا آپ کو زندگی دے آپ کون ہیں؟" حضور نے فرمایا، "میں قریشی ہوں" ایک صحابی نے کہا، "تیری بدبختی کے لئے اتنا کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا" ابوعلی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: آپ کا یہ فرمانا کہ "میں قریشی آدمی ہوں" یہ غیرت کی وجہ سے تھا، حالانکہ ہر شخص پر یہ بات لازم ہے کہ وہ اپنا تعارف کرائے کہ وہ کون ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے صحابی کی زبان پر حضور ﷺ کے تعارف کو جاری فرما دیا۔

اگر دیکھا جائے کہ یہ بات تو بڑی عجیب ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اس بات سے غیرت آئے کہ وہ ناواقف اعرابی کو یہ بتائیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، حالانکہ آپ ﷺ اپنے تمام دشمنوں کے سامنے دن رات، پوشیدہ و اعلانیہ یہ بات فرمایا کرتے تھے، کہ وہ رسول اللہ ہیں اور اس بات سے غیرت نہ فرماتے تھے، پس کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس بیچارے اعرابی کو یہ بتانے سے غیرت فرمائیں گے کہ وہ رسول اللہ ہیں، یہ بات لوگوں کے غلط خیالات اور باطل فکروں میں سے ہے، بلکہ آپ ﷺ نے ایک باریک و دقیق حکمت کے پیش نظر اپنے تعارف کو چھپایا، جسے صحابی سمجھ گئے اور صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کا تعارف کروایا اور وہ حکمت یہ تھی کہ وہ دیہاتی ناواقف اور جاہل آدمی تھا، آپ ﷺ چاہتے تھے اس کو اس کی نادانی اور جہالت کے بارے میں اس طریقہ پر بتائیں کہ اس کو برا معلوم نہ ہو اور وہ خود محسوس کرے کہ میں اسی قابل تھا گویا کہ

زبان حال سے یہ ارشاد فرمایا گیا، تیری بے وقوفی اور اجڈ پن کے لئے کہ اتنا کافی ہے کہ تو مجھے نہیں جانتا اور میرے بارے میں سوال کرتا ہے، جب صحابی اپنی دقت فہم اور لطف ادراک کی وجہ سے اس کو سمجھ گئے تو فرمایا: تیری جہالت کے لئے کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا۔"

غیر اللہ دلوں سے نکالنا غیرت الٰہیہ کا جزو ہے

امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ کی غیرت ان سانسوں پر بھی ہے جنہیں اس کے غیر میں ضائع کر دیا گیا۔" یہ بڑی عمدہ بات ہے۔ قشیری فرماتے ہیں: ضروری ہے کہ کہا جائے کہ غیرت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی غیرت بندہ پر۔

(۲) بندہ کی غیرت اللہ کے لئے اور وہ یہ ہے بندہ اپنے احوال اور سانسوں سے کچھ بھی غیر اللہ میں خرچ نہ کرے۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ میں اللہ پر غیرت کھاتا ہوں، بلکہ یہ کہا جائے کہ میں اللہ کے لئے غیرت کھاتا ہوں کیونکہ اللہ پر غیرت کھانا جہالت ہے اور کبھی کبھی یہ کافر بھی بنا دیتی ہے۔

اللہ کے لئے غیرت کرنا اعمال کی پاکیزگی اور اللہ کے حقوق کی تعظیم کا تقاضا کرتی ہے، اللہ کی سنت اپنے دوستوں کے حق میں یہ ہے کہ جب وہ غیر سے سکون حاصل کریں یا غیر کی طرف متوجہ ہوں اور اس کو دل میں جگہ دیں تو اس چیز کو ان کے دلوں میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے، تو اللہ ان کے دلوں پر غیرت کھاتا ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ خالصۃً اللہ کے لئے فارغ ہو جائیں، جیسا کہ آدمؑ نے جب جنت کو ہمیشہ کے لئے اپنا وطن بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے نکال دیا اور ابراہیم نے جب اسماعیل کو دل میں جگہ دی تو انہیں ذبح کرنے کا حکم دے کر دل کو اپنے لئے خالی کیا، جب وہ دونوں حکم

کے سامنے جھک گئے اور اسماعیل کو پہلو کے بل لٹایا گیا اور ان سے قلب ابراہیم خالی ہو گیا تو ان کی جگہ مینڈھے کی قربانی کا حکم ہوا، ایک بزرگ فرماتے ہیں: اللہ سے ڈرو، کیونکہ وہ غیور ہے، وہ نہیں چاہتا کہ بندہ کے دل میں اس کے سوا کوئی اور ہو، ایک اور مقولہ ہے، ''حق تعالیٰ غیور ہیں اور اسی وجہ سے اس نے اپنی طرف اپنے سوا کوئی راستہ نہیں بنایا۔''

حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی عارف باللہ بزرگ سے عرض کیا: ''مجھے ایک باطنی بیماری ہے، اس کا کیا علاج ہے؟، فرمایا: ''اے سری، اللہ تعالیٰ غیور ہے وہ تجھے غیر کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا، اگر تو ایسا کرے گا تو اس کی نظر سے گر جائے گا۔''

غیرت مذمومہ اور اس کی اقسام

غیرت مذمومہ کی مختلف اقسام ہیں جن میں سے ایک یہ ہے: وہ غیرت جو بدگمانی کا باعث ہو، جس کی وجہ سے محب محبوب کو تکلیف دے، اور اس کا دل غضبناک ہو، اگر یہ غیرت بلاتحقیق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت ناپسند فرماتے ہیں۔

غیرت مذمومہ کی دوسری قسم وہ ہے جو محبوب کو اس کے جرم سے بڑھ کر سزا دینے پر ابھارے، جیسا کہ ایک جماعت کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے محبوبوں کو قتل کر دیا تھا۔

دیک الجن نامی شاعر کے پاس انتہائی خوبصورت باندی اور غلام تھے، یہ ان دونوں سے بہت محبت کرتا تھا، ایک دن وہ گھر آیا تو اس نے باندی کو غلام سے گلے لگائے ہوئے اس کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو ان کو سختی سے قتل کر دیا، پھر باندی کے سرہانے بیٹھ کر خوب دھاڑیں مار مار کر رویا اور یہ اشعار پڑھے:

یا طلعة طلع الحمام علیها	وجنی لها ثمر الردی بیدیها
رویت من دمها الثری ولطالما	روی الهوی شفتی من شفتیها

وأجلت سيفي في مجال خناقها ومدامعي تجري على خديها
فوحق نعليها فما وطيء الثرى شيءٌ أعز على من نعليها
ماكان قتليها لأني لم أكن أبكي إذا سقط الغبار عليها
لكن بخلت على سواي بحسنها وأنفت من نظر الغلام إليها

''اے طلعہ! موت تجھ پر طلوع ہوگئی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے تیرے لئے ہلاکت کے فعل کو چنا، میں نے اس کے خون سے مٹی کو سیراب کیا اور کتنی ہی مرتبہ اس کے ہونٹوں سے میرے ہونٹوں کو محبت نے سیراب کیا، میری تلوار اس کی کھوکھ میں گھومتی تھی اور میرے آنسو اس کے رخسار پر بہتے تھے، اس کے جوتوں کے حق کی قسم کہ جس چیز نے مٹی کو چھوا ہے اس میں سب سے زیادہ محبوب مجھے اس کے جوتے ہیں، میں اس کا قاتل نہیں ہوں اس لئے کہ جب اس پر غبار گرتا تھا تو میں روتا نہیں تھا لیکن میں نے اس کے حسن میں اپنے سوا ہر ایک سے بخل کرتا تھا اور مجھے غلام کے اس کی طرف دیکھنے سے غصہ آتا تھا۔''

پھر وہ غلام کے سرہانے بیٹھا اور کہا:

أشفقت أن يرد الزمان بغدره أو أبتلي بعد الوفاء بهجره
قمرٌ أنا استخرجته من دجنه بمودتي وجنيته من خدره
فقتلته وله علي كرامة مل ء الحشا وله الفؤاد بأسره
عهدي به ميتاً كاحسن نائم والدمع ينحر مقلتي في نحره
لو كان يدري الميت ماذا بعده بالحي منه بكى له في قبره
غصص تكاد تفيض منها نفسه ويكاد يخرج قلبه من صدره

''مجھے ڈر تھا کہ زمانہ دھوکہ کرے گا یا میں وفا کے بعد جدائی سے

آزمایا جاؤں گا، وہ ایک چاند تھا جسے میں نے تاریکی سے نکالا تھا
اپنی محبت کے ذریعہ اور میں نے اس پر ظلم کیا اس کے پردہ میں ہی
میں نے اس کو قتل کردیا حالانکہ اس کا مجھ پر بہت احسان تھا اور دل
بھی اسی کا تھا، میرا خیال اس کے بارے میں اس کے مردہ ہونے
کی حالت میں آرام سے سونے والے کی طرح ہے اور آنسو اس
کے خون سے میری آنکھ کو سرخ کررہے ہیں، اگر میت جان لے کہ
اس کے بعد زندہ کے ساتھ کیا کچھ پیش آتا ہے تو وہ قبر میں ہی رونا
شروع کردے، اس کو ایسا غم اور حزن ہوتا ہے کہ روح نکلنے لگتی ہے
اور دل بھی سینہ سے نکلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔"

اپنے نفس کی وجہ سے بھی محبوب پر غیرت کھانا:

یہ غیرت کی عجیب ترین کیفیت ہے اس کے کچھ اسباب ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس بات کا خوف ہو کہ یہ خود غیر کے لئے محبوب کے حصول کی چابی بن جائیگا۔ ایک مرتبہ حسن بن ھانی اور علی بن عبداللہ جعفری جمع ہوئے تو حسن نے کہا:

ولما بدالی أنها لا تودنی وأن هواها لیس عنی بمنجلی
تمنیت أن تبلی بغیری لعلها تذوق حرارات الهوی فترق لی

"جب میرے لئے ظاہر ہوا کہ اس کی محبت خالص نہ تھی اور اس کی
محبت مجھ سے تھی ہی نہیں تو میں نے خواہش کی کہ اسے کسی اور سے
عشق ہو جائے کہ جب وہ محبت کی گرمیوں کو چکھے گی تو میرے لئے
نرم ہو جائے گی۔"

علی بن عبداللہ نے کہا:

ربما سرّنی صدودک عنی فی طلابیک وامتناعک منی

حذراً أن أكون مفتاح غيري   فإذا ما خلوت كنت التمني

''تیری طلب اور تجھ سے رکاوٹ میں کبھی کبھی تیرا اعراض بھی مجھے
خوش کرتا ہے، اس بات کے ڈر سے کہ میں غیر کی چابی بنوں، پس
جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو صرف تو ہی میری خواہش ہوتی ہے۔''

اور بعض لوگ محبوب کی تعریف اور اس کی خوبیوں کے ذکر سے گریز کرتے ہیں اس بات کے خوف کی وجہ سے کہ کہیں یہ خوبیاں کسی اور کو اس کا محب نہ بنا دیں۔

محبوب کی خاطر اپنی جان اور اپنے نفس پر غیرت آنے کا ایک سبب محبوب کی شدت موافقت بھی ہے، محبوب اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کی محبت اس کی طرف منسوب کی جائے اور اس کا ایسے ذکر کیا جائے، لہٰذا محب محبوب کی موافقت کی خاطر اپنے نفس پر غیرت کھاتا ہے، جیسا کہ اگر اسے جدائی سے محبوب کی خوشی کا احساس ہو تو وہ اس سے جدا رہتا ہے:

سررت بهجرك لما علمـ   ـت أن لقلبك فيه سروراً

ولولا سرورك ما سرني   ولا كنت يوماً عليه صبوراً

''جب سے مجھے معلوم ہوا کہ تو میری جدائی سے خوش ہوتی ہے تو
میں بھی تیری جدائی سے خوش ہونے لگا، اس میں اگر تیری خوشی نہ
ہوتی تو میں بھی خوش نہ ہوتا اور میں تیرے بغیر ایک دن بھی صبر نہ
کر پاتا۔''

غیرت کا مدار

غیرت کا مدار، روح اور اصل تین چیزیں ہیں۔ ا۔ بندہ کی اپنے رب کے لئے غیرت کہ اس کے احکامات کی پابندی نہ کی جائے، اس کی حدود سے تجاوز نہ کیا جائے۔ ۲۔

اپنے دل پر اس بات کی وجہ سے غیرت کہ وہ اللہ کے غیر سے مطمئن اور مانوس ہو۔ ۳۔ اپنی عزت وآبرو پر غیرت کو کوئی اس کی طرف جھانک کر دیکھے۔ لہذا جو غیرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے وہ انہی تین میں بند ہے اور جو ان کے علاوہ ہے وہ شیطانی مکروفریب ہے یا اللہ کی طرف سے آزمائش ہے، جیسا کہ عورت کا اس بات پر غیرت کھانا کہ اس کا خاوند دوسری شادی کرے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی غیرت کو کس قسم میں سے شمار کریں گے جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فرمائی جب انہوں نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا پختہ ارادہ کیا، اور اس موقع پر حضور ﷺ کی غیرت بھی کس قسم میں سے ہوگی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ غیرت ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ ''فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا ٹکڑا ہے، جس نے اسے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے اسے رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا۔'' اور ان دونوں خواتین کا ایک گھر جمع ہونا تو بالکل ممکن ہی نہ تھا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ان کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ایک آدمی کے نکاح میں کیسے جچتی ہے؟ یہ بہت بڑی منافرت ہے، باوجود اس کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سسر رسول اللہ ﷺ جن کی باتوں کی انہوں نے تصدیق کی اور ان سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کیا کا مذکورہ کلام کو ذکر کرنا دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا لفظاً، عرفاً یا حالاً اس شرط پر ہے کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف نہ دیں گے بلکہ انہیں بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ

رکھیں گے، اور یہ بات بھلائی کے خلاف ہے کہ وہ ان کے ساتھ دشمن کی بیٹی کو ملائیں، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ابن ابی طالب صرف یہ چاہتا ہے کہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ابو جہل کی بیٹی سے شادی کر لے۔[1] اس نکاح کا اندیشہ تھا کہ ابو جہل کی بیٹی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع ہونے کی وجہ سے ان کے دین میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے تو گویا کہ حضور ﷺ کی یہ غیرت محض طبعی کراہت کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اپنی حرمت دین کی وجہ سے تھی، اور آپ ﷺ اسی طرف اپنے اس قول کے ذریعہ اشارہ فرمایا، ''مجھے خوف ہے کہ ابو جہل کی بیٹی فاطمہ کے دین میں خرابی پیدا کرے گی۔''

---

[1] رواہ البخاری ومسلم والترمذی وغیرھم

باب ۲۳

﴿محبت کرنے والوں کی عفت و پاکدامنی﴾

قرآن مجید میں پاکدامن لوگوں کے تذکرے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ (المومنون: ۱،۷)

''بے شک ایمان والے کامیاب ہوگئے، جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیوی یا لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔''

جب حضور ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں تو فرمایا۔ ''مجھ پر دس ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ جو ان کو قائم کرے جنت میں داخل ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ﴾ (المعارج: ۲۹، ۳۱)

''جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں، لونڈیوں پر اس لئے کہ ان میں کوئی الزام نہیں، پس جو شخص اس کے علاوہ طلب گار ہو تو وہی حد سے نکلنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾

(النور: ۳۰، ۳۱)

''آپ ایمان والوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکائیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔''

اور فرمایا:

﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النور: ۳۳)

''پاکدامن رہیں وہ لوگ جو نکاح نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

پھر فرمایا:

﴿وَاِنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (النور: ۶۰)

''اگر وہ پاکدامن رہیں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

ایک تفسیری سوال اور اس کا جواب:

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسری آیت میں فرماتے ہیں:

﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (النور: ۳۲)

''اور جو تم کنوارے ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں سب کے نکاح کرا دو اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ کشادگی والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔''

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مالداری کے حصول تک پاکدامنی کا حکم دیا اور دوسر آیت میں فقر کے باوجود ان کی شادی کروانے کا حکم دیا اور انہیں مالدار کرنے کی بشارت دی تو دونوں آیتوں سے کیا مراد ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول، '' وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ. '' آزاد لوگوں کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مالدار ہونے کا انتظار کریں اور بغیر شادی کے پاکدامن رہیں کیونکہ اگر وہ غریبی کے باوجود شادی کریں گے تو نکاح سے لازم ہونے والے حقوق پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو ادا نہ کرسکیں گے۔ اور ان کا کوئی سرپرست یا ولی بھی نہیں جو ان کی طرف سے ادائیگی کرے اور اللہ تعالیٰ کا قول،

"وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاءِكُمْ". اس میں اللہ تعالیٰ نے ایامیٰ کا نکاح کروادینے کا حکم دیا اور ایامی سے مراد عورتیں ہیں جن کا خاوند نہ ہو، کیونکہ لفظ "الایـــم" مطلقاً اس معنی میں مستعمل ہے اگرچہ مقید کرکے مرد کے لئے بھی استعمال کرسکتے ہیں جیسے لفظ "العزب" مطلقاً مرد کے لئے ہے اگرچہ مقید کرکے عورت کے لئے بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب ان کے غلام اور باندیاں اگر نکاح کے قابل ہوجائیں تو ان کی شادی کرادیں، پس پہلی آیت میں اپنی شادی کرنے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں دوسری کی شادی کروانے کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول "اِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَآءَ" تینوں مذکورہ قسموں کو شامل ہے، کیونکہ الایم اپنے خاوند کے نفقہ کی وجہ سے مالدار ہوگی اور اسی طرح باندی بھی، باقی غلام کہ اس کے پاس بالکل مال نہیں اور اس کا مال آقا کے لئے ہے، لہٰذا جب تک وہ غلام ہے فقیر ہے، اوراس کے نکاح کے لئے کسی چیز کو انتہا قرار دینا ممکن نہیں حالانکہ وہ انتہاءِ غنی ہے، جب تک وہ غلام ہے لہٰذا اس کی مالداری اس وقت ثابت ہوگی جب وہ آزاد ہوجائے اور وہ اپنی آزادی کی وجہ سے وہ مالدار شمار ہوگا اور اس کو غلامی میں نکاح کی حاجت تو پیش آئے گی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کا نکاح کروانے کا حکم دیا اور خبر دی کہ اسے اپنے فضل سے مالدار فرمادیں گے یا تو کمانے کے ذریعہ سے یا آقا کے خرچ کرنے کے ذریعہ سے اس پر بھی اور اس کی بیوی پر بھی، لہٰذا ممکن نہیں کہ غلام کے نکاح کے لئے مالدار ہونے کا انتظار کیا جائے جیسا کہ آزاد کے نکاح کے لئے کیا جاتا ہے۔

مسند میں مرفوع حدیث ہے فرمایا: "تین آدمیوں کی مدد اللہ پر حق ہے: ۱۔ پاکدامنی کے ارادہ سے شادی کرنے والا ۲۔ ادا کی نیت سے مکاتب بننے والا غلام،[1]

---

[1] مکاتب وہ غلام ہے جس پر آقا نے ایک رقم مقرر کردی ہو کہ جب اس کو ادا کرے دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔

۳۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا''۔

یوسف علیہ السلام کی فقید المثال پاکدامنی

اللہ رب العزت نے یوسفؑ کی پاکدامنی کا ذکر فرمایا، اور یہ پاکدامنی اور عفت کی سب سے عظیم مثال ہے، کیونکہ جو اسباب گناہ ان کے پاس جمع تھے ایسے اسباب کسی کو میسر نہ ہو سکتے تھے، وہ اسباب درج ذیل ہیں۔

(۱) وہ جوان تھے اور جوانی شہوت سے مرکب ہے۔

(۲) کنوارے تھے۔

(۳) مسافر و پردیسی تھے، خاندان والوں اور دوستوں میں رہنے والا شرماتا ہے اگر ان کو علم ہو گیا تو بہت بے عزتی ہوگی لیکن مسافر بن جائے تو یہ مانع زائل ہو جاتا ہے۔

(۴) یہ ملوک غلام کی صورت میں تھے اور غلام ان چیزوں سے نفرت نہیں کرتا جن سے آزاد نفرت کرتا ہے۔

(۵) عورت خوبصورت اور باکمال تھی اور یہ سب سے قوی سبب اور مضبوط داعی ہے۔

(۶) مطالبہ گناہ بھی عورت کی طرف سے تھا لہٰذا اس سے یہ خطرہ بھی ختم ہو گیا کہ آدمی خواہش کرے تو عورت انکار کر دے اور طلب کے ساتھ رغبت تامہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۷) اور پھر برانگیختہ کرنا اور جذبات کو ابھارنا بھی ہے کہ اس سے یہ خوف دور ہو گیا کہ وہ عورت ان کا امتحان لے رہی ہو۔

(۸) بادشاہ کے محل اور عورت کے کمرہ میں تھے اور وہ تمام اوقات کو جانتی تھی، اور ایسی جگہ تھے جہاں کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔

(۹) دروازہ بند کرنے سے اور زیادہ حفاظت ہوگئی کہ اچانک کسی کے آنے کا خطرہ نہ تھا۔

ان تمام اسباب کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکدامن رکھا اور انہوں نے زلیخا کی اطاعت نہ کی، اور اللہ اور زلیخا کے خاوند کے حق کو ہر چیز پر مقدم رکھا، یہ ایک ایسا معاملہ تھا کہ اگر ان کے علاوہ کسی اور کو اس میں مبتلا کیا جاتا تو نہ جانے اس کی کیا حالت ہوتی؟۔

یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے متعلق چند علمی تفسیری نکات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"قَدْ هَمَّ بِهَا" یعنی یوسف علیہ السلام نے زلیخا کا ارادہ کیا" اس کا کیا مطلب ہے؟

اس کے دو جواب ہیں:

(۱) یہاں تقدیری عبارت محذوف ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا "انہوں نے عورت کا ارادہ نہیں کیا لیکن اگر اپنے رب کی برہان کو نہ دیکھتے تو ارادہ کر بیٹھتے"۔

(۲) تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان کا ارادہ کھٹکے کا ارادہ تھا اور انہوں نے اسے اللہ کے لئے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر انہیں اجر عطا فرمایا جبکہ عورت کا ارادہ اصرار کا ارادہ تھا جس پر اس نے پورا زور لگایا تھا لیکن وہ ان تک نہ پہنچ سکی، لہٰذا دونوں ارادے برابر نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کھٹکے کا ارادہ (۲) اصرار کا ارادہ۔

کھٹکے کے ارادہ پر مواخذہ نہیں جبکہ اصرار کے ارادہ پر مواخذہ ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ انہوں نے اپنی برأت کے ظہور کے وقت "وما ابری نفسی" کیوں کہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے یوسفؑ کا قول نہیں ہے، یہ بات ہی درست ہے کہ اس کی تائید چند وجوہات کی بناء پر ہوئی ہے ایک یہ

کہ یہ عورت کے اس کلام کے ساتھ متصل ہے:

﴿اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ﴾

''اب حق ظاہر ہو گیا میں نے اس کو بہکایا تھا اور وہ سچوں میں سے ہے، اور یہ اس لئے کہا تا کہ عزیز معلوم کرلے کہ میں نے اس کی غائبانہ خیانت نہیں کی تھی اور بات کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتا، اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں سمجھتی۔''

اگر اسے یوسفؑ کا قول بنایا جائے تو تقدیری عبارت مضمر ماننی پڑے گی جس پر کوئی قرینہ موجود نہیں اور ایسی صورت میں التباس سے سے بچنے کے لئے قول کو حذف نہیں کیا جاتا کیونکہ زیادہ سے زیادہ دو اوامر کا احتمال رکھتا ہے اور پہلا کلام قطعی طور پر اولیٰ اور بہتر ہے۔

اس کے قول کے درست ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یوسفؑ اس گفتگو کے وقت حاضر نہ تھے بلکہ جب زلیخا نے ''اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الحق'' الخ کہا تو یہ جیل میں تھے اور اس پر واضح قرینہ یہ ہے کہ جب بادشاہ نے انہیں بلوانے کے لئے قاصد بھیجا تو انہوں نے قاصد سے کہا، ''اِرْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَابَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ'' ''اپنے مالک کی طرف لوٹ اور اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے''

پس بادشاہ نے قاصد بھیج کر ان سب عوتوں کو بلوایا اور ان سے سوال کیا ان عورتوں میں زلیخا بھی تھی، سب نے یوسفؑ کی غیر موجودگی میں ان کی برأت اور بے گناہی کی گواہی دی اور ان کے لئے صرف حق بات کہنا ہی ممکن تھا، لہٰذا عورتوں نے کہا: حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ'' ''خدا کی قسم! ہمیں اس کے متعلق کسی بری بات کا علم نہیں۔''

اور عزیز مصر کی بیوی نے کہا "اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ"
میں نے اسے اس کے نفس سے ورغلایا تھا اور وہ سچوں میں سے ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قرآن کے اس قول، "ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ" کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا بہترین حل یہ ہے کہ یہ یوسف علیہ السلام کا ہی قول ہے یعنی قاصد بھیجنے کے باوجود میری تاخیر اس وجہ سے ہے تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کی غیر موجودگی میں اس کی بیوی سے کوئی خیانت نہیں کی اور اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکر کو کامیاب نہیں کرتا، پھر فرمایا۔ "وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"

یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نفس کی کامل پہچان کا نتیجہ تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو تہمت سے بری الذمہ کیا اور ان کی پاکدامنی کو ظاہر کیا تو انہوں نے اپنے نفس کے حال کو ظاہر کیا کہ وہ اس کو پاکدامن اور بے قصور قرار نہیں دیتے بلکہ یہ اللہ کی رحمت ہے اور اس کا فضل ہے کہ اس نے انہیں بچالیا۔ لہٰذا انہوں نے بے گناہی ظاہر ہونے کے بعد سارے معاملہ کو اللہ کی طرف لوٹا دیا۔

اگر بطور اعتراض کے کہا جائے کہ ٹھیک ہے ایک جماعت علماء نے اس کا یہی مطلب بیان کیا ہے لیکن درست بات یہی ہے کہ یہ زلیخا کے کلام کا نتیجہ ہے کیونکہ تمام ضمائر ترتیب کے ساتھ اس بات پر دال ہیں کہ یہ زلیخا کا کلام ہے، جیسے عورتوں کا قول: "مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ" اور گورنر کی بیوی کا قول، "اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ" یہ پانچوں ضمیریں اور ان کے ساتھ یہ قول، ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ" اور یہ بعینہ پہلے مذکور ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو کلام کو اس کی ترتیب سے جدا کرے اور اس میں قول مضمر ماننے پر کوئی دلیل موجود نہیں، اگر کوئی کہے کہ زلیخا کے قول، "لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ" کا کیا مطلب ہے؟ تو فرمایا گیا ہے کہ اس کا

مقصد عذر کو بیان کرنا ہے اس نے اعتزار کو اعتراف کے ساتھ ملایا اور کہا، "یہ میرا قول ہے اس کی بے گناہی کا اقرار ہے تا کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں جھوٹ بول کر اس سے خیانت نہیں کی اگرچہ اس معاملہ کے شروع میں میں نے اس سے خیانت کی تھی، اب وہ جان لے گا کہ میں نے خیانت نہیں، پھر اس قول کے ذریعہ عذر پیش کیا، "وَمَا اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ" اس کے بعد اس سبب کو ذکر کیا جس کی وجہ سے وہ اپنے نفس کو بری الذمہ قرار نہیں دیتی کہ وہ سبب نفس کا برائی پر بھڑکانے والا ہونا ہے۔

غور کیجئے کہ اس عورت کا معاملہ کتنا عجیب ہے کہ اس نے حق کا اقرار کیا، اپنے محبوب کی طرف سے عذر پیش کیا پھر اپنی طرف سے عذر پیش کیا، پھر اس سبب کا ذکر کیا جس نے اس کو برائی پر آمادہ کیا، اور اپنی بات کا اختتام اللہ کے رحم اور مغفرت کی امید پر کیا، کہ اگر وہ اپنے بندہ پر رحم نہ کرے تو بندہ تو گناہوں میں ڈوب جائے۔

اب آپ خود موازنہ کرلیں کہ وَمَا اُبَرِّئُ کو کس کا کلام بنانا بہتر ہے، یوسف علیہ السلام کا یا زلیخا کا، اور دونوں کی تقدیری عبارت کے فرق میں غور کرلیں، اور یہ بات بعید نہیں کہ عورت یہ بات کہے حالانکہ وہ مشرکہ تھی کیونکہ مشرک لوگ اللہ رب العزت کی ربوبیت اور حقانیت کا اقرار کرتے تھے اگرچہ اوروں کو اس کا شریک ٹھہراتے تھے، اور آپ زلیخا کے خاوند کے اس قول کو بھی نہ بھولیں: "وَاسۡتَغۡفِرِیۡ لِذَنۡۢبِکِ اِنَّکِ کُنۡتِ مِنَ الۡخَاطِئِیۡنَ." "اپنے گناہ کی بخشش طلب کر، تو غلطی کرنے والوں میں سے تھی۔

اللہ کے عرش کا سایہ حاصل کرنے والے سات خوش نصیب

ایک صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں گے جس دن اُن کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا، ایک عادل بادشاہ، دوسرا وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرے، تیسرا وہ آدمی جس کا دل

مسجد میں اٹکا ہو، چوتھے وہ دو آدمی جن کی آپس میں اللہ کے لئے محبت ہو اسی میں ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی، پانچواں وہ آدمی جسے کوئی حسب ونسب والی خوبصورت عورت اپنی طرف متوجہ کرے تو وہ کہہ دے مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے، چھٹا وہ آدمی جو اس مخفی طریقہ سے صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو دائیں کا خرچ کردہ معلوم نہ ہو اور ساتواں وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کے آنسو بہہ پڑیں۔[1]

غار میں پھنسے ہوئے تین نیک آدمیوں کا قصہ

ایک اور صحیح حدیث میں حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ زوردار بارش شروع ہوگئی، وہ پناہ لینے کے لئے ایک غار میں گھس گئے، اس دوران غار کے دروازہ پر پہاڑ سے ایک چٹان گری اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا، ان میں سے ایک نے کہا، ''اپنے نیک اور صالح اعمال کو یاد کرو اور ان کے واسطہ سے اللہ کے حضور دعا مانگو، لہٰذا ایک کہنے لگا، ''اے اللہ! تو جانتا ہے، میرے بوڑھے والدین ایک بیوی اور دو بچے ہیں، میں بکریاں چراتا ہوں، جب شام کو واپس آتا ہوں اور دودھ دوھتا ہوں تو بچوں سے پہلے والدین کو دودھ پلاتا ہوں، ایک رات میں کہیں پھنس گیا اور مجھے بہت دیر ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ وہ دونوں سو چکے ہیں میں نے معمول کے مطابق دودھ دوہا، اب مجھے ان کو جگانا بھی مناسب معلوم نہ ہوا اور نہ مجھے یہ بات اچھی معلوم ہوئی کہ بچوں کو والدین سے پہلے دودھ پلاؤں، بہرحال میں ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا، بچے بھوک کی وجہ سے میرے قدموں میں گر کر فریاد کرتے رہے لیکن میں اسی طرح کھڑا رہا یہاں تک صبح ہوگئی، اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس چٹان کو سرکا دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں''، اس کی دعا سے چٹان سرک گئی، دوسرا بولا: ''اے اللہ میری ایک چچا

[1] رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی واحمد کما قال السیوطی

زاد تھی، مجھے اس سے بہت زیادہ محبت ہوگئی، میں نے اس سے بدکاری کی چاہت کی تو اس نے انکار کر دیا اور اس عمل کے لئے مجھ سے سو دینار کا مطالبہ کیا میں نے سو دینار جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی یہاں تک کہ میں ان کو جمع کر کے لے آیا، جب میں اس سے بدکاری کرنے لگا، تو اس نے کہا، ''اللہ کے بندہ اللہ سے ڈر اور پردہ بکارت کو اس کے حق کے بغیر زائل نہ کر''، میں اس کو چھوڑ کر چل پڑا اور دینار بھی نہ اٹھائے، اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اس چٹان کو ہٹا دے'' چٹان تھوڑی سی اور سرک گئی، تیسرا بولا، ''اے اللہ! میں نے ایک مزدور کرایہ پر لیا، جب اس نے اپنا کام پورا کر دیا تو میں نے اس کو مزدوری دینا چاہی تو اس نے انکار کر دیا تو میں نے ان کے روپے سے کھیتی باڑی کی اور منافع کمایا اور ایک گائے اور اس کا چارا وغیرہ خریدا، وہ کچھ عرصہ بعد واپس آیا اور کہا، ''اے شخص! اللہ سے ڈر اور مجھ پر ظلم نہ کر اور میرا حق مجھے دیدے'' میں نے کہا، ''یہ گائے اور اس کا چارا وغیرہ سب تیرا ہے لے جا'' اس نے کہا، ''اللہ سے ڈر اور مجھ سے مذاق نہ کر'' میں نے کہا، ''میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا، یہ سب کچھ لے جا'' وہ اسے لے کر چلا گیا، اے اللہ اگر میں نے یہ عمل تیری رضا کے لئے کیا ہے تو اس مصیبت کو ہم سے ہٹا دے'' پس اللہ تعالیٰ نے چٹان کو ہٹا دیا اور وہ سب باہر نکل گئے''۔[1]

بنی اسرائیل کے ایک شخص کی عفت کا قصہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے اور فرماتے ہیں کہ میں نے یہ ارشاد حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سات سے بھی زیادہ مرتبہ سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک ذوالکفل نامی آدمی تھا، وہ ہر قسم کی برائی اور گناہ میں مشغول تھا، ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی، اس نے اسے ساٹھ دینار دے کر بدکاری پر آمادہ کیا، جب وہ بدکاری کرنے لگا تو عورت کانپنے لگی اور رونے لگی، اس نے

[1] رواہ الشیخان

کہا، ''تو کیوں روتی ہے کیا میں تجھے برا لگا ہوں؟'' کہنے لگی، ''نہیں بلکہ میں یہ کام پہلی مرتبہ کرنے لگی ہوں'' ذوالکفل نے کہا، ''اگر پہلے نہیں کیا تو اب کیوں کرتی ہے؟'' عورت بولی، ''مجھے ایک ضرورت درپیش تھی'' ذوالکفل نے اسے چھوڑ دیا اور کہا، ''چلی جا اور یہ دینار بھی تیرے ہیں'' پھر کہا، ''ذوالکفل اب کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا'' وہ اسی رات مرگیا تو صبح کو اس کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا، ''اللہ تعالیٰ نے ذوالکفل کو معاف کردیا۔''

عقبہ بن عامر جہنی کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس نوجوان پر تعجب کرتے ہیں جس میں لہوولعب کی طرف میلان نہ ہو۔''[1]

چند پاکدامن لوگوں کے ایمان افروز واقعات

(۱) امام مبرد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ: ''کوفہ میں ایک بہت خوبصورت، عبادت گزار اور محنت کش نوجوان تھا، نخعی قوم کی چند نوجوان لڑکیوں کے پاس سے اس کا گزر ہوا اس کی نظر ایک لڑکی پر پڑی اور یہ اس پر عاشق ہوگیا، اور اس کی عقل جاتی رہی، لڑکی بھی اس سے محبت کرنے لگی، اس نوجوان نے اپنے باپ کو لڑکی کے لئے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا، لیکن جواب یہ ملا کہ اس کے چچا زاد سے اس کا رشتہ ہو چکا ہے، جب دونوں محبت کی آگ میں جلنے لگے تو ایک دن لڑکی نے اس کی طرف پیغام بھیجا، مجھے تیری محبت کی شدت نے بے چین کر دیا ہے اور میں سخت مصیبت میں پریشان ہوں، اگر تو چاہے تو میں تیرا دیدار کرلوں اور اگر تجھے منظور ہو تو میں تیرے آنے کا راستہ آسان کردوں تاکہ تو میرے گھر آ جائے۔'' اس نوجوان نے پیغام لانے والی سے کہا، ''ان دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک بھی ممکن نہیں، اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے قیامت کے عذاب کا خوف ہے، میں ایسی آگ سے ڈر رہا ہوں جس کا شعلہ کبھی نہ بجھے گا اور اس کی لپٹیں کبھی کم نہ ہوں گی۔'' جب لڑکی کو اس کا یہ جواب ملا تو اس کہا: وہ اس عشق کے باوجود

---

[1] رواہ احمد

بھی اللہ سے ڈر رہا ہے، اس جیسا انسان کوئی نہیں، یہ تو پورا ایک جہان ہے" پھر اس لڑکی نے دنیا سے ترک تعلق کر لیا اور تمام تعلقات کو پس پشت ڈال دیا اور عبادت گزار بن گئی، لیکن اس کے باوجود وہ اس نوجوان کے عشق میں پگھل رہی تھی اور اس کی محبت میں گھل رہی تھی حتیٰ کہ اس کا انتقال ہو گیا، نوجوان اس کی قبر پر آیا کرتا تھا اور خوب رویا کرتا تھا، پھر اللہ سے اس کے لئے دعا مانگا کرتا تھا، ایک دن قبر پر اس کی آنکھ لگی، اس نے اس لڑکی کو خواب میں بڑے خوبصورت حال میں دیکھا اور پوچھا: تو کیسی ہے؟ اور میرے بعد تیرا کیا ہوا؟ تو کہنے لگی:

نعم المحبة یا سؤلی محبتکم ۔۔۔ حب یقود الی خیر واحسان

"اے سوال کرنے والے تیری محبت اتنی اچھی محبت ہے جو خیر و بھلائی کی طرف لیجاتی ہے۔"

اس نے کہا: اس محبت کی وجہ سے تو کہاں پہنچ گئی؟ تو جواب دیا:

الی نعیم وعیش لا زوال له ۔۔۔ فی جنة الخلد ملک لیس بالفانی

"ایسی نعمتوں اور زندگی کی طرف جنہیں زوال نہیں ہے ہمیشہ کی جنت میں جس کی ملکیت فنا نہ ہوگی۔"

اس نوجوان نے کہا: تو مجھے یاد کرتی ہے حالانکہ میں تو تجھے نہیں بھولا؟، کہنے لگی: خدا کی قسم میں بھی تجھے نہیں بھولی، میں نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ تو ہم دونوں کو جمع فرما، سنو تم محنت و مجاہدہ کے ذریعہ میری مدد کرو" نوجوان نے کہا، "میں تجھے کب دیکھوں گا؟" کہنے لگی، "عنقریب تو آنے والا ہے اور ہمیں دیکھ لے گا" وہ نوجوان اس خواب کے بعد صرف سات راتیں زندہ رہا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔"

(۲) زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عبد الرحمٰن بن ابی عمار مکہ آئے، وہ بڑے عبادت گزار آدمی تھے، اور ان کی عبادت کی وجہ سے انہیں راہب کہا جاتا تھا، ایک دن وہ ایک باندی کے پاس سے گزرے جو گانا گا رہی تھی، یہ کھڑے ہو گئے اور اس کا گانا

سننے لگے، جب اس کے آقا نے دیکھا تو ان سے کہا کہ آپ اندر آ جائیں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا اس نے کہا، ''پھر ایسی جگہ بیٹھ جائیں کہ اس کا گانا سن لیں لیکن اس کو نہ دیکھیں،'' انہوں نے ایسا ہی کیا، اس لڑکی کی آواز ان کو بہت پسند آئی، اس کے آقا نے کہا: ''اگر آپ چاہیں تو یہ میں آپ کو دے دیتا ہوں'' انہوں نے تھوڑا انکار کیا لیکن پھر قبول کر لیا، پھر جب انہوں نے اس کو دیکھا تو یہ ان کو بہت اچھی لگی، اب ان دونوں کو ایک دوسرے سے محبت ہو گئی، ایک دن باندی نے عبدالرحمٰن سے کہا، ''خدا کی قسم مجھے تم سے محبت ہے'' انہوں نے کہا، ''مجھے بھی تجھ سے محبت ہے'' باندی بولی، ''میں چاہتی ہوں کہ میں اپنا منہ تیرے منہ پر رکھوں'' انہوں نے کہا ''میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' وہ کہنے لگی، ''تو مانع کیا ہے؟ حالانکہ یہاں کوئی بھی نہیں'' تو انہوں نے اسے کہا ''تیرا ناس ہو، میں نے یہ ارشاد ربانی سنا ہے، ''اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ.'' ''اس دن سوائے متقین کے دوست باہم دشمن بن جائیں گے۔''

اور میں اس بات کو بہت ناپسند کرتا ہوں کہ ہماری دنیا کی محبت کا صلہ آخرت میں دشمنی کی صورت میں ملے، پھر وہ اس کے پاس سے اٹھ گئے اور ان کی آنکھوں سے محبت کی وجہ سے آنسو بہہ رہے تھے۔''

(۳) امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے ایک اعرابی سے کہا: مجھے اپنی اس رات کا حال سنا جو فلاں عورت کے ساتھ گزری، وہ کہنے لگا، ''ہاں میں نے اس کے ساتھ اس حال میں تنہائی کی کہ چاند اس کی زیارت کروا رہا تھا، جب وہ غائب ہوا تو وہ مجھے چاند دکھانے لگی'' میں نے کہا، ''تمہارے درمیان کیا ہوا؟'' اس نے کہا، اللہ کی حلال کردہ چیز حرام کردہ چیز سے قریب تھی یعنی بغیر برائی کے اشارہ، بغیر چھونے کے قرب[1]

میری جان کی قسم اس کے ساتھ گزرے ہوئے دن اس کے بغیر گزرے ہوئے دنوں کی نسبت بہت لمبے ہوتے ہیں'' محبت کی یہ کیفیت کیا ہی عمدہ ہے:

---

[1] خیال رہے کہ شرعاً یہ حرکت غیر عورت سے جائز نہیں۔

ما ان دعانی الھوی لفاحشة الا نھانی الحیاء والکرم
فلا الی فاحش مددت یدی ولا مشت بی لریبة قدم

''مجھے جب بھی عشق نے برائی کی دعوت دی تو مجھے اس سے حیاء و شرافت نے روک لیا اور میں نے کبھی بدکاری کی طرف نہ ہاتھ بڑھایا اور نہ اس کی طرف میرا قدم بڑھا۔''

(۴) عثمان بن ضحاک خزامی بیان کرتے ہیں: میں حج کے ارادہ سے نکلا جب میں مقام ابواء میں پہنچا تو وہاں ایک عورت خیمہ کے دروازہ پر بیٹھی تھی، اس کا حسن مجھے بہت دلکش معلوم ہوا تو میں نے نصیب کا یہ شعر پڑھا:

بزینب المم قبل ان یرحل الرکب وقل ان تملینا فما ملک القلب

''سواروں کے اترنے سے پہلے زینب کے پاس جانا اور اسے کہنا اگر تو ہم سے بیزار ہوگئی ہے تو دل نے تجھے بیزار نہیں کیا۔''

اس نے کہا: تو جانتا ہے یہ شعر کس کا ہے؟'' میں نے کہا،''ہاں، نصیب کا'' اس نے کہا،''تو اس کی زینب کو جانتا ہے؟'' میں نے کہا،''نہیں'' کہنے لگی،''میں ہی اس کی زینب ہوں'' میں نے کہا،''اللہ تجھے زندگی دے'' وہ بولی،'' آج نصیب کی واپسی کا دن ہے وہ پچھلے سال امیر المومنین کے پاس گیا اور آج کے دن واپسی کا وعدہ کیا تھا، شاید تیری موجودگی ہی میں وہ آ پہنچے'' اس دوران کہ میں وہیں سواری پر سوار تھا وہ کہنے لگی:''تو اس سوار کو دیکھ رہا ہے، لگتا ہے، یہ نصیب ہی ہے'' وہ آ پہنچا تو واقعتاً وہ نصیب ہی تھا، وہ خیمہ کے قریب اتر گیا، وہ آیا اس نے سلام کیا اور زینب کے پاس بیٹھ گیا اور وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے سے خیر خیریت پوچھنے لگے، اور زینب نے خواہش کی کہ وہ سارے واقعات اشعار میں سنائے، نصیب نے ایسا ہی کیا، میں نے دل میں کہا: دو محبت کرنے والوں میں جب جدائی لمبی ہو جائے تو ملاقات کے بعد ضرور کوئی حاجت تو ہوتی ہوگی، میں اپنے اونٹ پر سوار ہونے کے لئے چل پڑا تو نصیب نے کہا:''ٹھہر جا!'' میں بیٹھ گیا۔ یہاں تک وہ

میرے ساتھ اٹھا اور ہم دونوں اکٹھے چلنے لگے، تو اس نے مجھے کہا: کیا تو نے اپنے دل میں کہا تھا کہ جب دو محبت کرنے والے لمبی جدائی کے بعد ملیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی حاجت تو ہوتی ہوگی؟'' میں نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا: ''رب کعبہ کی قسم، میں جتنا قریب آج بیٹھا تھا آج سے پہلے میں کبھی اس کے اتنا قریب نہیں بیٹھا۔''

(۵) عمر بن شبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: ایک آدمی ایک لڑکی سے محبت کیا کرتا تھا اور اس کے گھر کے ارد گرد چکر لگایا کرتا تھا کہ شاید یہ اس کو دیکھنے والے کا دیدار کرے اگر اسے کبھی اس کے ساتھ بیٹھنے کا موقع مل جاتا تو باہم شکوہ شکایت کرتے اور ایک دوسرے کو اشعار سناتے، ایک دن آدمی نے عورت کو اشارہ کیا اور عورت نے اس کو اشارہ کیا اور دونوں نے باہم وعدہ کیا، پھر جب وہ ملے تو اس نے شکوہ کیا اور نہ ہی اشعار سنائے، اور وہ اس عورت کی طرف یوں گیا جیسے اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے نکاح پر گواہ بنایا ہو۔

محمد بن سیرین فرماتے ہیں: پہلے لوگ بغیر کسی تہمت والزام کے عشق کیا کرتے تھے اور ایک عاشق آدمی جب لوگوں کے پاس آتا اور ان سے گفت وشنید کرتا تو وہ اس کو برا محسوس نہ کرتے۔

ہشام بن حسان فرماتے ہیں: لیکن آج کل تو لوگ صحبت کے بغیر راضی ہی نہیں ہوتے۔

ایک اعرابی سے پوچھا گیا: ''تم لوگ کسے عشق کہتے ہو؟'' اس نے جواب دیا، بوسہ، معانقہ اور آنکھ مارنا عشق ہے، جب صحبت ہو جائے تو محبت فاسد ہو جاتی ہے''۔

(۶) مبرد کہتے ہیں: عتبی ایک مالک نامی باندی سے محبت کرتا تھا، اسے خط لکھا،

یــا مــلــک قــد صــرت إلــى خطةٍ	رضـيــت مـنـهـا فيـك بـالـضيـم
مـــا اشـتـمـلـت عـيـنـى عـلى رقـدة	مـذغـبـت عـن عـيـنـى إلـى اليـوم

فبتُّ مفتوق مجاری البکا معطل العین عن النوم
ووجدی الدھر بکم غلمة فالموت من نفسی علی سوم
یلومنی الناس علی حبکم والناس اولی فیک باللوم

"اے مالک! تو ایسی جگہ پہنچ چکی ہے کہ میں تیرے ظلم پر راضی ہوں، جب سے تو مجھ سے غائب ہوئی ہے اس وقت سے آج تک میری آنکھ جاگ رہی ہے، میں راتوں کو روتے ہوئے اور جاگتے ہوئے گزارتا ہوں، میں تمہاری وجہ سے شدید شہوت میں مبتلا ہوں اور موت میرے نفس کے ارد گرد گھوم رہی ہے، لوگ تمہاری محبت کی وجہ سے مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ انہیں تجھ پر ملامت کرنی چاہیے تھی۔"

اس کی باندی نے جواب دیا:

إن تکن الغلمة هاجت بکم فعالج الغلمة بالصوم
لیس بک الحب ولکنما تدور من هذا علی کوم

"اگر شدید شہوت نے تمہیں برانگیختہ کر دیا ہے تو اس شہوت کا علاج روزہ کے ذریعہ کرو، تجھے محبت نہیں ہے بلکہ تو تو شہوت پوری کرنے کے لئے محبوبہ کے گرد گھوم رہا ہے۔"

اس معشوقہ نے اس حدیث کی طرف تلمیح کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے نوجوانوں کی جماعت، تم میں سے جو شادی کی طاقت رکھتا ہو تو وہ شادی کر دے، کیونکہ یہ نگاہ کو جھکاتی ہے اور شرمگاہ کو پاک کرتی ہے اور جس کو شادی کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ شہوت کی آگ کو بجھاتا ہے۔"[1]

(۷) ابوحسن مدائنی فرماتے ہیں: ایک مسلمان کو مکہ میں کسی لڑکی سے پیار

---

[1] رواہ البخاری (۱۹۰۵)

ہو گیا، اس نے اس کے قریب ہونا چاہا لیکن عورت نے منع کر دیا، تو اس شخص نے عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ کے حوالے سے کہا:

سألت الفتى المكي هل في تعانق وقبلة مشتاق الفؤاد جناح

فقال معاذ اللّٰه أن يذهب التقى تلاصق أكباد بهن جراح

''میں نے مکی نوجوان سے سوال کیا کہ کیا بے تاب دل کے بوسے
اور معانقہ میں کوئی حرج ہے تو اس نے کہا، اللہ کی پناہ اس بات سے
کہ زخمی دلوں کا باہم ملنا تقویٰ کو ختم کر دے۔''

وہ عورت کہنے لگی، کیا تو نے عطاء سے اس بارے میں سوال کیا تھا کہ انہوں نے تجھے ایسا کہا؟'' اس نے اثبات میں جواب دیا تو اس عورت نے اس کو دیکھا، ملاقات کی اور اسے کہا کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ کے متعلق آگے کسی کو نہ بتانا۔''

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ، عبدالملک بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں: میں نے محمد بن منکدر کو وضاح الیمن کا یہ شعر سنایا:

فما نولت حتى تضرعت حولها واقرأتها مارخص اللّٰه في اللمم

''میں نے عطیہ نہیں دیا یہاں تک کہ میں اس کے ارد گرد گریہ زاری
کرنے لگا اور میں نے اس کو وہ آیت پڑھائی جس میں اللہ نے
چھوٹے گناہوں کی رخصت دی ہے۔''

تو محمد مسکرائے اور کہا: ''وضاح تو اپنے آپ کو فتویٰ دینے والا ہے۔''

(۸) اصمعی کہتے ہیں: ایک اعرابی سے پوچھا گیا، اگر تجھے اپنی معشوقہ سے ملاقات کا موقع مل جائے تو تو کیا کرے گا؟ اس نے جواب دیا ''آنکھ کو اس کے چہرہ اور دل کو اس کی باتوں سے خوش کروں گا، اور اس سے وہ چیز چھپاؤں گا جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا اور اس کے کھلنے پر راضی نہیں ہوتا، مگر اس کے حلال ہونے کے بعد'' اسے کہا گیا، ''اگر تجھے خوف ہو کہ تم دونوں اس کے بعد ملاقات نہ کر پاؤ گے تو پھر! کہنے لگا: میں دل کو

اس کی محبت کے حوالہ کر دونگا، اور کسی برے عمل کے ذریعہ اس کے عہد کو نہ توڑوں گا''۔

(۹) ایک ایسے عاشق سے جس کی معشوقہ کی شادی چچازاد سے ہوگئی تھی اور اس کی رخصتی ہو رہی تھی کہا گیا، ''کیا تجھے اس بات کی خوشی ہوگی کہ آج کی رات تجھے اس کے ساتھ مل جائے؟'' اس نے کہا، ''ہاں کیوں نہیں'' اسے کہا گیا پھر تو کیا کرے گا؟ کہنے لگا: میں محبت کو اس کے منہ تک محدود رکھوں گا، گناہ میں شیطان کی نافرمانی کروں گا، دس سال کے عشق کو ایسی چیز سے خراب نہ کرون گا جس کا عار باقی رہتا ہے، جس کی باتیں برائی کے ساتھ پھیلائی جاتی ہیں اور ندامت باقی رہتی، اس صورت میں بڑا کمینہ ثابت ہوں گا اور مجھے اس سے کوئی اچھی اولاد نہ ملے گی''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بہادری خوف خدا کی وجہ سے خواہشات کو چھوڑنے کا نام ہے''

مالک بن دینار فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک لڑکی کو بیت اللہ کے پردوں سے چمٹ کر یہ دعا کرتے سنا: اے میرے رب! کتنی ہی شہوتوں کی لذتیں ختم ہوگئیں اور ندامتیں باقی رہ گئیں، اے اللہ! کیا تیری سزا صرف آگ ہی ہے؟'' وہ صبح تک وہیں کھڑی رہی جب صبح ہوئی تو میں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھتے ہوئے کہا: مالک کا ستیاناس ہو چھوٹی سی لڑکی نے ساری رات اسے بیکار کھڑا رکھا''

(۱۰) مخرمہ بن عثمان کہتے ہیں: مجھے معلوم ہوا کہ ایک عبادت گزار نوجوان کو ایک بصری لڑکی سے محبت ہوگئی اس نے اس لڑکی کو شادی کا پیغام بھیجا، تو اس نے کہا: شادی کے علاوہ اگر تو کچھ چاہے تو میں کروں گی'' آدمی نے پیغام دوبارہ بھیجا اور کہا: عجیب بات ہے میں تجھے اس عمل کی طرف بلاتا ہوں جس میں کوئی گناہ نہیں اور تو مجھے اس کام کی دعوت دیتی ہے جس میں کوئی خیر نہیں'' لڑکی نے کہا: جو میرا ارادہ تھا میں نے تجھے بتا دیا، اگر چاہے تو آجا ورنہ پیچھے رہ، اس کی یہ بات سن کر لڑکے نے یہ شعر کہے:

وأسألها الحلال وتدع قلبي   إلى ما لا أريد من الحرام

کداعی آل فرعون إلیه وهم یدعونه نحو الأثام
فظلّ منعما في الخلد یسعی وظلّوا في الجحیم وفي السقام

''میں اس سے حلال کام کا مطالبہ کرتا ہوں اور وہ میرے دل کو حرام کی دعوت دیتی ہے، جیسا کہ فرعون کی قوم کو دعوت دینے والا نبی کہ وہ اس نبی کو بتوں کی دعوت دیتے تھے، وہ نبی تو جنت میں ہمیشہ کے لئے خوشحال ہو گیا لیکن فرعون کی قوم جہنم میں اور بیماریوں میں گر گئی۔''

جب عورت کو پتہ چلا کہ اس نے بدکاری سے انکار کر دیا تو اس نے پیغام بھیجا، ''جیسا تو چاہے گا میں ویسا ہی کروں گی'' لیکن نوجوان نے کہا: ''ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں جسے ہم اطاعت کی طرف بلاتے ہیں اور وہ ہمیں معصیت کی طرف بلاتی ہے۔'' پھر یہ شعر کہے:

لاخیر فیمن لایراقب ربه عند الهوی ویخافه ایمانا
حجب التقی سبل الهوی فأخو التقی یخشی إذا وافی المعاد هوانا

''اس شخص میں کوئی خیر نہیں جو اپنے رب سے نہ ڈرے خواہش نفس کے وقت اور ایمان کا خوف نہ کھائے، تقویٰ خواہش کے راستوں کو چھپا دیتا ہے اور متقی آدمی خواہشات سے ڈرتا ہے جب آخرت کو سامنے پاتا ہے۔''

(۱۱) عبدالمالک بن مروان نے لیلیٰ اخیلیہ سے پوچھا: ''کیا تیرے اور تیرے عاشق کے درمیان کبھی برائی کا ارادہ پیدا ہوا؟'' اس نے کہا، اس خدا کی قسم! جو مجھے موت دینے پر قادر ہے، میرے اور اس کے درمیان کبھی کوئی برائی نہ ہوئی، صرف یہ کہ ایک مرتبہ وہ سفر سے واپس آیا، میں نے اس سے مصافحہ کیا تو اس نے میرا ہاتھ دبایا، مجھے گمان ہوا کہ وہ مجھے برائی کی دعوت دے گا۔

اس نے مجھ سے کبھی کوئی غلط بات بھی نہ کی یہاں تک کہ موت نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی۔

(۱۲) ابن احمر فرماتے ہیں: دوران طواف میری نظر ایک عورت پر پڑی جو کہہ رہی تھی۔

لا یقبل اللّٰہ من معشوقہ عملاً　　یوما وعاشقھا غضبان مھجور

لیست بمأ جورۃ فی قتل عاشقھا　　لکن عاشقھا فی ذاک مأجور

"اللہ تعالیٰ اس دن معشوق سے عمل کو قبول نہیں کرتے جبکہ اس کا عاشق غصہ میں اور چھوڑا ہوا ہو، وہ اپنے عاشق کے قتل میں اجر نہ دی جائے گی لیکن عاشق کو اس میں اجر دیا جائیگا۔"

میں نے اسے کہا: اس جگہ میں ایسی بات! کہنے لگی، "پرے ہٹ تجھے کیا پتہ محبت کیا ہے؟" میں نے کہا، "محبت کیا ہے" تو کہنے لگے: خدا کی قسم وہ دائرہ تعریف سے خارج ہے، نگاہوں سے اوجھل ہے، وہ چقماق میں آگ کی طرح ہے اگر حرکت دے تو بھڑکے گی اگر چھوڑ دے تو چھپی رہے گی۔"

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، شرم گاہ کی حفاظت کرے، اور خاوند کی اطاعت کرے تو جنت میں داخل ہوگی۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "جو عورت اللہ سے ڈرے، شرم گاہ کی حفاظت کرے، خاوند کی اطاعت کرے، قیامت کے دن اسے کہا جائیگا جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جا۔"

(۱۳) زبیر بن بکار کہتے ہیں: ایک عورت عزہ کے عاشق کثیر سے ملی اور اسے کہا: معیدی کو سننا اسے دیکھنے سے بہتر ہے۔ (یعنی تیری باتیں سننا تجھے دیکھنے سے بہتر ہے)" وہ کہنے لگا، "اری چل! اللہ تجھ پر رحم کرے" میں ہی وہ شخص ہوں جس کا یہ شعر ہے:

فإن أک معروق العظام فإننی إذا ما وزنت القوم بالقوم أوزن

''اگرچہ میں کمزور ہڈیوں والا ہوں لیکن جب لوگوں سے میرا وزن
کیا جائے تو میں سب سے زیادہ وزنی ہوں۔''

اس نے کہا: تو قوم کے ساتھ برابری کیسے کرسکتا ہے حالانکہ تو صرف عزہ کی وجہ سے معروف ہے؟'' کثیر نے کہا،''یہ بات تو کیسے کرسکتی ہے؟ حالانکہ اللہ نے اس کی وجہ سے مجھے عزت بخشی اور اسی سے میرے اشعار کو مزین کیا، جیسا کہ میں نے اس کے بارے میں کہا:

وما روضة بالحزن طاهرة الثری یمج الندی جنجاثها وعرارها
بأطیب من أردان عزة موهنا وقد أوقدت بالمندل الرطب نارها
من الخفرات البیض لم تلق شقوة وبالحسب المکنون صاف تجارها
فإن برزت کانت لعینیک قرة وإن غبت عنها لم یعمک عارها

''سخت زمین میں پاک مٹی والا کوئی باغیچہ جس کے پودے شبنم
گراتے ہو عزہ کے آستین سے زیادہ خوشبودار نہیں تر رومال سے
اسکی آگ جلائی گئی ہے وہ ایسی سفید شرمیلی عورتوں میں سے ہے
جو بدبختی والا کام نہیں کرتیں اور ان کا نسب بھی بالکل پاک ہے،
اگر وہ تیرے سامنے آئے تو تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اگر وہ
تجھ سے غائب ہو جائے تو تجھے اس کا عار نہ پہنچے گا۔''

وہ عورت کہنے لگی،''تو اس کی خوشبو کا تذکرہ کیسے کرتا ہے؟ حالانکہ اگر ایک سیاہ فام عورت خوشبودار رومال لپیٹ لے تو اس سے ہی خوشبو آنے لگ،تو نے امرؤالقیس کی طرح کیوں نہ کہا:

خلیلی مرا بی علی أم جندب نقضی لبانات الفؤاد المعذب
ألم تریانی کلما جئت طارقاً وجدت بها طیبا وإن لم تطیب؟

''اے میرے دونوں دوستو مجھے ام جندب کے پاس سے گزار دو کہ
میں عذاب دیئے ہوئے دل کی حاجات پوری کروں، کیا تم دونوں
نہیں دیکھتے کہ میں جب بھی رات کو آتا ہو تو اس کو خوشبودار پاتا ہو
اگرچہ اس نے خوشبو نہ لگائی ہو۔''

کثیر کہنے لگا: خدا کی قسم، اس نے کیا خوبصورت بات کی ہے، وہ تو اپنی معشوقہ کی تعریف کرنے میں سب سے آگے ہے۔

ایک مرتبہ عزہ عبدالملک بن مروان کے پاس کسی حق تلفی کا مقدمہ لیکر آئی، وہ اس کو نہ جانتا تھا، وہ اس کی گفتگو سن کر بڑا متاثر ہوا، اسے ایک صاحب مجلس نے کہا: ''یہ کثیر کی عزہ ہے،'' عبدالملک نے عزہ سے کہا، اگر تو چاہتی ہے کہ میں تجھے حق دلوادوں تو مجھے وہ اشعار سنا جو کثیر نے تیرے بارے میں کہے ہیں، وہ شرمائی اور کہنے لگی، خدا کی قسم! میں کثیر کو نہیں جانتی لیکن میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ کثیر نے میرے بارے میں یہ کہا ہے:

قضى كل ذى دين فوفى غريمه وعزة ممطول معنى غريمها

''ہر مقروض نے اپنا قرض ادا کر دیا لیکن عزہ کو مہلت اور اس کے
قرض خواہ کو مشقت دی گئی ہے۔''

عبدالملک نے کہا: میں نے تجھ سے اس شعر کے بارے میں نہیں کہا بلکہ مجھے اس قصیدہ میں سے سنا:

وقد زعمت أني تغيرت بعدها ومن ذا الذى يا عزلا يتغير

تغير جسمي والخليقة كالذى عهدت ولم يخبر بسرك مخبر

''تو گمان کرتی ہے کہ میرے تیرے بعد بدل گیا ہوں اور کون ہے
ایسا اے عزہ جو نہ بدلے، میرا جسم اور اس کی ساخت اس طرح
تبدیل ہو چکا ہے جیسے وہ شخص جس سے تو نے آنے کا وعدہ کیا اور

کسی خبر دینے والے نے تیری خوشی کی خبر نہ دی۔“
کہنے لگی؟ میں نے یہ نہیں سنا، البتہ کسی کو یہ روایت کرتے سنا ہے کہ اس نے میرے بارے میں یہ کہا ہے:

کانی اناد صخرۃ حین اعرضت — من الصم لوتمشی بھا العصم زلت
صفوع فماتلقاک الابخیلۃ — فمن مل منھا ذلک الوصل ملت

عبدالملک نے اس کی ضرورت کو پورا کیا، اس کا حق دلوایا، اور حکم دیا: اسے لڑکیوں سے ملواؤ تاکہ وہ بھی اس سے ادب سیکھ لیں، عزہ نے کچھ اور شعر بھی سنائے جو کثیر نے اس کے بارے میں کہے تھے۔

(۱۴) زبیر بن بکار، عباس بن سہل ساعدی سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں شام میں تھا کہ میرا ایک شاگرد آیا اور کہنے لگا، کیا ہم جمیل کی عیادت کے لئے نہ چلیں؟ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ جان کنی کی حالت میں تھا اور میرا خیال یہی تھا کہ اب یہ نہ بچے گا، اس نے مجھے دیکھا اور کہا: ”اے ابن سہل! تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے جس نے کبھی شراب نہ پی ہو، کبھی زنا نہ کیا، کس کو قتل نہ کیا ہو اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو؟“ میں نے کہا، ”میں اس کی نجات اور دخول جنت کی امید رکھتا ہوں، لیکن ایسا آدمی کون ہے؟“ اس نے کہا، ”میں ہوں“ میں نے کہا، ”خدا کی قسم مجھے تیری سلامتی کا گمان نہ تھا کیونکہ تو نے بیس سال بثینہ کے عشق میں گزارے ہیں“ وہ بولا ”آج میرا دنیا میں آخری اور آخرت میں پہلا دن ہے، مجھے حضور ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں نے اس پر کسی غلط ارادہ سے ہاتھ رکھا ہو، ابھی ہم وہیں تھے کہ اس کا انتقال ہوگیا۔“

(۱۵) عوان بن حکیم فرماتے ہیں: عبدالمطلب جب بھی سفر کرتے تھے تو ان کے ہمراہ ان کا بیٹا حارث بھی ہوتا تھا، اور یہ ان کا سب سے بڑا بیٹا تھا، اور حسن و جمال میں انہی کے مشابہ تھا، ایک مرتبہ وہ یمن آئے اور وہاں کے بڑے سردار کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، اس نے کہا: اگر آپ اپنے بیٹے کو حکم دیں کہ وہ ہمارے ہاں ٹھہرے، ہماری

ہم نشینی اختیار کرے، تو ہمیں بہت خوشی ہوگی، انہوں نے ایسا ہی کیا، تو وہاں ایک عورت ان پر عاشق ہوگئی، اس نے ان کو پیغام بھیجا لیکن انہوں نے انکار کر دیا، اس نے جب بہت اصرار کیا تو حارث نے اپنے والد کو اس کی شکایت لگا دی، جب وہ ان سے مایوس ہوئی تو ان کو انتہائی خطرناک زہر پلا دیا، عبدالمطلب ان کو وہاں سے لیکر چل پڑے، مدینہ پہنچ کر حارث کا انتقال ہوگیا۔

(۱۶) جب حضور ﷺ کے چچازاد سفیان بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: میرے مرنے کے بعد نہ رونا کیونکہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کسی برائی میں ملوث نہیں ہوا۔

(۱۷) عروہ بن زبیر جب ولید بن عبدالملک کے پاس آئے تو ان کے پاؤں پر پھوڑا نکل آیا، تمام اطباء نے یہ فیصلہ کیا کہ ٹانگ کاٹنی پڑے گی، اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ زہر سارے جسم میں سرایت کر جائے گا، جب تیاری مکمل ہوگئی تو اطباء نے کہا: ''ہم آپ کو بے ہوشی کی دوا پلا دیں؟'' وجہ پوچھی تو کہنے لگے ''تا کہ آپ کو تکلیف کا احساس نہ ہو'' فرمایا، ''نہیں تم اپنا کام کرتے رہو'' انہوں نے ان کی پنڈلی کو آرے سے کاٹ کر داغ دیا اور پھر اسے آگ سے داغ دیا تا کہ خون نہ بہے، جب انہوں نے اپنا پاؤں ان کے ہاتھ میں دیکھا تو ان سے لے کر فرمایا، ''الحمد للہ، اللہ جانتا ہے میں کبھی تجھے لے کر حرام کی طرف نہیں چلا۔''

(۱۸) جب عمر بن ابی ربیعہ کا آخری وقت آیا تو ان کا بھائی حارث رونے لگا، عمر نے اسے کہا: اے میرے بھائی اگر تیرا رونا میرے اس سابقہ قول کہ ''وہ عورت میرے لئے اور میں اس کے لئے ہوں'' کی وجہ سے ہے تو جان لے کہ اگر میں نے کبھی کسی حرام کا ارتکاب کیا ہو تو میرے سارے غلام آزاد ہو جائیں'' حارث نے کہا، ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، جس نے میرے دل کو خوش کر دیا۔''

سفیان بن محمد کہتے ہیں: ایک دن عزہ نے عمر بن عبدالعزیز کی بہن ام بنین

سے ملاقات کی تو انہوں نے عزہ سے کثیر کے اس قول کے متعلق پوچھا:

قضی کل ذی دین فوفی غریمه　　و عزة ممطول معنی غریمها

''ہر مقروض نے اپنا قرضہ پورا پورا ادا کر دیا جبکہ عزہ کو مہلت دی گئی ہے اور اس کا قرض خواہ پریشانی میں ہے۔''

اس میں قرض کس چیز کا تھا؟ عزہ نے کہا، ''میں نے اس سے بوسہ کا وعدہ کیا تھا'' ام بنین نے کہا: میں اسے بدلہ کیسے دوں حالانکہ مجھ پر ہی اس کا گناہ ہے، اور انہوں نے اس بات کے فدیہ میں چالیس غلام آزاد کئے انہیں جب بھی یہ بات یاد آتی تو رونے لگتی اور فرماتی: ''کاش میں گونگی ہو جاتی اور یہ بات نہ کرتی۔''

(۱۹) جب ذوالرمہ کی موت کا وقت آیا تو کہنے لگے: ''میں نے بیس سال کسی تہمت اور فساد کے بغیر محبت کی ہے۔''

(۲۰) حارث بن خالد مخزومی، عائشہ بنت طلحہ کا عاشق تھا اور اس کے ان کے بارے میں اتنے اشعار ہیں کہ ابن مرزبان کے انہیں کتابی صورت میں جمع کیا ہے، جب عائشہ بنت طلحہ رحمۃ اللہ علیہا کے خاوند مصعب بن زبیر کو قتل کر دیا گیا تو حارث سے کہا گیا: اب تیرے لئے کیا مانع ہے؟، تو کہنے لگا، ''خدا کی قسم! مجھے صرف اس بات کا ڈر ہے کہ بعد میں قریشی لوگ یہ باتیں نہ کریں کہ میری اس سے محبت کسی تہمت، برائی اور غلط ارادہ کے لئے تھی۔''

(۲۱) ابن علاثہ کہتے ہیں: میں ایک اعرابی سے اس کے خیمہ میں ملا وہ رو رہا تھا، میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا، میں عاشق ہوں،'' میں نے کہا ''تو کس قبیلہ کا آدمی ہے؟'' کہنے لگے، ''میں اس قوم کا آدمی ہوں کہ جو جب عشق کرتے ہیں تو پاکدامنی کی وجہ سے انتقال کر جاتے ہیں'' میں اس کو ملامت کرنے لگا اور عشق کی مذمت بیان کرنے لگا، تو اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا:

لیس لی مسعدٌ فاشکو الیه　　انما یسعد الحزین الحزین

''میرا کوئی مدد گار نہیں جس سے میں شکایت کروں، غمگین شخص غمگین کی مدد کرتا ہے۔''

(۲۲) سعید بن عقبہ سے عذرہ کے رہنے والے ایک دیہاتی نے کہا: ''تو کون آدمی ہے؟'' جواب دیا! اس قوم کا آدمی ہوں جب عاشق ہوتے ہیں تو مر جائے'' وجہ پوچھنے پر کہا، ''ہماری عورتوں میں سوزش عشق اور ہمارے مردوں میں پاکدامنی ہے۔''

(۲۳) سفیان بن زیاد کہتے ہیں: میں نے عذرہ کی ایک عورت جو عشق کا شکار ہوگئی تھی اور اس کی موت کا اندیشہ تھا، سے کہا: کیا وجہ ہے پورے عرب میں صرف عذرہ والوں کو عشق مار ڈالتا ہے'' کہنے لگی، ''ہم میں خوبصورتی اور پاکدامنی ہے، خوبصورتی پاکدامنی پر ابھارتی ہے اور پاکدامنی دل کی رقت پر، اور عشق ہمیں موت سے ملا دیتا ہے اور ہم ایسی آنکھوں کو دیکھتے ہیں جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے۔''

(۲۴) بنی فزارہ کے ایک آدمی نے بنی عذرہ کے ایک آدمی سے کہا: ''محبت میں تمہاری موت کی وجہ کیا ہے یہ تو ذہنی کمزوری، عقل کے ضعف اور پھیپھڑے کی تنگی کی وجہ سے واقع ہوتی ہے؟'' عذری شخص نے اسے کہا: ''جب تم آنکھوں کے باہمی فاصلے والوں، جو تیزی اور سیاہ آنکھوں سے گھور رہے ہوں، آنکھوں کے اوپر باریک اور لمبا ابروئیں اور سیدھے ہونٹ ایسے سفید دانتوں کے آگے لٹک رہے ہوں، جو لڑی کے موتی معلوم ہوتے ہیں تو تم انہیں لات وعزی بنا لیتے ہو اور اسلام کو پس پشت ڈال دیتے ہو۔''

(۲۵) بشر بن ولید کہتے ہیں: میں نے مرض الموت میں ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی حرام فرج میں وطی نہیں کی اور میں نے حرام درہم بھی جان بوجھ کر نہیں کھایا۔''

(۲۶) اسماعیل بن اسحاق قاضی کہتے ہیں: میں معتضد سے ملاقات کے لئے آیا تو اس کے سرہانے دو خوبصورت چہروں والے نوجوان لڑکے کھڑے تھے، میں ان کو دیکھنے لگا، معتضد نے مجھے دیکھا کہ میں ان کے بارے میں کچھ تامل کر رہا ہوں، جب

میں اٹھنے لگا تو اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں کچھ دیر ٹھہرا رہا جب تنہائی ہوئی تو مجھے کہنے لگا: ''اے قاضی خدا کی قسم میں نے کبھی کوئی حرام کام نہیں کیا۔''

(۲۷) یزیدی کہتے ہیں: محمد بن منصور بن بسام ایک مرتبہ بیٹھے تھے اور ان کے پاس کچھ انتہائی خوبصورت کہ ایسے حسین کسی نے نہ دیکھے تھے، خادم بھی تھے، جن میں سے ہر ایک اسی ہزار دینار سے زیادہ کا تھا، لوگ ان کو دیکھنے لگے، محمد نے کہا: یہ اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہیں اگر اللہ نے کسی ایک کے ساتھ بھی میرا کوئی گناہ لکھا ہو اور ان میں سے جو اس بات کے خلاف جانتا ہو تو وہ چلا جائے اور وہ آزاد ہے اور جو چاہے میرے مال میں سے لے لے۔''

(۲۸) ابراہیم بن ابی بکر بن عیاش کہتے ہیں: میں موت کے وقت اپنے والد کے پاس حاضر تھا، میں رونے لگا، فرمایا، مت رو تیرے باپ نے کبھی کوئی بے حیائی نہیں کی۔''

(۲۹) عمر بن حفص بن غیاث کہتے ہیں: میں اپنے والد کی وفات کے وقت ان کے ہاں حاضر تھا، جب انہیں بے ہوشی طاری ہوئی تو میں رونے لگا، جب افاقہ ہوا تو فرمایا، ''تو کیوں رویا؟'' میں نے عرض کیا، ''آپ کی جدائی اور آپ کی موت کے معاملہ پر مجھے رونا آ گیا'' فرمایا: ''مت رو! میں نے کبھی کوئی حرام کاری یا بدکاری نہیں کی اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ میرے پاس دو آدمی مقدمہ لے کر آئے ہوں اور میں اس بات کی پرواہ کی ہو کہ نہ جانے یہ مقدمہ کس کے خلاف جائیگا''۔

(۳۰) سفیان بن احمد فرماتے ہیں: میں آخری وقت میں ہیثم بن جمیل کے پاس تھا، ان کو قبلہ رخ کر کے ان پر کپڑا ڈال دیا گیا تھا، ایک باندی ان کے پاؤں باندھنے لگی تو فرمایا: ان دونوں کو باندھ دے کہ اللہ جانتا ہے یہ کبھی حرام کی طرف نہیں چلے۔''

(۳۱) محمد بن اسحاق کہتے ہیں: سری بن دینار مصر کے ایک علاقہ میں تشریف لائے، وہاں ایک بہت خوبصورت عورت تھی، جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کو فتنہ میں

ڈالتی تھی، اس عورت کو ان کے آنے کی خبر ہوئی، تو اس نے فیصلہ کیا کہ: میں ان کو بھی اپنے جال میں پھنساؤں گی'' جب ان کے کمرہ کے دروازہ میں داخل ہوئی تو اپنے آپ کو آشکارا اور برہنہ کر دیا، انہوں نے کہا: ''کیا بات ہے؟'' کہنے لگی، ''کیا آپ مزہ اور لذت چاہتے ہیں۔'' حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

وکم ذی معاص نال منهن لذة　　ومات فخلاها و ذاق الدواهيا

تصرم لذات المعاصي و تنقضي　　وتبقى تباعات المعاصي كما هيا

فيا سوء تا والله راءٍ وسامع　　لعبد بعين الله يغشى المعاصيا

''کتنے ہی گناہ گاروں نے ان سے لذت حاصل کی وہ مر گئے ان کو چھوڑ دیا اور مصیبتوں کو چکھ لیا، گناہوں کی لذت ختم ہو گئی لیکن گناہوں کی تاریکیاں جوں کی توں باقی رہ گئیں، ہائے میری خرابی کہ بے شک اللہ دیکھ اور سن رہا ہے اور اس بندہ کو جو اس کے سامنے گناہوں پر چھا جائے۔''

(۳۲) عمر بن بکیر کہتے ہیں: ایک دیہاتی نے کہا: مجھے ایک عورت سے عشق تھا، میں کئی سال تک اس کے پاس جاتا رہا، اس سے بات چیت کرتا رہا لیکن ہمارے درمیان کوئی خرابی یا برائی نہ تھی، الا یہ کہ ایک مرتبہ میں نے تاریک راستہ میں اس کے ہاتھ کی سفیدی کو دیکھا تو میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا، تو کہنے لگی، ''چھوڑو'' اور محبت کو خراب نہ کر کیونکہ جب نکاح آجائے تو محبت خراب ہو جاتی ہے'' میں وہاں سے اٹھا اس حال میں کہ میرے بدن سے پسینہ بہہ رہا تھا، اور میں نے اس کے بعد دوبارہ کبھی یہ کام نہ کیا۔''

(۳۳) ابو الفرج وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں ایک بڑی خوبصورت عورت تھی اور اس کا خاوند بھی تھا، عورت نے ایک دن اپنے چہرہ کو دیکھا تو اپنے خاوند سے کہا: کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو اس چہرہ کو دیکھے اور فتنے کا شکار نہ ہو؟'' خاوند نے مثبت

جواب دیا تو کہنے لگی، ''کون!'' خاوند نے کہا، ''عبید بن عمیر'' بیوی نے کہا، ''مجھے اجازت دے دے میں اس کو اپنی طرف مائل کروں'' خاوند نے اجازت دے دی تو وہ فتویٰ لینے والی بن کر ان کے پاس پہنچ گئی، جب مسجد حرام میں ان کے ساتھ تنہائی میں ملی تو اس نے اپنا چاند جیسا چہرہ ظاہر کیا، عبید بن عمر نے کہا، ''اے اللہ کی بندی پردہ کر لے'' کہنے لگی، ''میں آپ کو اپنی طرف مائل کرتی ہوں'' حضرت نے فرمایا، ''میں تجھ سے کچھ سوالات کرتا ہوں اگر تو صحیح جواب دیا تو تیرے معاملہ میں غور و فکر ہو سکتا ہے'' اس عورت نے حامی بھر لی تو فرمایا، ''مجھے یہ بتاؤ کہ اگر موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے کے لئے آئے تو کیا تجھے خوشی ہوگی کہ تو اس حاجت کو پورا کرے؟'' اس نے کہا: ''ہرگز نہیں'' فرمایا، ''تجھے قبر میں ڈال دیا جائے اور فرشتے تجھ سے سوال کے لئے آئیں تو تجھے اس عمل کی خواہش ہوگی۔'' کہنے لگی، ''بالکل نہیں'' فرمایا، ''لوگوں کو ان کے اعمال نامے دے دیئے جائیں اور تجھے معلوم نہ ہو کہ تیرا اعمال نامہ تجھے دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں میں تو تجھے اس وقت اس عمل کی چاہت ہوگی؟'' اس نے منفی میں جواب دیا تو فرمایا، ''جب پل صراط پر گزرنے کا موقع آئے اور تجھے معلوم نہ ہو کہ تیری نجات ہو سکے گی یا نہیں تو تجھے اس کی حاجت ہوگی؟'' کہنے لگی، ''ہرگز نہیں'' پھر فرمایا، ''اعمال کے وزن کے لئے ترازو لایا جائے اور تجھے بھی حاضر کیا جائے اور تجھے معلوم نہ ہو کہ تیرے اعمال کا ترازو جھکے گا یا اوپر ہوگا اس وقت تو یہ عمل کرنا چاہے گی؟'' اس نے کہا، ''نہیں'' فرمایا: ''تو اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑی ہو تو اس وقت یہ عمل کرنے کی کوشش و چاہت کرے گی؟'' وہ اس کے ہر جواب کے بعد اس کی تصدیق کرتے رہے پھر فرمایا: ''اللہ سے ڈر اس نے تجھ پر اپنا انعام واحسان فرمایا ہے'' پھر وہ اپنے خاوند کے پاس چلی گئی خاوند نے پوچھا: ''کیا بنا؟'' کہنے لگی! ''تو بھی فضول کام میں پڑا تھا ہم بھی عبث کام میں لگے تھے'' پھر اس نے نماز، روزہ اور عبادات شروع کر دیں، اس کا خاوند کہا کرتا تھا: عبید بن عمیر کا کیا کروں؟ کہ اس نے میری بیوی بگاڑ دی وہ ہر روز دلہن بنا کرتی تھی اس نے اسے راہبہ بنا دیا۔''

(۳۴) سعید بن عبد اللہ بن راشد کہتے ہیں: ایک نوجوان عرب لڑکی ایک نوجوان عرب پر عاشق ہوگئی، وہ لڑکا عقلمند تھا، اس لڑکی نے کثرت سے اس کے پاس آنا جانا شروع کردیا، جب یہ محبت بڑھتی گئی تو وہ لڑکی بیمار ہوگئی اس کا رنگ بدل گیا اور وہ اس سے تنہائی میں ملنے کی کوشش کرنے لگی، کئی مرتبہ اس کو موقع بھی ملا لیکن نوجوان نے اس کو قریب نہ پھٹکنے دیا، اس سے اس کا مرض اور بھی بڑھ گیا یہاں تک کہ بستر پر پڑ گئی اس لڑکے کی ماں نے کہا: فلاں لڑکی بیمار ہوگئی ہے اور اس کا ہم پر حق ہے" یہ بولا: "تم اس کی عیادت کرلو اور اسے کہنا کہ وہ کہتا تھا: "تیری کیا حالت ہے؟" اس کی ماں اس کے پاس گئی اور اس کی طبیعت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا، "میرے دل کا درد میری بیماری کا سبب ہے" لڑکے کی ماں بولی، میرے بیٹے نے تیری خیر خبر پوچھی ہے، اس لڑکی نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا:

یسألني عن علتي هو علتي   عجيبٌ من الأنباء جاء به الخبر

"مجھ سے میری بیماری کے بارے وہ پوچھتا ہے جو خود میری بیماری ہے، یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اس کی طرف سے خیر خبر کا پیغام آیا ہے۔"

اس کی ماں واپس گئی اور جا کر ساری بات نوجوان کو بتائی اور کہا: "کیا تو بھی چاہے گا کہ وہ تیرے پاس آئے؟" اس نے اثبات میں جواب دیا تو اس کی والدہ لڑکی کے پاس گئی اور اسے ساری بات بتائی تو وہ کہنے لگی:

ويبعدني عن قربه ولقائه   فلما أذاب الجسم مني تعطفا

فلست بات موضعا فيه قاتلي   كفاني سقاما أن أموت تلهفا

"وہ مجھے اپنی ملاقات اور قرب سے دور کرتا رہا، لیکن جب اس نے جسم کو پگھلا دیا تو نرم پڑ گیا، میں ایسی جگہ نہیں آؤں گی جہاں میرا قاتل ہے، اور میری بیماری کے لئے اتنا کافی ہے کہ میں افسوس

سے مر جاؤں۔‘‘

اس کی بیماری اور زیادہ ہوگئی اور اسی میں اس کا انتقال ہوگیا۔

(۳۵) ایک مرتبہ ثریا نامی عورت کی نظر دوران طواف عمر بن ابی ربیعہ پر پڑی، اس نے ان کو ناپسند کیا اور اس کے ہاتھ میں خلوق نامی خوشبو تھی، اس نے ان کو دھکا دیا اور وہ خوشبو ان کے کپڑوں پر لگ گئی، جب لوگوں نے حالت احرام میں خوشبو کے بارے سوال کیا تو فرمایا:

ادخل اللّٰہ رب موسیٰ و عیسیٰ — جنة الخلد من ملانی خلوقاً

مسحت کفها بجیب قمیصی — حین طفنا بالبیت مسحاً رفیقاً

’’موسیٰ و عیسیٰ کا رب اللہ اس کو جنت میں داخل کرے جس نے مجھ پر خلوق نامی خوشبو ملی، ہوا یوں کہ اس نے اپنی ہتھیلی میرے گریبان پر نرمی کے ساتھ ملی جب ہم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔‘‘

ان سے عبداللہ بن عمر نے کہا: ’’اس جگہ ایسی بات کیوں کرتے ہو؟‘‘ تو کہنے لگے، ’’اے ابو عبدالرحمٰن! آپ نے جو کچھ سنا ہے اسے معاف فرمائیں، اس کعبہ کے مالک کی قسم! میں کبھی کسی حرام کاری میں ملوث نہیں ہوا۔‘‘

(۳۶) عتبی کہتے ہیں: میں ایک سرحد پر گیا تو وہاں ایک اعرابی سے میری ملاقات ہوئی جو غزل خواں تھا، میں نے اس کے سامنے عورتوں کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگا: ’’جناب! ان کے بارے میں کلام کرنا پانی کی طرح ہے جس سے پیاسا سیراب ہوتا ہے۔‘‘ میں نے کہا، ’’عورتوں کے اوصاف بیان کرو‘‘ اس نے کہا، ’’قبیلہ کی عورتوں کے؟‘‘ میں نے ہاں میں جواب دیا تو اس نے کہا:

رجحٌ ولسن من اللواتی بالضحی — لذیو لهن علی الطریق غبار

بانس عند بعولهن اذا خلوا — واذا هم خرجوا فهن خفار

’’وہ بڑے سرین والی ہیں وہ ایسی نہیں کہ چاشت کے وقت راستہ پر

ان کے دامنوں کا غبار ہو، وہ اپنے شوہروں کی موجودگی میں مانوس
ہوتی ہیں اور ان کے جانے کے بعد بہت شرم کرنے والی ہوتی
ہیں۔"

عتبی کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ اس نے یہ قول "عورتوں کا ذکر پانی کی طرح ہے اس سے پیاسا سیراب ہوتا ہے" کہاں سے لیا ہے؟" میں نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا، "قطامی کے اس قول سے:

يقتلننا بحديث ليس يعلمه — من يتقين ولا مكنونه بادي

فهن يبدين من قول يصبن به — مواقع الماء من ذي الغلة الصادي

"وہ ہمیں قتل کر دیتی ہیں ایسی گفتگو کے ساتھ کہ اس کو نہیں جانتا وہ
جس سے وہ ڈرتی ہیں اور اس کا چھپا ہوا پوشیدہ نہیں، وہ ظاہر کرتی
ہیں ایسا قول جو انتہائی شدید پیاس والے شخص کو پانی کے پاس لے
آتا ہے۔"

عفت و پاکدامنی کے اسباب

ان پاکدامن لوگوں کی عفت و پاکدامنی کے اسباب میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کا خوف اور دوسرا جنت میں حسین و جمیل حوروں میں رغبت ہے، کیونکہ جو شخص اس دنیا میں حرام چیزوں سے لذت و فائدہ اٹھائے گا تو وہ حوروں کی لذت اور منافع سے محروم ہو جائیگا، حضورؐ کا ارشاد ہے، "جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہ پہن سکے گا۔" [۱] اور فرمایا "جو دنیا میں شراب پئے گا آخرت میں نہ پی سکے گا۔" [۲] لہٰذا اللہ تعالیٰ ہرگز دنیا میں شراب و ریشم اور دنیا میں حرام طریقوں سے شہوت کو پورا کرنے کو آخرت میں ان چیزوں کے ساتھ جمع نہ کرے گا، اب بندہ کو دونوں لذتوں میں سے ایک کو اختیار کر لینا چاہئے اور دل کو دونوں میں سے ایک کے ساتھ مطمئن کر لینا چاہئے، کیونکہ اللہ دنیا کی لذتوں کو سمیٹنے

اور اس کے مزے کو لوٹنے والے کو قیامت کے دن اس کی طرح ہرگز نہ بنائیں جوان سے باز رہا، ان برائیوں سے بچنے کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ وہ محض آگ وعذاب سے بچنے کے لئے ان کو چھوڑ دے، رغبت ومحبت کی وجہ سے ان کو چھوڑنا خوف وعذاب کے ڈر سے چھوڑنے سے اعلیٰ ہے، اور اس سے بھی ادنیٰ درجہ بدنامی اور عیب جوئی کے ڈر سے بدکاری کا دامن نہ پکڑنا ہے۔

عفت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ محب کو اس بات کا خوف ہو کہ وصال کے ذریعہ محبت ختم ہو جائے گی، لہٰذا وہ پاکدامنی کو محبت کی حفاظت کے لئے اختیار کرے اور بعض لوگوں کو محبوب کی عفت وندامت بھی پاکدامنی پر ابھارتی ہے، اور بعض کو محبوب کی شرم، اس کی عظمت اور حیاء عفت پر اکساتی ہے، اور بعض کو اس کی باتوں کی خوبصورتی اور اس کے ذکر کی عمدگی کی رغبت عفت کی ترغیب دیتی ہے، اور بعض کو محبوب اور لوگوں کے ہاں اپنی عزت وشرافت، قدر ومنزلت بزرگی و پاکدامنی پر برانگیختہ کرتی ہے، اور کسی کو اس کی طبیعت کی شرافت اور ہمت کی بلندی برائی سے بچاتی ہے، اور کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں عفت کی کامیابی کی لذت اس پر ابھارتی ہے کیونکہ پاکدامنی میں جو لذت ہے وہ شہوت پورا کرنے میں نہیں، لیکن یہ لذت نفس کو دبانے کے بعد حاصل ہوتی ہے، اور شہوت کو پورا کرنے کی لذت کے حصول کے بعد نفس تنگ ہو جاتا ہے، اور بعض لوگوں کو انجام اور نقصانات ومفاسد کا خوف پاکدامنی پر مجبور کرتا ہے۔

عفت و پاکدامنی ایک باعث افتخار اعزاز ہے

زمانہ قدیم اور جدید میں لوگ عفت و پاکدامنی پر فخر کیا کرتے ہیں: ایک شاعر کہتا ہے:

ولرب لذة ليلة قد نلتها وحرامها بحلالها مدفوع

''رات کی لذت کو پیدا کرنے والی قسم جسے میں نے حاصل کیا، اور

حلال لذت کے حصول سے حرام لذت کو دور کیا۔''

بثینہ سے کہا گیا: ''جمیل کی تیرے عشق میں کیا حالت ہے کیا تیرے پاس کوئی حیلہ ہے جس سے اس کو سکون حاصل ہو؟'' کہنے لگی ''میرے پاس سوائے رونے کے اور کوئی چارہ کار نہیں، سوائے یہ کہ میں اسے آخرت میں ملوں یا تحت الثریٰ میں میت کی صورت میں اس کی زیارت کروں۔''

عتبہ سے اس کے عاشق کی موت کے بعد کہا گیا: تیرے لئے کیا نقصان تھا اگر تو اس کو اپنے چہرہ سے فائدہ اٹھانے دیتی؟ اس نے کہا، ''مجھے عار کے خوف، پڑوسی کی بدگوئی اور اللہ کے ڈرنے اس سے روکا، حالانکہ جتنی محبت اس کے دل میں تھی، میرے دل میں اس سے کئی گنا زیادہ محبت تھی، لیکن میں نے اس کے چھپانے کو محبت کی بقاء اور آخرت کی خوبی کے لئے مناسب سمجھا اور پاکدامنی میں اللہ کی اطاعت میں گناہوں سے دور ہے''۔

ایک نوجوان لڑکے لڑکی کی آپس میں محبت ہوگئی اور سب لوگوں میں ان کے عشق کی باتیں مشہور ہوگئیں، ایک دن وہ دونوں تنہا ہوئے تو نوجوان نے کہا: آجا کہ ہم اپنے بارے میں کی جانے والی باتیں سچ کر دکھائیں، لڑکی کہنے لگی: نہیں خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہ کروں گی کیونکہ میں نے پڑھا:

﴿اَلْاَخِلَّاۗءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ﴾

(الزخرف: ٦٧)

''قیامت کے دن سوائے متقین کے دوست دشمن بن جائیں گے۔''

ایک عاشق سے پوچھا گیا، اگر تجھے تیری معشوقہ کے ساتھ تنہائی کا موقع مل جائے تو تو کیا کرے گا؟ وہ کہنے گا میں اس کی تنہائی میں وہی کچھ کروں گا جو لوگوں کی

موجودگی میں ہوتا ہے، یعنی لمبا حد سے بڑھا ہوا شوق اور دور سے دیکھنا، اور اس چیز کو چھوڑ دوں گا جو اللہ کو ناراض کرنے والی اور محبت کو فاسد کرنے والی ہو۔''

سعید یحییٰ بن اموی روایت کرتے ہیں: بنو ثقیب کے دو بھائیوں کی آپس میں گہری محبت تھی، اور ہر ایک دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دیتا تھا، ایک مرتبہ بڑا بھائی کسی سفر کے لئے گیا اور چھوٹے کو گھر بار بیوی بچوں کی دیکھ بھال کی وصیت کر گیا، اس دوران کہ مقیم بھائی سفر پر جانے والے کے گھر میں تھا کہ اس کی بیوی ایک چھوٹی سی چادر میں وہاں سے گزری، وہ انتہائی خوبصورت عورت تھی، یہ اس کو دیکھ کر حیران و سرگرداں ہو گیا، اس عورت نے اس کو دیکھا تو سر پر ہاتھ رکھ کر واپس مڑی اور کمرہ میں چلی گئی، لیکن اس عورت کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی اور یہ اس کی محبت میں گھلنے لگا، یہاں تک اس کا جسم لاغر ہو گیا اور رنگ زرد پڑ گیا، جب اس کا بھائی واپس آیا تو اس نے یہ حالت دیکھ کر اس کی وجہ پوچھی، اس نے کوئی وجہ نہ بتائی اس نے اطباء کو بلوایا لیکن سوائے حارث بن کلدہ نامی طبیب کے کوئی اس کی بیماری کو نہ سمجھ سکا، اس نے کہا: اسے عشق کا روگ لگ گیا ہے۔'' اس کے بھائی نے کہا، '' عجیب بات کرتا ہے میں نے تجھ سے اپنے بھائی کی بیماری کے متعلق پوچھا اور تو مجھ سے مذاق کرتا ہے'' طبیب نے کہا: میں نے کوئی مذاق نہیں کیا میں اس کو شراب پلاتا ہوں، اگر یہ عاشق ہوا تو تمہارے سامنے آ جائے گا'' شراب لا کر تھوڑی تھوڑی اس کو پلائی گئی، اس کو نشہ چڑھا تو بولا:

الـمـا بـی عـلـی الأبیـا — تـمـن خیف نـزرهـنـه
غـزال مـا رأیـت الیـو — م فـی دور بـنـی کـنـه
أسیـل الـخـد مـربـوب — وفـی مـنـطـقـه غـنـه

''اے دوستو مجھے مقام حیف کے گھروں کے پاس لے جاؤ تا کہ
میں ان کی زیارت کروں، وہ ایسی ہرنیاں ہیں کہ میں نے آج تک

بنی کنہ والوں کے ہاں ایسی عورتیں نہیں دیکھی، نرم رخساروں والی،
خوبصورت جسم والی جن کے بولنے میں خوبصورتی ہے۔''

اس کے بھائی نے کہا: ''تو بہت بڑا حکیم ہے لیکن اسے عشق کس سے ہے؟''
طبیب نے کہا، ''اسے دوبارہ شراب پلاؤ شاید یہ نام بتا دے'' دوبارہ شراب پلائی گئی تو اس نے عورت کا نام بتا دیا، اس کے بھائی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تا کہ یہ شادی کر لے لیکن اس نے قسم کھائی کہ میں شادی نہ کروں گا، اسی حال میں اس کی موت آ گئی لیکن اس سے شادی نہ کی۔''

ایک روز حجاج بن یوسف نے قید خانہ کا دورہ کیا تو اس کے پاس ایک آدمی لایا گیا، حجاج نے کہا: تیرا کیا قصور ہے: وہ بولا: ''اللہ تعالیٰ امیر کے ساتھ عافیت کا معاملہ فرمائے، مجھے رات کو پہرہ دینے والوں نے پکڑا ہے، میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، اگر جھوٹ نجات دے سکتا ہو تو سچ تو بطریق اولیٰ چھٹکارا دے سکتا ہے، حجاج نے کہا: تیرا کیا قصہ ہے؟'' اس نے اپنا حال سنایا اور کہا: میرا ایک بھائی تھا جسے امیر نے خراسان کی طرف ایک لشکر کے ساتھ بھیجا تھا، اس کی بیوی مجھ پر عاشق تھی اور مجھے اس بات کی خبر نہ تھی، ایک دن اس نے میری طرف قاصد بھیجا کہ تیرے بھائی کا خط آیا ہے، آ کے اس کو پڑھ لے، میں اس کے پاس چلا گیا، اس نے مجھے باتوں میں لگائے رکھا یہاں تک کہ مغرب کی نماز بھی ہم نے پڑھ لی، پھر اس نے اپنے دل کی بات مجھ پر ظاہر کی اور مجھے برائی کی دعوت دی، میں نے انکار کیا تو اس نے مجھے دھمکی دی کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں چیخوں گی اور کہوں گی کہ تو چور ہے، مجھے اس سے اپنی جان کے لالے پڑ گئے، میں نے اسے کہا: مجھے رات تک مہلت دے، جب میں عشاء کی نماز پڑھ لی اور مجھے امیر کے پہرہ داروں کے پاس اپنی گرفتاری کا یقین تھا، لیکن میں وہاں سے بھاگ نکلا، کیونکہ قتل ہونا میرے لئے اپنے بھائی کے حق میں خیانت کرنے سے آسان تھا، لہٰذا مجھے

راستہ میں پہرہ داروں نے پکڑ لیا۔"

حجاج نے اس کو آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔

ربیع بن زیاد کہتے ہیں: میں نے کسی قبر کے پاس ایک لڑکی کو یہ کہتے ہوئے سنا،

بنفسي فتى أوفى البرية كلها　　وأقواهم في الموت صبرًا على الحب

"میری جان کی قسم! تمام مخلوق میں سب سے زیادہ وفا کرنے والا،

موت پر طاقت رکھنے والا اور محبت پر صبر کرنے والا تھا"

میں نے اسے کہا: وہ کس اعتبار سے وفا کرنے والا اور قوت والا تھا۔" اس نے کہا،" اسے مجھ سے محبت تھی اگر وہ اسے ظاہر کرے تو لوگ اسے ملامت کرتے تھے اور اگر وہ اسے چھپائے تو بزدل کہتے تھے، جب معاملہ یونہی رہا تو اس نے کہا:

يقولون إن جاهرت قد عضك الهوى　　وإن لم أبح بالحب قالوا تصبرا

وليس لمن يهوى ويكتم حبه　　من الأمر إلا أن يموت فيعذرا

"اگر میں شور کروں تو وہ کہتے ہیں تو نے محبت کو نقصان دیا، اگر میں محبت کو ظاہر نہ کروں تو کہتے ہیں تو نے صبر کیا، اور محبت کرنے والے اور محبت کو چھپانے والے کو اتنا اختیار ہے کہ وہ مر جائے اور معذور سمجھا جائے۔"

وہ مسلسل ان اشعار کو دہراتا ہوا مر گیا، اے شخص خدا کی قسم! میں اس وقت تک یہاں سے جدا نہیں ہو سکتی جب تک میری قبر بھی اس کے ساتھ بن جائے، پھر اس کی چیخ نکلی، اور عورتیں بھی چیخیں اور کہا کہ وہ مر گئی، میں نے موت کی چاہت کرنے والوں میں اس سے زیادہ تیزی سے کسی کو مرتے نہیں دیکھا"۔

ایک مرتبہ بثینہ کی باندی نے اس کے باپ اور بھائی کو چغلی لگائی کہ جمیل بثینہ کے پاس ہے، وہ دونوں تلواریں لے کر آئے اور جمیل کو دیکھا کہ وہ اس سے کچھ فاصلہ پر

بیٹھا اس سے گفت وشنید اور اپنے درد کی شکایت کر رہا ہے، اور اسے کہہ رہا ہے: اے بثینہ! مجھے جو محبت اور عشق ہے کیا تو اسے جاری نہیں رکھنا چاہتی؟ اس نے کہا، ''وہ کیسے'' جمیل بولا: ''اس چیز کے ذریعہ جو محبت کرنے والوں کے مابین ہوتی ہے،'' بثینہ بولی، ''اے جمیل کیا تو یہ چاہتا ہے، خدا کی قسم میں تو تیرے بارے میں یہ گمان نہ کرتی تھی اگر دوبارہ تو نے کسی غلط کام کا اشارہ بھی کیا تو تو میرا چہرہ نہ دیکھے گا'' جمیل مسکرایا اور کہا: میں نے یہ بات صرف تجھے آزمانے کے لئے کی تھی، کیونکہ تو اس بات کو پسند کرتی تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو کسی اور سے بھی محبت کرتی ہے، اگر میں تیری ذرا سی بھی کوشش دیکھتا تو تجھے تلوار مار دیتا یا تجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتا۔''

بثینہ کے باپ نے اس کے بھائی سے کہا: ''چلو چلیں، ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم اس آدمی کو بثینہ کے پاس آنے سے روکیں۔''

باب ۲۴

﴿غیر شرعی اور ناجائز تعلقات کے تباہ کن اثرات﴾

ہر عقلمند آدمی کے لئے یہ بات لازم اور ضروری ہے کہ کسی راستہ پر اس وقت تک نہ چلے جب تک اس کی خیر و شر کو معلوم نہ کر لے اور اس راستہ سے پہنچنے والی سلامتی اور ہلاکت سے واقفیت نہ حاصل کر لے، حرام کا ارتکاب کرنا اور اس کے اسباب کو اختیار کرنا دو ایسے راستے ہیں جو اگلے پچھلے لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنے ہیں اور اس میں بہت سی ہلاکتیں اور نقصانات ہیں اور یہ دونوں اپنے چلنے والے کو انتہائی برے مقام اور بدترین ہلاکت خیز جگہ پر پہنچا دیتے ہیں۔

زنا کی مذمت وحرمت اور اس کا عذاب

اللہ تعالیٰ نے زنا کے راستہ کو بدترین راستہ قرار دیا ہے اور فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا﴾

(الاسراء: ۳۲)

''زنا کے قریب بھی مت جاؤ یہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

جب زنا کے راستہ کی یہ شر انگیزی ہے تو لواطت جو زنا سے کئی درجہ بڑھا ہوا اور کئی گنا برا عمل ہے اس کی برائی کتنی سخت ہوگی، (اس کی تفصیل آگے آئے گی)۔

زنا بدترین راستہ ہے، اور زانیوں کے لئے جہنم میں بدترین ٹھکانہ ہے اور جہنم میں ان کی روحوں کو ایسے تنور میں ڈالا جائے گا جس کے نیچے سے شعلے لپٹیں مارتے ہوں گے، جب آگ کا شعلہ ان کی طرف لپکے گا تو وہ چیخیں گے اوپر اٹھیں گے پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں گے، اور ایسا ہی قیامت ہوتا رہے گا، حضور ﷺ نے اپنے خواب میں یہی

عذاب دیکھا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ اکثر صحابہ کرام سے پوچھا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ جس کے بارے میں چاہتا وہ اپنا خواب بیان کرتا، ایک صبح آپ نے فرمایا رات (خواب میں) میرے پاس دو فرشتے آئے، دونوں نے مجھے اٹھایا اور کہنے لگے، تشریف لے چلیں، میں ان کے ساتھ ہو گیا، چنانچہ وہ مجھے ایک ایسے شخص کے پاس لے گئے جو پہلو کے بل لیٹا ہوا تھا، اس کے پاس ایک دوسرا شخص کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں پتھر تھا، وہ پتھر اس کے سر میں مارتا تو سر پھٹ جاتا ہے اور وہ پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا ہے، وہ شخص وہی پتھر لینے کے لئے جاتا ہے، اس وقفہ میں سر پھٹے ہوئے شخص کا سر ٹھیک ہو جاتا ہے، چنانچہ وہ پتھر پھر اس کے سر میں دے مارتا ہے، اسی طرح مسلسل کرتا رہا، میں نے دریافت کیا، ''یہ دونوں کون ہیں؟'' انہوں نے کہا ''ابھی چلیں، بہرحال ہم تینوں چل پڑے، ایک شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اس کے پاس ایک شخص لوہے کا کنڈا لئے کھڑا ہے جس سے اس لیٹے ہوئے آدمی کا گلپھڑا گدی تک پھاڑ ڈالتا ہے اور نتھنے اور آنکھ کو بھی اسی طرح پھاڑتا ہے، پھر منہ کی دوسری طرف جا کر بھی اسی طرح کرتا ہے، جب ایک طرف کو چیرتا ہے تو دوسری طرف کا چیر بالکل درست ہو کر اپنی اصل حالت پر آ جاتا ہے، پھر اسے چیرتا ہے تو یہ درست ہو جاتا ہے (ایسا ہی برابر ہو رہا ہے) میں نے (اپنے ساتھی) فرشتوں سے پوچھا ''سبحان اللہ یہ دونوں کون ہیں؟'' انہوں نے کہا آگے چلئے! چنانچہ ہم تینوں آگے چل پڑے، ایک گڑھے کے پاس پہنچے جو تنور کی طرح تھا (سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس تنور میں شور ہو رہا تھا، ہم نے جھانک کر دیکھا تو اس میں مرد ہیں اور عورتیں ہیں لیکن سب ننگے اور جب ان کے نیچے سے آگ کی لپک آتی ہے تو وہ چلاتے ہیں، میں نے اپنے ساتھی فرشتوں سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا (حسب

سابق) آگے چلئے (ابھی نہ پوچھئے!) غرض ہم پھر روانہ ہو گئے اور ایک ندی پر پہنچے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے خیال میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ اس کا پانی خون کی طرح لال تھا اور ایک شخص اس ندی میں تیر رہا تھا، ندی کے کنارے ایک اور شخص کھڑا تھا جس نے اپنے ساتھ بہت سے پتھر اکٹھے کر رہے تھے، یہ شخص جو ندی میں تیر رہا تھا تیرتے تیرتے اس کنارے والے شخص کے پاس آتا اور اپنا منہ کھول دیتا وہ اس کے منہ میں ایک پتھر دے دیتا تو پھر ندی میں چل دیتا، پھر لوٹ کر آتا تو کنارے والا شخص ایک اور پتھر اس کے منہ میں دیدیتا، غرض جب لوٹ کر آتا یہی ہوتا، میں نے اپنے ساتھی فرشتوں سے پوچھا، یہ دونوں کون ہیں؟ انہوں نے کہا چلئے (ابھی نہ پوچھئے) غرض ہم تینوں چلتے چلتے ایک نہایت بدصورت شخص کے پاس پہنچے ایسا بدشکل کہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا، وہ آگ سلگا رہا تھا اور اسکے گرد دوڑ رہا تھا، میں نے اپنے ساتھی فرشتوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا (ابھی آگے) چلئے (نہ پوچھئے) غرض ہم تینوں چلتے چلتے ایک بہت گھنے سبز باغیچے پر پہنچے، اس میں ہر قسم کے پھول تھے اس کے درمیان ایک لمبے قد کا آدمی تھا اتنا لمبا کہ مجھے اس کا سر دیکھنا مشکل ہو گیا، اس کے گرد بہت سے لڑکے جمع ہیں، اتنے بہت لڑکے کہ میں نے کبھی نہ دیکھے، میں نے اپنے ساتھی فرشتوں سے پوچھا، یہ لمبا شخص کون ہے اور یہ لڑکے کون ہیں؟ انہوں نے کہا چلئے (ابھی کچھ نہ پوچھئے) خیر ہم تینوں چل پڑے اور ایک بڑے باغ پر پہنچے، ویسا بڑا عمدہ باغ میں نے کبھی نہیں دیکھا، میرے ساتھی فرشتوں نے مجھ سے کہا، اس باغ میں فلاں درخت پر چڑھ جا، ہم تینوں اس پر چڑھ گئے اور جاتے جاتے ایک شہر میں پہنچے جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا، ہم نے اس شہر کے دروازے پر آکر دروازے کو کھلوایا، دروازہ کھولا گیا ہم اس کے اندر گئے، وہاں ہمیں ایسے آدمی ملے کہ ان کا آدھا دھڑ نہایت خوبصورت ہے، اتنا خوبصورت جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہو، اور آدھا دھڑ نہایت بدصورت ایسا بدصورت جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہو، میرے ساتھی فرشتوں نے ان سے کہا، جاؤ اس ند

ی میں گر پڑو (غوطہ لگاؤ) وہاں ایک اور ندی دکھائی دی جو عرض کی جانب بہہ رہی تھی اس کا پانی دودھ کی طرح سفید تھا، غرضیکہ وہ آدمی اس ندی میں کود پڑے پھر جو لوٹ کر ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی بالکل جاتی رہی اور ان کا سارا جسم نہایت خوبصورت ہوگیا تھا۔ اب میرے ساتھی فرشتوں نے کہا یہ شہر جنت العدن (ہمیشہ رہنے کا باغ) ہے اور یہی آپ کا مقام ہے، میری آنکھ اوپر کی جانب اٹھی تو کیا دیکھتا ہوں سفید ابر کی طرح ایک محل ہے، ان فرشتوں نے کہا یہ آپ کا گھر ہے، میں نے کہا اللہ آپ کو برکت دے مجھے چھوڑ دیجئے، میں اپنے اس گھر میں چلا جاؤں، انہوں نے کہا نہیں ابھی آپ اس گھر میں نہیں جاسکتے (دنیاوی عمر ابھی باقی ہے) لیکن (عنقریب مرنے کے بعد) آپ اس میں داخل ہوں گے، میں نے کہا اچھا جو عجیب باتیں اس رات کو دیکھی ہیں ان کی حقیقت تو بیان کیجئے، انہوں نے کہا ہاں اب ہم آپ ﷺ سے ان کی حقیقت بیان کرتے ہیں، پہلا شخص جو آپ نے دیکھا جس کا سر پتھر سے کچلا جارہا تھا یہ وہ شخص ہے جس نے دنیا میں قرآن سیکھ کر چھوڑ دیا تھا، فرض نماز کا وقت قضا ہو جاتا وہ سویا رہتا اور وہ شخص جس کے کلپھڑے، نتھنے اور آنکھیں گدی تک چیرے جارہے تھے، وہ صبح کو گھر سے نکلتے ہی ایک جھوٹی خبر تراشتا (لوگوں سے کہتا) وہ خبر سارے جہاں میں پھیل جاتی اور ننگے مرد عورت جو تم نے تنور میں دیکھے وہ زانی مرد اور عورتیں ہیں اور جو شخص ندی میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر دیئے جارہے تھے وہ سود خور ہے اور وہ شخص جو آگ سلگا رہا تھا اور اسکے گرد دوڑ رہا تھا، وہ دوزخ کا داروغہ ہے مالک نامی (ڈراؤنی شکل والا) اور وہ لمبے شخص جو باغیچے میں ملے تھے، وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو ان کے گرد ہیں وہ لوگ ہیں جو فطرت اسلام (یعنی توحید) پر رہ کر انتقال کر گئے۔"

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ بعض مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا، "یارسول اللہ مشرکوں کے بچے جو نابالغ ہی مر جاتے ہیں وہ بھی ان میں شامل ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں مشرکین کے بچے بھی" اب

ہے وہ لوگ جن کا آدھا دھڑ خوبصورت تھا اور آدھا دھڑ بدصورت، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے (دنیا میں) اچھے اور برے سب طرح کے کام کئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی خطائیں معاف کر دیں۔''

زنا کرنے والوں کی بدبو

ابو امام باہلی حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے اور مجھے کوکھ سے پکڑ کر اٹھایا، مجھے باہر نکالا اور مجھے ایک چکنے پہاڑ کے پاس لا کر کہا، ''اس پر چڑھ جائیں'' میں نے کہا، ''میں اس کی طاقت نہیں رکھتا،'' کہنے لگے، ''ہم آپ کو سہارا دیں گے،'' جب میں پہاڑ کے درمیان میں پہنچا تو میں نے اونچی اونچی آوازیں سنیں میں نے کہا، ''یہ آوازیں کیسی ہیں؟'' کہنے لگے ''یہ جہنمی لوگوں کی چیخیں ہیں،'' مجھے آگے لیجایا گیا، وہاں میں نے لوگوں کا بڑا گروہ دیکھا جو بہت زیادہ پھولے ہوئے، انتہائی بدبودار اور بدترین چہروں والے تھے، میں نے کہا، کیا کون لوگ ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا، ''یہ کفار کے مقتولین ہیں،'' آگے گئے تو ان سے زیادہ پھولے ہوئے، سخت بدبودار لوگوں کو دیکھا، ان کی بوگندے بدبودار پانی کی طرح تھی، میں نے کہا، ''یہ کون لوگ ہیں؟'' مجھے بتایا گیا، ''یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔''[1]

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''معراج کی رات مجھے اللہ کی بہت عجیب مخلوقات دکھائی گئی (من جملہ ان کے) ایسی عورتیں دکھائی گئیں جو اپنی چھاتی کے بل لٹکائی گئی تھیں اور بعض کو پاؤں سے باندھ کر الٹا لٹکایا گیا اور وہ چیخ و پکار کر رہی تھیں، میں نے دریافت کیا، ''اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟'' جواب ملا ''یہ وہ عورتیں جو زنا کرتی تھیں، اپنی اولاد کو قتل کرتی تھیں اور اپنے خاوندوں کے لئے

---

[1] رواہ ابن خزیمہ وابن حبان۔

دوسرے لوگوں کی اولاد کو وارث بناتی تھیں۔''

ابونعیم روایت کرتے ہیں: لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چند برائیوں کے بارے میں باہم گفت وشنید کی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ''تم جانتے ہو سب سے بڑا اور سخت زنا کیا ہے؟'' عرض کیا گیا، ''زنا تو سارا ہی بڑا اور سخت ہے،'' فرمایا، ''لیکن میں تمہیں اللہ کے ہاں سب سے بدترین زنا کے بارے میں بتاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ آدمی کسی مسلمان کی بیوی سے زنا کرائے، اس نے بیوی کو اس کے شوہر کے لئے خراب کر دیا'' پھر اس موقع پر فرمایا، ''قیامت کے دن ہر نیک و بد شخص کو انتہائی بدترین بدبو آئے گی اور وہ ہر طرف پھیل جائے گی اور ان کے لئے سانس لینا مشکل ہو جائے گا، ایک پکارنے والا پکارے گا، جس کی آواز کو سب سنیں گے وہ کہے گا: تم جانتے ہو یہ تکلیف دہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے؟'' وہ کہیں گے، ''نہیں، لیکن یہ بدبو ہر طرف پہنچ گئی ہے۔'' جواب ملے گا، ''یہ زنا کرنے والوں کی شرم گاہوں کی بدبو ہے جو اللہ سے زنا کے بعد بغیر توبہ کے ملے''۔

زنا کے بدترین نتائج

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''اے مسلمانوں! زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ بدترین خصلتیں ہیں، تین دنیا میں اور تین آخرت میں، دنیا کی تین تو یہ ہیں، چہرہ کی رونق ختم کرتا ہے، فقر لاحق کرتا ہے اور عمر کو کم کرتا ہے، اور آخرت کی تین یہ ہیں، اللہ کے غصہ کا سبب ہے، برے حساب کا باعث اور دخول جہنم کا ذریعہ ہے[1]

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''زنا پر ہمیشگی اختیار کرنے والا بتوں کی عبادت کرنیوالے کی طرح ہے۔''

---

[1] رواہ السیوطی والخرائطی وابونعیم

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''قتل کے بعد زنا سے بڑا گناہ کوئی نہیں۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟'' فرمایا، ''تو اپنے خالق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے۔'' میں نے کہا: ''اس کے بعد کونسا؟'' فرمایا، ''تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھانا کھائے گا۔'' میں نے کہا، 'اس کے بعد بعد کونسا؟'' فرمایا، ''تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق میں قرآنی آیات نازل فرمائی:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ (الفرقان: ٦٨)

''اور جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے اور زنا نہیں کرتے اور جس شخص نے یہ کیا وہ گناہ میں جا پڑا۔''

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز رحمت کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا اور نہ اس کو پاک کرے گا، اور فرشتوں سے کہے گا، ''اسے جہنم میں داخل کر دو۔''[1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: جب ماپ تول میں کمی کی جائے تو بارش روک لی جاتی ہے اور جب زنا کی کثرت ہو جائے تو طاعون پھیل جاتا ہے اور جب جھوٹ پھیل جائے تو قتل و غارت پھیل جاتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: تین

---

[1] رواہ الخرائطی فی مساوی الاخلاق فی مسند الفردوس

آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو قیامت کے دن بات چیت کرے گا اور نہ ان کو رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا، نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے: (۱) زانی بوڑھا، (۲) جھوٹا بادشاہ، (۳) متکبر غریب۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے نفرت کرتا ہے: (۱) زانی بوڑھا (۲) اکڑ باز غریب (۳) مالدار بخیل۔[2]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ایسی عورت کے بستر پر بیٹھنے والا جس کا خاوند جہاد یا حج وغیرہ کے لئے گیا قیامت کے دن اس شخص کی طرح ہوگا جسے بہت سے اژدھوں نے ڈسا ہو"۔[3]

حضرت بریدہ کی حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

"جہاد پر جانے والوں کی بیویوں کی عزت پیچھے رہنے والوں کی ماؤں کی طرح ہے، پیچھے رہنے والوں میں سے جو شخص جہاد پر جانے والوں کے گھر والوں سے کوئی بداخلاقی کرے گا تو اس کو قیامت کے دن سولی پر لٹکایا جائے گا اور مجاہد سے کہا جائے گا، اے فلاں بن فلاں! اس کی نیکیوں میں سے جو چاہے حاصل کرے" پھر اللہ کے رسول صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"تمہارا کیا خیال ہے وہ اس کی نیکیوں میں کچھ چھوڑے گا؟"

ایک روایت میں یوں ہے "جب کسی کو اس نے اپنے اہل میں نگران بنا کر چھوڑا اور اس نے خیانت کی تو قیامت کے دن کہا جائیگا یہ تیرے اہل میں تیرا خائن ہے تو جو چاہے اس کی نیکیوں میں سے لے لے، تمہارا کیا خیال ہے؟ (یعنی وہ کوئی نیکی

---

۱ رواہ مسلم والنسائی وایضا موجود فی الجامع الصغیر والترغیب والترھیب

۲ رواہ احمد وابن حبان والضیاء المقدسی

۳ رواہ الطبرانی فی الکبیر والخرائطی فی مساوئ الاخلاق

چھوڑے گا)۔''

زنا کی قباحت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم رحمت کے باوجود زنا کرنے والے کو بدترین، انتہائی دشوار اور رسوا کن سزا سنائی اور ایسا کرنے والے کے بارے میں اپنے مومن بندوں کو حکم دیا کہ وہ اسے سخت سزا دیں۔

اس کی قباحت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو ان کے غیر عاقل ہونے کے باوجود اس قبیح عمل پر سزا دی جیسا کہ صحیح بخاری میں عمرو بن میمون اودی کا قول ہے: میں نے زمانہ جاہلیت میں دیکھا کہ ایک بندر نے بندریا سے زنا کیا تو سب بندروں نے مل کر اس کو سنگسار کیا اور اس کو سنگسار کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔''

زنا کے نقصانات اور خرابیاں

زنا بہت سی خرابیوں اور مصیبتوں کا جامع ہے، اس کی چند خرابیاں درج ذیل ہیں:

(۱) دین میں کمی کا باعث ہے۔
(۲) تقویٰ کے ضیاع کا سبب ہے۔
(۳) دینی سوچ کا خاتمہ کرتا ہے۔
(۴) غیرت کو کم کرتا ہے۔
(۵) زانی میں خوف خدا نہیں ہوتا۔
(۶) وفائے عہد زانی کا شعار نہیں ہوسکتا۔
(۷) کبھی سچ نہیں بولتا۔
(۸) دوست کی عزت وآبرو کی حفاظت نہیں کرسکتا۔
(۹) اپنی بیوی پر غیرت نہیں کھا سکتا۔

(۱۰) دھوکہ دیتا ہے۔

(۱۱) جھوٹ بولتا ہے۔

(۱۲) خیانت کرتا ہے۔

(۱۳) بے شرم ہوتا ہے۔

(۱۴) نگرانی کے قابل نہیں۔

(۱۵) اپنے گھر والوں کے بارے میں محبت کا مادہ اس میں سے ختم ہو جاتا ہے۔

(۱۶) اپنی عزت و آبرو کے خراب کرنے کے باعث اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔

(۱۷) زانی کے چہرہ پر سیاہی اور ظلمت، بے رونقی اور وحشت ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۸) دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

(۱۹) دل کا نور بجھ جاتا ہے جس سے چہرہ کا نور بھی جاتا رہتا ہے۔

(۲۰) فقر لاحق ہو جاتا ہے، حدیث قدسی میں ہے، ''میں سرکشوں کو ہلاک کرتا ہوں اور زانیوں کو فقیر کرتا ہوں۔''

(۲۱) یہ زانی کی عزت کو ختم کر دیتا ہے اور اسے اللہ اور لوگوں کی نگاہ میں گرا دیتا ہے۔

(۲۲) اچھے اوصاف جیسے عفت، نیکی، عدالت وغیرہ چھین کر ان کی ضد جیسے بدکاری، فسق، زنا اور خیانت جیسے برے اوصاف دے دیتا ہے۔

(۲۳) لفظ مومن کا اطلاق بھی زنا کی وجہ سے چھن جاتا ہے، جیسا کہ صحیحین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے، ''زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا'' اس سے اسم ایمان مطلق تو سلب ہو جاتا ہے اگر چہ مطلق ایمان سلب نہیں ہوتا۔

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کی شرح پوچھی گئی تو انہوں نے زمین پر ایک دائرہ کھینچا اور فرمایا یہ ایمان کا دائرہ ہے، پھر اس سے باہر ایک اور دائرہ کھینچا اور فرمایا یہ اسلام کا دائرہ ہے، جب آدمی زنا کرتا ہے تو ایمان کے دائرہ سے خارج ہو جاتا ہے لیکن اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا۔'' اور ایمان کے معمولی سے جزء کے

ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے مومن کہا جائے، جیسے علم وفقہ کی تھوڑی سی مقدار جان لینے والے کو فقیہ یا عالم نہیں کہا جاتا، اسی طرح شجاعت کی معمولی سی حیثیت کے حامل کو شجاع نہیں کہا جاتا، حدیث کی شرح میں درست قول یہی ہے کہ اسے ظاہر پر محمول کیا جائے اور خلاف ظاہر معنیٰ کو تاویلاً پیش کیا جائے۔

(۲۴) یہ اپنے آپ کو اس تنور میں رہنے کے لئے پیش کرتا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زانی مرد و عورت کے لئے دیکھا تھا۔

(۲۵) یہ طیب اور پاکباز ہونے کے لقب کو دور کرتا ہے کیونکہ لفظ ''طیب'' اللہ تعالیٰ نے پاکدامن لوگوں کی صفت قرار دیا اور خبیث ہونے کا لقب دلواتا ہے جو زانیوں کی صفت ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ (النور: ۲۶)

''ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے، پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جنت کو ہر خبیث بد باطن بدکار شخص پر حرام کیا ہے اور اسے طیب پاکیزہ اور پاکدامن لوگوں کا ٹھکانہ قرار دیا ہے اور اس میں یہی لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (النحل: ۳۲)

''وہ لوگ جنہیں فرشتوں نے پاکیزگی کی حالت میں وفات دی انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو اپنے اعمال کے سبب جنت میں

داخل ہو جاؤ۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴾ (الزمر: ۷۳)

''جنت کے نگہبان فرشتے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم پاک ہوئے اور جنت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔''

یہ لوگ فرشتوں کے سلام اور دخول جنت کے حقدار اپنی پاکیزگی کی وجہ سے بنے، جبکہ زانی ساری مخلوق کے بدترین لوگ ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جہنم کو خبیث مرد و عورت کا ٹھکانہ قرار دیا ہے، قیامت کے دن خبیث بد باطن لوگوں کو طیب اور پاکیزہ لوگوں سے الگ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(۲۶) زنا کے نقصانات میں سے ایک وہ وحشت بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ زانی کے دل پر ڈالتے ہیں اور اسی وحشت و اجنبیت کی نظیر اس کے چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے، پاکدامن آدمی کے چہرہ پر حلاوت اور دل میں انس ہوتا ہے۔ ان کے پاس بیٹھنے والا اس سے مانوس ہو جاتا ہے، زانی کے چہرہ پر وحشت اور درندگی ہوتی ہے اس کے پاس بیٹھنے والا وحشت محسوس کرتا ہے۔

(۲۷) گھر والوں، دوستوں اور دوسرے لوگوں میں اس کی ہیبت کم ہو جاتی ہے اور یہ ان کے دلوں اور نگاہوں میں گھٹیا ترین آدمی بن جاتا ہے، بخلاف پاکدامن آدمی کے کہ اس کو ایک ہیبت اور رعب و چاشنی اور دلکشی عطا کی جاتی ہے۔

(۲۸) لوگ اسے خائن ہونے کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور اپنی عزت و آبرو اور اولاد پر اس سے مامون نہیں ہوتے۔

(۲۹) زنا کے نتائج میں سے ایک بدبو بھی ہے جسے ہر ذوق سلیم والا شخص سونگھ سکتا ہے، یہ بدبو زانی کے منہ اور بدن سے آتی ہے، اگر لوگوں کا اس بو میں اشتراک نہ ہوتا

تو یہ صرف زانی سے پوچھتی اور اس کا پردہ فاش کر دیتی لیکن جیسا کہ کہا گیا ہے:

کل بہ مثل مابی غیر انھم　　من غیرۃٍ بعضھم البعض عذال

''ہر وہ چیز جو مجھے لاحق ہے، وہ ان کے ساتھ بھی ہے، سوائے اس کے کہ وہ غیرت کی وجہ سے ایک دوسرے کو ملامت کرتے ہیں۔''

(۳۰) زنا کا ایک نقصان دل کی تنگی اور سختی ہے کیونکہ زانی اپنے منصوبوں اور ارادوں کے برخلاف کام کر رہے ہوتے ہیں، اس لئے کہ جو شخص زندگی کی لذت وفرحت کو اس چیز کے ذریعہ حاصل کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو اس کو اس کے برعکس چیز جزاء میں ملے گی، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ صرف اس کی اطاعت سے حاصل ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی معصیت کو ہرگز خیر کا سبب نہیں بنایا۔

اگر بدکار آدمی پاکدامنی میں ملنے والی لذت وسرور، انشراح قلب، راحت زندگی کو جان لے تو وہ خیال کرے گا، کہ جو لذت اس میں ہے وہ زنا کی لذت سے کئی گنا زیادہ ہے۔

(۳۱) زنا کرنے والا اپنے آپ کو جنت کی حور سے ملنے والی لذت سے محروم کر دیتا ہے، پہلے یہ بات گزر گئی کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ریشم پہننے والے کو یہ سزا دیں گے کہ قیامت کے دن اسے ریشم کے لباس سے محروم کر دیں گے اور شراب پینے والے کو قیامت کے دن شراب سے محرومی کی سزا ملے گی، یہی حال دنیا میں حرام صورتوں سے نفع اٹھانے والے کا ہے، بلکہ ہر اس چیز کا جسے بندہ دنیا میں حاصل کرے، پس اگر وہ حلال چیز میں بہت زیادہ کشادگی سے کام لے گا تو قیامت کے دن اس کشادگی سے محروم ہو جائیگا اور اگر حرام کا ارتکاب کرے گا تو قیامت کے دن اس کے مثل سے محروم ہو جائے گا۔

(۳۲) زنا زانی کو قطع رحمی، والدین کی نافرمانی، حرام کی کمائی، مخلوق پر ظلم، اہل وعیال پر

تنگی پر ابھارتا اور اکساتا ہے اور بعض مرتبہ تو اس سے ناحق قتل بھی کرواتا ہے، کبھی جادو اور شرک پر اس کی مدد کرتا ہے اس کو علم ہو یا نہ ہو اور یہ گناہ تو اپنے ساتھ بہت سی معصیات لئے ہوئے ہے، اپنے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی اور اس سے معصیت کی بہت سی شقیں پیدا ہوتی ہیں، یہ دنیا و آخرت کی مصیبتوں کو کھینچنے والا اور بھلائیوں کو دور کرنے والا ہے، جب یہ معصیت بندہ کو لاحق ہوتی ہے تو بندہ اس کے پھندہ اور جال میں پھنس جاتا ہے، اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت بھی اس کو اس فعل بد سے بچا نہیں سکتی، اطباء اس کا علاج کرنے سے عاجز آجاتے ہیں، اس کا قیدی آزاد نہیں ہوسکتا اور اس کے مقتول کی دیت نہیں دی جاسکتی، زوال نعمت اس کو لازم ہے، جو بندہ اس میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ اللہ کی نعمتوں کو الوداع کہہ دیتا ہے کیونکہ یہ نعمتیں ایسا مہمان ہے جو جلدی اور تیزی سے منتقل اور زائل ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّراً نِعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (الانفال: ۵۳)

''یہ اس لئے کہ اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ اپنے نفسوں سے بدل دیں اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ، وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ (الرعد: ۱۱)

''اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ ان کے لئے کوئی مدد کرنے والا ہوتا ہے۔''

لوطی کی سزا

لواطت کرنے والی امت کا راستہ ایسا ہلاکت خیز راستہ ہے جو اپنے چلنے والے کو ایسے عذاب شدہ لوگوں کے درجہ تک پہنچاتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کی ایسی مختلف شکلیں جمع کیں جو ان سے پہلے کسی پر جمع کی گئی تھیں نہ ان کے بعد کسی کو ایسا عذاب دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے گھروں اور نشانات کو عبرت اور موعظت بنا دیا۔

ایک مرتبہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ عرب کے ایک حصہ میں کچھ مرد ہیں جو آپس میں ایسے نکاح کرتے ہیں جیسے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، لہٰذا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کے لئے صحابہ کرام کو جمع کر کے مشورہ کیا، ان میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور انہوں نے بھی ان کے بارے میں سخت بات کی اور فرمایا: یہ عمل آج سے پہلے صرف ایک امت نے کیا ہے، پس اللہ کا معاملہ جو ان کے ساتھ ہوا وہ بھی تم دیکھ چکے ہو، میری رائے یہ ہے کہ انہیں جلا دیا جائے، لہٰذا اس رائے پر عمل کرتے ہوئے انہیں آگ میں جلا دیا گیا۔[1]

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اسے پتھروں سے سنگسار کیا جائے محصن ہو یا غیر محصن۔ امام مالک، امام اسحاق اور امام احمد رحمھم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رجم کیا جائیگا محصن ہو یا نہ ہو۔

جابر بن زبیر نے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کسی آدمی سے لواطت کی ہو، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ''دبر کی حرمت فرج سے بڑھ کر ہے محصن ہو یا غیر محصن اسے رجم کیا جائے گا''۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لواطت کرنے والا محصن ہو یا غیر محصن

---

[1] رواہ ابن ابی الدنیا من طریقہ والبیہقی کما قال الہیثمی فی الزواجر

اسے قتل کیا جائیگا۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوطی کی حد کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: ”شہر کی سب سے اونچی عمارت سے اسے اوندھا گرا کر اوپر سے پتھر مارے جائیں۔“

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوطی کو رجم کیا اور اس کو جلانے کا فتویٰ دیا، گویا کہ انہوں نے ان دونوں کاموں کو جائز قرار دیا۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اگر کسی کو دو مرتبہ سنگسار کرنا ممکن ہوتا تو لوطی کو دو مرتبہ سنگسار کیا جانا چاہئے تھا۔“

ایک جماعت علماء یہ بھی کہتی ہے کہ ”اگر محصن ہو تو رجم کیا جائیگا اور اگر محصن نہ ہو تو کوڑے مارے جائیں گے، یہ امام شافعی کا قول ہے، امام احمد بن حنبل، سعید بن مسیب اور عطاء بن ابی رباح کا قول بھی ایک روایت کے مطابق یہی ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں: میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ کے پاس تھا ان کے پاس سات آدمی لائے گئے جنہیں لواطت کے جرم میں پکڑا گیا تھا، ان میں سے چار محصن اور تین غیر محصن تھے، چار کے بارے میں یہ حکم دیا کہ انہیں مسجد حرام سے نکال کر پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے اور باقی تین کے بارے میں فرمایا کہ انہیں کوڑے مارے جائیں، اس دوران مسجد میں عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تشریف فرما تھے، تمام صحابہ کرام کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ لوطی کو قتل کیا جائے گا، لیکن قتل کی کیفیت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اس کے قتل کے بارے میں یہ حضرات باہم اختلاف کا شکار تھے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ان کا اختلاف صرف اس کو زانی کے ساتھ ملانے اور نہ ملانے کے بارے میں تھا۔

لوطی کی سزا کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں

(۱) اس کی سزا زنا سے بڑھ کر ہے جیسا کہ آخرت میں اس کی سزا زیادہ سخت ہے۔

(۲) زنا کی طرح ہے۔

(۳) زنا سے کم ہے۔

بعض شوافع یہ کہتے ہیں: فاعل کی سزا زانی کی طرح ہے اور مفعول کی سزا مطلقاً کوڑے مارنا ہے کیونکہ اس فعل سے مفعول بہ کو کوئی لذت حاصل نہیں ہوئی، بخلاف فاعل کے کیونکہ اس کو حصول لذت ہوتا ہے۔

بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کسی پر حد نہیں ہے کیونکہ اس سے ہٹانے والی چیز طبیعتوں میں اس کی نفرت ہے اور جو چیز ایسی ہو تو اسے حد کی جحت نہیں بنا سکتے، یہاں تک شارع اس کے بارے میں زجر وتوبیخ کرے، جیسے پاخانہ اور مردار کھانا، خون یا پیشاب پینا، پھر یہ لوگ فرماتے ہیں: کہ اگر اس سے لوطی زیادہ ہو رہے ہوں تو قاضی کو تعزیر کا حق حاصل ہے۔

مفتی بہ قول (صاحب کتاب کے نزدیک) یہ ہے کہ لواطت کی سزا زانی کی سزا سے سخت ہے کیونکہ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کا اجماع ہے اور اس کی حرمت اور اس کے فساد کا پھیلنا بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی امت کو اتنا سخت عذاب نہیں دیا جتنا لوطی قوم کو دیا۔

لوطی قوم کی عبرت انگیز داستان

ابن ابی نجیح اپنی تفسیر میں عمرو بن دینار کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (العنکبوت: ۲۸)

''تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے جہاں بھر میں کسی نے نہیں کی۔''

قوم لوط سے پہلے کسی مرد نے دوسرے مرد سے بدکاری نہیں کی۔

محمد بن مخلد فرماتے ہیں: میں عباس دوری کو یہ فرماتے ہوئے سنا،''جب کوئی مرد دوسرے آدمی سے بدکاری کرتا ہے تو اس عمل (کی نحوست) کی وجہ سے زمین چنگاڑتی ہے۔''

ابن ابی دنیا نے ذکر کیا ہے: ابراہیمؑ قوم لوط کی بستی ''سدوم'' میں گئے اور کہا اے سدوم! تیرا ناس ہو، اس دن تیری کیا حالت تھی، جب فرشتے ابراہیمؑ کے پاس آئے تو ابراہیمؑ نے ان سے قوم لوط کے انجام کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا،''اے ابراہیمؑ اس معاملہ کو چھوڑ'' فرمایا،''جب ہمارے قاصد لوط کے پاس آئے تو وہ گھبرا گیا اور اس کا دل تنگ ہوا، لہٰذا وہ ان کو لے کر اپنے گھر چلا گیا اور اس کی بیوی گئی (اور قوم کو ان کی آمد کی اطلاع کر دی) تو ان کی قوم دوڑتی ہوئی ان کے پاس آئی، انہوں نے کہا، ''اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں ہیں جو تمہارے لئے زیادہ پاک ہیں، میں تمہاری ان سے شادی کروا دیتا ہوں، کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں؟'' لوطؑ نے مہمانوں کو اندر بٹھایا اور خود گھر کے دروازہ پر بیٹھ گئے، اور کہا،'' کاش میرے پاس قوت ہوتی یا میں کوئی مضبوط سہارا پکڑتا، یعنی میرا کوئی کنبہ قبیلہ ہوتا جو میری حفاظت کرتا، لوطؑ کے بعد ہر نبی اپنی قوم کے معزز افراد میں بھیجا گیا، جب ان مہمانوں نے لوطؑ کی وہ حالت دیکھی جو ان کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی تو کہا: اے لوطؑ ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، وہ ہم تک ہرگز (بدکاری) کے ارادہ سے نہیں پہنچ سکتے، تو اپنے گھر والوں کو سوائے اپنی بیوی کے رات ہی میں لے کر نکل جا اور (دیکھو یاد رکھو) تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے، تیری بیوی کو بھی وہ عذاب دیا جائیگا جو بستی والوں کو پہنچے گا، ان کے لئے صبح کا وقت مقرر ہے اور کیا صبح قریب نہیں؟'' پس جبرئیلؑ اس بستی والوں کے پاس آئے اور اپنے بازو کو زور سے ان کے چہروں پر مارا جس سے ان کی آنکھیں دھنس گئیں اور ان کے شہر کو اتنا اوپر اٹھایا کہ

آسمان والوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور ان کے مرغوں کی بانگیں سنیں، پھر انہیں پلٹا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر نشان زدہ پتھروں کی بارش برسا دی، اور یہ پتھر ان کے دیہات والوں، چرواہوں، مسافروں سب پر برسائے گئے۔"

حضرت مجاہد فرماتے ہیں: "جبرئیلؑ آئے اور اپنے بازو کو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے داخل کیا اور اسے آسمان تک اٹھایا کہ کتوں کے بھونکنے اور مرغیوں کی آوازیں آسمان والوں کو سنائی دیں پھر انہیں پلٹ کر زمین پر دے مارا اور اس کے اوپر کو نیچے کر دیا پھر ان پر پتھر برسا دیئے گئے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: لوطؑ نے مہمانوں کا دروازہ بند کر دیا، لیکن بدکار قوم نے دروازہ توڑ دیا اور اندر داخل ہو گئے، جبرائیل علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کو دھنسا دیا جس سے ان کی بینائی ختم ہوگئی، تو وہ کہنے لگے "اے لوط! تو ہمارے مقابلہ میں جادوگر لایا ہے،" اور ان کو دھمکیاں دینے لگے، جس سے لوطؑ کو خوف محسوس ہوا اور کہا "یہ تو چلیں جائیں گے اور بعد میں ہمیں تکلیف دی جائے گی، فرشتے بولے: خوف مت کرو ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں اور ان کا مقررہ وقت صبح تک ہے، لوطؑ نے پوچھا: اتنی دیر؟" جبرئیل نے کہا: "کیا صبح قریب نہیں ہے؟" پھر ان کے شہر کو اٹھایا گیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی، پھر انہیں پلٹ کر زمین پر مار دیا گیا اور ان پر پتھر برسا کر انہیں نیست و نابود کر دیا گیا۔"

حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں: جب فرشتے قوم لوط کی طرف بھیجے گئے تا کہ انہیں ہلاک کریں تو ان سے کہا گیا، انہیں اس وقت تک ہلاک نہ کرو جب تک لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کے خلاف گواہی نہ دے دیں، پھر وہ ابراہیمؑ کے پاس آئے اور انہیں خوشخبریاں دیں، جب ان کا خوف جاتا رہا اور وہ خوش ہو گئے تو قوم لوط کے بارے میں جھگڑا کرنے لگے، وہ جھگڑا یہ تھا کہ انہوں نے فرشتوں سے کہا کہ اگر ان میں پچاس آدمی ہوں پھر بھی تم ان کو ہلاک کرو گے؟ جواب ملا، "نہیں" اگر چالیس ہو پھر؟ تو جواب ملا

''نہیں''، پھر فرمایا: اگر تمیں ہوں پھر؟'' انہوں نے کہا پھر بھی نہیں، حتیٰ کہ وہ پانچ تک آئے، پھر یہ فرشتے لوطؑ کے پاس آئے اور وہ زمین میں کام کاج کر رہے تھے، انہوں نے انہیں مہمان خیال کیا، اور شام کو انہیں ساتھ لے آئے اور وہ ان کے ساتھ چلتے رہے اور پھر لوطؑ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تمہیں پتہ ہے یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟'' فرشتوں نے کہا، ''کیا کرتے ہیں؟'' لوطؑ نے کہا، ''زمین پر ان سے بدترین قوم کوئی نہیں'' جب وہ ان کو لے کر گھر پہنچے تو لوطؑ کی بیوی بدکار قوم کے پاس گئی اور کہا: آج رات لوط کے پاس ایسے مہمان آئے ہیں کہ ان جیسے خوبصورت اور خوشبودار لوگ میں نے کبھی نہیں دیکھے، وہ دوڑتے ہوئے ان کی طرف گئے اور دروازہ کو دھکا دیا اور ان تک پہنچنے لگے تھے کہ ایک فرشتہ نے کھڑا ہو کر ان کو باہر دھکیل دیا اور دروازہ بند کر دیا، پھر وہ چھت پر چڑھ گئے تو لوطؑ نے ان کو مخاطب کیا اور کہا ''یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں'' یہاں تک کہ یہ بات کی ''ہائے کاش میں کسی مضبوط سہارے کو پکڑ لیتا'' فرشتوں نے کہا: اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں یہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے، پھر جبرئیلؑ نے ان کے چہروں پر طمانچہ مارا جس سے سارے کے سارے اندھے ہو گئے اور انہوں نے وہ بدترین رات اندھے پن کی حالت میں عذاب کا انتظار کرتے ہوئے گزاری، اور لوطؑ اپنے اہل و عیال کو لے کر چلے گئے اور جبرئیل نے ان کی ہلاکت کی اجازت لے کر زمین کو اٹھایا، اور اسے اوپر لے گئے یہاں تک کہ آسمان کی مخلوق نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں، پھر ان کے نیچے آگ لگا دی اور انہیں پلٹا کر نیچے دے مارا، اور لوط کی بیوی جو ان کے ساتھ تھی جب اس نے نیچے گرنے کی آواز سنی تو پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ بھی عذاب کا شکار ہو گئی۔

تفسیر عوفی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: ابراہیمؑ نے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑا کیا کہ ان کو چھوڑ دیا جائے، لہٰذا فرمایا: اگر اس بستی میں دس گھر بھی مسلمانوں کے ہوئے تو تم ان کو چھوڑ دو گے؟'' انہوں نے جواب

دیا ''اس بستی میں دو گھر بھی مسلمانوں کے نہیں'' اس جواب سے ابراہیمؑ کو لوطؑ اور ان کے اہل کی فکر پڑ گئی تو فرمایا: اس بستی میں تو لوطؑ بھی ہیں'' فرشتوں نے کہا: جو اس بستی میں ہے ہم ہر ایک کو جانتے ہیں، ہم لوط اور اس کے اہل کو بچائیں گے لیکن اس کی بیوی پیچھے رہنے والوں میں سے ہو جائے گی اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب ہے:

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ﴾

(هود: ۷۴، ۷۵)

''جب ابراہیم سے خوف دور ہو گیا اور اسے خوشخبری ملی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا ابراہیم بردبار اور رجوع کرنے والا بندہ تھا۔''

فرشتوں نے کہا:

﴿يٰاِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ (هود: ۷۶)

''اے ابراہیم اس سے رک جا بے شک تیرے رب کا فیصلہ آ چکا ہے کہ ان پر نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا۔''

پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا اور انہوں نے شہر اور شہر والوں کو اپنے ایک پر سے اٹھایا اور اس کا نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے کر دیا، اور ہر طرف سے ان پر پتھر برسائے گئے، پس اللہ تعالیٰ نے فاعل اور مفعول، رضا مندی کے ساتھ خاموش رہنے والوں، محض یا غیر محض دلالت کرنے والوں کو اور عاشق و معشوق سب کو ہلاک کر دیا اور ان کو اس حال میں آ پکڑا کہ وہ اپنے نشے میں مست پھرے جا رہے تھے۔

ابن ابی داؤد نے اپنی تفسیر میں وھب بن منبہ سے روایت کیا ہے: فرشتے جب لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے مہمان سمجھ کر ان کی مہمان نوازی اور

دعوت و اکرام کیا، لیکن ان کی بیوی نے ان کی مخالفت کی اور قوم کے فاسق لوگوں کو بتا دیا کہ لوط علیہ السلام کے پاس انتہائی حسین و جمیل اور خوشبودار مہمان آئے ہیں، اور یہی وہ خیانت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں "فخانتا ھما" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "فخانتا ھما" کے بارے میں فرماتے ہیں: خدا کی قسم ان دونوں (لوط اور نوح علیہما اسلام کی بیویاں) نے نہ تو زنا کیا اور نہ پہلے کسی نبی کی بیوی نے غلط فعل کیا، ان سے پوچھا گیا لوط اور نوح علیہما اسلام کی بیویوں کی خیانت کیا تھی؟ تو فرمایا: نوح علیہ السلام کی بیوی انہیں مجنون بتاتی تھی اور لوط علیہ السلام کی بیوی نے فاسقوں کو مہمانوں کی آمد کی خبر دی تھی۔

لواطت کی مذمت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، "مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف قوم لوط کے عمل کا ہے"[۱] عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد نبوی ﷺ نقل فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے جانور سے صحبت کرنے والے اور قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرماتے ہیں۔"[۲]

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے، اللہ کے نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے آقا کے علاوہ کسی کی خدمت کرنے والے پر اور زمین کے تخموں کو تبدیل کرنے والے پر...... اور اندھے کو راستے سے بھٹکانے والے پر اور قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرماتے ہیں اور قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرماتے ہیں اور قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرماتے ہیں (تین مرتبہ فرمایا) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے پر لعنت فرماتے ہیں اور جانور سے بدفعلی کرنے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں۔"[۳]

---

۱ رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ والحاکم

۲ رواہ الامام احمد

۳ رواہ ابن حبان فی صحیحہ

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد نبوی ﷺ منقول ہے، ''جب کوئی مرد کسی مرد سے ملاپ کرے تو دونوں زانی ہیں''۔[۱]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''لواطت کے عمل میں فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔'' ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، ''جب تم کسی کو قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔''[۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: تم جس کو قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو اسے رجم کر دو یا فرمایا دونوں کو قتل کر دو۔[۳]

چار خلفاء نے لوطی کو آگ میں جلانے کا حکم دیا: ابو بکر صدیق، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر، ہشام بن عبدالملک۔

سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوطی کو قتل کیا جائے گا محصن ہو یا غیر محصن اور یہی سنت ماضیہ ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں: سعید بن میسّب کا لوطیوں کے قتل سنت ماضیہ فرمانا آپ ﷺ کے قول ''فاعل ومفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔'' کی وجہ سے تھا، اس میں آپ نے تفصیل بیان نہیں کی کہ محصن ہو یا غیر محصن ہو۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوطی کو صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد آگ میں جلائے جانے کا حکم دیا، اور علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات کا مشورہ دیا اور ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگ میں جلا دیا جیسا کہ امام آجری وغیرہ نے محمد بن منکدر سے نقل کیا ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ

---

۱ رواہ البیہقی فی السنن

۲ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والبیہقی

۳ رواہ الترمذی

تعالیٰ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا کہ عرب کے ایک علاقہ میں کچھ مرد ہیں جو آپس میں عورتوں کی طرح نکاح کرتے ہیں، لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمع فرمایا، جن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ''یہ ایک ایسا گناہ ہے جسے آج سے پہلے صرف ایک امت نے کیا ہے اور تم ان کا حشر خوب جانتے ہو، میری رائے یہ ہے کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے، تمام صحابہ کا اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ انہیں آگ میں ڈال دیا جائے، لہٰذا ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔

عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جو قوم لوط کا عمل کرے اسے قتل کردو۔''

ان میں سے کسی نے محصن اور غیر محصن کو الگ الگ نہیں کیا، اور سعید بن مسیب نے بھی حکم کو محصن اور غیر محصن کے لئے عام کیا اور اسی وجہ سے فرمایا کہ یہ سنت ماضیہ ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ رحمت کی نگاہ سے دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا بلکہ کہے گا، ''دوسروں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ، ایک فاعل و مفعول، دوسرا مشت زنی کرنے والا، تیسرا جانور سے بدفعلی کرنے والا، چوتھا عورت سے اس کے دبر میں لواطت کرنے والا، پانچواں عورت اور اس کی بیٹی کو جمع کرنے والا، چھٹا اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے اور پڑوسی کو اس حد تک تکلیف دینے والا کہ وہ اس پر لعنت کرنے لگے۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے یہ ہیں، الا یہ کہ یہ توبہ کرلیں، توبہ کرلیں، توبہ کرلیں، جو توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا، (۱) مشت زنی کرنے والا، (۲) فاعل اور مفعول بہ، (۳)

شراب نوش، (۴) والدین پر تشدد کرنے والا، (۵) اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دینے والا، یہاں تک کہ وہ اس کو لعنت کریں، (۶) اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والا۔"

امام مجاہد فرماتے ہیں: لوطی اگر بارش کے ہر قطرہ سے بھی غسل کر لے پھر بھی اس کی ناپاکی دور نہیں ہوسکتی، اللہ تعالیٰ نے لوطیوں کی سزا اور ان پر نازل ہونے والے عذاب کو قرآن مجید کی دس سورتوں میں بیان فرمایا ہے: سورہ الاعراف، ھود، الحجر، الانبیاء، الفرقان، الشعراء، النحل، العنکبوت، الصافات، القمر اور ان پر مختلف عذاب جیسے آنکھوں کا اندھا ہونا، مکانوں کا دھنس جانا، پتھر برسنا اور آگ میں داخل وغیرہ جمع فرمائے اور اس عمل کو کرنے والوں کو اس قوم پر نازل ہونے والے عذاب سے ڈرایا اور فرمایا،

﴿وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ (هود: ۸۹)

"قوم لوط تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔"

ایک عالم کا قول ہے: "جب کوئی مرد کسی دوسرے مرد سے بدکاری کرتا ہے تو فرشتے رخصت ہوجاتے ہیں، زمین اللہ تعالیٰ سے پکار پکار کر فریاد کرتی ہے اور اللہ جل جلالہ کا غصہ ان پر نازل ہوتا ہے، لعنت ان کو ڈھانپ لیتی ہے شیاطین ان کا گھراؤ کرتے ہیں، زمین ان کو دھنسا دینے کی اجازت مانگتی ہے، حاملین عرش پر عرش بوجھل ہو جاتا ہے، فرشتے تکبیر پڑھنے لگتے ہیں، جہنم بھڑکتی ہے، جب اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح کو قبض کرنے آتے ہیں تو اسے اس جیسے لوگوں کی طرف منتقل کر دیتے اور ان کے عذاب کی جگہ پہنچا دیا جاتا ہے، پس اس کی روح ان کی روحوں کے درمیان پہنچ جاتی ہے، یہ انتہائی تنگ جگہ ہے اور عذاب کے اعتبار سے بہت سخت زانیوں کا تنور ہے، وہ چیز ہرگز لذت نہیں ہوسکتی جو اس دردناک عذاب کو لازم کرے، آدمی کو جہنمی لوگوں کی فہرست میں شامل کرے، لذات کو ختم کر دے، حسرات کو باقی چھوڑ دے، شہوت کو ختم کر دے اور بدبختی کو باقی رکھے۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

تفنی اللذاذة ممن نال صفوتها من الحرام و یبقی الخزی و العار
تبقی عواقب سوءٍ فی مغبتها لاخیر فی لذة من بعدها النار

اس چیز کی لذت فنا ہوگئی جس کو حرام لگ گیا اور رسوائی اور عار باقی رہ گیا، اس کا انجام برا ہوگیا اور اس لذت میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد آگ ہو۔"

ذی رحم محرم سے بدکاری کی ہلاکت

ذی رحم محرم سے بدکاری کرنا تو بہت بڑی ہلاکت ہے اور ایسا کرنے والے کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل عدی بن ثابت کی حدیث ہے جو وہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں: فرمایا: میں اپنے ماموں سے ملا اس حال میں کہ ان کے پاس جھنڈا تھا، میں نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا، "مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے آدمی کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے شادی کی ہے کہ میں اس کی گردن مار ڈالوں اور اس کا مال چھین لوں۔"[1]

شعبہ روایت کرتے ہیں: براء بن عازب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے کچھ لوگوں کو جاتے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ تو کہنے لگے، ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے کہ اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرنے والے شخص کو قتل کر دیں۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، فرمایا: "فاعل اور مفعول جانور سے بدفعلی کرنے والے اور ذی رحم محرم سے صحبت کرنے والے کو قتل کر دوں۔"[2]

---

۱ رواہ الامام احمد

۲ ذکرالھیثمی فی الزواجر

حجاج بن یوسف کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے اپنی بہن سے بدکاری کی تھی، تو اس نے اسے قید کروا دیا اور کہا حضور ﷺ کے صحابہ میں سے کسی سے اس کے بارے سوال کرو، تو عبدالرحمٰن بن مطرف سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے،'' جو دو حرمتوں کی طرف قدم بڑھائے اس کو درمیان سے تلوار کے ذریعہ کاٹ ڈالو۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

حجاج کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے اپنی بہن سے زنا کیا تھا، اس کے بارے میں عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا انہوں نے اسے تلوار سے قتل کرنے کا فتویٰ دیا لہٰذا حجاج نے اس پر عمل کرتے ہوئے اس کی گردن کو تلوار سے اڑا دیا۔

بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت ہے: ایک آدمی نے اپنی خالہ سے شادی کی، اس کا مقدمہ عبدالملک بن مروان کے پاس لایا گیا تو وہ کہنے لگے: میں نے حلال سمجھتے ہوئے ایسا کیا ہے، عبدالملک نے فرمایا'' اسلام میں جہالت کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کے قتل کا حکم دیا۔''

صالح بن احمد کے مسائل میں مذکور ہے فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو ذی محرم عورت سے شادی کرے، تو فرمایا اگر جان بوجھ کر کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اس کا مال چھین لیا جائے اور اگر نادانی میں ہو تو دونوں میں تفریق کر دی جائے، اور مستحب یہ ہے کہ عورت کو دیا ہوا مہر اس سے واپس نہ لیا جائے۔

ایک روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے فرمایا:'' ذی محرم عورت سے شادی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔''[1]

---

[1] رواہ الخرائطی والطبرانی وابونعیم

باب ۲۵

محبوب سے جائز ملاقات میں محبّ پر مہربانی اور سفارش کرنے کی فضیلت

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾ (النساء: ۸۵)

''جو شخص کسی کی اچھی سفارش کرے گا اسے اس میں سے (ثواب کا) حصہ ملے گا اور جو بری سفارش کرے گا اسے اس میں سے (گناہ کا) حصہ ملے گا۔''

ہر وہ شخص جو کسی معاملہ قول یا فعل سے دوسرے کی مدد کرے تو یہ اس کا شفیع کہلائے گا، یہی شفاعت کی تعریف ہے، شافع مشفوع کے کسی کام کی انجام دہی میں اس کے قادر نہ ہونے کی وجہ اس کی مدد کرتا ہے، اس آیت میں خیر و شر پر قول اور فعل کے ذریعہ مدد کرنے والے شامل ہیں، اس کی نظمیہ ایک دوسری آیت بھی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور برائی اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

صحیح حدیث میں ہے جب رسول اللہ ﷺ کے پاس کوئی ضرورت مند آتا تو

آپ فرماتے: شفاعت کرو تا کہ تمہیں اجر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی زبان اسی بات کو جاری فرماتے ہیں جسے پسند کرتے ہیں۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سفارش کرنا

صحیح بخاری میں ہے: حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب آزادی کے بعد خاوند کے چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو ان کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرط محبت کی وجہ سے ان کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے اور ان کے آنسو ان کی داڑھی پر بہا کرتے تھے، تو آپ علیہ السلام نے حضرت بریرہ سے فرمایا: ''اگر تو اس سے رجوع کرے اچھا ہے کیونکہ وہ تیرے بچوں کا باپ ہے؟'' انہوں نے عرض کیا، ''کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟'' فرمایا: نہیں میں تو محض سفارشی ہوں'' حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں''۔

یہ آپ علیہ السلام کی ایک محبوب کے ہاں محب کی سفارش ہے اور یہ اجر کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک بہت افضل اور اعظم شفاعت ہے کیونکہ یہ محبت کرنے والوں کو اس طرز پر جمع کرنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند ہے، اسی وجہ سے ابلیس ملعون کو ان دونوں کی جدائی سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے۔

شفاعت حسنہ کے بارے میں حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیجئے: ''یَکُنْ لَهُ نَصِیْبٌ مِنْهَا'' اور شفاعت سیئہ کے بارے میں فرمایا: یَکُنْ لَهُ کِفْلٌ مِنْهَا''

لفظ کفل بوجھ اور ثقل کا معنی دیتا ہے اور لفظ نصیب اس حصہ کا معنی دیتا ہے جس کا حاصل کرنے والے اس کی تحصیل میں مشقت اٹھاتا ہے۔ اگر چہ دونوں لفظ انفرادی طور پر دونوں معنی میں مستعمل ہیں، لیکن جب دونوں باہم ملا دیئے جائیں تو خیر کا حصہ لفظ نصیب کے ساتھ اور شر کا حصہ لفظ کفل کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے۔

---

[1] رواہ شیخان وابوداؤد والترمذی

محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں

حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی کروادی، حالانکہ اس لڑکی کے چچا زاد نے پہلے اس کا رشتہ مانگا ہوا تھا، حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ یہ اپنے اس خاوند کو ناپسند کرتی ہے اور اپنے چچا زاد سے نکاح کرنے کی خواہشمند ہے، پس نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ کے کروائے ہوئے نکاح کو ختم کر کے اس لڑکی کے چچا زاد سے اس کا نکاح کروادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: ''ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ! میری پرورش میں ایک یتیم بچی ہے، اس کے لئے ایک غریب اور ایک مالدار آدمی نے نکاح کا پیغام بھجوایا ہے، ہم مالدار کو پسند کرتے ہیں جبکہ وہ غریب کو چاہتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز نہیں۔''[1]

محمد بن سیرین روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک عورت کے گانے کی آواز سنی:

هل من سبيل الى خمر فاشربها ام هل سبيل الى نصر بن حجاج

''کیا شراب حاصل ہوسکتی ہے کہ میں اس کو پی لو، یا نصر بن حجاج حاصل ہوسکتا۔''

حضرت عمر نے دل میں کہا: ''جب تک عمر زندہ ہے نہیں ہوسکتا'' صبح کو انہوں نے نصر بن حجاج کو بلوایا وہ بڑا خوبصورت آدمی تھا، اسے کہا، مدینہ سے نکل جا اور یہاں ہر گز نظر نہ آنا'' وہ بصرہ چلا گیا، وہاں وہ مجاشع بن مسعود نامی شخص کے پاس آیا کرتا تھا، اس کی ایک بڑی خوبصورت بیوی تھی جو نصر کو بھا گئی اور وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے، ایک مرتبہ نصر اور مجاشع بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور عورت بھی ان کے ساتھ

---

[1] قال الطبرانی فی معجمہ الاوسط

بیٹھی تھی، نصر نے زمین میں کچھ لکھا تو عورت نے کہا: ''میں بھی'' مجاشع سمجھ گیا کہ یہ کسی کلام کا جواب ہے، مجاشع لکھنا نہ جانتا تھا جبکہ عورت جانتی تھی، مجاشع نے ایک برتن منگوا کر اس مکتوب کے اوپر رکھا اور کسی پڑھے لکھے آدمی کو بلوایا تو اس میں لکھا تھا: ''میں تجھ سے ایسی زبردست محبت کرتا ہوں کہ اگر وہ تیرے اوپر ہو تو تجھ پر سایہ کر دے اور اگر تیرے نیچے ہو تو تجھے اوپر اٹھا دے۔'' نصر کو ساری بات پہنچ گئی جس سے وہ بہت شرمندہ ہوا، اور اس نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا، اور اس کا جسم کمزور ہو کر چوزے کی طرح ہو گیا، مجاشع نے اپنی بیوی سے کہا: اس کے پاس جا، اسے سینہ سے لگا اور اسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلا۔'' بیوی کے انکار پر مجاشع نے اصرار کیا، لہٰذا وہ اس کے پاس گئی، اسے سینہ سے لگایا اور اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا، جب وہ ذرا ٹھیک ہوا تو بصرہ چھوڑ کر چلا گیا۔

لاغر محبّ کی سفارش میں ایک اہم شرعی مسئلہ

ایک سوال ہے کہ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے (جیسا مجاشع کی بیوی نے کیا؟)

جب یہ چیز بطور دوا کے متعین ہو اور محبت میں دیوانہ ہونے والے شخص کی ہلاکت سے نجات صرف اسی چیز میں ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ اجنبی مرد و عورت ایک دوسرے سے مل جائیں اور طبیب مریض کے بدن کو دیکھ سکتا ہے اور ضرورت کے تحت اس کو چھو بھی سکتا ہے، البتہ جماع سے علاج کرنا کسی صورت بھی ثابت نہیں، بہرحال بوسہ اور معانقہ وغیرہ سے علاج کرنا اگر اس میں شفا یقینی ہو تو یہ شراب سے علاج کرنے کی طرح جائز ہے بلکہ یہ اس سے زیادہ آسان ہے کیونکہ شراب پینا بالاتفاق کبیرہ گناہ ہے، حالانکہ یہ فعل صغیرہ گناہ ہے (مصنف رحمۃ اللہ علیہ تیرھویں باب، نویں باب کے اور اس کے بعد بھی اس مذکور رائے کی مخالفت کر چکے ہیں اور بارہا کہا ہے کہ یہ فعل کسی اچھی چیز کے حصول کا ذریعہ نہیں سکتا، مترجم) مقصود یہ ہے کہ جائز امور میں عاشقوں کی شفاعت کرنا خیر اور سعی مشکور ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محبّ کی سفارش کرنا

خرائطی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں مدینہ کے ایک راستے سے گزر رہے تھے کہ ایک لڑکی کو دیکھا جو چکی سے آٹا پیس رہی تھی اور کہہ رہی تھی:

وھویتہ من قبل قطع تمائمی ... متمایسا مثل القضیب الناعم

وکان نور البدر سنۃ وجھہ ... ینمی و یصعد فی ذؤابۃ ھاشم

''میں اپنے تعویذ کھلنے سے پہلے سے اس کی عاشق ہوں جب دھونی لیتی تھی نرم لکڑی کی طرح، چاند کی روشنی گویا کہ اس کے چہرہ کی چمک ہے اور وہ قبیلہ ہاشم کے اعلیٰ لوگوں میں پروان چڑھا ہے۔''

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آئی تو فرمایا: تو باندی ہے یا آزاد؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ میں باندی ہوں، فرمایا: ''تجھے کس سے محبت ہے؟'' وہ رو پڑی اور کہا: خدا کا واسطہ یہ بات مجھ سے نہ پوچھیں، فرمایا ''یہ بات تجھ سے ضرور بضرور پوچھ کے رہوں گا، تو کہنے لگی:

وانا التی لعب الغرام بقلبھا ... فبکت لحب محمد بن القاسم

''میں وہ ہوں کہ محبت جس کے دل سے کھیلتی ہے، پس میں رو دی محمد بن قاسم کی محبت کی وجہ سے۔''

ابوبکر صدیق مسجد گئے اور اس کے آقا کو بلوا کر اسے خرید کر محمد بن قاسم بن جعفر بن ابی طالب کی طرف بھجوا دیا اور فرمایا: یہ مردوں کے لئے فتنہ ہیں کتنے ہی شریف ان کی وجہ سے ہلاک ہو گئے اور کتنے معاملات ان کی وجہ سے برباد ہو گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محبّ کی سفارش کرنا

ایک مرتبہ ایک باندی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک انصاری

کے خلاف مدد طلب کرنے کے لئے حاضر ہوئی، آپ نے اس سے ساری بات بتانے کو فرمایا تو اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین میں اپنے آقا کے بھائی کے بیٹے پر عاشق ہو گئی ہوں، میری اس سے شادی کروا دیں، میں ہمیشہ اپنے آقا کی دیکھ بھال کرتی رہوں گی" حضرت عثمان نے اس کے مالک سے کہا: یا تو یہ اپنے بھائی کے بیٹے کو ہبہ کر دے یا میں اپنے مال سے تجھے اس کی قیمت دیتا ہوں، وہ کہنے لگا: اے امیر المومنین میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ میں نے اس کو ہبہ کر دی۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محبّ کی سفارش کرنا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عرب لڑکا لایا گیا جو رات کے وقت کسی کے گھر سے پکڑا گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے اس کی بابت پوچھا تو کہنے لگا: میں چور نہیں، میں آپ کو سچ بتاتا ہوں:

تعلقت في دار الربا حي خودة　　　يذل لها من حسنها الشمس والبدر

لها في بنات الروم حسن و منصب　　　إذا افتخرت بالحسن صدقها الفخر

فلما طرقت الدار من حر مهجة　　　أتيت وفيها من توقدها جمر

تبادر أهل الدار لي ثم صيحوا　　　هو اللص محتوما له القتل والأسر

"مجھے دار رباحی میں ایک ایسی لڑکی سے عشق ہوا کہ اس کے حسن کے سامنے سورج اور چاندی بھی گھٹنے ٹیک دیں، اس کے لئے رومی لڑکیوں کے مقابلہ میں بھی مقام حسن و مرتبت ہے، جب وہ حسن میں فخر کرے تو فخر اس کی تصدیق کرتا ہے، جب میں عشق کی گرمی کی وجہ سے رات کے وقت اس کے گھر گیا تو اس میں اس کے دھکانے کا انگارا تھا، گھر والوں نے جلدی سے مجھے پکڑا اور چیخ پڑے کہ یہ چور ہے جس پر قتل اور ڈاکہ کا الزام ہے۔"

اس کی بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رحم آیا اور آپ نے مہلب بن رباح سے فرمایا: وہ باندی اس کو عطا کر دو ہم آپ کو اس کے بدلہ میں دیں گے، انہوں نے کہا: اے امیر المومنین! اس سے پوچھیں کہ یہ کون ہے تا کہ ہم اس کا نسب جان لیں؟ اس نے کہا: ''نہاس بن عینیہ عجلی'' مہلب نے کہا: ''جا وہ باندی تیری ہوئی۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محبّ کی سفارش کرنا

تمیمی نے اپنی کتاب ''امتزاج النفوس'' میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحرین سے ایک باندی خریدی جو انہیں بہت پسند تھی، ایک دن انہوں نے اسے یہ اشعار کہتے ہوئے سنا:

وفارقته كالغصن يهتز في الثرىٰ　　طريرا وسيما بعد ماطر شاربه

''میں نے اسے اس حال میں چھوڑا کہ وہ ٹہنی کی طرح تھی جو لہلہا رہی ہو، اگنے کے بعد تر و تازہ اور شاداب ہو۔''

انہوں نے اس شخص کے بارے میں اس سے پوچھا تو کہنے لگی: ''وہ میرا چچازاد ہے۔'' پس انہوں نے اسے واپس بھیج دیا حالانکہ ان کے دل میں اس کی محبت تھی۔

حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا تذکرہ

سالم بن عبداللہ فرماتے ہیں: عاتکہ بن زید، عبداللہ بن ابوبکر کی بیوی تھیں لیکن وہ ان کی رائے پر غالب تھیں اور ان کو اہم مصروفیات سے غافل کرتی تھیں، لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا کہ اسے ایک طلاق دے دے، لہٰذا انہوں نے عاتکہ کو طلاق دے دی، لیکن انہیں اس سے بہت تکلیف ہوئی، جب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے نکلے تو یہ راستہ میں بیٹھ گئے، جب ان کی نظر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو یہ روئے اور یہ اشعار پڑھے:

لم أر مثلي طلق اليوم مثلها　　ولا مثلها في غير جرم يطلق

لها خلق جزل وحلم و منصب　　وخلق سوی فی الحیاة ومصدق

''میں نے اپنے جیسا آدمی نہیں دیکھا جس نے اس جیسی عورت کو
طلاق دی اور اس جیسی عورت نہیں دیکھی جسے بغیر جرم کے طلاق دی
گئی ہو، وہ اعلیٰ اخلاق والی، بردباری اور عہدہ والی، زندگی میں
متناسب خلقت والی سچائی کی پیکر ہے۔''

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان پر رحم آگیا اور آپ نے رجوع کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا تو عاتکہ نے کہا:

آلیت لاتنفک عینی سخینة　　علیک ولا ینفک جلدی أغبرا

فللّٰه عینا من رأی مثله فتی　　أعف وأمضی فی الهیاج وأصبرا

إذا شرعت فیه الأسنَّةُ خاضها　　إلی الموت حتی یترک الرمح أحمرا

''میں قسم کھاتی ہوں کہ میری آنکھ ہمیشہ بے قرار رہے گی اور میری
جلد ہمیشہ گردآلود رہے گی، اس آنکھ کے کیا کہنے جس نے اس جیسا
نوجوان دیکھا ہو جو انتہائی پاکباز مصیبت میں ثابت قدم اور صابر
تھا، جب نیزے اس کی طرف لپکتے تو وہ ان کو موت کے گھاٹ اتار
دیتا یہاں تک کہ نیزہ سرخ ہو جاتا۔''

جب ان کی عدت پوری ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا اور جب ان کا ولیمہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت لے کر حضرت عاتکہ سے ان کے حضرت عبداللہ کی یادیں کہے گئے شعر پڑھے (جس میں شادی نہ کرنے کی قسم تھی تعریض اور طنز کرتے ہوئے) کہا: اے خود کو تیار کرنے والی!

الیت لاتنفک عینی قریرة　　علیک ولاینفک جلدی اصفرا

''میں قسم کھاتی ہوں کہ میری آنکھ ہمیشہ تجھ پر چین میں رہے گی اور

میری جلد ہمیشہ زرد رہے گی۔''

یہ سن کر حضرت عاتکہ رونے لگیں، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: اے ابوالحسن! آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ سب عورتیں ایسا ہی کہا کرتی ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے ان کے مرثیہ میں کہا:

عین جودی بعبرة ونحیب　　لاتملی علی الجواد النجیب

فجعتنی المنون بالفارس المعلم　　یوم الهیاج والتثویب

قل لأهل الضراء والبؤس موتوا　　قد سقته المنون كأس شعوب

''اے آنکھ خوب آنسو بہا اور سخاوت کے پیکر شریف آدمی پر کنجوسی نہ کر، زمانہ نے مجھے بہادری کی عادت والے گھڑ سوار سے جنگ کے دن اور موذن کے الصلوۃ خیر من النوم کہنے کے دن محروم کر دیا، تنگی اور سختی والوں سے کہہ دو کہ مر جائیں، کہ زمانہ نے اسے جدائی کا پیالہ پلا دیا ہے۔''

جب ان کی عدت پوری ہوئی تو زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے شادی کی، ایک رات انہوں نے مسجد میں جانے کی اجازت مانگی تو یہ بات حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت شاق گزری اور انہیں منع کرنا بھی حضور ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے مناسب معلوم نہ ہوا کہ اللہ کی بندیوں کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرو، لہٰذا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اجازت دے دی، پھر وہ راستہ کے ایک تاریک حصہ میں چھپ کر بیٹھ گئے جب وہ وہاں سے گزریں تو انہوں نے اپنا ہاتھ ان پر رکھ دیا تو وہ تعجبا سبحان اللہ پڑھتی ہوئی واپس چلی گئیں، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے پہلے گھر پہنچ گئے، جب وہ واپس آئیں تو ان سے واپسی کی وجہ پوچھی تو کہنے لگیں: جب ہم مسجد جایا کرتی تھیں تو لوگ اچھے ہوا کرتے تھے لیکن اب وہ حالات نہیں رہے اور مسجد میں جانا

چھوڑ دیا، جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا تو انہوں نے ان کا مرثیہ کہا:

غدر ابن جرموز بفارس بهمة ... يوم اللقاء وكان غير معرد
يا عمرو لو نبهته لوجدته ... لا طائشا رعش السنان ولا اليد
ثكلتك أمك إن ظفرت بمثله ... فيما مضى حتى تروح و تغتدى
كم غمرةٍ قد خاضها لم يثنه ... عنها طرادك يا ابن أم الفرقد
إن الزبير لذو بلاءٍ صادقٍ ... سمحٌ سجيته كريم المشهد

''ابن جرموز نے جنگ کے دن ایسے بہادر گھڑ سوار کو دھوکہ دیا جو بھاگنے والا نہیں تھا، اے عمرو اگر تو اسے متنبہ کر دیتا تو تو اس کو دیکھتا کہ نہ اس کے ہاتھ کانپتے نہ نیزہ اگر تو گزشتہ زمانہ میں چکر لگا کر بھی اس جیسے شخص کو پالے تو تیری ماں تجھے گم کر دے، اے عظیم ماں کے بچے! کتنی ہی مصیبتوں میں وہ گھس گیا لیکن تیرے ہٹانے نے اسے نہیں موڑا، بے شک زبیر سچی محبت والے تھے، سخی تھے، میں نے ان کو اچھی جگہ ڈھانپ دیا۔''

جب ان کی عدت پوری ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا یہ ان سے کہنے لگیں: ''مجھے آپ کے قتل کئے جانے کا خوف ہے''۔

عاشق پر رحم اور سفارش کرنے کے چند دلچسپ واقعات

(۱) ایک مرتبہ خلیفہ مہدی حج کے لئے گئے، جب مقام زبالہ پر پہنچے تو ناشتہ کرنے کے لئے بیٹھ گئے، ایک دیہاتی آیا اور اس نے پکارا، اے امیر المومنین! میں عاشق ہوں اور آواز بلند کرنے لگا، خلیفہ نے دربان سے کہا: یہ کون ہے؟ اس نے کہا، ''ایک آدمی ہے جو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے میں عاشق ہوں، خلیفہ نے اسے بلوالیا اور پوچھا: تجھے کس سے عشق ہے؟ کہنے لگا: اپنے چچا کی بیٹی سے، خلیفہ نے پوچھا: کیا اس کا باپ ہے؟'' اس نے اثبات میں جواب دیا تو پوچھا: وہ اس سے تیری شادی کیوں نہیں کرواتا؟

اس نے جواب دیا: اس کی ایک وجہ ہے وہ یہ کہ میری والدہ عربی نہیں ہے، مہدی نے کہا: اس سے کیا ہوتا ہے؟، اس نے کہا: یہ چیز ہمارے ہاں ایک عیب ہے، خلیفہ نے لڑکی کے باپ کو بلایا اور اسے کہا: کیا یہ تیرے بھائی کا بیٹا ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا خلیفہ نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی نہ کروانے کی وجہ پوچھی تو اس نے اسی شخص والی بات کی، اس بادشاہ کے پاس حضرت عباس کی اولاد میں سے ایک جماعت بیٹھی تھی، خلیفہ نے کہا: ان سب کی والدہ غیر عربی تھی، کیا اس سے انہیں کوئی نقصان ہوا؟، اس نے کہا: یہ ہمارے نزدیک ایک عیب ہے، مہدی نے اسے کہا: بیس ہزار درہم پر اس کی شادی کروا دے، دس ہزار عیب کے اور دس ہزار اس کا مہر، اس نے کہا: ٹھیک ہے مجھے منظور ہے اس پر خلیفہ مہدی نے اللہ کی حمد وثناء پڑھی اور اس آدمی سے لڑکی کی شادی کروا دی، پھر دس دس ہزار درہم کی دو تھیلیاں منگوا کر اس کے باپ کو دے دیں۔

(۲) خرائطی نے بیان کیا ہے: عمر بن ابی ربیعہ نے شعر کہنا چھوڑ دیئے اور ان سے اعراض کیا اور نذر مانی کہ ہر شعر کے بدلہ ایک جانور صدقہ کر دوں گا، کافی عرصہ ایسا ہی کیا...... پھر ایک رات بیت اللہ کے طواف کے ارادہ سے نکلے تو ان کی نظر ایک انتہائی خوبصورت عورت پر پڑی، ایک آدمی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا، جب وہ اپنا پاؤں اٹھاتی تو یہ اس کے پاؤں کی جگہ اپنا پاؤں رکھتا، عمر بن ابی ربیعہ ان کی طرف دیکھنے لگے جب وہ عورت طواف سے فارغ ہوئی تو یہ کچھ دیر اس کے پیچھے گیا، پھر واپس آ گیا، جب عمر بن ابی ربیعہ نے اس کو دیکھا تو جست لگا کر اس کی طرف گئے اور کہا: مجھے اپنے متعلق بتاؤ یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا: یہ عورت میرے چچا کی بیٹی ہے اور میں اس کا عاشق ہوں اور میرے پاس مال نہیں ہے، میں نے اپنے چچا کو اس کے رشتہ کا پیغام بھجوایا لیکن انہوں نے مجھ سے اعراض کیا اور مجھ سے اتنا مہر مانگا جس پر میں قادر نہ تھا اور جو تو نے دیکھا ہے یہ ہی میرا حصہ ہے، اور دنیا میں اس سے بڑی کوئی خواہش میرے دل میں نہیں، عمر بن ربیعہ نے اس سے کہا "تیرا چچا کون ہے؟" اس نے کہا: فلاں بن فلاں، لہٰذا اسے ساتھ لیکر اس کی طرف گئے، عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باہر بلایا تو وہ جلدی سے باہر آیا اور عرض

کہا: اے ابوالخطاب! کیا کام ہے؟ انہوں نے کہا: اپنے بھتیجے سے اپنی بیٹی کی شادی کرو اور یہ اس کا وہ مہر ہے جس کا تو نے اس سے مطالبہ کیا، اس نے کہا: ٹھیک ہے میں نے کر دیا، عمر نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں کو ملوا کر ہی جاؤں، اس کے باپ نے کہا: ٹھیک ہے، لہٰذا وہ ان دونوں کی ملاقات کروا کر واپس چلے گئے، گھر آ کر وہ اپنے بستر پر لیٹ گئے لیکن ان کو نیند نہ آ رہی تھی اور ان کے دماغ میں اشعار کا ہجوم تھا، ان کی باندی کو یہ بات عجیب محسوس ہوئی تو اس نے خیریت طلب کی اور کہا: آپ کو کیا مصیبت پیش آئی ہے؟ جب یہ مسئلہ زیادہ ہوا تو بیٹھ گئے اور یہ اشعار کہے:

تقول وليدتي لما راتني طربت وكنت قد أقصرت حينا
أراك اليوم قد أحدثت شوقا وهاج لك البكا داءً دفينا
بربك هل أتاك لها رسول فشاقك أم رأيت لها خدينا
فقلت شكا إليّ أخ محب كبعض زماننا إذ تعلمينا
فعد على ما يلقى بهند فوافق بعض ما كنا لقينا
وذو القلب المصاب وإن تعزى يهيج حين يلقى العاشقينا
وكم من خلةٍ أعرضت عنها لغير قلى وكنت بها ضنينا
رأيت صدودها فصددت عنها ولو هام الفؤاد بها جنونا

''جب میری باندی نے مجھے دیکھا کہ میں کافی دیر سے مچل رہا ہوں اور تنگ ہو رہا ہوں تو کہا کہ میں آپ کو اس حال میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ کا شوق جاگ اٹھا ہے اور رونے نے آپ کی چھپی ہوئی بیماری کو بھڑکا دیا ہے، آپ کے رب کا واسطہ کیا محبوبہ کا کوئی قاصد آیا ہے یا آپ نے اس کا کوئی ساتھی دیکھا ہے، میں نے کہا: ایک محبت کرنے والے دیہاتی نے مجھ سے شکایت کی، جیسے ہمارے تعلم کے زمانہ میں ہوتا تھا، تو اس نے وہ ساری بات سنائی جو ھند کی وجہ سے پہنچی تھی، یہ ویسی ہی تھی جو میری کیفیت ہوا کرتی تھی، دردناک دل

اگر صبر کر بھی لے تو پھر عاشقوں سے مل کر برانگیختہ ہو جائے گا، کتنے
ہی دوست ایسے ہیں جن سے میں نے بغیر چھوڑے اعراض کیا اور
میں ان سے بخیل رہا، میں نے اس کے اعراض کو دیکھا تو اعراض کیا
اگرچہ یہ دل جنون سے پھٹ ہی کیوں نہ جائے۔“

(۳) خالد بن عبداللہ قسری نے ایک دن قید خانہ کا دورہ کیا، اس میں یزید بن فلان البجلی تھا، خالد نے اس سے پوچھا، اے یزید! تجھے کس جرم میں قید کیا گیا ہے؟ اس نے کہا: ایک الزام کی وجہ سے، خالد نے پوچھا: اگر میں تجھے آزاد کر دوں تو دوبارہ تو ایسا کرے گا؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، اور یہ بات اس کو پسند نہ تھی کہ وہ اپنا قصہ سنائے تاکہ اس کی معشوقہ بدنام نہ ہو جائے، خالد نے کہا: اس کے قبیلہ کے آدمیوں کو بلاؤ تاکہ ہم ان کے سامنے اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں، اور یزید کا ایک بھائی تھا، اس نے شعر لکھے اور انہیں خالد کی طرف بھیجا:

أخالد قد أُعطيت في الخلق رتبة — وما العاشق المسكين فينا بسارق

أقــر بــمــا لــم يأتــه الــمـرء إنــه — رأى القطع خيرا من فضيحة عاشق

ولـولا الذى قد خفت من قطع كفه — لألـفيـت في شأن الهوى غير ناطق

أذا بـدت الـرايات للسبق في العلى — فـأنــت ابـن عـبـداللّـه اول سـابق

”اے خالد! تجھے اخلاق میں ایک اعلیٰ مقام دیا گیا ہے، عاشق
مسکینہم میں چور نہیں، اس شخص نے ایسے کام کا اقرار کیا ہے جو اس
نے نہیں کیا کیونکہ وہ ہاتھوں کے کٹنے کو عاشق کی رسوائی سے بہتر
سمجھتا ہے، اگر مجھے اس کے ہاتھ کے کٹنے کا خوف نہ ہوتا تو میں
محبت کے معاملہ میں کبھی نہ بولتا، اگر بلندی میں سبقت کے
جھنڈے ظاہر ہوں تو اے عبداللہ تو سب سے آگے ہوگا۔“

جب خالد نے یہ اشعار پڑھے تو اسے یزید کی صداقت معلوم ہوئی، اس نے لڑکی

کے اولیاء کو حاضر کیا اور کہا: اپنی لڑکی کی یزید سے شادی کروادو، انہوں نے کہا: اس پر تو یہ الزام ظاہر ہو چکا ہے اب شادی کیسے ہو؟ خالد نے کہا: اگر تم نے بخوشی شادی نہ کی تو زبردستی شادی کروانا پڑے گی، لہٰذا انہوں نے شادی کروادی اور خالد نے اپنی طرف سے مہر ادا کیا۔

(۴) کوفہ میں ایک لیث بن زیاد نامی آدمی رہتا تھا، اس نے ایک باندی کی تربیت کی اور اسے لکھنا پڑھنا سکھایا، وہ خوبصورت تو تھی لیکن اب ہر فن میں ماہر بھی ہوگئی، کافی عرصہ وہ اس کے پاس رہی کہ ایک مرتبہ اس کے آقا کو ایک ضرورت پیش آئی تو اس باندی نے کہا: میرا خیال ہے اگر آپ مجھے بیچ دیں تو یہ آپ کے لئے بہتر ہے اگرچہ میں جانتی ہوں کہ آپ کے بغیر رہنا میرے لئے ممکن نہیں، لہٰذا اس آقا نے ایک غنی اور مالدار آدمی کو تلاش کیا جو اس باندی کے فضل وکمال کو جانتا تھا، لہٰذا اسے ایک لاکھ درہم میں یہ باندی فروخت کردی، مال پر قبضہ کر کے باندی اس کے مالک کے حوالہ کردی، لیکن اس باندی کے چلے جانے پر اس نے بہت افسوس کیا، جب وہ باندی آقا کے گھر آئی تو اسے پہلے آقا کی یاد ستانے لگی اور اسے اس کے بغیر ایسی اجنبیت محسوس ہوئی جس کو نہ دور کرسکتی تھی، نہ چھپا سکتی تھی، اس نے غمگین ہوکر کہا:

أتـانـي الـبـلا حـق فمـا أنـا صـانـع ... أمـصـطـبـر لـلـبـين أم أنـا جـازع

كـفـى حـزنـا أني على مثل جمرة ... اقـاسـي نجوم الليل والقلب نازع

فـإن يـمـنـعـونـي أن أبـوح بحبـه ... فـإنـي قتيـلٌ والـعيـون دوامـع

"مجھے بہت بڑی مصیبت پہنچی، میں کیا کروں آیا میں جدائی پر صبر کروں یا جزع فزع کروں، غم میں اتنا ہی کافی ہے کہ میں انگارے پر ہوں اور رات کے ستارے گن رہی ہوں اور دل بے چین ہے، اگر وہ مجھے محبت سے منع کریں تو میں مر جاؤں گی اور آنکھیں آنسو بہائیں گی۔"

جب اس کے دوسرے آقا کو اس کے اشعار پہنچے تو اس نے باندی کو بلوایا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہا تو اس نے منع کر دیا اور کہا: اے آقا آپ مجھ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، اس نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا، ''میری ایک بیماری کی وجہ سے، اس نے بیماری کی بابت پوچھی تو اس نے کہا: میرے سینہ میں ایک آگ بھڑک رہی اور کوئی بھی اسے نہیں بجھا سکتا اور آپ اس کے علاوہ کا سوال نہ کریں، آقا کو اس پر رحم آ گیا، اور اس نے پہلے آقا کے پاس آدمی بھیج کر اس کی کیفیت معلوم کی تو اس کو بھی اس حالت میں پایا تو اس کو بلوا کر باندی اس کے حوالہ کر دی اور اس کو باندی کی قیمت میں سے پچاس ہزار درہم ہدیہ کر دیے، باندی کافی عرصہ اس کے ساتھ رہی یہاں کہ عبداللہ بن طاہر کو خراسان میں ان کے واقعہ کا علم ہوا تو اس نے کوفہ میں اپنے خلیفہ کو یہ حکم دیتے ہوئے خط لکھا کہ اگر یہ شعر جو اس واقعہ میں موجود ہیں باندی کے ہیں تو اسے خرید لو، لہٰذا یہ خلیفہ اس کے آقا کے پاس گیا اور اسے عبداللہ بن طاہر کے خط کے متعلق بتایا، لہٰذا اب اس کے پاس باندی کو اس کے حوالہ کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، خلیفہ نے لڑکی کی شاعری کا یقین کرنے کے لئے شعر کہا:

بـديـع حسـنٍ رشيـق قـد جـعـلـت مـنـي لـهٔ مـلاذا

''انوکھے حسن والی، عمدہ قد والی، میں نے اس سے اپنے لئے لذت لی۔''

باندی نے جواب دیا:

فـعـاتـبـوه فـزاد عشـقـاً فـمـات شـوقـاً فـكـان مـاذا

''لوگوں نے اسے عتاب کیا تو اس کا عشق زیادہ ہو گیا تو وہ شوق میں مر گیا ایسا کیوں ہوا؟''

خلیفہ سمجھ گیا کہ یہ عبداللہ بن طاہر کے قابل ہے، پھر اس نے دو لاکھ درہم کے بدلہ اسے خرید لیا اسے تیار کیا اور عبداللہ بن طاہر کی طرف خراسان روانہ کر دیا، جب وہ

اس کے پاس پہنچی تو عبداللہ بن طاہر نے اس کا امتحان لیا اور اپنی پسند کے مطابق پایا تو وہ اس سے بہت متاثر ہوا اور اس کو بہت اہمیت دی اسے ام محمد بن عبداللہ بن طاہر کہا جاتا تھا، یہ اپنے پہلے آقا کو تحفے تحائف بھیجتی رہی یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا''۔

(۵) عبداللہ بن عامر نے جب اپنی بیوی جو کہ سہل بن عمرو کی بیٹی تھی طلاق دے دی تو وہ مدینہ آ گئیں اور ان کے ساتھ ان کی ایک بیٹی اور حضرت عبداللہ کی ایک امانت بھی تھی، وہاں ان سے حسن بن علیؓ نے نکاح کر لیا، پھر ایک مرتبہ عبداللہ بن عامر جب حج کے لئے آئے تو مدینہ تشریف آوری ہوئی، وہاں حضرت حسنؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے عرض کی: اے ابو محمد! مجھے سہل کی بیٹی سے ایک کام ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ان سے ملنے کی اجازت دے دیں، تو حضرت حسنؓ نے اپنی بیوی سے کہا: چادر اوڑھ لو، ابن عامر تم سے ملنا چاہتا ہے، وہ ان سے ملے اور ان سے اپنی امانت طلب کی۔ وہ امانت لے آئیں جو اسی طرح سر بمہر تھی، انہوں نے کہا: اس کا ایک تہائی تم لے لو، انہوں نے کہا: میں اپنے پاس رکھوائی گئی امانت میں سے کچھ نہ لوں گی، پھر ابن عامر نے ان سے کہا: میری بیٹی اب بالغ ہو چکی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم اسے میرے حوالہ کر دو، یہ سن کر دونوں ماں بیٹی رونے لگیں، اس پر ابن عامر کو ترس آ گیا، حضرت حسنؓ نے ابن عامر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ خدا کی قسم مجھ سے بہتر صدقہ کرنے والا کون ہوگا، ابن عامر نے کہا: خدا کی قسم میں اسے آپ کے پاس سے نہیں نکالوں گا، لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات تک اس بچی کی کفالت فرمائی۔

(۶) زمخشری نے اپنی کتاب ''ربیع الابرار'' میں ذکر کیا ہے کہ زبیدہ بنت ابی جعفر نے مکہ کے راستہ میں ایک دیوار پر یہ شعر پڑھے:

أما في عباد اللّٰه أو في إمائه   كريم يجلي الهم عن ذاهب العقل

له مقلة أما المآقي فقرحة   و أما الحشا فالنار منه على رجل

''کیا اللہ کے بندوں اور بندیوں میں کوئی ایسا نیک آدمی ہے جو مختل کو غم کرنے والے سے غم دور کر دے، اس کی آنکھیں پھوڑا بن

چکی ہیں اور اس کی رگوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔“

یہ اشعار پڑھ کر زبیدہ بنت جعفر نے نذر مانی کہ ان اشعار کے کہنے والے کے لئے کوشش کروں گی یہاں تک کہ اس کو اس کے محبوب سے ملوا دوں، فرماتی ہیں: مزدلفہ میں میں نے ایک آدمی کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا، اس سے اس سبب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اس نے یہ اشعار اپنے چچا کی بیٹی کے بارے میں کہے ہیں، جس کے گھر والوں نے یہ قسم کھائی ہے کہ وہ اس سے اپنی لڑکی کی شادی نہ کروائیں گے، لہٰذا زبیدہ اس کے قبیلہ میں چلی گئیں اور ان کے لئے مال خرچ کرتی رہیں یہاں تک کہ انہوں نے اس سے لڑکی کی شادی کروادی، وہ لڑکی لڑکے سے زیادہ اس پر عاشق تھی، زبیدہ اس عمل کو اپنی بڑی نیکیوں میں سے شمار کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: مجھے اس لڑکے لڑکی کو جمع کرنے کی جتنی خوشی ہے اتنی اور کسی عمل کی نہیں۔“

(۷) زمخشری فرماتے ہیں: احمد بن ابی عثمان، زبیدہ کی ایک باندی پر عاشق ہو گیا اور اس نے اس باندی کے بارے میں اشعار کہے جن میں سے ایک یہ ہے:

وانی لیرضینی الممر ببابها ... واقنع منها بالشتیمة والزجر

”میں اس کے دروازہ کے پاس سے گزرنے پر راضی ہوں اور مجھے اس کی گالیاں اور ڈانٹ ہی کافی ہے۔“

لہٰذا زبیدہ نے وہ باندی اسے ھبہ کردی۔“

(۸) خرائطی نے ذکر کیا ہے: ایک خلیفہ کا غلام اور باندی آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے، غلام نے ایک مرتبہ باندی کو لکھ بھیجا:

ولقد رایتک فی المنام کانما ... عاطیتنی من ریق فیک البارد

وکانک کفک فی یدی وکاننا ... بتنا جمیعا فی فراش واحد

فطفقت یومی کله متراقدا ... لا راک فی نومی ولست براقد

ثم انتبهت ومعصماک کلاهما ... بیدی الیمین وفی یمینک ساعدی

”میں نے تجھے خواب میں دیکھا گویا کہ تو نے مجھے اپنے منہ کا ٹھنڈا

تھوک دیا، اور گویا کہ تیرا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہم نے اکٹھے ایک بستر میں رات گزاری، میں نے سارا دن سو کر گزار دیا تا کہ میں تجھے خواب میں دیکھوں اور میں نہ اٹھوں، جب میں بیدار ہوا تو تیری دونوں کلائیاں میرے ہاتھ میں تھیں اور میرا بازو تیرے دائیں ہاتھ میں تھا۔“

باندی نے جواب دیا:

خیراً رأیت و کل ما أبصرته ستناله منی برغم الحاسد
انی لأرجو أن تکون معانقی فتبیت منی فوق ثدی ناهد
و أراک بین خلاخلی و دما لجی و أراک بین ترائبی و مجاسدی
و نبیت ألطف عاشقین تعاطیا طرف الحدیث بلا مخافة راصد

”تو نے جو کچھ دیکھا ٹھیک دیکھا، تجھے حاسد کے نہ چاہتے ہوئے بھی مجھ سے یہ خیر پہنچے گی، میں امید کرتی ہوں کہ تو مجھ سے معانقہ کرے گا اور تو میرے سینہ پر رات گزارے گا، اور میں تجھے اپنے کپڑے اور بازو کے زیور، اور اپنے سینے کی ہڈی اور لباس کے درمیان دیکھوں گی، اور ہم کسی کے خوف کے بغیر باہم گفتگو کرتے ہوئے سچے عاشقوں کی طرح رات گزار دیں گے۔“

جب خلیفہ کو ان دونوں کی خبر پہنچی تو اس نے ان دونوں کی شادی کروا دی اور اپنی شدید غیرت کے باوجود ان سے ایسا سلوک کیا“۔

(۹) ابو الفرج بن الجوزیؒ فرماتے ہیں: مہلب نے ایک نوجوان کو سنا جوان کی ایک باندی کے بارے میں شعر پڑھ رہا تھا، مہلب نے کہا:

لعمری إنی للمحبین راحم و إنی بستر العاشقین حقیق
سأجمع منکم شمل ود مبدد و إنی بما قد ترجوان خلیق

”میری عمر کی قسم! میں محبت کرنے والوں پر رحم کرتا ہوں اور میں

عاشقوں کا پردہ رکھنے کا زیادہ حقدار ہوں میں عنقریب تمہارے لئے
ظاہری محبت کے اسباب جمع کروں گا اور جس چیز کی تم امید کرتے
ہو تمہیں عطا کروں گا۔"

پھر وہ باندی اس کو ھبہ کر دی اور ساتھ پانچ ہزار دینار بھی دیئے"۔

(۱۰) خرائطی بیان کرتے ہیں: کسی علاقہ میں ایک نادار آدمی تھا جس کے پاس صرف ایک باندی تھی، وہ اسے بیچنے کے لئے منڈیوں میں پیش کرتا تھا، لوگ اس کی بہت بڑی بڑی قیمتیں لگاتے لیکن پھر اور زیادتی کا طالب رہتا، ایک مرتبہ ایک فقیر آدمی اس لڑکی پر ایسا عاشق ہوا کہ اس کی عقل فنا ہونے لگی، اس نے اپنی عزیز باندی اس کو ھبہ کر دی، لوگوں نے اس عمل پر اس کو ملامت کی تو اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

﴿وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ (المائدة: ۳۲)

"جس نے ایک نفس کو زندگی بخشی گویا کہ ساری انسانیت کو زندہ کیا۔"

لہٰذا میں تمام لوگوں کو زندہ کیوں نہ کروں؟"۔

(۱۱) ابو سائب مخزومی بڑے قاری اور فقیہ گزرے ہیں، ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے غلاف سے چمٹ کر یہ دعا مانگ رہے تھے: اے اللہ عاشقوں پر رحم فرما اور معشوقوں کے دلوں کو ان کے لئے نرم فرما، جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: "ان کے لئے دعا کرنا مقام جعرانہ سے عمرہ کرنے سے افضل ہے۔"

احمد بن فضل نے بیان کیا ہے: ایک غلام اور باندی ادیبوں اور لکھنے والوں میں سے تھے، اس غلام کو باندی سے محبت ہوگئی ایک دن اس نے سب سے آنکھ بچا کر باندی کی تختی پر لکھا:

ماذا تقولين فيمن شَفَّه سقم　　من طول حبك حتى صار حيرانا

"تو اس کے بارے میں کیا کہتی ہے جسے تیری محبت کے طول کی
بیماری نے چوس کے رکھ دیا اور وہ حیران پریشان رہ گیا"

جب اس باندی نے یہ پڑھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور اس پر ترس آ گیا اس نے اس کے نیچے لکھا:

اذا راینا محبا قد اضربہ طول الصبابة او لیناہ احسانا

''جب ہم نے ایسے محبت کرنے والے کو دیکھا جسے سوزش عشق کی طوالت نے نقصان دیا تو ہم نے اس پر احسان کیا''

(۱۳) ایک مرتبہ حارث بن سلیل ازدی، علقمہ بن حزم طائی کی زیارت کے لئے گئے، ان کی نظر ان کی بیٹی پر پڑی جس کا نام رباب تھا اور وہ بہت خوبصورت عورت تھی، وہ ان کو بہت پسند آئی اور اس پر عاشق ہو گئے اور واپسی کا ارادہ ترک کر دیا، علقمہ کے پاس آئے اور ان سے کہا: میں آپ کے پاس پیغام نکاح لے کر آیا ہوں اور نکاح کا پیغام لانے والے کا نکاح کروا دیا جاتا ہے، طالب کو دیا جاتا ہے اور رغبت رکھنے والے کو خوش کیا جاتا ہے، انہوں نے کہا: اچھا برابری کا رشتہ ہے لیکن تم ذرا انتظار کرو ہم تمہارے بارے میں مشورہ کریں گے، پھر وہ اس لڑکی کی ماں سے ملے اور ان سے کہا: حارث اپنی قوم کا حسب، منصب اور خاندان کے اعتبار سے سردار ہے، وہ اپنی ضرورت پوری کر کے ہی ہمارے ہاں سے جائے گا تو اپنی بیٹی سے مشورہ کر لے اور اس کے دل کی بات اگلوا، لہٰذا ماں نے بیٹی سے کہا: اے پیاری بیٹی! تجھے کیسا آدمی پسند ہے، سردار سخی شریف بوڑھا، سخی و فیاض مالدار، خوبصورت مسکراتا نوجوان؟ اس نے کہا: خوبصورت ہنستا مسکراتا نوجوان۔ اس کی ماں نے کہا: نوجوان تجھ پر غصہ کھائے گا، بوڑھا تجھے زندگی کی راحت بنائے گا، عمدہ اور سخی ادھیڑ عمر کا شخص بالکل نوعمر زیادہ احسان کرنے والے کی طرح نہیں ہو سکتا، اس لڑکی نے کہا: مجھے نوجوان ایسے پسند ہے جیسے چرواہے کو عمدہ گھاس پسند ہوتی ہے، ماں بولی: نوجوان سختی سے پردہ کروانے والا اور بہت غصہ کرنے والا ہوتا ہے، لڑکی نے کہا: امی جان مجھے ڈر ہے کہ بوڑھا میرے کپڑے کو بوسیدہ اور جوانی کو پرانا کر دے گا اور میری ہمجولیاں مجھے برا بھلا کہیں گی، اس کا ماں سے یہ بحث و مباحثہ ہوتا رہا کہ یہاں تک کہ ماں اس کی رائے پر غالب آ گئی اور حارث بن سلیل سے ایک سو پچاس اونٹ، ایک خادم اور ایک ہزار درہم

کے بدلہ اس کی شادی ہوگئی، حارث نے اس سے شرعی ملاقات کی اور اس کے لیے محبوب ترین چیز تھی، وہ اس کو لے کر اپنے گھر چلا گیا، ایک دن وہ گھر کے صحن میں سائبان کے نیچے بیٹھے تھے کہ کچھ نوجوان باہم اٹھکیلیاں کرتے ہوئے گزرے، اس نے ٹھنڈی آہ بھری اور اس کی آنکھوں میں آنسو ڈگمگانے لگے، حارث نے کہا: تو کیوں روتی ہے؟'' تو کہنے لگی: مجھے بوڑھوں سے کیا واسطہ؟ جو چوزوں کی طرح اٹھتے ہیں، اس پر حارث نے کہا: تیری ماں تجھے گم کرے، شریف عورت بھوکی بھی ہو تو اپنے پستانوں سے دودھ نہیں پیتی، تیرا باپ ایک ایسی لڑائی والا تھا جو میں نے لڑی، اور ایسی قیدی عورت والا تھا جو میں نے آزاد کردی اور ایسی شراب والا تھا جسے میں نے پیالیا، تو اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جا، مجھے تیری کوئی ضرورت نہیں، پھر اس نے یہ اشعار کہے:

و عيرت أن رأتني لابسا كبرا ... وغاية النفس بين الموت و الكبر

فإن بقيت رأيت الشيب راغمة ... و في التفرق ما يقضي من العبر

و إن يكن قد علا رأسي و غيره ... صرف الزمان و تقتير من الشعر

فقد أروح للذات الفتى جذلا ... و همتي لم تشب فاستخبري أثري

''اس نے مجھے عار دلایا کہ اس نے مجھے بڑھاپے کا لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے، اور نفس کی انتہا مدت اور بڑھاپے کے درمیان ہے، اگر تو باقی رہی تو بڑھاپے کو نہ چاہتے ہوئے دیکھے گی اور جدائی میں گزری ہوئی عبرتوں کو دیکھے گی، اگر میرا سر بلند ہو گیا اور اسے حوادثات زمانہ نے اور بالوں کے جھڑنے نے بدل دیا تو کیا ہوا میں نوجوانوں کی لذتوں کو پورے نشاط سے حاصل کرتا ہوں اور میری ہمت بوڑھی نہیں، یہ میرے نشانات سے پوچھ لینا۔''

باب ۲۶

﴿اعلیٰ محبوب کی رغبت میں ادنیٰ کو چھوڑنا﴾

اس باب میں صرف وہ نفوس فاضلہ اور اعلیٰ ہی داخل ہوتے ہیں جو کسی کم درجہ پر قناعت نہیں کرتے، وہ اعلیٰ چیز کو ادنیٰ کے بدلہ دھوکہ کھا کر اور عاجز ہو کر نہیں بیچتے، ان پر کھوٹے جمال کی چاشنی کسی بھی قسم کی قباحت کے ساتھ غلبہ نہیں پاسکتی، ایک دیہاتی نے ایک برقع پوش خاتون کو دیکھا تو کہا:

اذا بارک اللّٰہ فی ملبس فلا بارک اللّٰہ فی البرقع
یریک عیون المھا مسبلا و یکشف عن منظر فی اشنع

''جب اللہ لباس میں برکت ڈالے تو برقع میں برکت نہ ڈالے،
تجھے عورتوں کی آنکھیں راستہ دکھاتی ہیں اور بری حالت میں منظر کو ظاہر کرتی ہیں''

اعلیٰ نفوس کمی پر راضی نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قوم کی مذمت بیان کی جنہوں نے ادنیٰ کھانے کو اعلیٰ کھانے پر ترجیح دی اور انہیں اس بات پر عار دلایا اور فرمایا:

﴿اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ﴾ (البقرۃ:۶۱)

''تم اعلیٰ اور بہترین چیز کے بدلہ میں ادنی چیز کو لیتے ہو۔''

ایسا کرنا نفس کے گھٹیا اور بے وقعت ہونے کی دلیل ہے۔

اصمعی کہتے ہیں: ایک اعرابی نے ایک عورت سے تنہائی میں ملاقات کی اور بدفعلی کا ارادہ کیا، جب وہ اس پر قدرت پا چکا تو یہ کہتا ہوا بغیر گناہ کئے ہوئے پیچھے ہٹ گیا،

وہ آدمی جو زمین آسمان کی چوڑائی کے برابر والی جنت کو تیرے دونوں پاؤں کے درمیان کی چھوٹی سی جگہ کے بدلہ بیچ دے وہ اندازہ لگانے کے اعتبار سے بہت کوتاہ نظر ہے۔

حرام لذات کو چھوڑنا باعث اجر وثواب ہے

ابو اسماء کہتے ہیں: ایک آدمی انتہائی گھنے اور گنجان جنگل میں داخل ہوا اور اپنے دل میں کہنے لگا: اگر میں یہاں کسی معصیت کا ارتکاب کروں تو مجھے کون دیکھے گا؟ غیب سے انتہائی زوردار آواز آئی، "اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ" (الملک: ۱۴) "کیا وہ نہیں جانتے جس نے پیدا کیا اور وہی باریک بین اور خبردار ہے۔"

امام احمد بن حنبلؒ ایک حدیث قدسی روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے وہ نوجوان جس نے میری خاطر شہوت کو چھوڑ دیا اور میری وجہ سے دنیا کی لذات کو نفس پر حرام کرلیا تو میرے نزدیک فرشتوں کی طرح ہے۔"

ایک مرتبہ ایک مرد نے ایک عورت کو بدکاری پر آمادہ کرنا چاہا، عورت نے کہا: کیا تو نے قرآن وحدیث نہیں پڑھا بلکہ تو زیادہ جانتا ہے؟" اس مرد نے کہا: دروازہ بند کر دے، عورت نے دروازہ بند کر دیا جب وہ اس کے قریب گیا تو عورت نے کہا: ایک دروازہ ایسا ہے جو میں نے ابھی تک بند نہیں کیا، آدمی نے اس کی بابت پوچھا تو کہنے لگی، وہ دروازہ جو تیرے اور اللہ کے درمیان ہے، یہ سن کر آدمی نے عورت کا پیچھا چھوڑ دیا۔

ایک اعرابی کہتا ہے: میں ایک تاریک رات میں نکلا تو میری ایک ایسی لڑکی سے ملاقات ہوئی جو پہاڑ کی طرح معلوم ہوئی، میں نے اس کو بہکانا اور پھسلانا چاہا تو کہنے لگی: تیرا ناس ہو کیا تیرا ضمیر تجھے ملامت نہیں کرتا اگر تم دین داری کی پرواہ میں اس عمل سے نہیں رکتے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم! یہاں تو ستارہ ہی نظر آتا ہے، اس نے کہا: ستارے کو پیدا کرنے والا کون ہے؟

زیادؒ ایک مرتبہ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ بیٹھے تھے، اسے فرمایا: اے عبداللہ!

انہوں نے کہا: فرمائیں کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: جنت دوزخ کیا ہیں؟ اور ان دونوں کے درمیان جو جگہ ہے جہاں لوگ اتریں گے وہ کیسی ہے؟ انہوں نے لاعلمی میں جواب دیا، تو فرمایا: خدا کی قسم مجھے اپنے نفس پر جہنم کا خوف ہے، آج معاصی سے صبر کرنا بیڑیوں پر صبر کرنے سے بہتر ہے۔"

وہب بن منبہ کہتے ہیں: جب زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ میرے پردہ میں چھپ جائیں تو فرمایا: پردہ مجھے اللہ سے نہیں چھپا سکتا۔

یزیدی کہتے ہیں: میں ایک مرتبہ ہارون رشید کے پاس آیا تو اسے کسی سونے سے لکھی ہوئی تحریر والے کاغذ پر جھکتا ہوا پایا، وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے، میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین، اللہ آپ کو سلامت رکھے کیا کوئی فائدہ کی بات ہے؟ فرمایا: ہاں، مجھے بنو امیہ کے خزانے میں یہ دو شعر لکھے ہوئے ملے مجھے اچھے لگے میں نے ان کے ساتھ تیسرا بھی ملا لیا۔

اذا سد باب عنک من دون حاجة   فدعه لاخری ینفتح لک بابها
فان قراب البطن یکفیک ملاه   و یکفیک سوء ات الامور اجتنابها
فلاتک مبذلاً لدینک و اجتنب   رکوب المعاصی یجتنبک عقابها

"جب کسی حاجت کا دروازہ تجھ سے بند ہو جائے تو دوسرے شخص کو بلا لے اس کا دروازہ تیرے لئے کھل جائے گا، تیرے لئے پیٹ کو بھرنا کافی ہے اور برے امر سے بچنا کافی ہے، دو دین کو ضائع کرنے والا نہ بن اور گناہ کرنے سے اجتناب کر وہ تجھے برے انجام سے بچائے گا۔"

گناہوں سے نفرت اعلیٰ ترین خوبی ہے

ایک عبادت گزار آدمی نے کسی عورت سے کافی دیر بات چیت کی حتی کہ آخر

میں بیتاب ہو کر اپنا ہاتھ اس کی ران پر رکھا، لیکن خوف خدا کی وجہ سے اٹھ کر چلے گئے اور اپنا ہاتھ آگ پر رکھ کر جلا دیا۔

ایک عبادت گزار اپنی کٹیا میں عبادت کیا کرتا تھا، ایک دن اس نے باہر جھانکا تو ایک عورت پر نظر پڑی، یہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور بدفعلی کے ارادہ سے ایک پاؤں باہر نکالا پھر غور وفکر اور سوچ و بچار کیا اور اس عمل سے رک گیا، پاؤں واپس کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ کہنے لگا: خدا کی قسم میں اپنے اس قدم کو واپس نہ لاؤں گا جو میری کٹیا سے اللہ کی نافرمانی کے لئے نکلا، لہٰذا اس نے اپنا پاؤں باہر ہی رکھا اور اس پر برفباری، سردی اور ٹھنڈی ہوائیں چلتی رہیں یہاں تک کہ وہ کٹ گیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جس کا دل واعظ ہو اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں، اللہ کی اطاعت کی ذلت اس کی معصیت کی عزت سے زیادہ بہتر ہے۔

ابو عتاھیہ کہتے ہیں میں جامع مسجد میں ابونواس سے ملا اور اس کو برا بھلا کہا اور ملامت کی، اور اسے کہا: تجھے کیا ہوا کہ تو کانپتا اور لرزتا ہے؟ اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا:

اترانی یا عتاھی تارکا تلک الملاھی
اترانی مفسدا بالنسک عند القوم جاھی

"اے عقاہیہ تو مجھے دیکھتا ہے ان لذتوں کو چھوڑتے ہوئے، کیا تو مجھے دیکھتا ہے عبادتوں کو ضائع کرتے ہوئے، سرکش قوم کے پاس"

جب میں نے ملامت میں زیادتی کی تو کہنے لگا:

لا ترجع الانفس عن غیھا مالم یکن منھا لھا زاجر

"نفس اپنی سرکشی سے اس وقت تک نہیں رکتا جب تک کوئی اس کو ملامت کرنے والا نہ ہو"

مجھے یہ شعر اتنے اچھے لگے کہ مجھے خواہش ہوئی کہ میں یہ شعر ہر اس چیز سے

بدلہ لے لوں جو میرے پاس موجود ہے۔"

ابن سماک ایک دیہاتی عورت سے فرماتے ہیں: اگر مومنین کے دل غور وفکر کے ذریعہ اس چیز کو جان لیں جو ان کے لئے آخرت کی خیر میں سے غیب کے پردوں میں چھپائی گئی ہے تو انہیں دنیا کی زندگی اچھی نہ لگے اور اس میں ان کی آنکھیں کسی چیز سے ٹھنڈی نہ ہوں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت کی محبت، محبت کرنے والوں کے دلوں کو غیر کی محبت کی لذت سے بے نیاز کر دیتی ہے، دنیا میں اللہ کی محبت کی لذت کے برابر کوئی لذت نہیں اور آخرت میں اپنے محبوب کے دیدار سے بڑھ کر انہیں کسی بڑے اجر کی امید نہیں"

مسند الامام احمد میں نواس بن سمعان کے حوالہ سے حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے فرمایا:

"اللہ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اس کے دونوں طرف دو فصیلیں ہیں اور دونوں فصیلوں کے کئی دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اور راستہ کے سرے پر ایک پکارنے والا کہہ رہا ہے: اے لوگو! اس راستہ پر چڑھ جاؤ اور دائیں بائیں نہ جاؤ، اور ایک پکارنے والا راستہ کے اوپر کھڑا پکار رہا ہے جب کوئی آدمی اس دروازہ کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے وہ کہتا ہے: تیرا ناس ہو اسے نہ کھول کیونکہ اگر تو اسے کھولے گا تو ضرور داخل ہوگا، یہ راستہ اسلام ہے، لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدود ہیں، کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ اشیاء ہیں، راستہ کے سرے کا داعی کتاب اللہ ہے اور راستہ کے اوپر کا داعی ہر مسلمان کے دل میں اللہ کا واعظ ہے۔"

اللہ سے محبت نیک بختی کی علامت ہے

خالد بن معدان فرماتے ہیں: ہر آدمی کے چہرہ پر دو آنکھیں ہوتی ہیں جن سے وہ دنیاوی امور کا مشاہدہ کرتا ہے اور دو آنکھیں اس کے دل میں ہوتی ہیں جن سے وہ اخروی امور کو دیکھتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی سے خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے دل کی آنکھوں کو کھول دیتے ہیں ''لہٰذا وہ اللہ کی وعدہ کردہ اشیاء کو دیکھ لیتا ہے اور جب اس کے ساتھ خیر کے علاوہ کسی اور چیز کا ارادہ کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی:

﴿اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۴)

''کیا ان کے دلوں پر تالے ہیں۔''

ترمذی کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: محتاط آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کو پہچان لے اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کرے اور بیوقوف وہ آدمی ہے جو نفس کے پیچھے پڑا رہے اور اللہ سے امیدیں باندھتا رہے۔

امام احمدؒ حضرت ابی بن کعب کے حوالہ سے ارشاد نبوی ﷺ نقل کرتے ہیں: ''جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس پر غیر اللہ کی فکر غالب ہو تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں''۔

امام احمدؒ، عطا بن یسار کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: تیرے اہل کون لوگ ہیں جنہیں تو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا؟ فرمایا: ''وہ لوگ جن کے ہاتھ گناہوں سے محفوظ اور دل پاک ہیں، جو میری خاطر باہم محبت رکھتے ہیں، جب میرا ذکر کیا جائے تو انہیں بھی یاد کیا جائے اور جب انہیں یاد کیا جائے تو ساتھ میرا ذکر بھی کیا جائے، جو ناگواری کے باوجود بھی پورا پورا وضو کرتے ہیں اور میرے ذکر کی طرف ایسے لوٹتے ہیں جیسے پرندے گھونسلوں کی طرف اور وہ میری محبت

کی وجہ سے تکلیف اٹھاتے ہیں جیسے بچہ لوگوں کی محبت سے تکلیف اٹھاتا ہے اور میری حرام کردہ چیز حلال کئے جانے پر وہ ایسے غصہ میں آتے ہیں جیسے چیتا حملہ کے وقت غصہ میں آتا ہے۔''

اصل اہل علم کون ہیں؟

امام احمدؒ وہب بن منبہ کی روایت نقل کرتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ تیرے محبوب بندے کون ہیں؟ فرمایا: جنہیں دیکھنے سے میں یاد آجاؤں۔

امام احمدؒ نقل کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں ایک بات یہ بھی تھی، تم دنیا کے لئے محنت کرتے ہو حالانکہ یہاں تم بغیر محنت کے بھی کھا سکتے ہو اور آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے حالانکہ تم وہاں بغیر محنت کے اجر نہیں پا سکتے۔ اے برے اہل علم! تمہارا ناس ہو کہ تم اجر کو لینا چاہتے ہو اور عمل کو ضائع کر دیتے اور تم اس بات میں شک کرتے ہو کہ دنیا سے قبر کی ظلمت اور تنگی کی طرف نکلو گے، اللہ رب العزت نے تمہیں معاصی سے منع کیا ہے جیسا کہ تمہیں نماز و روزہ کا حکم دیا ہے، وہ آدمی اہل علم میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو دنیاوی چیزوں کو اخروی چیزوں پر ترجیح دے اور وہ دنیا میں زیادہ رغبت کرنے والا ہو، اور وہ شخص بھی اہل علم میں سے کیسے ہو سکتا ہے جس کا سفر تو آخرت کی طرف ہو لیکن اس کا رخ دنیا کی طرف ہو، اور اس کو نقصان دینے والی چیز بے ضرر چیز سے زیادہ پسند ہو؟ اور وہ شخص اہل علم میں کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو اس کے فیصلہ میں مورد و الزام ٹھہرائے اور اللہ کے اپنے بارے میں کئے گئے فیصلہ پر راضی نہ ہو؟ اور وہ شخص اہل علم میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو علم کو صرف بیان کرنے کے لئے حاصل کرے نہ کہ عمل کرنے کے لئے؟۔''

عبداللہ بن مبارکؒ نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ بچوں نے یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: آؤ کھیلیں، انہوں نے جواب دیا'' کیا ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا کیا گیا

ہے۔؟"

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جنہیں عیش وعشرت میں پرورش دی گئی، جو مختلف قسم کے کھانے اور مختلف قسم کے لباس تلاش کرتے ہیں اور چبا چبا کر بات کرتے ہیں۔"[1]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "ہمیں ہمارے رب کا شوق دلاؤ، انہوں نے قرآن کی قرأت شروع کردی، لوگوں نے کہا نماز کا وقت ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہم نماز میں نہ تھے۔؟"

اللہ سے محبت تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے

تمام کے تمام امور کا جوہر، نچوڑ اور خلاصہ اللہ کی طرف رغبت، اس کی رضا کی چاہت، اس کے تقرب کا شوق، اور اس کی ملاقات کا ارادہ ہے، اگر بندہ میں اس کی ہمت نہ ہو تو جنت، اس کی نعمتوں اور طرح طرح کی تیار کردہ اشیاء کی رغبت اعمال کی بنیاد ہے، اگر ہمت اتنی اعلیٰ بھی نہ ہو تو عاصیوں کے لئے تیار کردہ جہنم اور اس کے عذاب کا خوف ہے، اگر کسی نفس میں اس کی طاقت بھی نہ ہو تو جان لیا جائے کہ اسے جہنم کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ جنت کے لئے، اللہ کی توفیق اور قوت کے بعد جو چیز ان نفوس کے اعلیٰ ہونے کا ذریعہ بنتی ہے وہ اپنے نفس کی مخالفت اور خواہشات کی عدم اتباع ہے اور یہ چار موسم ہیں، مومن کی بہار، گرمی، خزاں اور سردی اور یہی اس کی اللہ کی طرف پہنچنے کی منزلیں ہیں اور ان کے علاوہ کوئی منزل نہیں ہے۔

نفس کی مخالفت کامیابی کا راستہ ہے

نفس کی مخالفت جنت کا واحد راستہ ہے اور نفس کی اتباع جہنم کا واحد راستہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

[1] رواہ احمد ص (۷۶)

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰی وَ اٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی، وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی﴾ (النازعات: ۳۷ تا ۴۱)

''اور باقی جس شخص نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم اس کا ٹھکانہ ہے اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفس کو خواہشات سے روکا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ﴾

''جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔''

یعنی جب بندہ کسی معصیت میں پڑنے لگتا ہے تو اسے دنیا میں اپنے رب کے مقام اور آخرت میں اس کے سامنے کھڑا ہونے کا احساس اس گناہ سے بچا لیتا ہے۔

اللہ رب العزت نے یہ بات بھی واضح فرمائی ہے کہ خواہشات کی اتباع راہِ حق سے گمراہی کا سبب ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ﴾

(ص: ۲۶)

''اے داؤد ہم نے آپ کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے پس لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں سیدھے راستہ سے بہکا دیں گی۔''

پھر اللہ کے راستہ سے ہٹنے والے گمراہ لوگوں کے ٹھکانہ کو ذکر فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا

نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ﴾ (ص: ۲۶)

''جو لوگ اللہ کے راستہ سے گمراہ کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے''۔

اور اس بات کو بھی واضح کیا کہ خواہشات کی اتباع بندہ کے دل پر مہر لگا دیتی ہے:

﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَ اتَّبَعُوْآ اَھْوَآئَھُمْ﴾ (محمد: ۱۶)

''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور انہوں نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔''

خواہشات نفسانیہ کی مذمت، حدیث کی روشنی میں

اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے وقوف وہ ہے جو نفس کی پیروی کرے اور اللہ پر امید باندھتا پھرے۔

حضرت امامہ باھلی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: آسمان کے نیچے پوری کی جانے والی خواہش اللہ کے نزدیک بدترین معبود ہے۔[۱]

ایک حدیث میں آتا ہے: ''مجھے اپنی امت پر جن چیزوں کا خوف سب سے زیادہ ہے وہ پیٹ، شرمگاہ اور خواہشات نفسانیہ کی بے راہ روی ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے: ''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ظالمانہ فیصلہ، عالم کی لغزش، اور پورا کی جانے والی خواہش کا ہے۔''[۲]

ایک بزرگ سے پوچھا گیا: سب سے نیک لوگ کون ہیں؟ فرمایا: اعمال صالحہ والے، پھر پوچھا گیا سب سے زیادہ نقصان دہ چیز کیا ہے؟ فرمایا: نفس اور خواہش۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: جب تجھ پر دو معاملے مشتبہ ہو جائیں تو ان دونوں میں جو تیری خواہش کے زیادہ موافق ہو اس کو چھوڑ دے۔

ایک بادشاہ کے پاس کوئی بہت بڑا مجرم لایا گیا، بادشاہ نے اسے کہا اگر میری خواہش تجھے معاف کرنے کی ہوتی تو میں خواہش کی پیروی نہ کرتا اور تجھے قتل کر دیتا، لیکن میری خواہش تجھے قتل کرنے کی ہے اس لئے خواہش کو چھوڑتے ہوئے میں تجھے معاف کرتا ہوں۔

ہثیم بن مالک طائی نے نعمان بن بشیر کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: شیطان کے پاس جال اور شکنجے ہیں، اس کے شکنجوں میں سے اللہ کی نعمتوں میں اترانا، اللہ کی عطایا پر فخر کرنا، اللہ کے بندوں پر تکبر کرنا اور غیر اللہ میں خواہشات کی اتباع بھی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں اور تین ہی نجات دینے والی ہیں: ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہیں:

(۱) وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے

(۲) وہ خواہش جس کو پورا کیا جائے۔

(۳) خود پسندی۔

نجات دلانے والی تین چیزیں یہ ہیں:

(۱) خفیہ اور اعلانیہ اللہ کے تقویٰ کا اہتمام

(۲) ناراضگی اور رضا مندی میں عدل و انصاف کا دامن تھامنا

(۳) مالداری اور غریبی ہر دو میں شکر کرنا[۱]

جامع ترمذی میں حضرت اسماء بنت عمیس حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتی ہیں: بدترین ہے وہ شخص جو ظلم اور سرکشی کرے اور جبار اعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کو بھول جائے، بدترین ہے وہ شخص جو اکڑ بازی اور غرور کرے اور کبیر متعال کو بھول جائے، بدترین ہے وہ شخص جو غفلت اور لہو و لعب میں پڑا ہو اور قبرستان اور آزمائشوں کو بھول جائے، اور بدترین ہے وہ شخص جو بغاوت اور سرکشی کرے اور ابتداء اور انتہاء کو بھول جائے، برا آدمی ہے وہ جو دنیا

---

[۱] الطبرانی فی الاوسط

کو دین کے دھوکہ سے حاصل کرے اور بدترین ہے وہ شخص کہ لالچ اس کو لے کر چلے اور بدترین ہے وہ شخص کہ اس کی نفسانی خواہش اس کو گمراہ کر دے۔"[1]

خواہش کی اتباع ہدایت سے محرومی کا سبب ہے

حضرت محمد ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا کہ بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش ان کے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے، یعنی خواہش تابع ہو، متبوع نہ ہو، پس جو شخص خواہش کی اتباع کرے گا تو اس کی خواہش متبوع ہوگی اور جو خواہش کی مخالفت کرتے ہوئے دین محمدی کی اتباع کرے گا تو اس کی خواہش تابع ہوگی، لہٰذا مومن کی خواہش دین کے تابع ہوتی ہے اور منافق اور فاجر کی خواہش دین کی متبوع ہوتی ہے۔

بغیر ہدایت کے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے والے کے لئے اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ سب سے بڑا ظالم ہے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَآءَھُمْ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ ھَوٰہُ بِغَیْرِ ھُدًی مِّنَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (القصص: ۵۰)

"اگر وہ تیری اطاعت نہ کریں تو سمجھ لے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو خواہش نفس کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت کے بغیر، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اس آیت کے ذیل میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نفسانی خواہشات کی اتباع کرنے والوں کو ہدایت سے نہیں نوازتے، اور اللہ رب العزت نے متبع کی دو

---

[1] الترمذی (۲۴۵۰) والزیادہ من الترمذی

قسمیں بیان کی ہیں جن کی تیسری قسم ہے ہی نہیں، یا تو حضور ﷺ کا لایا ہوا دین متبع ہوگا یا خواہش نفسانی، جو ان دونوں میں سے ایک کی اتباع کرے گا وہ دوسرے کی اتباع کر ہی نہیں سکتا، شیطان بندہ کے گرد چکر لگاتا ہے کہ اس پر کسی راستہ سے داخل ہو تو وہ سوائے نفس کی خواہش کی اتباع کے اور کوئی راستہ داخلہ کے لئے نہیں پاتا، اسی وجہ سے جو شخص خواہشات نفسانیہ کی مخالفت کرنے والا ہو، شیطان اس کے سایہ سے بھی ڈرتا ہے اور ہوائے نفس کی مخالفت کی وجہ سے ہی اللہ کی رغبت، اس کے اجر کا شوق، اور اس کے عذاب و ناراضگی کے خوف کی توفیق ملتی ہے اور شفاء کی حلاوت وشادابی بھی اسی میں ہے کیونکہ نفس کی پیروی سب سے بڑی بیماری ہے، اور اس کی مخالفت سب سے بڑی شفا۔

ابوالقاسم جنید سے پوچھا گیا: دلوں کو ان کی خواہشات کا حصول کیسے ہوتا ہے؟ فرمایا: جب بیماری علاج بن جائے، کہا گیا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا: جب نفوس اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے لگیں، یعنی بیماری ہوائے نفس علاج بن جائے، پوچھا گیا ''بیماری علاج کیسے بن سکتی ہے؟'' فرمایا، ''جب نفس خواہش کی مخالفت کریں گے تو اس کے ذریعہ دوائی حاصل کرلیں گے، نفس کی خواہش کی اتباع جہنم کا سب سے بڑا راستہ ہے اور اس کی مخالفت جنت کی شارع اعظم ہے۔''

اللہ سے محبت کرنے والوں کی اقسام

اللہ سے محبت اس کی ملاقات کا شوق اور اس کی رضا کا ارادہ بندہ کی سب سے بڑی دولت، تمام معاملات کی بنیاد اور حیات طیبہ کے قیام کا ذریعہ ہے۔ اور اسی سے انسان کو نیک بختی، کامیابی، نعمتیں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکون ملے گا، اسی کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی کام کے لئے رسولوں کو بھیجا گیا اور کتابوں کو نازل کیا گیا، دل کی صلاح اور سکون اسی میں ہے کہ اس کی رغبت صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہو اور وہ اکیلا اس کا مقصود و مطلوب اور مراد و مرغوب ہو، جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ﴾ (الانشراح: ۷،۸)

''جب آپ (تبلیغ احکام) سے فارغ ہو تو ریاضت کیجئے اور اپنے رب کی طرف دل لگائیے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗ اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ﴾ (التوبة: ۵۹)

''اور کیا اچھا ہوتا اگر اسی پر راضی ہو جاتے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے اور کہتے ہیں ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول، ہم اللہ کی ہی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔''

رغبت کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اللہ میں رغبت کرنے والا

(۲) اللہ کی نعمتوں اور خزانوں میں رغبت رکھنے والا

(۳) اللہ سے اعراض اور دوسری چیزوں میں رغبت کرنے والا۔

پہلا اللہ کا محب ہے، دوسرا اللہ کے احکام پر عمل کرنے والا ہے اور تیسرا آخرت کو چھوڑ کر دنیا سے راضی ہو جانے والا ہے، جس شخص کی محبت اللہ ہی سے ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے کاموں کو حل کرے گا، تمام مشکلات میں اس کے کام آئے گا، اس سے تمام پریشانیوں کو دور کرے گا، اس کو سچے خیر خواہ کی طرح بچائے گا اور تمام آفات سے اس کی حفاظت کرے گا اور جو شخص اللہ پر غیر کو ترجیح دے گا اللہ غیر کو اس پر ترجیح دے گا اور جو اللہ کا ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا اس سے بڑا خیر خواہ بن جائے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لے گا تو اس کو کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبوب نہیں ہوگی اور غیر میں

اس کو کوئی رغبت نہیں رہے گی، سوائے ان اسباب کے جو اللہ کے قریب کرنے والے ہوں اور اس کی طرف سفر کرنے میں مددگار ہوں۔

معرفت کی علامات

معرفت کی علامات میں سے ایک اللہ کی ہیبت اور اس کا خوف ہے، جوں جوں بندہ کی معرفت الٰہیہ بڑھتی جائے گی تو اس کے دل میں اللہ کی ہیبت و خشیت بھی بڑھتی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ (فاطر: ۲۸)

''اللہ کے بندوں میں جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔''

جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اس کی زندگی خوشگوار اور فرحت افزاء ہو جاتی ہے، ہر چیز اس سے ڈرنے لگتی ہے اور مخلوق کا خوف اس کے دل سے جاتا رہتا ہے، وہ اللہ سے مانوس اور لوگوں سے اجنبی ہو جاتا ہے، یہ معرفت اس کو اللہ سے حیاء اور اس کی تعظیم کرنے والا بناتی ہے، اس سے اس کے دل میں اللہ کی عظمت، محبت اور توکل علی اللہ کی صفات جنم لیتی ہیں اور وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، اس سے راضی رہنے والا اور خود کو اس کے حوالہ کرنے والا بن جاتا ہے۔

جنید بغدادیؒ سے کہا گیا: بعض لوگ کہتے ہیں، کہ وہ حرکت و عمل کو چھوڑ کر نیکی کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں، کیا یہ بات درست ہے؟ فرمایا: یہ تو اعمال کو ساقط کرنے والی بات کرتے ہیں اور یہ میرے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے، زانی، چور تو ان لوگوں سے بہتر ہیں کیونکہ اللہ کے عارف اللہ سے اعمال لیتے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ان اعمال میں رجوع کرتے ہیں اگر میں ہزار سال بھی زندہ رہا تو نیک اعمال میں کوئی کمی نہ کروں گا، ایک اور موقع پر فرمایا: آدمی اس وقت تک عارف نہیں ہو سکتا جب تک وہ زمین کی طرح نہ ہو کیونکہ ہر نیک و بد اس پر چلتا ہے اور جب تک وہ بارش کی طرح نہ ہو کہ وہ ہر محبوب و

غیر محبوب کو سیراب کرتی ہے۔“

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں: عارف دنیا سے چلا جاتا ہے لیکن دو چیزوں کے متعلق اس کی خواہش پوری نہیں ہوتی:

(۱) اپنے نفس کی مخالفت میں

(۲) اللہ کی ملاقات کے شوق میں

ایک بزرگ فرماتے ہیں: حقیقی عارف وہ شخص ہے کہ اگر اس کو سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت بھی دے دی جائے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہ ہو۔“

ایک بزرگ کا مقولہ ہے: عارف شخص اللہ سے مانوس ہوتا ہے تو اللہ اسے لوگوں سے اجنبی بنا دیتے ہیں، وہ اللہ کا محتاج ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مخلوق سے بے نیاز کر دیتے ہیں، وہ اللہ کے لئے ذلیل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی نگاہ میں معزز کر دیتے ہیں۔

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں: جو علوم عارف کے لئے اس کے لئے بستر پر کھولے جاتے ہیں وہ مصلی پر کھڑے ہونے سے بھی نہیں کھلتے۔

ذوالنون فرماتے ہیں: ہر چیز کی ایک عقوبت وسزا ہے اور عارف کی عقوبت اللہ کے ذکر کا انقطاع ہے۔

حقیقی معرفت الٰہیہ کے حصول کا راستہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دل کی زندگی اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ کے بغیر اس کو زندگی مل ہی نہیں سکتی، آدمی حقیقی محبوب اس وقت بنتا ہے جب (۱) زبان ذکر میں دل کی موافقت کرے (۲) اور دل محبوب کی مراد میں اس کی موافقت کرے (۳) وہ اپنے ذکر و اعمال کو باوجود ان کے کثیر ہونے کو قلیل سمجھے، جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم سے اس

کے قلیل کو بھی کثیر سمجھتا ہے (۴) فرمانبرداری کا لباس پہن لے اور معصیت سے اجتناب کرے (۵) مکمل طور پر محبوب کا ہو جائے اور ذرہ بھر بھی غیر کا نہ ہو (۶) اس کا دل اللہ کی تعظیم، اور اس کی رضا کو ترجیح دینے سے لبریز ہو (۷) اللہ کے بغیر صبر اس پر شاق ہو یعنی اسے اللہ کے ذکر، اس کی طرف رغبت، اور اس کی ملاقات کے شوق کے بغیر قرار ہی نہ آئے۔ (۸) انس اسے صرف اللہ کے ذکر سے ہی حاصل ہو (۹) اللہ کی حدود کی حفاظت کرے (۱۰) اللہ کو ہر غیر پر ترجیح دے۔

جنیدؒ فرماتے ہیں: میں نے حارث محاسبیؒ کو فرماتے ہوئے سنا، محبت تیرا کسی چیز کی طرف مکمل طور پر پھر جانا اور مائل ہونا ہے، پھر تیرا اس کو اپنی جان روح اور مال پر ترجیح دینا، پھر اعلانیہ اور خفیہ اس کی موافقت کرنا اور پھر اپنی محبت کو کوتاہ سمجھنا"۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: "محبت دل کی ایک آگ ہے جو محبوب کے دل سے محبوب کے علاوہ ہر چیز کو بھسم کر ڈالتی ہے۔"

ایک بزرگ کا مقولہ ہے: محبوب کی رضا میں مشقت اٹھانے کا نام محبت ہے اور یہ اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک رویت محبت سے رویت محبوب کی طرف نہ نکلا جائے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے: "اے میرے بندہ! تیرے حق کی قسم میں تجھ سے محبت کرتا ہوں، تجھے میرے حق کی قسم کہ تو بھی مجھ سے محبت کر"۔

عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: جس شخص کو محبت عطا کی گئی لیکن اس کے مثل خشیت عطا نہ کی گئی تو ایسا آدمی دھوکہ کا شکار ہے۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں: محبت کا ایک ذرہ بغیر محبت کی ستر سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

محبت الٰہیہ، جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

ابوبکر کتانی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں محبت الٰہیہ کی حقیقت کا مسئلہ زیر بحث آیا، شیوخ نے اس بارے میں بحث فرمائی، جنیدؒ بغدادی عمر میں ان سب سے چھوٹے تھے، شیوخ نے کہا: اے عراقی! تم بولو، محبت الٰہیہ کے بارے کیا کہتے ہو؟ انہوں نے اپنا سر جھکایا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے پھر فرمایا: ''ایک ایسا آدمی جو اپنے نفس کو چھوڑ چکا ہو، اپنے رب کی یاد سے مل چکا ہو، اس کے حقوق کو دل لگی سے ادا کر رہا ہو، اپنے دل کی نگاہ سے اس کو دیکھ رہا ہو، اللہ کی ذات میں مشغولیت کے انوار سے اس کا دل جل چکا ہو، اس نے محبت الٰہیہ کا جام انڈیل لیا ہو، اگر بولے تو اللہ کو بولے، اگر گفتگو کرے تو اسی کے بارے میں، اگر حرکت کرے تو اللہ کے امر سے، اگر خاموش رہے تو اللہ کی وجہ سے، وہ اللہ کا ہو، ان کے لئے ہو، اس کے ساتھ ہو'' یہ سن کر تمام شیوخ رو پڑے اور فرمایا بس!، اس سے زیادہ مت کہو، ''اے تاج العارفین اللہ آپ کو عظمت عطا فرمائے۔''

اللہ رب العزت نے حضرت داؤد سے فرمایا: اے داؤد! میں نے دلوں پر اس بات کو حرام کر دیا کہ میری اور میرے غیر کی محبت ان میں جمع ہو۔

تمام عارفین کا اس بات پر اجماع ہے کہ محبت بغیر موافقت کے درست ہو ہی نہیں سکتی، حتی کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: محبت کی حقیقت محبوب کی رضا مندی اور ناراضگی دونوں میں اس کی موافقت ہے۔

عارفین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ محبت محبوب کی وحدت کے بغیر صحیح ہو ہی نہیں سکتی۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے کسی کی محبت میں ہلاک ہونے کا خدشہ ظاہر کیا، تو محبوب نے کہا: میرا بھائی مجھ سے زیادہ خوبصورت اور حسین و جمیل ہے، تو مجھ سے کیوں محبت کرتا ہے؟ وہ محب اسکے بھائی کی طرف متوجہ ہوا تو نوجوان نے اس کو دھکا دیا اور کہا!

جو ہماری محبت کا دعویٰ کرے اور ہمارے غیر کو دیکھے؟۔

ایک مرتبہ ذوالنون کے پاس محبت کا ذکر کیا گیا تو فرمایا: اس مسئلہ کو بیان نہ کرو کیونکہ جب دل اس کو سنتے ہیں تو اس کا دعویٰ اور چاہت کرتے ہیں، پھر یہ شعر پڑھے:

الخوف اولیٰ بالمسی اذا تألّہ و الحزن

والحبّ یجمل بالتق یّ و بالنقیّ من الدرن

''خوف زیادہ مناسب ہے برے شخص کے لئے جب اسے ڈر ہو اور غم بھی اسی کے لائق ہے اور وہ محبت اچھی لگتی ہے جو آدمی کے ساتھ اور میل کچیل سے صاف ہو۔''

سمنون فرماتے ہیں: اللہ سے محبت کرنے والے دنیا و آخرت کی بھلائیں لے گئے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی۔''[1]

لہٰذا اللہ سے محبت کرنے والے اللہ کے ساتھ ہوں گے۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں، ''وہ شخص سچا نہیں جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور پھر اس کی حدود کی حفاظت نہ کرے۔''

اللہ سے محبت کی حقیقت اور اس کے فضائل

محبت دل میں لگا ہوا ایک درخت ہے، جس کی رگیں محبوب کی تابعداری، جس کا تنا معرفت، جس کی شاخیں خشیت، جس کے پتے حیاء، جس کا پل اطاعت اور جس کا پانی ذکر ہے، محبت جب ان چیزوں میں سے کسی ایک سے بھی خالی ہو تو وہ ناقص ہوگی۔

اللہ رب العزت نے اپنی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ اپنے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے اور مومن بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ اللہ کی محبت میں

---

[1] فی السنن

بہت سخت ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک تعارف ''الودود'' کے لفظ سے بھی کروایا ہے اور امام بخاریؒ کے قول کے مطابق ''الود'' خالص محبت کو کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مومنین سے خالص محبت رکھتے ہیں اور مومنین کے دل اللہ کی خلوص بھری محبت سے سرشار ہوئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: اللہ رب العزت فرماتے ہیں، ''جو میرے ولی کی توہین کرتا ہے وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے اور بندہ فرائض کی ادائیگی کے علاوہ کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا، اور بندہ نوافل سے میرے قرب کو بڑھاتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں، اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، لہٰذا وہ مجھ سے سنتا ہے، مجھ ہی سے دیکھتا ہے، میرے ذریعہ پکڑتا ہے اور میری دی ہوئی طاقت سے چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے عطا کرتا ہوں، اگر وہ مجھ سے پناہ چاہے تو میں اسے پناہ عطا کرتا ہوں، اور میں کسی چیز میں تردد نہیں کرتا سوائے اپنے اس مومن بندہ کی موت کے جو موت کو ناگوار سمجھتا ہو اور مجھے اس کی موت کی برائی ناپسند ہے حالانکہ موت تو اس کے لئے ضروری ہے۔''[1]

بخاری کے علاوہ دوسری روایت میں ہے: میں جب اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان، آنکھ اور مدد کرنے والا ہاتھ بن جاتا ہوں، ناگواری میں موافقت پر غور کیجئے کہ جب بندہ موت کو ناگوار سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو موت کو پسند نہیں کرتے اور یہ حالت اللہ کی ناراضگی سے ڈرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور ارادہ میں موافقت کے کمال پر غور کیجئے کہ بندہ کی تمام ضروریات پوری کرنے، دعائیں قبول کرنے اور پناہ مانگی

---

[1] رواہ البخاری فی صحیحہ

ہوئی چیزوں سے پناہ دینے میں کتنی موافقت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا: میں تو آپ کے رب کو آپ کی خواہشات کو تیزی سے پورا کرنے والا خیال کرتی ہوں۔[1]

(رواہ البخاری ومسلم)

ایک مرتبہ ابو طالب نے حضور ﷺ سے کہا: اے بھتیجے! میں دیکھتا ہوں کہ تیرا رب تیری ہر بات مانتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! اگر آپ اللہ کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کی بھی ہر بات مانے گا۔

حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول "وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا" میں لفظ خلیل کے متعلق فرماتے ہیں یعنی ایسا قریبی محبوب کہ جب وہ مانگے تو اسے دیا جائے اور جب وہ دعا کرے تو دعا قبول کی جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے کام بناتا ہے

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی: "اے موسیٰ تو میری چاہت کو پورا کر میں تیری چاہت کو پورا کروں گا۔"

پہلے ذکر کردہ حدیث میں کتنا محبت بھرا ارشاد ہے کہ وہ میرے ذریعہ سنتا، میرے ذریعہ دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے۔

اس طرح ایک آیت میں آتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ﴾ (النحل: ۱۲۸)

"اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

---

۱ رواہ البخاری ومسلم

۲ ذکرہ ابن حجر فی "الاصابۃ" فی ترجمۃ ابی طالب

﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت: ٦٩)

''بے شک اللہ نیک عمل والوں کے ساتھ ہے۔''

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانفال: ١٩)

''بیشک اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔''

یہی موضوع ایک حدیث قدسی میں ملتا ہے: فرمایا

''جب بندہ میرا ذکر کرے اور اس کے ہونٹ حرکت کریں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

لیکن اگر یہ سوال ہو کہ مذکورہ ارشادات تو اس آیت کے تعارض میں واقع ہیں:

﴿اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۴۳)

''کیا ہم سے ان کے معبود انہیں بچائے رکھتے ہیں وہ تو خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی ان کا ساتھ دے گا۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جس صحبت کی نفی ہے یہ وہی صحبت ہے جس کا ثبوت اولیاء اور محبوبین کے لئے ہے۔

غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ سے اپنی محبت کو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ جوڑا ہے اور فرائض کے بعد قرب کو صرف نوافل کے ساتھ متعلق فرمایا ہے، اس چیز میں فرائض و نوافل کی ادائیگی کے بغیر محبت کا دعویٰ کرنے والے کے لئے ایک پیغام ہے اور یہ کہ وہ باطل خواہشات اور جھوٹے دعووں کا شکار ہے۔

اللہ کے محبوب سے مخلوق بھی محبت کرتی ہے

اللہ کی محبت کی وجہ سے لوگ بھی محبت کرتے ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر یہ محبت زمین والوں کے دلوں میں بھی ڈال دی جاتی ہے۔" (یہ بخاری کے الفاظ تھے)

مسلم کے الفاظ میں ہے: "جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے، میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتا ہے، پھر وہ آسمان میں اعلان کرتا ہے اور کہتا ہے: اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر یہ محبت زمین پر پھیلا دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی سے نفرت کرتا ہے تو جبریل کو بلوا کر فرماتا ہے: میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں تو بھی اس سے نفرت کر، جبریل اس سے نفرت کرنے لگتا ہے پھر وہ آسمان میں اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے نفرت کرتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو تو آسمان والے اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، پھر یہ نفرت زمین پر ڈال دی جاتی ہے۔"

امام مسلم سہیل بن ابی صالح سے روایت کو یوں نقل کرتے ہیں فرمایا: ہم عرفہ میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز گزرے، لوگ کھڑے ہو کر ان کو دیکھنے لگے، میں نے اپنے والد سے کہا: اے ابا جان! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز سے محبت کرتا ہے۔" پوچھا: وہ کیسے؟" میں نے کہا: کیونکہ لوگوں کے دل میں ان کی محبت ہے" انہوں نے فرمایا: میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے، پھر انہوں نے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے بھی ذکر کیا اور پھر فرمایا: اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ

الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ (مریم: ۹۶)

''جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے درمیان محبت پیدا کردے گا۔''

ایک مفسر اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور انہیں لوگوں کا بھی محبوب بنا دیتا ہے۔

آدمی قیامت کے دن اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے بارے میں سوال کیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے عرض کی: ''ویسے تو میرے پاس کچھ نہیں، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہمیں کسی چیز سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک سے ہوئی کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے، فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں انہی کے ساتھ جمع کیا جاؤں گا اگرچہ ان جیسے اعمال نہ کروں۔[1]

ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی۔''[2]

سنن ابی داؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت منقول ہے، فرماتے ہیں:

---

[1] رواہ الشیخان

[2] الترمذی

میں نے اللہ کے رسول کے صحابہ کو کسی بات سے اتنا خوش ہوتے نہیں دیکھا، جتنا اس بات سے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک آدمی دوسرے آدمی سے کسی ایسے اچھے عمل کی وجہ سے محبت کرتا ہے جسے وہ کرتا ہے لیکن یہ وہ عمل نہیں کرتا، ارشاد نبوی ﷺ ہوا: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔" اللہ کی محبت اللہ کے لئے محبت کو مستلزم ہے کیونکہ محبت کی علامات میں سے ایک محبوب کے لئے محبت کرنا اور اس کے لئے دشمنی رکھنا بھی ہے۔

اللہ کی خاطر محبت قیامت میں انعام دلوائے گی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث قدسی میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے، کہاں ہیں وہ لوگ جو میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے؟ آج میں انہیں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا کہ آج میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہے۔"[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "میری خاطر محبت کرنے والے کے لئے نور کے منبر ہوں گے اور ان پر انبیاء اور شہداء رشک کرتے ہوں گے۔"

ابو ادریس خولانی فرماتے ہیں: میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں چمکدار دانتوں والا ایک نوجوان بیٹھا تھا اور لوگ اس کے اردگرد جمع تھے، جب وہ کسی چیز میں اختلاف کرتے تو اس سے پوچھتے اور اس کی رائے پر عمل کرتے، میں نے لوگوں سے اس

---

[1] رواہ مسلم فی صحیحہ

[2] رواہ الترمذی

کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں، اگلے دن میں جلدی ہی ان کی طرف گیا لیکن وہ پہلے ہی پہنچ چکے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہوئے تو میں سامنے سے ان کی طرف گیا اور سلام کے بعد عرض کیا: میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، فرمانے لگے: کیا صرف اللہ کے لئے؟ میں نے کہا، ہاں اللہ کے لئے، پھر فرمایا: اللہ کے لئے؟ میں نے کہا: اللہ کے لئے، پھر مجھے میری چادر سے پکڑ کر کھینچا اور فرمایا: تجھے خوشخبری ہو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، آپس میں میری خاطر محبت رکھنے والوں پر، میری خاطر بیٹھنے والوں پر، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں پر اور میری خاطر ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں پر میری محبت واجب ہے۔"

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: تمام اعمال میں سب سے افضل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے بغض ہے۔ (سنن ابی داؤد)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں اور نہ شہداء، قیامت کے دن اللہ کے ہاں ان کے مقام کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کرتے ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ہمیں بتا دیجئے وہ کون لوگ ہوں گے، فرمایا: وہ ایسے لوگ ہوں گے جو آپس کی رشتہ داری اور مالی لین دین کے بغیر صرف اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہوں گے، ان کے چہروں پر نور ہوگا، اور یہ نور پر ہوں گے، جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان پر خوف طاری نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو ان پر غم کا اثر تک نہ ہوگا۔ (سنن ابی داؤد)

ایک روایت میں یوں ہے: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء، لیکن اللہ کے ہاں ان کے مقام کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر رشک کرتے ہوں گے۔" صحابہ نے عرض کیا: "ہمارے سامنے ان کا تعارف کروا دیجئے کہ ہم بھی ان سے محبت کریں، فرمایا: "یہ ایسے لوگ ہیں جو باہم مالی لین دین اور قرابت داری کے بغیر آپس

میں صرف اللہ کی خاطر محبت رکھتے تھے، یہ سراپا نور ہوں گے، ان کے چہروں پر بھی نور ہوگا، اور یہ نور کے منبروں پر ہوں گے، جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان کو خوف طاری نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے تو ان کو غم لاحق نہ ہوگا۔" پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

"آگاہ رہو، اللہ کے دوستوں پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی حدیث نقل کرتے ہیں: فرمایا: ایک آدمی دوسری بستی میں اپنے کسی مسلمان بھائی کی ملاقات کے لئے گیا، راستہ میں اللہ نے اس کے پاس فرشتہ بھیجا، فرشتے نے پوچھا: "کہاں جا رہے ہو؟" جواب دیا، "اس بستی میں اپنے بھائی کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں" فرشتہ نے دریافت کیا، "کیا اس نے تجھے کوئی وعدہ کردہ چیز دینی ہے؟" آدمی نے کہا، "نہیں میں صرف اللہ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں" فرشتہ بولا، "میں اللہ کے رسول کا قاصد ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتا ہے جیسے تو اللہ کے لئے اس شخص سے محبت کرتا ہے"۔ (صحیح مسلم)

محبت کی حقیقت اور اس کے تقاضے

ایک آدمی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہا: "میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں" فرمایا: "آپ سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر آپ مجھ سے محبت کر رہے ہیں۔"

ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی وہاں سے گزرا، اس بیٹھے ہوئے شخص نے کہا: "میں اس سے محبت کرتا ہوں" حضور ﷺ نے فرمایا: "کیا تو نے اس کو بتا دیا ہے؟" عرض کیا "نہیں" فرمایا: "اس کو بتا دے" وہ شخص اس کے پیچھے گیا اور کہا، "میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں" دوسرے شخص نے جواب

دیا، ''تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی خاطر تو مجھ سے محبت کر رہا ہے۔'' (سنن ابی داؤد)

مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی سے محبت کرے تو اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے۔'' (سنن ابی داؤد)

یزید بن نعامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: حضور ﷺ نے فرمایا: جب ایک آدمی دوسرے سے اخوت قائم کرے تو اس کا نام، ولدیت اور قبیلہ کے بارے میں پوچھ لے، کیونکہ یہ چیز محبت کو مضبوط کرنے والی ہے۔'' (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ اور اس وقت تک ایمان والے نہیں بن سکتے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایک ایسی نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو گے تو آپس میں تمہاری محبت پیدا ہوگی؟ اور وہ یہ ہے کہ تم آپس میں سلام کو رواج دو۔'' (رواہ مسلم)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں، عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ان کا انتظار کر رہے تھے، جب وہ تشریف لائے تو تاخیر کی وجہ دریافت کی گئی، فرمایا: ''میں تمہارے پہلے گزرے ہوئے بھائی یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتاتا ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے میرے رب! مجھے اس شخص کے بارے میں بتا دے جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تاکہ تیری محبت کی وجہ سے میں بھی اس سے محبت کرنے لگوں، ارشاد ہوا، ''زمین کے کنارے میں ایک شخص ہے اور دوسرے کنارے میں دوسرا شخص ہے جو اس کو نہیں پہچانتا، لیکن جب اسے کوئی مصیبت پہنچی ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ مصیبت مجھے پہنچی ہے اور جب اسے کوئی کانٹا چبھتا ہے تو اس کو درد کا احساس ہوتا ہے، اور یہ اس سے صرف میری خاطر محبت کرتا ہے اور اس وجہ سے یہ میرا

محبوب ترین بندہ ہے، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے اللہ! تو نے مخلوق پیدا کی ہے تو ہی انہیں دوزخ میں داخل کرے گا یا انہیں عذاب دے گا'' اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی، ''یہ سارے کے سارے میری مخلوق ہیں'' پھر فرمایا: ''تو کھیتی باڑی کر'' لہٰذا انہوں نے ہل چلایا، کھیتی اگائی، پھر حکم ہوا کہ اسے پانی دو، پھر کچھ عرصہ انتظار کیا، پھر اس کی کٹائی کی اور اٹھا کر لے گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ تیرے کھیت کا کیا بنا؟'' عرض کیا، میں اس سے فارغ ہو گیا ہوں اور میں نے اس کو اٹھا لیا ہے۔'' فرمایا کہ کیا تو نے اس میں کچھ چھوڑا بھی ہے'' عرض کیا ''ہاں، جو فضول تھا یا جس کی مجھے کوئی ضرورت نہ تھی'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس طرح میں بھی صرف انہی لوگوں کو عذاب دیتا ہوں جو فضول اور خیر سے خالی ہوتے ہیں۔''

اللہ کی محبت عذاب سے بچاتی ہے

اگر اللہ کی محبت میں سوائے اس کے کوئی فائدہ نہ ہوتا کہ یہ بندہ کو اللہ کے عذاب سے بچاتی ہے پھر بھی اس کے لیے ضروری تھا کہ اس کے بدلہ میں کسی چیز کو نہ لیتا۔ ایک عالم سے پوچھا گیا کہ قرآن میں کہاں ہے کہ ''ایک حبیب دوسرے کو سزا و عذاب نہیں دے سکتا؟'' فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے اس قول میں

﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ﴾ (المائدۃ:۱۸)

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب دے گا۔''

حضرت حسنؒ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے محبوب شخص کو عذاب نہیں دے گا لیکن دنیا میں اسے ضرور آزمائے گا۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

امام احمدؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت میں سے یہ

روایت بھی تھی: ''اے حواریین کی جماعت! اہل معصیت کی نفرت کے ذریعہ اللہ کی محبت حاصل کرو، ان سے دوری کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرو اور ان کی ناراضگی کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کرو، انہوں نے عرض کیا ''اے نبی اللہ! پھر ہم کس کے ساتھ ہم نشینی اختیار کریں؟'' فرمایا ''اس شخص کی ہم نشینی اختیار کرو جس کا بولنا تمہارے اعمال میں اضافہ کردے، جس کا دیکھنا اللہ کی یاد کا ذریعہ ہو اور جس کا علم دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے والا ہو۔''

اللہ کی طرف متوجہ ہونے اور اس سے محبت کرنے کا فوری اجر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی توجہ کرنے والے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ اعراض کرنے والے سے اعراض فرماتے ہیں، پس بندوں کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں نہ کہ بندوں کے قبضہ میں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: ''ہرم بن حیان فرمایا کرتے تھے، جب بھی کوئی بندہ دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ مومنین کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ کردیتے ہیں یہاں تک کہ اسے ان کی محبت اور مہربانی مل جاتی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے: جب بھی کوئی بندہ دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ عزوجل اپنے بندوں کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ کردیتے ہیں اور پھر ان کے دل محبت و رحمت میں اس کی طرف لپکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر خیر تیزی کے ساتھ اس کو عطا کرتے ہیں۔''

جب تمام دل اپنے پسندیدہ لوگوں کی محبت پر مجبور ہیں اور ہر نعمت بندہ کو اللہ کی طرف سے پہنچی ہے، تو وہ شخص کتنا بدنصیب ہوگا جو اللہ کے غیر سے محبت کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ (النحل: ۵۳)

''تمہارے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔''

محبت الٰہیہ کے حصول کا طریقہ اور اس کے لئے مسنون دعا

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے داؤد! مجھ سے محبت کر اور بندوں کو میرا محبوب بنا اور مجھے بندوں کا محبوب بنا۔'' عرض کیا ''اے رب! میں بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں اور بندوں کو تیرا محبوب بھی بناؤں گا، لیکن تجھے بندوں کا محبوب کیسے بناؤں؟'' فرمایا: ''ان کے سامنے میرا تذکرہ کر کیونکہ وہ میرا تذکرہ اچھے طریقہ سے ہی کریں گے۔''

ایک دعا اس مقام پر ذکر کی جاتی ہے جس میں اللہ کی محبت، اللہ کے محبوب کی محبت اور اللہ کے قریب لے جانے والے اعمال کی محبت وغیرہ کے حصول کا ذکر ہے اور یہ ان تمام چیزوں کی جامع ہے، آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ یہ دعا داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے ایک تھی:

﴿اللهمَّ إني أسألك حبك وحبَّ من يحبُّك وحبَّ عملٍ يقربني إلى حبك، اللهمَّ ما رزقتني مما أُحبُّ فاجعله قوّةً لي فيما تحب، وما زويت عني مما أُحبّ فاجعله فراغاً لي فيما تحبّ، اللهم اجعل حبك أحبَّ إليَّ من أهلي ومالي ومن الماء البارد على الظلمأ، اللهمّ حببني اليك وإلى ملائكتك وانبيائك ورسلك وعبادك الصالحين، واجعلني ممن يحبّك ويحبُّ ملائكتك أنبياءك ورسلك وَعبادك الصالحين، اللهمَّ أحي قلبي بحبك واجعلني لك كما تحب، اللهمَّ اجعلني أُحبك بقلبي كله، وأرضيك بجُهدِي كلِّهِ، اللهمَّ اجعل حبي كلّه لك،

وسعیی کلہ فی مرضاتک﴾[1]

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے محبوب کی محبت اور تیرے قریب لانے والے عمل کی محبت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ تو نے جو اپنی پسندیدہ چیزیں مجھے عطا فرمائی ہیں تو ان کو اپنی محبوب چیزوں میں استعمال کرنے کی قوت بنا دے اور تو نے مجھ سے جو میری محبوب چیزیں دور کی ہیں انہیں ان چیزوں سے الگ کر دے جن کو تو پسند کرتا ہے، اے اللہ اپنی محبت کو میرے لیے میرے اہل، میرے مال اور سخت پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب کردے، اے اللہ مجھے اپنا، فرشتوں کا، انبیاء و رسل کا اور نیک بندوں کا محبوب بنا دے، اور مجھے ان لوگوں میں بنادے دے جن سے تو تیرے فرشتے، تیرے انبیاء و رسل اور نیک بندے محبت کرتے ہیں، اے اللہ میرے دل کو اپنی طرف سے زندہ فرما اور مجھے اپنے لیے ایسا بنا دے کہ تجھے پسند آ جاؤں اور مجھے ایسا بنا دے کہ میں پوری دلجمعی کے ساتھ تجھ سے محبت کروں، اور تجھے پوری قوت و طاقت سے راضی کرنے کی کوشش کروں اور اے اللہ میری محبت ساری کی ساری اپنے لیے بنالے اور میری تمام کوششیں اپنی رضا کا ذریعہ بنالے۔''

یہ دعا اسلام کے قیام کے خیمہ کی بنیاد ہے اور یہی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حقیقت ہے، اس دعا کی حقیقت کو پورا کرنے والے کلمہ کی حقیقت کو پورا کر سکتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے بندوں کو اپنے اسماء وصفات اور افعال سے ایسا متعارف کروایا ہے جس سے ان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو، کیونکہ دل باعث کمال اور اہل کمال کی محبت کے دلدادہ ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ تو ہر لحاظ سے کامل اور اکمل ذات ہے

جس میں کوئی نقص نہیں۔

جمالِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور ایسا جمیل کہ اس جیسا جمیل کوئی نہیں بلکہ اگر ساری مخلوق کا حسن جمع کر کے کسی ایک شخص کو دے دیا جائے اور پھر یہی حسن ساری مخلوق میں تقسیم کر دیا جائے تو ان سب کے اس عظیم حسن و جمال کی اللہ کے جمال سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کی نسبت تو ادنیٰ چراغ کے سورج کی طرف نسبت کرنے سے بھی کمتر ہوگی، لِلّٰہِ المثل الاعلیٰ، تقریباً آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورتی ہے اور خوبصورت کو پسند کرتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ''جمیل'' ہے، جمال کا مستحق اس ذات سے زیادہ کون ہو سکتا ہے کہ ہر موجود چیز کا جمال اس کی کاریگری ہے، جمال ذات بھی اسی کا جمال صفات بھی، جمال اضافی بھی اسی کے لیے اور جمال اسماء بھی، اسی کے اسماء سارے کے سارے عمدہ، اس کی صفات ساری کی ساری کمالیہ، اس کے افعال سارے کے سارے خوبصورت، اسی بنا پر انسان کی نگاہ اس بات کی طاقت نہیں رکھتی کہ اس دنیا میں اللہ کا دیدار کر سکے، جب وہ جنت میں اللہ کا دیدار کریں گے تو جنت کی نعمتوں میں ہونے کے باوجود یہ دیدار ان کو مانوس کر دے گا، انہیں ہر ماسوا سے غافل اور بے نیاز کر دے گا، اگر اس کے چہرہ پر نور کے پردے نہ ہوتے تو اس کے چہرہ کی جلالت عظمت اور انوارات ساری مخلوق کو جلا کر راکھ کر دیتے، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ہمیں پانچ باتیں فرمائیں، اللہ تعالیٰ سوتا نہیں ہے اور نہ ہی سونا اس کی شایانِ شان ہے، میزان کو بلند و پست کرتا ہے، رات کے اعمال دن کے اعمال سے پہلے اس کو پیش کیے جاتے ہیں اور دن کے اعمال رات کے اعمال سے پہلے اس کے دربار میں پیش کیے جاتے ہیں، اس کے سامنے نور کا پردہ ہے اگر وہ اس کو اٹھا

دے تو اس کے چہرہ کے انوارات حدنگاہ تک اس کی مخلوق کو جلا کر بھسم کر دیں۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''تمہارے رب کے ہاں دن رات نہیں ہیں، آسمانوں کا نور اللہ کے نور کی وجہ سے ہے، تمہارے ایک دن کی مقدار اللہ کے ہاں بارہ گھنٹے ہے، تمہارے اعمال اس کے سامنے اگلے دن پیش کیے جاتے ہیں، دو تین گھنٹے ان کو دیکھتا ہے، جب وہ ان میں بداعمالیاں دیکھتا ہے تو غضب ناک ہو جاتا ہے، سب سے پہلے اس کے غضب کا علم حاملین عرش فرشتوں کو ہوتا ہے کیونکہ ان کو عرش کا بوجھ محسوس ہوتا ہے، پھر حاملین عرش، عرش کو گھیرے ہوئے فرشتے، ملائکہ مقربین اور تمام فرشتے تسبیح پڑھنے لگتے ہیں۔ پس فرشتے تین گھنٹے تسبیح پڑھتے ہیں یہاں تک کہ اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے یہ چھ گھنٹے ہوئے پھر رحم مادر کے بچوں کا معاملہ لایا جاتا ہے وہ تین گھنٹے ان کو دیکھتا ہے اور رحم میں جیسا چاہتا ہے بناتا ہے، غالب وحکیم ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں، یہ نو گھنٹے ہوئے۔ پھر تین گھنٹے وہ ساری مخلوق کے رزق میں غور کرتا ہے پھر جس کا چاہتا ہے رزق بڑھاتا ہے جس کا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔'' پھر انہوں ''کل یوم ھو فی شان'' کی تلاوت فرمائی، پھر فرمایا: ''یہ تمہاری اور تمہارے رب تبارک وتعالیٰ کی حالت ہے۔''[1]

طائف کے دن حضور ﷺ کی ایک دعا یہ بھی تھی: ''اے اللہ! میں تیرے چہرہ کے نور جس سے تاریکیاں روشن ہوتی ہے اور دنیا وآخرت کے معاملات اس سے درست ہوتے ہیں، پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب یا ناراضگی ظاہر ہو، یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے، تیرے علاوہ گناہ سے حفاظت اور نیکی کی طاقت دینے والا کوئی نہیں۔''

صحیحین میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ رات کو یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اے اللہ تمام تعریف تیرے لیے ہے اور تو زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے سب کا نور ہے۔''

---

1. رواہ عثمان بن سعید الدارمی رحمۃ اللہ علیہ

دیدارِ الٰہی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جنت والے جنت کی نعمتوں میں محو ہوں گے کہ اچانک ایک نور چمکے گا وہ اپنے سروں کو اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر سے ان پر اپنا ظہور فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا، السلام علیکم اے اہل جنت! اور یہی مراد ہے "سلٰم قولا من رب رحیم" سے، پھر وہ سروں کو اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا اور وہ جنت کی نعمتوں کی طرف بالکل ہی متوجہ نہ ہوں گے، یہاں تک اللہ تعالیٰ حجاب فرمالے گا، لیکن اسکا نور اور برکت ان پر ان کے گھروں پر اور ان کے مکانات میں باقی رہے گی۔[1]

ایک روایت میں ہے: "اللہ محبت کرنے والوں کا نعمتوں سے بھرپور جنت میں اللہ رب العزت کے دیدار کی لذت کے بارے میں کیا خیال ہے؟" (فی سنن ابن ماجہ)

حضور ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک یہ تھی:

﴿اسألک لذة النظر الی وجھک والشوق الی لقائک﴾ (ذکرہا الامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ)

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے چہرہ کے دیدار کی لذت اور تیری ملاقات کے شوق کا سوال کرتا ہوں۔"

ملاقاتِ الٰہی کے وقت اولیاء واحباء کی حالت:

اب آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت اس کے اولیاء واحباء کی جو حالت ہوگی اس کا بیان کیا جاتا ہے، آپ اپنے لیے اسے پسند کرلیں:

انت القتیل بکل من احبة فَاخْتَرْ لنفسک فی الھوی من تصطفی

---

[1] سنن ابن ماجہ (۱۸۴)

''تو اپنے ہر محبوب کا مقتول ہے لہٰذا اپنے نفس کے لیے محبت میں
کسی کو اختیار کرنا ہے تو کر لے۔''

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اہل جنت حق تعالیٰ کا دیدار کریں گے تو جنت کی نعمتوں کو بھول جائیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ جنتی لوگوں کو جنت اور دوزخیوں کو دوزخ میں بھیج دیں گے تو اہل جنت کی طرف جبرئیل امین کو بھیجیں گے تو وہ ان سے کہے گا: اے اہل جنت اللہ رب العزت نے تم پر سلام بھیجا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم جنت کے وسیع میدان میں اس کی زیارت کرو، جس کی مٹی مشک کی ہوگی اور جس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہوں گی، جس کے درخت خالص سونے اور پتے زمرد کے ہوں گے، (اس اعلان کے بعد) اہل جنت خوشی اور مسرت سے سرشار ہو کر نکلیں گے، یہ اسی جگہ جمع ہوں گے اور وہیں اللہ کی طرف اعزاز اور دیدارِ الٰہی ہوگا اور یہ اللہ کا وعدہ کردہ مقام ہے جو اللہ نے انہیں عطا کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ انہیں کھانے، پینے اور نغمے سننے کی اجازت دے گا اور انہیں اعزاز و اکرام کا لباس پہنایا جائے گا، پھر ایک منادی اعلان کرے گا: ''اے اللہ کے دوستو! جس چیز کا اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا اس میں سے کچھ بچا ہے؟'' وہ کہیں گے، ''نہیں، جس کا اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا وہ پورا پورا ہمیں عطا کر دیا، سوائے اپنے دیدار کے''، پھر اللہ تعالیٰ پردوں کے درمیان سے تجلی فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا: اے جبرئیل! میرے پردے بندوں کے لیے اٹھا دے تاکہ وہ میرا دیدار کر لیں، جیسے ہی جبرئیل پہلا پردہ اٹھائے گا وہ اللہ کے نور کی جھلک کو دیکھ کر فوراً سجدہ میں گر پڑیں گے، حکم ہوگا اے میرے بندوں سر اٹھاؤ یہ عمل کا نہیں جزا کا مقام ہے، جب وہ دوسرا پردہ ہٹائے گا تو وہ ایک عظیم الشان منظر دیکھیں گے اور فوراً اللہ کی حمد کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''سر اٹھاؤ یہ عمل کا نہیں جزا کا مقام ہے اور ہمیشہ کا نعمتوں بھرا ٹھکانہ ہے'' جب جبرئیل تیسرا پردہ اٹھائے گا تو اس

وقت یہ اپنے رب کا دیدار کریں گے اور کہیں گے: ''سبحانک اے اللہ تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتے'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ میری طرف سے اعزاز ہے کہ میں نے تمہیں اپنا دیدار کروا دیا اور تمہیں جنت میں ٹھکانہ دیا'' پھر اللہ تعالیٰ جنت کو اجازت دے گا اور وہ بولے گی:

''خوشخبری ہو اس شخص کے لیے جو مجھ میں ہمیشہ رہے گا اور خوشخبری ہو اس کے لیے جس کی خاطر مجھے تیار کیا گیا، اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول ''طُوْبىٰ لَهُمْ وَحُسْنَ مَئَابٍ'' (الرعد: ۲۹)

ان کے لیے خوشخبری ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کا بھی یہی مطلب ہے:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القیامۃ: ۲۲۔۲۳)

''کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔''

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''دو جنتیں ایسی ہیں جس کے برتن، لباس اور ہر چیز سونے کی ہے اور دو جنتیں ایسی ہیں جس کے برتن، لباس اور اس میں موجود ہر چیز چاندی کی ہے اور جنت عدن میں جنتیوں اور دیدار الٰہی کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی۔'' (رواہ البخاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''ادنی جنتی کا بھی جنت میں یہ درجہ ہوگا کہ وہ اپنے خدماء، اور نعمتوں و مسرتوں کو ایک ہزار سال کی مسافت تک ملاحظہ کر سکے گا اور سب سے زیادہ اعزاز والا جنتی صبح و شام اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے گا'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (القیامۃ: ۲۲،۲۳)

''کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں

گے۔" (رواہ الترمذی)

ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جب اہلِ جنت کی نعمتیں اپنی انتہاء کو پہنچ جائیں گی اور وہ یہ گمان کریں گے کہ اس سے افضل کوئی نعمت نہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا، پس وہ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کی زیارت کریں گے اور تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ (رواہ الدارمی)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے قول "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کے بارے میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے چہروں کو حسین بنائے گا اور یہ بات اس لائق ہے کہ دیدار الٰہی کے وقت ان کے چہرے شاداب اور بارونق ہونے ہی چاہئیں۔"

ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر اہل محبت یا اہل معرفت کے لیے اس آیت یعنی "وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" کے علاوہ کوئی اور نعمت نہ بھی ہوتی تو یہ آیت بھی کافی تھی۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا تمہیں بادلوں سے صاف دن میں سورج اور بادلوں سے صاف رات میں چاند کو دیکھنے میں کوئی مشکل ہوتی ہے؟ ہم نے عرض کیا: "نہیں" پھر ارشاد فرمایا: "یقیناً تم اپنے رب کو دیکھو گے یہاں تک کہ وہ تم سے بات چیت بھی کرے گا اور کسی ایک سے کہے گا: اے میرے بندہ! تو فلاں فلاں گناہ کو جانتا ہے؟ وہ کہے گا، "اے میرے رب کیا تو نے مجھے معاف نہیں کر دیا؟" ارشاد ہوگا "میرے معاف کرنے کی وجہ سے تو ہی تو یہاں پہنچا ہے۔" (رواہ النسائی)

رضائے خداوندی، جنت کی سب سے بڑی نعمت

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: اللہ

رب العزت اہل جنت سے فرمائے گا: ''اے اہل جنت!'' وہ جواب میں عرض کریں گے،

﴿لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک﴾

یعنی ''ہم حاضر ہیں، ہم ہر خدمت کے لئے تیار ہیں اور ساری خیر میں تیرے ہاتھ میں ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ''کیا تم راضی ہو گئے؟'' وہ عرض کریں گے ''یا اللہ ہم راضی کیوں نہ ہوں حالانکہ تو نے ہمیں وہ چیز عطا فرمائی جو تیری مخلوق میں سے کسی کو نہ مل سکی۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تمہیں اس سے بھی بہتر نہ عطا کردوں؟'' وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اس سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''میں نے اپنی رضا تمہیں عطا کر دی اب کبھی میں تم سے ناراض نہیں ہوں گا۔'' (فی الصحیحین)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا ''اے اہل جنت! اللہ کے پاس تمہارے لیے ایک وعدہ ہے اللہ وہ وعدہ پورا کرنا چاہتا ہے،'' جنتی کہیں گے، وہ کیا ہے، کیا اس نے ہمارے چہرہ کو روشن نہیں کر دیا، ہمارے ترازو کو وزنی نہیں کر دیا، ہمیں جنت میں داخل کیا اور دوزخ سے نہیں بچایا؟'' پھر پردہ ہٹا دیا جائے گا اور سب اللہ کا دیدار کریں گے، خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انہیں سب سے زیادہ محبوب اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کی چیز اپنے دیدار سے بڑھ کر عطا نہیں کی۔[1]

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر چودھویں کے چاند پر پڑی تو فرمایا: ''تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ کوئی کسی کو تنگ نہیں کر رہا، اگر تم سے ہو سکے تو فجر اور عصر کی نماز میں سستی نہ ہو تو ایسا ضرور کرلو۔'' (فی الصحیح للبخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند

---

[1] مسلم (۱۸۱)، مسند احمد (۴ / ۳۳۲)

دیکھنے میں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ عرض کیا ”نہیں یا رسول اللہ“ فرمایا: ”کیا تمہیں بغیر بادل کے سورج کو دیکھنے میں کوئی تنگی ہوتی ہے؟“ عرض کیا ”نہیں یا رسول اللہ“، فرمایا: ”تم اسی طرح بغیر کسی تکلیف اور تنگی کے اللہ کا دیدار کرو گے۔“ (فی الصحیحین)

قیامت کی سختی میں اولیاء اللہ کی ثابت قدمی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو ایک جگہ جمع کریں گے، پھر ان کی طرف دیکھ کر فرمائیں گے کہ ہر شخص اپنے معبود کے ساتھ کیوں نہیں آتا، چنانچہ صلیب والوں کے آگے صلیب کی، تصویر والوں کے لیے ان کی تصویریں اور آگ والوں کے لیے ان کی آگ کی صورت بن کر آئے گی تو وہ تمام لوگ اپنے معبودوں کے پیچھے چل پڑیں گے، لیکن مسلمان باقی رہ جائیں گے، ان کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم لوگ ان کی اتباع میں کیوں نہیں گئے؟ وہ عرض کریں گے: ”اے رب ہم تجھ ہی سے پناہ کے طلبگار ہیں، ہمارا رب تو اللہ ہے، لہٰذا ہماری جگہ یہی ہے یہاں تک کہ ہم اپنے رب کو دیکھ لیں، پھر اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیں گے، انہیں ثابت قدم کریں گے اور دوبارہ حجاب فرمائیں گے، اس کے بعد پھر ظاہر ہوں گے اور پوچھیں گے کہ تم لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے، وہ پھر وہی جواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ دوبارہ انہیں حکم دیں گے اور ثابت قدم کریں گے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا تم لوگ چودھویں کا چاند دیکھتے ہوئے تنگی میں مبتلا ہوتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح عنقریب تم لوگ اپنے رب کو (یقین کامل) کے ساتھ دیکھو گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ حجاب فرمائیں گے اور پھر ظاہر ہو کر انہیں اپنے متعلق بتائیں گے، اور فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں، لہٰذا میرے ساتھ چلو، چنانچہ سب مسلمان کھڑے ہو جائیں گے اور پل صراط رکھ دیا جائے گا، پھر اس پر سے ایک گروہ عمدہ

گھوڑوں اور ایک عمدہ اونٹوں کی طرح گزر جائے گا، وہ لوگ اس موقع پر یہ کہیں گے کہ "سَلِّمْ سَلِّمْ" یعنی سلامت رکھ سلامت رکھ، پھر دوزخی باقی رہ جائیں گے چنانچہ ایک فوج اس میں ڈالی جائے گی اور پوچھا جائے گا کیا تو بھر گئی؟ وہ عرض کرے گی: کچھ اور ہے؟ پھر ایک اور فوج ڈال کر پوچھا جائے گا تو بھی اس کا یہی جواب ہوگا، یہاں تک کہ سب کے ڈالے جانے پر بھی یہی جواب دے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے جس سے وہ سمٹ جائے گی، تو وہ کہے گی بس، بس اب مزید گنجائش نہیں، پھر جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیئے جائیں گے تو موت کو کھینچ کر لایا جائے گا اور دونوں کے درمیان کی دیوار پر کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اہل جنت کو بلایا جائے گا تو وہ لوگ ڈرتے ہوئے دیکھیں گے اور دوزخیوں کو پکارا جائے گا تو وہ خوش ہو کر دیکھیں گے کہ شاید شفاعت ہو، لیکن ان سب سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم لوگ اسے جانتے ہو؟ وہ سب کہیں گے جی ہاں یہ موت ہے جو ہم پر مسلط تھی، چنانچہ اسے لٹایا جائے گا اور اسی دیوار پر ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے جنت والو! اب تم ہمیشہ جنت میں رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والوں تم ہمیشہ دوزخ میں رہو گے کبھی موت نہ آئے گی"۔[1]

قیامت کے دن اولیاء اللہ کا اعزاز واکرام

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں، قیامت کے دن تمام امتوں کو جمع کیا جائے گا اور تمام لوگوں کو ان کے امام کے نام سے بلایا جائے گا، ہم سب سے آخر میں جائیں گے، لوگوں میں سے ایک کہے گا: "یہ کونسی امت ہے؟" سب لوگ ہماری طرف متوجہ ہو جائیں گے، ایک آواز آئے گی، یہ امت امینہ ہے اور محمد ﷺ کی امت ہے، پھر ایک پکارنے والا پکارے گا، تم سب اگلے پچھلے

---

[1] رواہ الترمذی (۲۵۶۰)

لوگ ہو، پھر ہم بھی لوگوں کے ساتھ مل کر کھڑے ہو جائیں گے، اور ہمارے کھڑے ہونے کی جگہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہوگی، پھر تمام لوگوں کو ان کے امام کے نام سے بلایا جائے گا، یہود کو بلایا جائے گا اور سوال ہوگا، تم کون ہو؟'' وہ کہیں گے، ''ہم یہودی ہیں'' پھر پوچھا جائے گا، ''تمہارا نبی کون ہے؟'' وہ کہیں گے، ہمارے نبی موسیٰ علیہ السلام ہیں،'' پھر سوال ہوگا، ''تمہاری کتاب کونسی ہے؟'' جواب دیں گے، ''ہماری کتاب تورات ہے''، پھر سوال ہوگا، ''تم کس کی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے کہ ''ہم عزیر اور اللہ کی عبادت کرتے تھے،'' پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہے گا، ''انہیں جہنم میں ڈال دو'' پھر نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا، ''تم کون ہو؟'' وہ کہیں گے، ''ہم نصاریٰ ہیں'' پوچھا جائے گا، ''تمہارا نبی کون ہے؟'' جواب دیں گے، ''ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام ہیں'' پھر کتاب کے متعلق سوال ہوگا تو وہ کہیں گے ''ہماری کتاب انجیل ہے۔'' پھر پوچھا جائے گا، ''تم کس کی عبادت کرتے تھے؟'' جواب دیں گے، ''ہم عیسیٰ، اس کی ماں مریم اور اللہ کی عبادت کرتے تھے''، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا، انہیں جہنم میں پھینک دو'' پھر عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائے گا اور فرمان ہوگا: ''اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟'' وہ عرض کریں گے، ''تو پاک ہے مجھے کیا ہوا کہ میں ناحق بات کروں، اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھے ضرور معلوم ہوگا، تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور جو تیرے دل میں ہے میں نہیں جانتا، بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے، میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو، جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں اس وقت ان کا نگران تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب فرشتے نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے، اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کردے تو تو ہی زبردست حکمت والا ہے، پھر تمام لوگوں کو ان کے اماموں اور معبودوں کے نام سے بلایا جائے گا اور ایک پکارنے والا اعلان کرے گا: اے

لوگوں جو جس کی عبادت کرتا تھا اس کے پیچھے ہو جائے، ان کے معبودان کے آگے ہوں گے، جن میں پتھر، درخت، سورج، چاند اور دجال بھی ہوگا، صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے، ان سے سوال ہوگا، ''تم کون ہو؟'' وہ کہیں گے، ''ہم مسلمان ہیں'' وہ کہے گا، ''بہترین نام ہے'' پھر سوال ہوگا، ''تمہارا نبی کون ہے؟'' جواب دیں گے، ''محمد ﷺ'' پھر پوچھا جائے گا، ''تمہاری کتاب کونسی ہے؟'' جواب دیں گے، ''قرآن مجید''، پھر سوال ہوگا، ''تم کس کی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے، ''ہم اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کرتے تھے'' وہ کہے گا، ''اگر تم سچے ہو تو یہ چیز تمہیں ضرور نفع دے گی'' وہ کہیں گے، ''اسی دن کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا'' وہ کہے گا، ''جب تم اللہ کو دیکھو گے تو اسے پہچان لو گے؟'' یہ کہیں گے، ''ہاں! ہم پہچان لیں گے'' وہ پوچھے گا، ''تم کیسے پہچانوں گے حالانکہ تم نے اس کو دیکھا ہی نہیں؟'' وہ جواب دیں گے، ''ہم جانتے ہیں کہ اس کا مثل کوئی نہیں''، پھر اللہ تعالیٰ تجلی فرمائے گا اور وہ کہیں گے، تو ہمارا رب ہے تیرے نام بابرکت ہیں اور یہ سب سجدے میں گر جائیں گے اور پھر نور اپنے اہل کو منور کر دے گا۔''

(فی مسند الحارث بن ابی اسامہ)۔

حضرت ابوزبیر فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ''ورود'' یعنی قیامت کے دن آمد کی کیفیت کا سوال کیا تو فرمایا: میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''ہم قیامت کے دن ایک بلند مقام پر لوگوں سے اوپر ہوں گے، امتوں کو ایک ایک کر کے ان کے بتوں اور معبودوں کے نام سے بلایا جائے گا، پھر اس کے بعد ہمارا رب ہمیں لائے گا اور فرمائے گا: تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟'' وہ کہیں گے، ''ہم اپنے رب کے منتظر ہیں'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ''میں تمہارا رب ہوں'' وہ کہیں گے، ''ہم تیرا دیدار کرنا چاہتے ہیں'' پھر اللہ تعالیٰ مسکراتا ہوا تجلی ڈالے گا اور یہ سب اس کے پیچھے چلیں گے'' (رواہ احمد فی مسندہ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: قیامت کے دن اللہ

تعالیٰ تمام امتوں کو ایک میدان میں جمع کرے گا، جب اللہ تعالیٰ لوگوں کا حساب کتاب کرنے لگے گا تو ہر امت کے لئے اس کے معبودوں کی مثل پیدا کرے گا، یہ اس کے پیچھے چلیں گے یہاں تک کہ وہ انہیں منہ کے بل جہنم میں پھینکوا دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ہماری طرف متوجہ ہوگا اور پوچھے گا، ''تم کون ہو؟'' ہم کہیں گے، ''ہم ایمان والے ہیں''، ارشاد ہوگا، ''تمہیں کس کا انتظار ہے؟'' جواب دیں گے، ''ہمیں اپنے رب کا انتظار ہے''، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تمہارا رب ہے؟'' ہم کہیں گے، ''ہمیں رسولوں نے بتایا اور ہمارے پاس کتابیں بھی آئی ہیں،'' پھر فرمائے گا، ''کیا تم اپنے رب کو جانتے ہو؟'' ہم عرض کریں گے، ''ہم جانتے ہیں اس کا مثل کوئی نہیں'' پھر اللہ تعالیٰ مسکراتے ہوئے تجلی ڈالے گا اور فرمائے گا''، اے مسلمانوں کی جماعت تمہیں خوشخبری ہو تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ میں نے اس کا ٹھکانہ یہودی و نصرانی کی طرح جہنم میں بنایا ہو۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت ابو بردہ سے دریافت کیا: ''کیا آپ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے سنا ہے؟، فرمایا: ''خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اپنے والد ابو موسیٰ کو تین سے زیادہ مرتبہ یہ حدیث حضور ﷺ سے روایت کرتے سنا ہے۔''[1]

جنت کے بازار کا منظر

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا: میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں جمع کر دے، میں نے عرض کیا، کیا وہاں بازار بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں، مجھے آنحضرت ﷺ نے بتایا کہ اہل جنت جب اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنت میں داخل

[1] رواہ عثمان بن سعید الدارمیؒ

ہو جائیں گے تو ہر جمعے کے دن انہیں بلایا جائے گا تا کہ وہ اپنے رب کی زیارت کر سکیں، چنانچہ عرش الٰہی ان کے سامنے ظاہر ہوگا اور یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہوگا، پھر ان کے لیے نور، موتی، زمرد، یاقوت، سونے اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے اور ان میں سے ادنیٰ درجے کا جنتی، اگر چہ ان میں کوئی ادنیٰ نہیں ہوگا، بھی مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوگا، وہ لوگ یہ نہیں دیکھ سکیں گے کہ کوئی ان سے اعلیٰ منبروں پر بھی ہے (تا کہ وہ غمگین نہ ہوں) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم اللہ رب العزت کو دیکھیں گے؟ فرمایا: ہاں، کیا تم لوگوں کو سورج یا چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی زحمت یا تردد ہوتا ہے؟ ہم نے کہا: نہیں فرمایا اسی طرح تم لوگ اپنے رب کو دیکھنے میں بھی زحمت و تردد میں مبتلا نہیں ہوں گے، بلکہ اس مجلس میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو بالمشافہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو نہ کر سکے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی سے کہیں گے، اے فلاں بن فلاں تمہیں یاد ہے تم نے فلاں دن اس اس طرح کہا تھا اور اسے اس کے بعض گناہ یاد دلائیں جائیں گے، وہ عرض کرے گا، اے اللہ کیا آپ نے مجھے معاف نہیں کر دیا؟، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کیوں نہیں، میری مغفرت کی وسعت ہی کی وجہ سے تو تم اس منزل پر پہنچے ہو'' ، اس دوران ان لوگوں کو ایک بادل کا ٹکڑا ڈھانپ لے گا اور ان پر ایسی خوشبو کی بارش کرے گی کہ انہوں نے کبھی ویسی خوشبو نہیں سونگھی ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اٹھو اور میری کرامتوں (انعامات) کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لیے تیار کر رکھے ہیں اور جو چاہو لے لو، پھر ہم لوگ اس بازار کی طرف جائیں گے۔ فرشتوں نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہوگا اور اس میں ایسی چیزیں ہوں گی جنہیں نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کس کے دل پر ان کا خیال گزرا، چنانچہ ہمیں ہر وہ چیز عطا کی جائے گی جس کی ہم خواہش کریں گے، وہاں خرید و فروخت نہیں ہوگی پھر وہاں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر ان میں سے اعلیٰ مرتبے والا جنتی اپنے سے کم درجے والے سے ملاقات کرے گا، حالانکہ ان میں

کوئی بھی کم درجے والا نہیں ہوگا تو اسے اس کا لباس پسند آئے گا، ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوگی کہ اس کے بدن پر اس سے بھی بہتر لباس ظاہر ہو جائے گا، یہ اس لیے ہوگا کہ وہاں کسی کا غمگین ہونا جنت کی شان کے خلاف ہے، پھر ہم اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو جائیں گے، وہاں جب ہماری اپنی بیویوں سے ملاقات ہوگی تو وہ کہیں اہلاً وسہلاً ومرحبا، تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو کر لوٹے ہو، ہم کہیں گے کہ آج ہم اپنے رب جبار کی مجلس میں بیٹھ کر آرہے ہیں لہٰذا اس حسن و جمال کے مستحق ہیں۔"

حضرت علی بن ابی طالب حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "جنتی لوگ ہر جمعہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا کریں گے"، اور پھر حضور ﷺ نے جنتیوں کو عطا کی جانے والی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اور کہا، "پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پردے ہٹا دو، فرشتے ایک ایک کر کے پردے ہٹا دیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے چہرہ کی تجلی ان پر ڈالے گا اور وہ یوں محسوس کریں گے گویا کہ انہوں نے اس سے پہلے کوئی نعمت دیکھی ہی نہیں، اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے قول "ولدینا مزیدٌ" سے۔ (قال یعقوب بن سفیان فی مسندہ)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: قیامت کے دن اللہ رب العزت ہمارے سامنے آئے گا اور اس وقت ہم ایک بلند جگہ پر ہوں گے اور وہ مسکراتے ہوئے ہم پر تجلی ڈالے گا۔ (رواہ الدارمی)

عثمان دارمی روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمان کو حکم دے گا تو آسمان اور جو کچھ اس میں ہے سب کچھ پھٹ جائے گا اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کو گھیرے گا، پھر دوسرے آسمان کو حکم دے گا، یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں کی یہی حالت ہوگی، پس وہ سات صفیں بن جائیں اور لوگوں کو گھیر لیں گی، پھر اللہ جل شانہ اپنی عظمت و جمال کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا اور اس کے ساتھ بہت سے فرشتے بھی ہوں گے۔ (رواہ الدارمی)

دنیا و آخرت میں جمعہ کے دن نعمتوں کی بارش

انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''ایک مرتبہ جبریل امین میرے پاس آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک آئینہ تھا جس پر ایک سیاہ نقطہ تھا، میں نے پوچھا، ''اے جبریل! یہ کیا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ جمعہ کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور یہ آپ کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے،'' میں نے دریافت کیا، ''اس میں ہمارے لئے کیا ہے؟'' جبریل نے بتایا، ''اس میں تمہارے لئے بہت سی بھلائی ہے اور تم قیامت کے دن اولین و سابقین میں سے ہو، اس میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر اس میں کوئی مومن بندہ اللہ سے کوئی خیر طلب کرے اور اس کے نصیب میں ہو تو اللہ تعالیٰ اسے عطا کر دیتے ہیں اور اگر اس کے حصہ میں وہ نہ ہو تو اس سے بہتر اسے عطا کی جاتی ہے، اور اس گھڑی میں اگر وہ کسی نقصان دہ چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اس برائی سے زیادہ اس سے دور کی جاتی ہے،'' میں نے کہا، ''یہ سیاہ نقطہ کیسا ہے؟'' فرمایا، ''یہ وہ وقت ہے جب قیامت قائم ہوگی اور جمعہ دنوں کا سردار ہے اور ہمارے (آسمان والوں کے ہاں) نزدیک اس کا نام ''یوم مزید'' ہے، میں نے پوچھا، ''تم اسے یوم مزید کیوں کہتے ہو؟'' جبریل نے بتایا کہ ''اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک وسیع و سرسبز وادی بنائی ہے، جو سفید مشک سے تیار کی گئی ہے، آخرت کے ایام میں جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے کرسی اور کرسی سے اس وادی کی طرف تشریف لائے گا، اور کرسی کو نور کے منبروں سے گھیرا گیا ہے جس پر قیامت کے دن صدیقین اور شہداء بیٹھیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے خود کو ظاہر کریں گے اور فرمائیں گے، ''میں ہی وہ ذات ہوں جس نے تم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنی نعمت تم پر کامل کر دی اور تمہیں اپنے اعزاز و اکرام والے گھر میں اتار دیا، پس تم مجھ سے سوال کرو، پس وہ سارے عرض کریں گے، ''اے اللہ! ہم تجھ سے تیری رضا کا

سوال کرتے ہیں،'' لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے لئے اپنی رضا مندی کا اعلان کرے گا'' پھر فرمائے گا،'' مجھ سے سوال کرو'' پھر جنتی لوگ اللہ سے مانگیں گے، یہاں تک کہ ہر بندہ اپنی دلی چاہتوں کو مکمل طور پر پورا کر لے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا،'' مجھ سے مانگو'' تو وہ کہیں گے،'' بس! ہمارے رب یہ ہمارے لئے کافی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی طرف واپس چلا جائے گا اور ان کے لئے جمعہ کے دن ان کی آمد کے وقت کی نعمتوں میں ایسا اضافہ کیا جائے گا کہ جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی کے دل پر اس کا خیال تک نہیں گزرا، پھر کمروں والے اپنے اپنے کمروں کی طرف واپس چلے جائیں گے اور ہر کمرہ سفید موتی، سرخ یاقوت اور سبز زمرد کا بنا ہوگا جس میں نہ کوئی جوڑ ہوگا نہ کوئی عیب، جنت کی نہریں بہتی اور پھل لٹکے ہوں گے اور اس میں جنتی کی بیویاں، خادم اور رہائش گاہیں ہوں گی، جنتیوں کو سب سے زیادہ تمنا جمعہ کے دن کی ہوگی کیونکہ اس دن اللہ کے فضل اور رضا مندی میں اضافہ ہوا کرے گا۔'' (رواہ الدارمی والشافعی فی مسندہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: جنتی لوگ جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے جیسا کہ دنیا میں علماء کے محتاج ہیں وہ اس طرح کہ یہ سب ہر جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کوئی تمنا کرو!......'' یہ کہیں گے،'' ہم کیا تمنا کریں حالانکہ تو نے ہمیں جنت میں داخل کر دیا اور ہمیں اپنی اتنی زیادہ نعمتیں عطا فرما دیں،'' پھر حکم ہوگا،'' تمنا کرو......'' یہ سن کر وہ علماء کی طرف متوجہ ہوں گے۔ (اور اس کے بعد راوی نے قصہ جمعہ کی حدیث نقل فرمائی)۔[1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کا قصہ نقل کرتے ہیں، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا،'' مجھ سے مانگو!'' جنتی کہیں گے،'' اے دو جہانوں کے رب! ہمیں اپنا چہرہ دکھا، ہم تیرا دیدار کر لیں'' تو اللہ تعالیٰ پردوں کو ہٹا کر ان پر تجلی ڈالے گا اور سب اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے۔''[1]

---

[1] المجمع (للھیثمی) ۴۲۲/۱۰

محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ جنتی اور جہنمی لوگوں کے حساب وکتاب سے فارغ ہو جائے گا، تو بادلوں اور فرشتوں کے سایہ میں جلوہ افروز ہوگا اور پہلے درجہ میں جنتی لوگوں کو سلام کرے گا اور وہ اللہ کے سلام کا جواب دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، مجھ سے سوال کرو، یہ سب کچھ ان سے ان کے مختلف درجوں میں کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر استواء فرمائے گا پھر فرشتوں کے ہاتھ اللہ کی طرف جنتیوں کے لئے بہت سے تحفے آئیں گے۔'' (رواہ الدارمی)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''اگر عابد یہ جان لیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ کرسکیں گے تو دنیا میں پگھل کر ختم ہو جائیں۔''

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کروائیں گے جب وہ اس کو دیکھیں گے تو جنت کی نعمتوں کو بھول جائیں گے۔''

دیدارِ الٰہی کا شوق

سب سے مشکل صبر محبت کرنے والوں کا صبر ہے، ایک شاعر کہتا ہے:

والصبر یحمد فی المواطن کلھا اِلَّا علیک فانہ لایُحْمَدُ

''صبر تمام موقعوں پر قابل تعریف ہے لیکن اے محبوب! تیری جدائی کا صبر تعریف کے قابل نہیں''

ایک آدمی نے حضرت شبلیؒ سے سوال کیا: ''صبر کرنے والوں پر کونسا صبر سب سے سخت ہے؟'' فرمایا: ''اللہ کے معاملہ میں صبر کرنا''، سائل نے کہا، ''نہیں''، انہوں نے فرمایا، ''اللہ کے لئے صبر کرنا''، سائل نے کہا ''نہیں''، پھر کہا ''اللہ کے ساتھ صبر کرنا''، سائل نے اس کا بھی انکار کیا تو انہوں نے اس سے پوچھا، وہ بولا، ''اللہ کے بغیر صبر کرنا'' یہ سن کر شبلیؒ نے ایسی چیخ ماری کہ ان کی جان نکلنے کے قریب ہوگئی۔

والصبر عنک فمذموم عواقبہ والصبر فی سائر الاشیاء محمود

''تیرے بغیر صبر کا انجام بہت برا ہے حالانکہ تمام موقعوں پر صبر

قابل تعریف چیز ہے۔"

خوف آپ کو معصیت سے دور کرتا ہے، امید آپ کو اطاعت پر اکساتی ہے، اور محبت آپ کو اللہ کی طرف لیجاتی ہے، جب اللہ نے اس بات کو معلوم کرلیا ہے کہ اس کے مشتاق بندوں کے دل اس کی ملاقات کے بغیر صبر نہیں کر سکتے اور اس نے ان کی موت کی ایک مدت مقرر کردی تاکہ ان کے دلوں کو سکون مل جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (العنکبوت: ۵)

"جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اللہ کی مدت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنا والا ہے۔"

یا من شکی شوقه من طول فُرقته — اصبر لعلّک تلقی من تحب غدا

و سر الیه بنار الشوق مجتهدا — عساک تلقی علی نار الغرام هدی

"اے وہ شخص جس نے لمبی جدائی کی وجہ سے اپنے شوق کی شکایت کی، صبر کر شاید کہ کل تو اپنے محبوب سے مل جائے، اس کی طرف کوشش کرتے ہوئے شوق کی آگ سے چل شاید کہ تجھے عشق کی آگ میں ہدایت مل جائے"

سچا عاشق جب محبوب کے قریب ہوتا ہے تو اس کا شوق بڑھ جاتا ہے۔

واعظم ما یکون الشوق یوما — اذا دنت الخیام من الخیام

"شوق اپنی انتہا کو اس وقت پہنچے گا، جب خیمے خیموں کے قریب ہو جائیں گے۔"

سچے محب کی آنکھ جب دنیا میں گھومتی ہے تو صرف اپنے محبوب کو تلاش کرتی ہے جب لوٹتی ہے تو رسوا اور مایوس ہو کے لوٹتی ہے:

و یسرح طرفی فی الانام و ینثنی — و انسان عینی بالدموع غریق

فیرجع مترددا الیک و ماله — علی احد الا علیک طریق

''میری نگاہ لوگوں میں چلتی ہے اور لوٹتی ہے اس حال میں کہ آنکھ کی پتلی آنسوؤں میں ڈوبی ہوتی ہے، وہ تجھ سے روکی ہوئی لوٹتی ہے تو اس کے لئے تیرے سوا کسی پر راستہ نہیں ہوتا''

جب محب کی نظر محبوب پر پڑتی ہے تو اس کے لئے مزید شوق ومحبت جنم لیتی ہے:

ما یرجع الطرف عنه حین یبصره　　حتی یعود الیه الطرف مشتاقا

''آنکھ جب بھی اس کو دیکھ لیتی ہے تو دوبارہ عشق سے لبریز ہو کر اس کو دیکھتی ہے۔''

محب کی آنکھوں کے لئے سب سے زیادہ سکون دہ چیز محبوب کے رازوں کے ساتھ خلوت ہے، ہمارے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ ویرانہ کی طرف صبح کے وقت نکلے جب صحراء میں پہنچے تو ٹھنڈی آہ بھری اور یہ شعر گنگنانے لگے:

و اخرج من بین البیوت لعلنی　　احدث عنک القلب بالسر خالیا

''میں گھروں کے درمیان سے نکل آیا تا کہ دل کو تنہائی کی حالت میں تیری باتیں بتاؤں۔''

شوق محب کو محبوب کی رضا میں جلدی اور فوری طور پر اس کو انجام دینے پر ابھارتا ہے خواہ اس میں اس کی ہلاکت ہی کیوں نہ ہو:

﴿وَمَآ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ یٰمُوۡسٰی قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیۡ وَ عَجِلۡتُ اِلَیۡکَ رَبِّ لِتَرۡضٰی﴾ (طٰہٰ: ۸۳، ۸۴)

''اے موسیٰ! تجھے کس چیز نے تیری قوم سے آگے کر دیا، کہا وہ میرے پیچھے ہی ہیں، میں نے جلدی اس لئے کی تا کہ اے میرے رب تو راضی ہو جائے''

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ انہوں نے شوق کو رضا کے لفظ میں چھپایا ہے۔

سچی محبت کی علامات میں سے ہے یہ کہ محب کا سرور محبوب کے بغیر کامل نہ ہو

جب تک وہ غائب رہے محب کی زندگی بے مزہ رہے:

نحن في أكمل السرور و لكن ليس الا بكم يتم السرور
عيب ما نحن فيه يا أهل ودي أنكم غيب و نحن حضور

''ہم کمال سرور میں ہیں لیکن سرور تمہارے بغیر تمام نہیں ہوتا، اے میری محبت والوں، ہمارے لئے عیب یہ ہے کہ ہم حاضر ہیں اور تم غائب ہو۔''

محبّ سے جب بھی پوچھا جائے تو کیا چاہتا ہے؟ تو وہ جواب دے گا، ''محبوب کی ملاقات'':

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سریؒ کو فرماتے ہوئے سنا: شوقِ خداوندی جب عارف میں متحقق ہو جائے تو یہ اس کا سب سے عالی شان مقام ہے، جب اس میں شوق پیدا ہو جاتا ہے تو وہ ہر اس چیز سے توجہ ہٹا لیتا ہے جو اس کو اس کے شوق سے غافل کرے۔

اللہ رب العزت نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی، ''بنی اسرائیل کے نوجوانوں سے کہہ دو، کہ تم اپنے دلوں کو میرے غیر میں مشغول کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ میں تمہارا مشتاق ہوں، یہ کیسی بے وفائی ہے؟ اگر مجھ سے رخ پھیرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ میں ان کا کس بے چینی سے منتظر ہوں، اور مجھے ان سے کتنی محبت اور کتنا گہرا تعلق ہے اور اس بات کی کتنی چاہت ہے کہ وہ گناہ چھوڑ دیں تو وہ میرے شوق میں مر جائیں، اور میری محبت کی وجہ سے ان کے جوڑ بھی ٹوٹ جائیں، میری یہ حالت تو رخ پھیرنے والوں کے لئے، تو رخ میری طرف کرنے والوں کے لئے میری کیا کیفیت ہوگی؟''۔

جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا: ''جب محبوب سے محبّ کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ روتا کیوں ہے؟'' فرمایا، ''یہ اس کی ملاقات کے شوق کے سرور اور درد کی وجہ سے ہوتا ہے،'' فرمایا، ''مجھے خبر ملی ہے کہ دو بھائیوں نے آپس میں معانقہ کیا تو ایک نے کہا، ''ہائے میرا شوق!'' دوسرا بولا، ''ہائے میرا درد!''۔

ایک بڑھیا کا لڑکا بہت دور دراز کے سفر پر گیا ہوا تھا، جب وہ واپس آیا تو سب گھر والے بہت خوش ہوئے، لیکن بڑھیا رونے لگی، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا، ''اس لڑکے کے آنے نے اور اس کی ملاقات نے مجھے اللہ کی ملاقات یاد دلا دی ہے۔''

ایک اہل محبت فرماتے ہیں: مشتاقین کے دل اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں، جب ان کا اشتیاق انگڑائی لیتا ہے تو نور زمین و آسمان کے درمیان کو روشن کر دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرشتوں سے کرتا ہے کہ ''یہ میرے مشتاق ہیں اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں بھی ان کا شوق رکھتا ہوں۔''

دل صرف اللہ کا ہونا چاہئے

سلیمان دارائیؒ سے پوچھا گیا: اللہ کے قرب کا سب سے موثر ذریعہ کیا ہے؟'' وہ رونے لگے اور فرمایا، ''افسوس کہ مجھ جیسے لوگوں سے ایسا سوال کیا گیا؟ اللہ کے قرب کا سب سے موثر ذریعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تیرے دل کو پرکھے تو اس میں دنیا و آخرت کی چیزوں میں صرف اللہ کی ہی چاہت ہو۔''

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: ''عبادت کی حقیقت تنہائی کی توجہ اور دل سے اللہ کے ہر غیر کو نکال دینا ہے۔''

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں: اللہ رب العزت ہر وقت اپنے بندوں کے دلوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں، جب کسی دل کو غیر کی طرف متوجہ پاتے ہیں تو اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں۔'' ایک اور موقع پر فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ہر غیر کو دور کر دیتے ہیں، جو شخص اللہ کی رضا مندی کو تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو راضی کر دیتا ہے، اور جو اپنے دل کو اللہ کے حوالہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کا ضامن بن جاتا ہے'' ایک اور جگہ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس دل نے یقین کی خوشبو سونگھ لی ہو اس پر غیر اللہ میں سکون حرام ہے اور جس دل میں اللہ کی ناپسند چیز موجود ہو، اس دل میں نور کا داخلہ حرام اور ناممکن ہے۔''

ایک بزرگ سے تمام اعمال میں سب سے افضل کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

''اللہ کے علاوہ ہر چیز سے توجہ کو ہٹانے کی کوشش و رعایت کرنا''۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''تم نے اللہ کو چھوڑ دیا اور آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے اگر تم اللہ ہی کی طرف متوجہ رہتے تو بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرتے۔''

اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کی سزا

اگر تیری پست ہمت اس محبوب اعلیٰ کی محبت میں برائیوں کو چھوڑنے سے قاصر ہو تو ان عورتوں کی محبت سے سرشار ہو جا جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمائی اور اپنے رسول کو جنت میں ان کے وصال کا داعی بنا کر بھیجا، ان کی بعض صفات اور ان کے وصال کی لذت کا بیان پہلے گزر گیا، اگر تیری ہمت ان عورتوں سے بھی قاصر ہو اور تو ان سے شادی کرنے کے قابل نہ ہو اور تیرا نفس تجھے ان عورتوں پر ادھر ادھر کی چیزوں کو ترجیح دینے پر ابھارے تو اس کی دنیاوی اور اخروی سزاؤں سے ڈرنا شروع کر دے ....! اور اس بات کو ذہن نشین کر لے کہ سزائیں اور عقوبتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی فوری ہوتی ہیں کبھی تاخیر کے ساتھ ہوتی ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع کر دیتا ہے، اور تمام سزاؤں میں سب سے سخت سلبِ ایمان کی سزا ہے، اس کے بعد دل کی موت اور ذکر الٰہی، قرأت، دعا اور حاجات کی لذت کا ختم ہو جانا ہے اور تمام سزاؤں میں سب سے ہلکی سزا وہ ہے جو دنیا میں بدن پر واقع ہو اور اس میں سب سے ہلکی وہ ہے جو مال پر واقع ہو اور آنکھ کی سزا کبھی بصیرت میں، کبھی بصارت میں اور کبھی ان دونوں میں ہوتی ہے۔

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے ابن آدم! جب میں تجھ پر نعمتیں برساتا رہوں اور تو میری نافرمانی میں گھرا رہے تو تجھے چاہئے کہ تو ڈرتا رہ تاکہ میں تجھے تیری نافرمانی میں پچھاڑ کے نہ رکھ دوں، اے ابن آدم! مجھ سے ڈر، اور جہاں جانا چاہے چلا جا، جب تو مجھے یاد کرے گا، میں بھی تجھے یاد کروں گا، اور اگر تو مجھے بھول جائے گا تو میں پھر بھی تجھے بھول جاؤں گا، اور جس گھڑی تو مجھے یاد نہیں رکھے گا وہ

تیرے لئے نقصان دہ ہے نہ کہ فائدہ مند''۔

حضرت فضیلؒ ہی فرماتے ہیں: جب تو اللہ کی نافرمانی والا عمل کرتا ہے تو تجھے کیا چیز مامون کر دیتی ہے کہ تو ہنستا رہے اور اللہ تعالیٰ تجھ پر مغفرت کے دروازہ کو بند کر دے۔''

علقمہ بن مرثدؒ کہتے ہیں: دوران طواف ایک آدمی کی نظر کسی عورت کی کلائی پر پڑی تو اس نے اپنی کلائی کو اس کی کلائی پر رکھ لیا، اس سے اس کو لذت محسوس ہوئی پس ان دونوں کی کلائیاں مل گئیں، یہ معاملہ وہاں کے ایک بڑے عالم کے پاس لایا گیا، انہوں نے فرمایا: ''جہاں تو نے یہ عمل کیا ہے وہیں چلا جا اور بیت اللہ کے رب سے وعدہ کر کہ تو دوبارہ یہ کام نہ کرے گا، اس نے ایسا ہی کیا تو اس کو چھوڑ دیا گیا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''نیکی دل میں نور، چہرہ پر رونق، بدن میں قوت، رزق میں وسعت اور مخلوق کے دل میں محبت پیدا کرتی ہے اور برائی دل میں ظلمت، چہرہ پر بے رونقی، بدن میں کمزوری، رزق میں کمی اور مخلوق کے دل میں نفرت پیدا کرتی ہے۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ''جب کوئی بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر دیتا ہے۔''

معتمر بن سلیمان فرماتے ہیں: آدمی خفیہ طور پر کوئی گناہ کرتا ہے لیکن اس کی وجہ سے ذلیل ہو جاتا ہے۔''

ایک اعرابی بزرگ فرمایا کرتے تھے: ''جو چاہتا ہو کہ اس کے پاس ہمیشہ عافیت رہے تو وہ اللہ سے ڈرے''

ابوسلیمان دارانی فرماتے ہیں: جو اللہ کے لئے خالص رہتا ہے اللہ بھی اس کے لئے خالص ہوتا ہے اور جو اللہ کے بارے میں میل رکھتا ہے اللہ بھی اس سے دوری اختیار فرماتے ہیں، جو شخص اپنی رات کو عمدہ بناتا ہے تو دن میں اس کی کفایت کی جاتی ہے، جو دن کو عمدہ بناتا ہے تو رات میں اس کی کفایت کی جاتی ہے اور جو اللہ کو اپنی دلی خواہش کے پورا کرنے کی غرض سے چھوڑ دیتا ہے تو اللہ اس کی دلی خواہش کو اس کے دل کے عذاب کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاویہ کو خط لکھا:

''امابعد! جب کوئی آدمی اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والے مذمت کرنے لگتے ہیں۔''

محارب بن دثار فرماتے ہیں: جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو دل میں اس کی وجہ سے ضعف پاتا ہے۔

حسین بن مطیر فرماتے ہیں:

ونفسک اکرم عن امور کثیرة فمالک نفس بعدها تستعيرها

ولا تقرب الامر الحرام فانما حلاوته تفنى و يبقى مريرها

''اپنے نفس کو بہت سے امور سے محفوظ رکھ، کیونکہ اس کے بعد تجھے کوئی نفس نہیں ملے گا، اور حرام کام کے قریب بھی مت جانا کیونکہ اس کی لذت ختم ہو جاتی ہے اور کڑواہٹ باقی رہ جاتی ہے۔''

سفیان ثوری یہ اشعار گنگنایا کرتے تھے:

تفنى اللذاذة ممن ذاق صفوتها من الحرام و يبقى الاثم و العار

تبقى عواقب سوءٍ فی مغبّتها لاخير فی لذةٍ من بعدها النار

''وہ لذت ختم ہو گئی جس کی صفائی میں حرام مل گیا اور اس کا گناہ اور عار باقی رہ گیا، اس کے انجام کی برائی بھی باقی رہ گئی، اور اس لذت میں کوئی خیر نہیں جس کے بعد آگ ہو۔''

عمل کا بدلہ عمل کے مطابق ہوتا ہے

یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ عمل کا بدلہ اس کی جنس کے مطابق ہوتا ہے اور دل حرام کے ساتھ معلق ہے، جب کبھی بھی وہ ارادہ کرتا ہے کہ اس سے الگ ہو اسی میں جا پڑتا ہے، لہٰذا اس کی جزاء برزخ اور آخرت میں اسی طرح ہوگی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات کو خواب میں میرے پاس دو فرشتے آئے اور وہ مجھے ساتھ لے گئے، میں ان کے ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم تینوں

ایک تنور نما کمرے کے پاس پہنچے جس کا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا کشادہ تھا، اس کے نیچے آگ جلائی گئی تھی جس میں ننگے مرد وعورتیں تھیں، جب بھی آگ بھڑکائی جاتی وہ اس کے شعلوں کی وجہ سے اتنے اوپر آجاتے کہ باہر گرنے کے قریب ہوتے لیکن جب آگ کم کی جاتی تو واپس نیچے پہنچ جاتے، میں نے دریافت کیا، ''یہ کون لوگ ہیں؟'' جواب ملا، ''یہ زانی مرد وعورت ہیں۔'' (فی صحیح البخاری)

آپ اس عذاب اور دنیا میں ان کے دلوں کی حالت پر غور کریں کہ دنیا میں جب یہ توبہ اور شہوت کے تنور سے چھٹکارے اور خلاصی کا ارادہ کرتے تھے تو نکلنے کے قریب ہونے کے باوجود اسی میں دھکیل دیئے جاتے تھے۔

کفار کفر وشرک کے قید خانہ اور اس کی تنگی میں ہیں اور وہ جب کبھی بھی اس تنگی سے ایمان کی فضاء، اس کی کشادگی اور وسعت میں نکلنے کا ارادہ کرتے ہیں تو الٹے منہ لوٹا دیئے جاتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کی سزا ایسی ہی ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾

(السجدة: ۲۰)

''جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾

(الحج: ۲۲)

''جب بھی وہ اس غم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے، اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے''۔

بدکار لوگ دنیا وآخرت کی مصیبتوں کا شکار ہیں

کفر وشرک اور معاصی وفسوق سارے کے سارے مختلف غموم ہیں، جب کبھی

بھی وہ ان سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا نفس اور شیطان انکار کر دیتے ہیں اور وہ موت تک مسلسل اسی غم میں رہتا ہے، اگر وہ دنیا میں اس غم سے نہ نکلا تو برزخ اور قیامت میں بھی اسی غم سے دوچار رہے گا اور اگر دنیا میں اس غم سے نجات پا گیا تو آخرت میں بھی اس غم سے چھٹکارا پالے گا۔ اور جس چیز نے اس دنیا میں بندہ کو محبوس کئے رکھا وہ موت کے بعد بھی اس کو آزاد نہ چھوڑے گی اور اس کا دل وہاں بھی عذاب کا شکار ہوگا جیسا کہ دنیا میں عذاب میں گرفتار تھا، فساق، بدکار اور ظالم لوگ اس دنیا میں بھی لذت سے محروم ہیں، اسی طرح آخرت، برزخ اور قیامت میں بھی وہ عذاب کا شکار ہوں گے، لیکن اس دنیا میں شہوت کا نشہ اور دل کی موت درد کی تکلیف کو محسوس کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہے جب یہ رکاوٹ ختم ہو جائے گی تو نفوس کو شدید تکلیف محسوس ہوگی، اور یہ غم مرنے کے بعد اس کا وہ حال کرے گا جو کیڑا گوشت کا کرتا ہے، لہٰذا غم اور خوف ان کی روحوں کو کھائیں گے لیکن فنا نہیں کریں گے اور کیڑے ان کے جسموں کو کھا جائیں گے۔

امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں: حضرت حزقیلؑ قبرستان سے گزرے، ان سے کہا گیا: ''ان مردوں کو پکارو'' انہوں نے پکارا تو اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا، اور حکم ہوا، ''ان سے سوال کرو کہ یہ کس کیفیت میں ہیں؟'' انہوں نے کہا، ''جب ہماری موت آئی تو میکائیل نامی فرشتہ ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: ''اپنے اعمال لاؤ اور بدلہ لے لو، یہی ہمارا طریقہ ہے تمہارے بارے میں اور تم سے پہلے اور بعد کے لوگوں کے بارے میں'' انہوں نے ہمارے اعمال کو دیکھا تو اس میں ہمیں بتوں کی عبادت کرنے والا پایا تو کیڑوں کو ہمارے جسموں پر مسلط کر دیا، ہماری روح درد محسوس کرنے لگی، غموں کو ہماری روحوں پر مسلط کر دیا اور جسم درد محسوس کرنے لگے، ہم اسی حالت میں تھے کہ تم نے ہمیں بلایا۔''

باب ۲۷

حرام ترک کرنے پر حلال محبت و تعلق کا حصول

(ایک اسلامی نظریہ محبت)

اس باب کا عنوان اور موضوع یہ ہے کہ جب کوئی اللہ تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہتر چیز عطا فرماتا ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو اللہ کے لئے چھوڑا اور بدکاری پر قید خانہ کو ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے بدلہ میں انہیں مصر کی بادشاہت عطا فرمائی اور زلیخا پست ہو کر اور وصال حلال میں رغبت رکھتے ہوئے ان کے پاس آئی اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے شادی کر لی، جب ان سے شرعی ملاقات کی تو فرمایا: ''یہ اس عمل سے بہتر ہے جس کو تو چاہتی تھی'' غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے قید کی تنگی کو برداشت کرنے پر انہیں کیا بدلہ دیا کہ مصر کی بادشاہت انہیں عطا کر دی، عزیز مصر اور اس کی بیوی ان کے تابع فرماں ہوئے، زلیخا اور دوسری عورتوں نے ان کی پاکدامنی کا اقرار کیا۔

اللہ کی خاطر قربانی موجب انعام ہے

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہمیشہ سے قائم دائم اور جاری و ساری ہے، جیسا کہ سلیمان علیہ السلام نے جب نماز عصر میں خلل انداز ہونے پر گھوڑوں کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہوا پر قدرت عطا فرمائی اور یہ اس کو جہاں کا حکم دیتے یہ انہیں لے کر چلتی۔

جب مہاجرین نے اللہ کی خاطر اپنے محبوب ترین گھروں اور وطنوں کو چھوڑا تو

اللہ تعالیٰ نے بدلہ میں دنیا کو ان کے تابع کر دیا اور انہیں مشرق و مغرب کا بادشاہ بنا دیا۔

اگر کوئی چور اللہ سے ڈرے اور چوری کردہ مال کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس طرح کا حلال مال اس کو عطا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهٗ مَخْرَجًا وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: ۲، ۱)

''جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھول دیتا ہے اور اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔''

یعنی جب بندہ حرام مال کے حصول سے رکے تو اللہ تعالیٰ اسے حلال وہاں سے عطا فرمائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا، اسی طرح زانی اگر فرج حرام میں شہوت پوری کرنے سے خود کو روکے تو اللہ تعالیٰ اسی کو حلال کر کے عطا فرمائیں گے یا اس سے بہتر حلال عطا فرما دیں گے۔

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''غیر عورت کی طرف دیکھنا شیطان کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، جو اللہ کے خوف سے اس کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائیں گے، جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں: ''عورت کے محاسن و خوبیوں کی طرف دیکھنا شیطان کا زہر میں بجھا ہوا تیر ہے، جس نے اس تیر سے اعراض کیا، اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت عطا فرمائیں گے جو اسے خوش کر دے گی۔''

ہدایت کا عجیب ذریعہ

ابوالفرج ابن جوزی فرماتے ہیں۔ مجھے ایک معزز آدمی کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کسی قبرستان کے پاس سے گزرا تو وہاں سیاہ لباس میں ملبوس ایک خوبصورت لڑکی

بیٹھی تھی، اس نے اس کو دیکھا تو اس لڑکی کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی تو اس نے اس لڑکی کو لکھا:

قد کنت احسب أن الشمس واحدة والبدر فی منظر بالحسن موصوف
حتی رأیتک فی أثواب ثاکلة سود و صدغک فوق الخد معطوف
فرحت و القلب منی هائمٌ دَنِفٌ والکبد حری و دمع العین مذروف
ردی الجوب ففیه الشکروا غتمی و صل المحب الذی بالحب مشغوف

''میں گمان کرتا تھا کہ سورج ایک ہے اور چاند دیکھنے میں خوبصورتی کے ساتھ موصوف ہے، لیکن جب میں نے تجھے دیکھا سیاہ کپڑوں میں اس حال میں کہ تیری زلف رخسار کے اوپر مڑی ہوئی تھی، میں خوش ہو گیا اور میرا دل اچھلنے لگا، جگر پھٹنے لگا اور آنکھ کا آنسو بہہ گیا، تو شکریہ والا جواب دے اور غنیمت عطا کر اور اس محب کو وصال کی دولت عطا کر جو محبت میں مرا جا رہا ہے۔''

اس نے رقعہ اس کی طرف پھینکا جب اس نے پڑھا تو اسے لکھا:

ان کنت ذا حسب زاک و ذا نسب ان الشریف بغض الطرف معروف
ان الزناة اناس لا خلاق لهم فاعلم بانک یوم الدین موقوف
واقطع رجاک لحاک الله من رجل فان قلبی عن الفحشاء مصروف

''جب تو اعلیٰ حسب ونسب والا ہے تو اعلیٰ لوگ نگاہ جھکانے میں مشہور ہیں، زانی وہ لوگ ہیں جن میں کوئی بہتری نہیں، جان لے کہ تو قیامت کے دن کھڑا ہوگا، اللہ تجھ پر لعنت کرے اپنی امید کو توڑ دے کیونکہ میرا دل بے حیائی سے پاک ہے۔''

جب اس نے یہ جواب پڑھا اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا اور کہا: ''کیا یہ عورت تجھ سے زیادہ بہادر نہیں؟'' پھر توبہ کی، صوفیانہ جبہ پہنا اور حرم کی طرف چل پڑا،

ایک مرتبہ وہ طواف کر رہا تھا کہ اس لڑکی کا گزر ہوا تو کہنے لگی: یہ چیز اعلیٰ لوگوں کو کتنی بجتی ہے؟ کیا آپ مباح کام کریں گے؟ (یعنی مجھ سے شادی کریں گے؟) وہ بولا: میں اس سے پہلے اللہ کی محبت اور معرفت چاہتا تھا، اب اس کی محبت نے غیر کی محبت سے غافل کر دیا، لڑکی نے اسے شاباش دی اور یہ شعر پڑھتے ہوئے طواف کرنے لگی:

فطفنا فلاحت فی الطواف لوائح غنینا بها عن کل مرأی و مسمع

''ہم نے طواف کیا تو طواف میں ایک آدمی نظر آیا، ہم اس کی وجہ سے ہر قسم کی چیز دیکھنے اور سننے سے مستغنی ہو گئے۔''

اللہ کے خوف کی برکت

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: کسی زمانہ میں ایک بدکار عورت تھی جو اپنے حسن و جمال میں اپنے ہم عصروں میں سب پر فائق تھی، اور سو دینار سے کم پر برائی پر آمادہ نہ ہوتی تھی، ایک آدمی نے اسے دیکھا اور یہ اسے پسند آ گئی، وہ گیا اور خوب محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے اور اس کے پاس آیا اور اسے کہا: تو مجھے بہت پسند آئی تھی، میں چلا گیا، ہاتھ سے کام کاج اور محنت مزدوری کی اور سو دینار جمع کر کے تیرے پاس آ گیا ہوں''، اس عورت نے کہا، ''یہ دینار میرے سیکرٹری کو دے دے وہ ان کو گن لے اور ان کا وزن کر لے''۔ جب اس نے رقم اس کے حوالہ کر دی تو عورت نے اسے بدکاری کی دعوت دی، اس عورت کا ایک سجا ہوا کمرہ اور سونے کا تخت تھا، عورت نے اسے کہا: ''کام شروع کر دے''، جب وہ اس سے عمل بد کرنے لگا تو اسے اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا وقت یاد آیا اور وہ کانپنے لگا، اس کی شہوت بجھ گئی اور کہا: ''مجھے چھوڑ میں جانا چاہتا ہوں، اور وہ سو دینار تیرے ہی ہیں۔'' عورت بولی، ''کیا ہوا، تو نے کہا ہے کہ تو نے مجھے دیکھا اور میں تجھے پسند آئی تو گیا اور محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کئے جب تو میرے اوپر قادر ہو گیا تو اب تو کیا کرنے لگا ہے؟'' وہ آدمی بولا: ''مجھے اس بات پر اللہ کے خوف نے ابھارا ہے اور مجھے اللہ کے سامنے کھڑا

ہونے کا وقت یاد آ گیا،'' وہ عورت بولی، ''اگر تو سچا ہے تو تیرے سوا میرا کوئی شوہر نہیں ہے،'' آدمی نے کہا، ''مجھے چھوڑ دے میں جانا چاہتا ہوں''، عورت نے کہا، ''نہیں جب تک کہ تو مجھ سے وعدہ کرے کہ تو مجھ سے شادی کرے گا''، اس آدمی نے کہا، ''اس وقت تک نہیں جب تک کہ میں چلا نہ جاؤں''، عورت بولی، ''تجھے اللہ کی قسم ہے کہ اگر میں تیرے پاس آؤں تو تو مجھ سے شادی کرے'' اس نے کہا ہو سکتا ہے''، آدمی نے اپنا چہرہ چھپایا اور اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گیا، عورت نے اپنے علاقہ سے ندامت کے ساتھ سفر کیا اور آدمی کے شہر پہنچ گئی، اور اس آدمی کا نام اور پتہ وغیرہ معلوم کیا، لوگوں نے اس کا پتہ بتا دیا، اس آدمی سے کہا گیا، ملکہ خود چل کر تیرا پوچھتے ہوئے تیرے پاس آ گئی ہے، جب اس آدمی نے اسے دیکھا تو ایک چیخ ماری اور اس کا انتقال ہو گیا۔ وہ عورت اس کے انتقال پر افسوس کرتی رہ گئی، اور کہا: یہ تو فوت ہو گیا کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے؟'' اسے بتایا گیا کہ اس کا ایک غریب بھائی ہے، عورت نے اس کے بھائی سے کہا: میں اس مرحوم کی محبت کی بنا پر تجھ سے شادی کرنا چاہتی ہوں، لہٰذا اس کے بھائی سے اس کی شادی ہو گئی اور اس سے اس کے ہاں سات لڑکے پیدا ہوئے۔''

گناہ سے بچنا حصول نعمت کا ذریعہ ہے

یحییٰ بن عامر تیمی بیان کرتے ہیں: ایک آدمی حج کے ارادہ سے چلا اور رات کے وقت ایک کنویں کے پاس پہنچا تو وہاں ایک عورت کو دیکھا جو بال کھولے بیٹھی ہے، اس نے اس سے اعراض کیا، وہ کہنے لگی، میری طرف آ جاؤ، مجھ سے اعراض کیوں کرتے ہو؟'' آدمی نے کہا: ''مجھے اللہ کا خوف مانع ہے'' اس عورت نے اپنے کپڑے پہنے اور کہا: ''خدا کی قسم! واقعی تجھے اللہ کا خوف مانع ہے، جس نے تجھے معصیت میں شریک کرنے کا ارادہ کیا تھا وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ تیرے ساتھ خوف خدا میں شریک ہو'' یہ کہہ کر وہ چل پڑی'' وہ آدمی اس کے پیچھے ہو لیا، وہ اعرابیوں کے ایک خیمہ میں داخل ہو گئی،

وہ آدمی خود بیان کرتا ہے ’’جب صبح ہوئی تو میں اس قوم کے ایک آدمی سے ملا اور میں نے اس سے رات والی لڑکی کے بارے میں پوچھا اور اسے بتایا کہ وہ ایسی ایسی لڑکی ہے،‘‘ اس آدمی نے کہا، ’’وہ تو میری بیٹی ہے‘‘ میں نے کہا، ’’کیا تو اس سے میری شادی کروا دے گا؟‘‘ وہ بولا، ’’کفو یعنی برابری کی شرط پر، تو کون ہے؟‘‘ میں نے کہا، ’’میں قبیلہ تیم کا آدمی ہوں‘‘، اس نے کہا، ’’اچھا کفو ہے‘‘، میں وہیں ٹھہرا رہا کہ میری اس سے شادی ہو گئی اور میں نے اس سے شرعی ملاقات بھی کر لی‘‘ پھر میں نے کہا: ’’اس کو تیار کرو، یہاں تک کہ میں حج سے واپس آ جاؤں‘‘، پھر میں واپس آ کر اسے کوفہ لے گیا، اب اس سے میرے بیٹے بیٹیاں ہیں، ایک مرتبہ میں نے اس سے کہا، ’’تیرا ناس ہو! تو نے اس وقت کس طرح مجھے دعوتِ گناہ دی تھی‘‘، وہ بولی، ’’عورتوں کے لئے خاوندوں سے بہتر کوئی چیز نہیں، تو کسی عورت کے اس قول سے تعجب نہ کر کہ وہ کہے مجھے عشق ہو گیا۔‘‘

نوجوان کی عفت اور نعمت کا حصول

حسن ابن زید فرماتے ہیں: مصر کے کسی علاقہ میں ایک شخص ہمارا نگران بنا، اسے اپنے ایک وزیر پر ایک مرتبہ سخت غصہ آیا اس نے اس وزیر کو گرفتار کر کے قید کروا دیا، ایک مرتبہ اس نگران کی بیٹی نے اس وزیر کو دیکھا تو اس پر عاشق ہو گئی اور اس کو لکھ بھیجا:

أیھا الرامی بعینیہ | و فی الطرف الحتوف
ان ترد وصلا فقد | امکنک الظبی الالوف

’’اے آنکھوں سے تیر پھینکنے والے، جس کا نشانہ نگاہ میں تھا، اگر تو وصال چاہتا ہے تو تجھے الفت دینے والی ہرن موقع دے گی۔‘‘

نوجوان نے جواب دیا:

ان ترینی زانی العینین | فالفرج عفیف
لیس الا النظر الفا | تر والشعر الظریف

''اگر تو نے مجھے آنکھوں کا زنا کرنے والا دیکھا ہے تو شرمگاہ پاک ہے، یہ نہیں ہے مگر بدراہ نظر اور ظریفانہ شعر''۔

لڑکی نے جواب دیا:

قد اردناک فالفیناک　　انسانا عفیفا

فتأبیت فلا زلت　　لقیدیک حلیفا

''ہم نے آپ کا ارادہ کیا اور آپ کو ایک پاکباز انسان پایا، آپ نے انکار کیا اور ہمیشہ اپنی قید کے دشمن بنے رہے''

لڑکے نے جواب دیا:

ما تأبیتُ لأنی　　کنت للظبی عیوفا

غیر أنی خفت ربا　　کان بی برا لطیفا

''میں نے انکار اس لئے نہیں کیا کہ میں ہرن جیسی لڑکی کو ناپسند کرتا ہوں، بلکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور مجھے ایمان و نیکی بدکاری سے روکتی ہے''

یہ اشعار مشہور ہوئے اور قصہ اس حاکم تک پہنچ گیا اس نے دونوں کی شادی کروادی اور لڑکی کو نوجوان کے حوالہ کر دیا۔''

ایک مرتبہ ایک مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے محبت ہو گئی وہ دونوں جمع ہوئے تو عورت نے آدمی کو بہکانا چاہا، آدمی بولا: ''نہ تیری موت تیرے قبضہ میں ہے، نہ میری موت میرے قبضہ میں ہے، ہوسکتا ہے کہ موت قریب ہی ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں'' عورت بولی ''تو سچ کہتا ہے'' دونوں نے توبہ کی، ان کی حالت درست ہوئی اور ان کی ایک دوسرے سے شادی ہوگئی۔

سچی توبہ پر کرامت کا ظہور

بکر بن عبداللہ مزنی نے بیان کیا ہے کہ ایک قصاب کو اپنے پڑوسی کی لونڈی

سے عشق ہو گیا، اس لڑکی کو اس کے گھر والوں نے دوسرے گاؤں میں کسی کام سے بھیجا، یہ اس کے پیچھے ہولیا اور اس کو بہکانے کی کوشش کی، اس باندی نے کہا، ایسا نہ کرنا میں تجھ سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں، لیکن مجھے اللہ کا خوف مانع ہے'' اس قصاب نے کہا: اگر تو اللہ سے ڈرتی ہے تو میں کیوں نہیں ڈرتا؟ وہ توبہ کرتا ہوا واپس لوٹا راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی کہ اس کی جان نکلنے لگی، اسی اثنا میں وہاں سے بنی اسرائیل کے ایک رسول کا گذر ہوا، انہوں نے اس سے اس کی خراب حالت کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا ''پیاس'' رسول نے فرمایا: ''آؤ ہم دعا مانگتے ہیں یہاں تک کہ بستی میں داخل ہونے تک بادل ہم پر سایہ کرے'' اس شخص نے کہا: ''میرے پاس تو ایسا کوئی عمل ہی نہیں جس کے واسطہ سے میں اللہ سے دعا کروں'' رسول نے کہا: میں دعا مانگتا ہوں، تو آمین کہنا: ''لہٰذا رسول نے دعا فرمائی اور اس آدمی نے آمین کہا، دعا قبول ہوئی اور ایک بادل نے بستی میں پہنچنے تک ان پر سایہ کیا، جب قصاب اپنے مکان کی طرف گیا تو بادل بھی اس کے ساتھ لوٹ گیا، رسول واپس اس قصاب کی طرف آئے اور کہا: ''میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ تیرے پاس کوئی نیک عمل نہیں، میں نے دعا مانگی تو نے آمین کہا اور ایک بادل آیا جس نے ہمارے اوپر سایہ کیا پھر وہ بادل تیرے پیچھے چلا گیا، تو ضرور بضرور مجھے اپنے بارے میں بتا'' اس قصاب نے رسول کو ساری بات بتائی تو رسول نے فرمایا: اللہ کے ہاں جو مقام توبہ کرنے والے کا ہے وہ کسی اور کا نہیں''۔

حرام کاری سے بچنے پر دو جنتوں کا وعدہ

یحییٰ بن ایوب فرماتے ہیں: مدینہ میں ایک نوجوان تھا، جس کی حالت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت پسند تھی، ایک رات وہ عشاء کی نماز پڑھ کر واپس لوٹا تو راستہ میں ایک عورت اس کے سامنے خود کو پیش کرنے لگی اور اس کو برائی کی دعوت دی، یہ اس کے فتنہ کا شکار ہو گیا اور وہ عورت چل پڑی یہ بھی اس کے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ اس کے

دروازہ پر کھڑا ہو گیا، اس نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا اور اس کو اس آیت کا استحضار ہوا،

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ (الاعراف:۲۰۱)

''بے شک وہ لوگ خدا سے ڈرتے ہیں جب انہیں کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آتا ہے تو غور و فکر کرتے ہیں پھر اچانک آنکھیں کھل جاتی ہیں۔''

پھر وہ بے ہوش ہو کر گر گیا، عورت نے اس کو دیکھا تو وہ مرا ہوا معلوم ہوا، لہٰذا اس نے اپنی باندی کے ساتھ مل کر اسے اس کے دروازہ پر ڈال دیا، جب اس کے باپ نے اسے دروازہ پر پڑا دیکھا تو اسے اٹھایا اور اندر لے گیا، جب وہ ٹھیک ہوا تو اس کے بارے میں پوچھا، لیکن اس نے کچھ نہ بتایا، جب والد نے اصرار کیا اس نے بتا دیا، جب آیت کی تلاوت کی تو ایک چیخ ماری اور اس کی روح نکل گئی، جب اس کے قصہ کی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو فرمایا: تم نے مجھے اس کی موت کی خبر کیوں نہ دی؟'' آپ گئے اور اس کی قبر کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''اے فلان

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ﴾

''یعنی جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبر میں سے آواز سنی ''اے عمر! میرے رب نے مجھے یہ عطا کر دی ہیں۔''

حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس قصہ کو کسی اور انداز میں بیان کیا ہے، فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بڑا نیک عبادت گزار اور مسجد میں اکثر وقت گزارنے والا نوجوان تھا، ایک لڑکی اس پر عاشق ہو گئی، وہ بھی

اس کی طرف مائل ہوگیا، کہ اچانک اس کو نصیحت آئی اور اس کے دل کی آنکھ کھلی تو اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، اس کا چچا اس کو اٹھا کر گھر لے گیا، جیسے ہی اسے افاقہ ہوا اس نے اپنے چچا سے کہا اے چچا جان! آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں اور انہیں میرا سلام کہیں اور ان سے پوچھیں، جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، اس کے لیے کیا ہے؟'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تشریف لائے تو وہ انتقال کر چکا تھا، فرمایا: ''تیرے لیے دو جنتیں ہیں۔''

ذوالکفل کی مغفرت کا قصہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ذوالکفل کسی گناہ کے ارتکاب سے نہ شرماتا تھا، ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی، اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار دیئے اس بات پر وہ اس سے بدکاری کرے، جب وہ بدکاری کرنے لگا تو عورت کانپنے لگی اور رونا شروع کر دیا، اس نے کہا: ''کیا بات ہے کیوں روئی ہے؟ کیا میں تجھے برا لگا ہوں؟'' اس نے کہا: ''نہیں؟ بلکہ یہ عمل میں نے پہلے کبھی نہیں کیا اور مجھے اپنی ایک ضرورت نے اس پر مجبور کیا ہے، ذوالکفل نے کہا: ''تو یہ عمل اب کر رہی ہے حالانکہ تو نے پہلے کبھی یہ عمل نہیں کیا تو چلی جا، یہ دینار بھی تیرے ہوئے اور کہا: خدا کی قسم! ذوالکفل کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرے گا، پھر اسی رات ان کا انتقال ہو گیا، صبح کو ان کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا ''ذوالکفل کو اللہ نے معاف کر دیا ہے۔'' (رواہ الترمذی)

قدرت کے باوجود گناہ ترک کرنے کے فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل خطبہ دیا، اس میں فرمایا: ''جو کسی عورت یا کسی باندی پر حرام طریقہ پر قادر ہوا اور اسے اللہ کے خوف سے چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ قیامت کے ہولناک دن اسے خوف سے بچائیں گے، آگ کو اس پر حرام کریں گے اور جنت میں

داخل کریں گے۔''

مالک بن دینار فرماتے ہیں: جنت نعیم، جنت فردوس اور جنت عدن کے درمیان ہے اور اس میں ایسی لڑکیاں ہیں جو جنت کے گلاب سے پیدا کی گئیں اور یہ ان لوگوں کو ملیں گی جنہوں نے معاصی کا ارادہ کیا لیکن جونہی انہیں اللہ کی یاد آیا وہ اس برائی سے رک گئے اور ان کی گردنیں خشیت الٰہی سے جھک گئیں''۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں: ذکر کی دو قسمیں ہیں، پہلا زبان سے اللہ کا ذکر کرنا، یہ ذکر حسن ہے، لیکن اس سے زیادہ افضل دوسرا ذکر ہے کہ تو معصیت کے ارتکاب وقت اللہ کو یاد کر کے رک جائے۔''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''جب بھی کوئی آدمی حرام پر قادر ہو اور محض اللہ کے خوف سے اس کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں اس حرام سے بہتر عطا فرماتے ہیں۔''

پاکباز لوگوں کا نصیحت آموز تذکرہ

عبید بن عمیر کہتے ہیں: ''ایمان کی سچائی اور حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی خوبصورت عورت کے ساتھ تنہا ہو اور اس سے بدکاری کا ارادہ صرف اللہ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے۔''

ابوعمران جونی فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک آدمی کسی گناہ کو نہ چھوڑتا تھا، ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں اس کے خاندان والے قحط کا شکار ہو گئے، انہوں نے اپنی باندی کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ اس سے کچھ مانگ لائے، اس نے کہا ''جب تک تو میرے ساتھ بے آبرو نہ ہو میں کچھ نہ دوں گا'' لڑکی یہ سن کر واپس چلی گئی، جب قحط مزید شدید ہوا تو وہ دوبارہ اس کے پاس آئی، اس نے پھر وہی بات کی، لیکن لڑکی نے انکار کیا اور واپس چلی گئی، جب قحط بہت زیادہ پھیل گیا تو ان لوگوں نے دوبارہ اسے اس آدمی

کے پاس بھیجا اس نے پھر اسی بات کا اظہار کیا، اس مرتبہ لڑکی نے بھی رضا مندی ظاہر کر دی، لیکن جب اس آدمی نے اس سے خلوت اختیار کی تو وہ لڑکی کانپنے لگی، اس نے پوچھا: ''تجھے کیا ہوا؟'' کہنے لگی: میں اللہ رب العالمین سے ڈر رہی ہوں، کیونکہ یہ کام میں نے پہلے کبھی نہیں کیا'' اس آدمی نے کہا: ''تو اللہ سے کیسے ڈر رہی ہے جبکہ تو نے یہ گناہ کبھی نہیں کیا (اور میں نہیں ڈرتا) حالانکہ میں یہ گناہ کرتا ہوں؟ میں اللہ سے وعدہ کرتا ہوں دوبارہ میں کوئی گناہ نہ کروں گا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کی طرف وحی فرمائی ''فلاں اہل جنت میں سے لکھ دیا گیا ہے۔''

بنی اسرائیل میں ایک انتہائی خوبصورت نوجوان تھا، اس جیسا حسین ان میں کوئی نہ تھا، وہ ٹوکریاں فروخت کیا کرتا تھا، ایک مرتبہ دو ٹوکریاں اٹھائے چکر لگا رہا تھا کہ بنی اسرائیل کے ایک بڑے سردار کے گھر سے ایک عورت باہر آئی اور اس کو دیکھ کر جلدی سے واپس چلی گئی، اور سردار کی بیٹی سے کہا، میں نے دروازے پر ایک ٹوکری فروش ایسا نوجوان دیکھا ہے کہ اس سے حسین نوجوان میں نے کبھی نہیں دیکھا'' سردار کی بیٹی نے کہا: ''اسے اندر بلا'' وہ گئی اور اسے اندر بلا لیا اور دروازہ بند کر لیا، پھر اسے اندر لے گئی اور دروازہ بند کرایا پھر اس بادشاہ کی بیٹی نے چہرہ اور سینہ کھول کر اس کا استقبال کیا، اس نوجوان نے کہا: ''اللہ تجھے محفوظ رکھے، پردہ کر لے، وہ بولی ''ہم نے تجھے اس کام کے لیے نہیں بلوایا بلکہ کسی اور کام کے لیے بلوایا ہے؛'' اور اس کو ورغلانے لگی، اس نوجوان نے کہا: ''اللہ سے ڈر'' وہ بولی ''اگر تو نے میری چاہت پوری نہ کی تو میں بادشاہ سے کہوں گی کہ تو میرے پاس آیا اور زبردستی میری عزت لوٹنا چاہتا ہے۔'' اس نوجوان نے وضو کا پانی منگوانے کا کہا تو اس لڑکی نے باندی کہا: ''اس کے لیے وضو کا پانی محل کے اوپر رکھنا کہ یہ بھاگ نہ سکے'' جب یہ محل کے اوپر پہنچا، تو کہا: ''اے اللہ مجھے ایک معصیت کی دعوت دی گئی ہے، اور میں نے یہ پسند کیا ہے کہ میں اس محل سے چھلانگ لگا لوں گا لیکن گناہ نہ کروں گا'' اس نے بسم اللہ پڑھ کر چھلانگ لگا دی، اللہ کی رحمت کو جوش آیا اس نے ایک

فرشتہ اتارا، اس فرشتے نے اسے نرمی سے پکڑ کر زمین پر اتار دیا، جب وہ صحیح سلامت زمین پر پہنچ گیا تو دعا کی: اے اللہ مجھے ایسی روزی عطا کر دے جو مجھے ٹوکریوں کے کاروبار سے بے نیاز کر دے'' اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی اور سونے کی ٹڈیوں کا ایک لشکر بھیجا، اس نے انہیں پکڑا اور اپنا کپڑا بھرلیا، اور کہا ''اے اللہ اگر تو نے یہ رزق مجھے دنیا میں سے عطا کیا ہے تو اس میں برکت عطا فرما اور اگر یہ آخرت میں سے کم ہوا ہے تو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں'' آواز آئی'' یہ تیرے خود کو زمین پر پھینکنے کے اجر کا پندرھواں حصہ ہے'' اس نے کہا: اے اللہ مجھے اپنے آخرت کے اجر سے کم ہونے والے رزق کی کوئی ضرورت نہیں'' لہٰذا تمام ٹڈیاں واپس چلی گئیں۔''

ابوالفرج بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ایک مالدار آدمی کی کہانی نقل کرتے ہیں اس نے کہا: ایک مرتبہ میں گھر میں بیٹھا کہ میرا ایک خادم آیا اور کہنے لگا، دروازہ پر ایک آدمی ہے جس کے ہاتھ میں ایک خط ہے'' میں نے کہا'' اسے بلالو یا خط اس سے لے لو'' وہ خط اس نے لے لیا، اس میں لکھا تھا:

تجنبک الردی ولقیت خیراً ۔۔۔ وسلمک الملیک من الغموم
شکون بنات أحشائی الیکم ۔۔۔ وما إن تشتکین إلی ظلوم
وسالتنی الکتاب إلیک فیما ۔۔۔ ینی مرھا فدتک من الھموم
وھن یقلن یا ابن الجود إنا ۔۔۔ برمنا من مراعاۃ النجوم
وعندک لو مننت شفاءُ سقمٍ ۔۔۔ لأعضاءٍ دمین من الکلوم

''تو موت سے محفوظ ہو اور خیر کو پالے اور اللہ تعالیٰ تجھے غموں سے بچائے، میری رگیں تمہاری طرف شکایت کرتی ہیں حالانکہ وہ کسی ظالم کی طرف شکایت نہیں کرتیں، انہوں نے مجھے تیری طرف خط لکھنے کا کہا ہے ان غموں کے بارے میں جنہوں نے انہیں بے تاب کر دیا، وہ کہتی ہیں، اے انتہائی سخی انسان، ہم ستاروں کو گننے سے تنگ آ چکی ہیں اور اگر تو احسان کرے تو تیرے پاس خون رستے

زخموں والے اعضاء کی بیماری کا علاج ہے۔"

جب میں نے خط پڑھا تو کہا: "یہ عاشق ہے" اور غلام کو اسے اندر بلوانے کو کہا لیکن وہ جا چکا تھا، مجھے اس کے بارے میں بہت بے چینی ہوئی اور میں اس کے متعلق بار بار سوچتا رہا، پھر میں نے اپنی تمام لونڈیوں کو بلایا اور ان سے اس خط کے متعلق پوچھا، ان سب سے قسمیں کھائیں اور کہا "اے ہمارے آقا، ہم تو اس خط کے متعلق کچھ نہیں جانتیں، یہ آپ کے پاس کون لایا ہے؟" میں نے کہا: "اس نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے، میں نے تم سے صرف اس لیے پوچھا کہ مجھے تم میں سے اس کی مطلوبہ عورت کا علم ہو جائے، جس کے بارے میں مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ اس کی مطلوبہ ہے تو وہ اسی کی ہے اور اس کے پاس چلی جائے اور یہ خط بھی لے جائے۔" میں نے اسے خط میں اس کے عمل کے شکر اور اس کی حالت کا سوال لکھ کے گھر میں ایک خاص جگہ اس کو رکھ دیا، لیکن وہ خط وہی پڑا رہا اسے کسی نہ اٹھایا اور نہ میں نے کسی آدمی کو دیکھا، اس سے مجھے بہت زیادہ پریشانی لاحق ہوگئی، اور میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کوئی جانے والا نوجوان ہو، پھر مجھے خیال آیا اس نے اپنے تقویٰ کا اظہار کیا ہے اور یہ اپنے محبوب کو دیکھ کر قناعت کر لیتا ہے، تو میں اس کے بارے میں سوچتا رہا تو باندیوں کو باہر جانے سے روک دیا، ابھی ایک دو دن ہی گزرے تھے کہ میرا خادم ایک خط لایا اور کہا: "اسے فلاں نے آپ کی طرف بھیجا ہے، میں نے دیکھا تو اس نے خط میں میرے ایک دوست کا نام لکھا تھا اور اس میں یہ اشعار درج تھے:

مــاذا اردت إلــى روحٍ مـعـلـقةٍ	عندالتراقي وحادي الموت يحدُوها
حثثـت خـاديهـا ظـلمـاً فجدبهـا	فـي السيـر حتى تولت عن تراقيها
حـجبـت مـن كان تحيا عند رؤيتها	روحـي ومـن كان يشفيني ترائيها
فـالـنـفـس تجنح نهو الظلم جاهلةً	والـقـلـب مـنـي سـليـمٌ مايواتيها
والـلّــه لـو قيـل لـي تـأتي بفـاحشةٍ	وإن عـقـبـاک دنيـانـا ومـا فيهـا

لقلت لا والذی أخشی عقوبته ولا بأضعافها ما کنت آتیها

لولا الحیاء لبحنا بالذی کتمت بنت الفؤاد وأبدینا تمنیها

''تو اس روح سے کیا چاہتا ہے جو گلے میں اٹکی ہوئی ہے اور موت کا حادی اسے ہانک رہا ہے، تو نے اس کے حادی کو ظلم کرتے ہوئے ابھارا پس وہ چلنے میں عمدہ ہو گیا اور گلے سے آگے نکل گیا، تو نے اس کو چھپا دیا جس کے دیکھنے سے میری روح زندہ ہوتی تھی اور جس کا دیدار مجھے شفا بخشتا تھا، پس نفس جہالت کی وجہ سے ظلم کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن میرا دل سلامت ہے وہ جہالت کو پورا نہیں کرتا خدا کی قسم اگر مجھے بے حیائی کے ارتکاب کا کہا جائے اور اس کے بدلہ میں دنیا اور جو کچھ اس میں ہے سب دیا جائے تو میں کہوں گا: قسم ہے اس ذات کی جس سے میں ڈرتا ہوں، اس سے دوگنا دے دیں پھر بھی ایسا نہ کروں گا، اگر حیاء نہ ہوتی تو میں اس چیز کو ظاہر کر دیتا جسے چھپا دیا تھا اور دل کی خواہش کو آشکارا کر دیتا۔''

یہ پڑھ کر میں مبہوت ہو گیا اور مجھے کچھ سمجھ نہ آئی کہ میں اس نوجوان کے بارے میں کیا کروں، اور میں نے خادم سے کہا: جب بھی تیرے پاس کوئی خط لے کر آئے تو اسے پکڑ کر میرے پاس لے آ'' پھر کافی دن تک مجھے اس کی کوئی خبر نہ آئی، ایک مرتبہ میں طواف کر رہا تھا کہ ایک نوجوان میری طرف آیا اور میرے ساتھ ساتھ طواف کرنے لگا اور مجھے غور سے دیکھنے لگا، جب میں طواف پورا کر کے چلا تو میرے پیچھے آیا کہ کہا: ''اے شخص! کیا تو مجھے جانتا ہے؟'' میں نے منفی میں جواب دیا تو بولا ''میں خطوط والا ہوں'' یہ سن کر مجھے خود پر قابو نہ رہا اور میں نے اس کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان، تو نے اپنے عشق کو چھپا کر میرے دل کو پریشان و غمگین کر دیا، اب تیری مطلوبہ چیز کے بارے میں کیا چاہت ہے؟'' اس نے کہا ''اللہ آپ کو برکت وسلامتی عطا کرے۔ میں تو آپ کے پاس صرف اس لیے آتا تھا کہ اس

نظر کو حلال کروالوں جو کتاب وسنت کے حکم کے بغیر دیکھا کرتا تھا کہ عشق ہر گناہ کرواتا ہے اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں" میں نے کہا: "میرے پیارے میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ میرے گھر چلے، میں تجھ سے مانوس ہو جاؤں اور ہمارے درمیان رشتہ داری ہو جائے" اس نے کہا: "ایسا نہیں ہوسکتا" میں نے کہا "اللہ آپ کے گناہوں کو معاف کرے، میں وہ باندی اور سو دینار آپ کو دیتا ہوں اور ہر سال آپ کو اتنا اتنا مال ملے گا" اس نے کہا "اللہ آپ کو برکت دے، اگر میں نے اللہ سے کچھ وعدے نہ کیے ہوتے اور دنیا میں چند چیزوں کو اپنے لیے ناپسند نہ کیا ہوتا تو جو چیز آپ مجھے دے رہے ہیں دنیا میں اس سے زیادہ محبوب چیز میرے لیے کوئی نہ تھی، لیکن ایسا نہیں ہوسکتا" میں نے کہا: "اگر آپ نے انکار کر ہی دیا ہے تو کم از کم اتنا بتا دیں کہ وہ کون ہے، تاکہ آپ کی وجہ سے میں اس کی عزت کروں" وہ بولا "میں نے اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا" وہ اٹھا اور مجھے وہیں چھوڑ گیا۔

عبدالملک بن قریب بیان کرتے ہیں: ایک آدمی کو کسی عورت سے بے پناہ محبت ہوگئی، اس نے اس عورت کو نکاح کا پیغام بھجوایا، اس نے نکاح سے انکار کر دیا لیکن اس کو برائی کی دعوت دی، مگر اس آدمی نے کہا: "نہیں! میں صرف حلال کام کروں گا" جب وہ عورت بھی اس کی محبت کا شکار ہوگئی، اور آدمی سے نکاح کی فرمائش کی، لیکن اس نے جواب دیا کہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں جسے ہم اللہ کی اطاعت کی دعوت دیتے ہیں اور وہ ہمیں اللہ کی نافرمانی کی طرف بلاتی ہے۔"

باب ۲۸

اللہ کی خاطر عشق ومحبت کی دشواریاں برداشت کرنا اور عفت کا دامن نہ چھوڑنا

اس باب میں دو طرح کے آدمی داخل ہیں:

(۱) وہ شخص جس کے دل میں آخرت کا ایمان، نیک عمل والوں کے لئے انعامات اور بداعمالوں کے لئے سزا کا یقین بیٹھا ہو، اور وہ دو نقصانوں میں سے ادنی کو ترجیح دے اور دو سزاؤں میں سے آسان کو ترجیح دے۔

(۲) وہ آدمی جس کی عقل اس کے عشق پر غالب ہو، وہ برائی اور بے حیائی کی خرابیوں، اور اس کو چھوڑنے کی بھلائیوں کو جانتا ہو اور اعلیٰ کو ادنیٰ پر ترجیح دے۔

عفت کی توفیق اللہ کی طرف سے ہے

اور بلاشبہ اللہ رب العزت نے حضرت یوسف علیہ السلام میں دونوں امروں کو جمع کیا، انہوں نے قید کی صورت میں دنیاوی سزا کو حرام کے ارتکاب پر ترجیح دی تو عورت نے کہا: ''اگر اس نے وہ کام نہ کیا جس کا اسے حکم دے رہی ہوں تو وہ ضرور بضرور قید خانہ میں ڈالا جائے گا اور رسوا ہونے والوں میں سے ہو جائے گا۔'' یوسف علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! قید خانہ مجھے پسند ہے اس چیز سے جس کی یہ مجھے دعوت دے رہی ہیں، اگر تو مجھ سے ان عورتوں کے فریب کو دور نہ کرتا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاتا اور میں جاہلوں میں شامل ہو جاتا'' پس یوسف علیہ السلام نے قید خانہ کو بے حیائی پر ترجیح دی، اور پھر اللہ کی مدد اور طاقت کا اظہار کیا اور بتایا کہ یہ صرف اسی کی توفیق وتائید اور مدد و

نصرت کی وجہ سے ہے نہ کہ میرے اپنے کمال کی وجہ سے، بندہ کو اپنے نفس، اپنے صبر، اپنی حالت اور پاکدامنی کا خیال دل میں نہ لانا چاہئے، اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ کی مدد و عصمت اس سے ہٹ جائے گی اور رسوائی اسے گھیر لے گی، اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے محبوب ومکرم بندہ کو بھی فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ لَا اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْھِمْ شَیْئًا قَلِیْلاً﴾

(الاسراء: ۷۴)

''اگر ہم آپ کو ثابت قدمی عطا نہ کرتے تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے۔''

اسی وجہ سے حضور ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک یہ تھی:

''یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ''

''یعنی اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت فرما''۔

اور آپ ﷺ اکثر یہ قسم کھایا کرتے ہیں: ''وَ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ'' دلوں کو پھیرنے والے کی قسم ہے، یہ کیسے نہ ہو، حالانکہ ان پر یہ آیت نازل ہوئی ہے:

﴿وَاعْلَمُوْا اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ﴾ (الانفال: ۲۴)

''جان لو کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے۔''

سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جب کوئی بندہ وقتی مصیبت کو وصال حرام پر ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اسے مسرت تامہ عطا فرماتے ہیں، اور اگر وہ ہلاک ہو جائے تو آخرت میں عظیم الشان کامیابی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے اجر کو ہرگز ضائع نہیں کرتا جو اس کے لئے مصیبت اٹھاتا ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے:

''جب بندے میری خاطر تکالیف و مشقت برداشت کرتے ہیں تو

وہ میری نگاہ میں ہوتے ہیں''۔

جب کوئی شخص کسی لذت سے اللہ کے لئے نکلے تو ایک تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتا ہے، دوسرا اس کو اس لذت سے بہتر چیز بدلہ میں عطا فرماتا ہے، اسی وجہ سے جب شہداء اپنی جانوں کو اللہ کے لئے لگا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں ایسی زندگی عطا فرماتے ہیں جس میں انہیں اللہ کے ہاں رزق ملتا ہے اور ان کو ان کے جسموں کے بدلہ میں سبز پرندوں جیسے بدن ملتے ہیں جن میں ان کی روحیں ڈال دی جاتی ہیں کہ وہ جہاں چاہیں اڑتے پھریں اور عرش سے معلق قندیلوں میں پناہ لیں، اور جب انہوں نے دنیا کے گھر چھوڑے تو اللہ تعالیٰ نے جنت میں انہیں دنیا کے گھروں سے بہتر محلات عطا کر دیئے۔

مردوں کی پاکدامنی کی چند روشن مثالیں

(۱) وہب بن منبہ کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار آدمی تھا جو اپنی کٹیا میں عبادت کیا کرتا تھا، کوئی آدمی ایک فاحشہ عورت کے پاس گیا اور اسے بہت سی رقم دے کر اس بات پر آمادہ کیا یہ اس عابد کو اپنے جال میں پھنسائے، لہٰذا یہ عورت ایک بارش کی رات میں اس عابد کے پاس گئی اور اسے آواز دی، اس نے باہر جھانکا تو بولی: ''مجھے اپنے پاس ٹھکانہ دے'' عابد نے اسے چھوڑ دیا اور نماز میں مشغول ہو گیا، وہ پھر بولی: ''اے اللہ کے بندہ! مجھے اپنے پاس ٹھکانہ دے دے، کیا تو رات کی تاریکی اور بارش کو نہیں دیکھ رہا؟'' وہ اصرار کرتی رہی، یہاں تک کہ اس عابد نے اسے اپنے پاس ٹھہرا لیا، یہ اس کے پاس لیٹ گئی، اسے اپنے محاسن و ناز و انداز دکھانے لگی اور اسے بدکاری کی دعوت دینے لگی، اس عابد کا نفس بھی اس کی طرف مائل ہونے لگا تو اس عابد نے اپنے نفس سے کہا: ''نہیں خدا کی قسم جب تک میں آگ پر تیرا صبر نہ دیکھ لوں'' لہٰذا وہ عابد چراغ کے پاس گیا اور اپنی انگلی اس پر رکھی تو وہ جل گئی، وہ دوبارہ نماز میں مصروف ہو گیا، دل میں پھر خواہش پیدا ہوئی یہ دوبارہ چراغ کے پاس گیا، اور دوسری انگلی بھی جلا دی، حتی

کہ مسلسل جب بھی دل میں وسوسہ آتا یہ اپنی انگلیاں جلاتا رہا، یہاں تک کہ اس نے اپنی ساری انگلیاں جلا ڈالی، وہ یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی حتی کہ اس نے چیخ ماری اور مرگئی۔

(۲) امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جو اپنی کٹیا میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا، سرکش لوگوں کی ایک جماعت نے اسے بدنام کرنے کی سازش تیار کی اور ایک بدکار عورت کے پاس آئے اور اس بات پر اکسایا کہ یہ اس عابد کو ورغلائے، لہٰذا وہ ایک بارش والی رات میں اس عابد کے پاس گئی، اور اسے کہا: اے اللہ کے بندے مجھے پناہ دے دے، وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کا چراغ روشن تھا، وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوا، اس نے پھر کہا: اے اللہ کے بندے اندھیرا اور بارش ہے مجھے پناہ دے دے، وہ اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ اس نے اسے بلا لیا، وہ لیٹ گئی اور عابد نماز پڑھتا رہا، وہ لیٹ کر ناز و انداز اور اپنے حسن و جمال کا نظارہ دکھانے لگی، یہاں تک کہ اس عابد کے دل میں اس کی خواہش پیدا ہوئی، تو اس نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا: ٹھہر جا، پہلے میں آگ پر تیرا صبر دیکھ لوں، لہٰذا وہ چراغ کے پاس آیا اور اپنی انگلی اس پر رکھ دی، یہاں تک کہ وہ جل گئی، پھر جا کر نماز پڑھنے لگا، پھر دوبارہ دل میں خیالِ گناہ آیا اور پھر چراغ کے پاس گیا اور اپنی دوسری انگلی جلا دی، اسی طرح ایک ایک کر کے اس نے اپنی ساری انگلیاں جلا ڈالیں، وہ یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی، اس نے ایک چیخ ماری اور مرگئی، صبح کو سرکشوں کی جماعت وہاں پہنچی کہ دیکھیں کہ عورت نے کیا گل کھلایا، کیا دیکھا کہ وہ مری پڑی ہے، تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! اے ریاکار! پہلے تو نے اس سے بدکاری کی، پھر اس کو قتل کر دیا'' وہ اس عابد کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور اس کے خلاف گواہی دی، بادشاہ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا تو اس نے عرض کی: مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت عنایت کر دیں،'' اس نے نماز پڑھی اور دعا مانگی! اے اللہ! میں جانتا ہوں کہ تو میرے عمل پر مجھ سے مواخذہ نہ کرے گا لیکن میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ اس شہر والے میرے بعد مجھ پر لعنت نہ کریں'' اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی، وہ عورت زندہ ہوئی

اور کہا: ''اس کے ہاتھ کو دیکھو'' یہ کہا اور پھر دوبارہ وہ مر گئی۔

(۳) امام احمد روایت کرتے ہیں: کسی زمانہ میں ایک عبادت گزار آدمی کے پاس کوئی عورت بیٹھی تھی کہ اس نے اپنا ہاتھ اس کی ران پر رکھ دیا، جب اسے گناہ کا احساس ہوا تو اس نے اپنا ہاتھ آگ میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ جل کر راکھ ہو گیا۔

(۴) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک نوجوان تھا، جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام نمازوں میں شریک ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگر اسے نماز میں نہ دیکھتے تو اسے تلاش کرتے، مدینہ کی ایک عورت اس پر عاشق ہو گئی اور اس نے یہ بات ایک عورت کو بتا دی، اس عورت نے کہا، ''میں اس سے تیری ملاقات کا کوئی بندوبست کرتی ہوں،'' لہٰذا ایک دن وہ راستہ میں بیٹھ گئی، جب وہ اس کے پاس سے گزرا تو اسے کہا: میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور میری ایک بکری ہے جسے میں دوہ نہیں سکتی اگر تو میری مدد کرے اور اس کا دودھ نکال دے تو تیری مہربانی ہوگی'' لوگ اس زمانہ میں نیکی میں رغبت کرنے والے ہوتے تھے، لہٰذا وہ اس کے گھر آ گیا، لیکن وہاں کوئی بکری نہ دیکھی، اس بڑھیا نے کہا: ''بیٹھ جا میں بکری لاتی ہوں'' اسی اثناء میں وہ عاشقہ خاتون اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، وہ یہ سارا ماجرا دیکھ کر بھانپ گیا اور گھر کی ایک محراب میں جا کر بیٹھ گیا، اس عورت نے اس کو بہکانا چاہا تو اس نے انکار کر دیا، اور کہا: ''اے عورت اللہ سے ڈر'' لیکن وہ باز نہ آ رہی تھی اور اس کی بات کی طرف توجہ ہی نہ کر رہی تھی، جب نوجوان نے مکمل انکار کر دیا تو وہ عورت چیخی اور لوگوں کو جمع کر لیا اور کہا، ''یہ آدمی غلط ارادہ سے میرے پاس آیا ہے'' لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اسے خوب مارا اور باندھ دیا۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھی تو اسے نہ پایا، اس اثناء میں لوگ اسے بندھا ہوا لے آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اے اللہ اس کے بارے میں میرے گمان کو غلط نہ کرنا'' اور فرمایا، ''کیا مسئلہ ہے؟'' لوگوں نے کہا، ''ایک لڑکی نے رات کو فریاد کی ہم گئے تو ہم نے اس کے پاس اس لڑکے کو دیکھا، ہم نے اسے

مارا اور باندھ دیا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نوجوان سے فرمایا: ''ساری بات سچ سچ بتاؤ'' اس نے سارا قصہ ٹھیک ٹھیک سنایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تو اس بڑھیا کو جانتا ہے؟'' نوجوان نے کہا: ''ہاں، دیکھوں گا تو پہچان لوں گا'' لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی پڑوسی خواتین کو بلوایا، اور اس نوجوان کو ان کے پاس لئے گئے اور ایک ایک کر کے سب دکھائیں لیکن وہ پہچان نہ سکا، بالاخر بڑھیا اس کے پاس سے گزری تو اس نے کہا ''امیر المومنین یہ ہے وہ بڑھیا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کوڑا اٹھایا اور عورت سے کہا: ''سارا واقعہ صحیح صحیح بیان کر'' اس بڑھیا نے بھی نوجوان کی طرح کا قصہ سنایا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے مثل لوگ پیدا کئے۔''

(۵) ابو الزناد بیان کرتے ہیں، ایک راہب اپنی کٹیا میں اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے باہر جھانکا تو اس کی نظر ایک خاتون پر پڑی، یہ اس کا عاشق ہو گیا اور اس کے پاس جانے کے ارادہ سے قدم باہر نکالا، لیکن اس پر اللہ کا رحم ہوا اور عصمت نازل ہوئی اور بولا: ''خدا کی قسم! جو قدم اللہ کی نافرمانی کے لئے باہر نکلا ہے، میں اسے کبھی اندر داخل نہیں کروں گا'' لہٰذا اسے باہر ہی لٹکا ہوا چھوڑ دیا اس پر برف باری اور بارشیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ گل کے گر گیا، اور اس نے اس عمل پر اللہ کا شکر یہ ادا کیا۔''

(۶) مصعب بن عثمان فرماتے ہیں، سلیمان بن یسار انتہائی خوبصورت آدمی تھے ایک مرتبہ ایک عورت ان کے کمرے میں آئی اور بدکاری کی خواہش ظاہر کی، انہوں نے انکار کر دیا تو کہنے لگی: ''تب میں تجھے رسوا کر دوں گی'' وہ بھاگتے ہوئے اپنے گھر سے نکل گئے اور اس کو وہیں چھوڑ دیا۔

(۷) جابر بن نوح کہتے ہیں: میں مدینہ میں کسی کام سے ایک آدمی کے پاس بیٹھا تھا کہ ہمارے پاس سے ایک خوبصورت اور عمدہ لباس پوشاک والے بزرگ گزرے، اس آدمی نے کھڑے ہو کر اس کو سلام کیا اور کہا: اے ابو محمد! میں اللہ سے سوال

کرتا ہوں کہ وہ آپ کے اجر کو بڑھا دے اور آپ کے دل کو صبر سے لبریز کر دے، بزرگ نے کہا:

و کان یمینی فی الوغی و مساعدی فاصبحت قد خانت یمینی ذراعها

و قد صرت حیراناً من الثکل باهتا اخا کلف ضاقت علیّ رباعها

''جنگ میں میرا دایاں ہاتھ اور بازو تھا، لیکن میرے دائیں ہاتھ نے بازو سے خیانت کی، میں گم کرنے والا مبہوت و حیران شخص بن گیا جو چہرہ کی سفیدی والا ہو اور مجھ پر گھر بھی تنگ ہو گئے''

اس آدمی نے کہا: آپ کو خوشخبری ہو کہ صبر مومن کا قابل اعتماد ہتھیار ہے، اور میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ آپ کو اجر سے محروم نہیں کرے گا، میں نے اسے کہا یہ بزرگ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ ایک انصاری ہیں، جب میں نے ان کے قصہ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کے بیٹے کو ایک مصیبت پہنچی ہے، وہ بھی بڑا نیک تھا اور صرف ضروری کاموں میں مشغول رہتا تھا، اس کی موت بڑی عجیب تھی، واقعہ کچھ یوں تھا کہ اسے ایک عورت سے محبت ہو گئی تھی، اس نے اس لڑکے کو شکوہ محبت کا پیغام بھیجا اور ملاقات کی آرزو ظاہر کی، حالانکہ اس عورت کا خاوند بھی تھا لیکن یہ اس کو اصرار کر رہی تھی، لہٰذا اس نوجوان نے یہ بات اپنے ایک دوست کو بتائی، اس نے اسے کہا کہ تو اپنے گھر والوں کو اس کے ہاں بھیج تاکہ یہ اس کو سمجھائیں اور نصیحت کریں شاید یہ باز آجائے، لیکن نوجوان نے اس سے انکار کیا لڑکی نے اس کو پیغام بھیجا کہ یا تو مجھ سے آکر مل یا میں تجھ سے ملتی ہوں، لیکن نوجوان نے اس سے بھی انکار کر دیا جب وہ اس سے ناامید ہو گئی تو ایک جادوگرنی کے پاس گئی اور اسے بہت مال و دولت دے کر لڑکے پر جادو کروا دیا......

ایک رات یہ نوجوان اپنے باپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس لڑکی کا خیال اس کے دل میں کھٹکا اور اس کے دل میں عجیب و غریب غلط خیالات آنے لگے یہ جلدی سے کھڑا ہوا اور نماز میں مشغول ہو گیا اللہ سے عافیت مانگی، لیکن معاملہ بڑھتا رہا اس نے اپنے والد کو کہا

کہ مجھے باندھ دو باپ نے وجہ پوچھی تو اس نے سارا قصہ اپنے باپ کو سنایا، باپ نے اس کو باندھ کر کمرہ میں داخل کر دیا، وہ تڑپتا رہا اور بیل کی طرح دھاڑتا رہا پھر ٹھنڈا ہو گیا اور مر گیا اور خون اس کی ناک سے بہہ رہا تھا۔"

عورتوں کی پاکدامنی کے قصے

پاکدامنی وعفت کے یہ نمونے مردوں کی جانب سے عجیب نہیں لیکن عورتوں کے ایسے واقعات بہت عجیب ہیں۔

(۱) ابو ادریس اودی بیان کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں دو عبادت گزار آدمی تھے، وہ ایک خوبصورت لڑکی پر عاشق ہو گئے لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے اپنے اندر کی بات کو چھپائے رکھا، ایک مرتبہ دونوں ایک درخت کے پیچھے چھپ کر اسے دیکھنے لگے تو دونوں نے اپنا راز ایک دوسرے کو بتا دیا، اور دونوں کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اس کو ورغلائیں گے، جب وہ ان کے قریب آئی تو انہوں نے اسے کہا: "بنی اسرائیل میں ہمارے مرتبہ سے تو خوب واقف ہے، اگر تو نے ہمارے ساتھ صحبت نہ کی تو صبح ہم لوگوں سے کہیں گے کہ ہم نے تیرے ساتھ ایک آدمی کو دیکھا ہے، وہ تو ہم سے بچ کر نکل گیا لیکن تجھے ہم نے پکڑ لیا" وہ عورت بولی: "میں اللہ کی معصیت میں تمہاری اطاعت نہ کروں گی" ان دونوں نے اس کو پکڑ لیا اور لوگوں سے کہا: ہم نے اس کے ساتھ ایک آدمی کو دیکھا ہے وہ تو بچ کر نکل گیا لیکن ہم نے اس کو پکڑ لیا ہے" بنی اسرائیل کے ایک نبی آئے، ان کے لئے کرسی رکھی گئی انہوں نے کہا: "کیا میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں؟ ان دونوں نے کہا، ہاں آپ فیصلہ فرما دیجئے" انہوں نے ان دونوں کو الگ الگ کر کے ذکر کردہ درخت کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے مختلف جواب دیا، آسمان سے ایک آگ آئی اس نے دونوں کو جلا کر بھسم کر دیا اور عورت آزاد ہو گئی۔

(۲) عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ہارون رشید کو اپنی ایک باندی سے عشق

ہو گیا، اس نے اس باندی سے صحبت کا ارادہ کیا تو باندی نے کہا: ''تیرے باپ نے بھی مجھ سے صحبت کی تھی'' اس سے ہارون رشید کے دل پر چوٹ لگی اور اس نے کہا:

ارٰی ماءً وبی عطش شدید　　　و لکن لاسبیل الی الورود

اما یکفیک انک تملکینی　　　و ان الناس عندی کا لعبید

و انک لوقطعت یدی و رجلی　　　لقلت من الرضا احسنتِ زیدی

''میں پانی کو دیکھتا ہوں اور سخت پیاس میں ہوں، لیکن پانی پینے کا کوئی راستہ نہیں، کیا تیرے لئے یہ کافی نہیں کہ تو میری مالک ہے اور لوگ میرے نزدیک غلاموں کی طرح ہیں، اگر تو میں میرے ہاتھ اور پاؤں بھی کاٹ دے تو میں بطور رضامندی کے کہوں گا، تو نے اچھا کیا اور زیادہ کاٹ دے۔''

لہٰذا اس نے امام ابو یوسفؒ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''کیا جب بھی باندی کوئی بات کرے گی تو اس کی تصدیق کرے گا۔؟''

ابن مبارک فرماتے ہیں: ''مجھے اس بات میں کوئی تعجب نہیں کہ ہارون کو اس میں رغبت ہوئی، باندی نے ہارون سے اعراض کیا، اور ابو یوسفؒ نے اس کو باندی کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔''

ابو عثمان تیمی کہتے ہیں: ایک آدمی ایک راہبہ عورت کے پاس سے گزرا، جو انتہائی خوبصورت تھی، یہ اس پر عاشق ہو گیا اور آہستگی سے اس کے پاس پہنچ گیا اور اس کو ورغلانے لگا، اس نے انکار کیا اور کہا: ''ظاہر سے دھوکہ کا شکار نہ ہو، جس کے پیچھے کچھ نہیں'' لیکن اس نے انکار کیا اور عورت سے زبردستی بدکاری کرنے لگا، اس راہبہ کے ایک طرف انگارہ پڑا تھا اس نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا، یہاں تک ہاتھ جل کر راکھ ہو گیا، اس آدمی نے فارغ ہو کر اس سے پوچھا ''تو ایسا کیوں کیا؟'' اس نے جواب دیا: ''جب تو مجھ پر غالب آگیا تو مجھے خوف ہوا کہ تو مجھے لذت میں شریک کرے گا تو معصیت میں بھی شریک کرے گا'' اس آدمی نے کہا: خدا کی قسم میں بھی اب اللہ کی نافرمانی نہیں کروں

گا'' اور اس شخص نے پچھلے گناہوں پر توبہ کر لی۔

(۴) حسین بن محمود رامغانی بیان کرتے ہیں: ایک بادشاہ شکار کے لئے گیا اور اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا، وہ ایک بستی سے گزرا تو وہاں ایک انتہائی خوبصورت عورت دیکھی اس کو ورغلانے لگا، عورت نے کہا: ''میں پاک نہیں ہوں، پاک ہو کر تیرے پاس آتی ہوں،'' وہ اندر گئی اور باہر آکر اسے ایک کتاب دی اور کہا: ''آپ اسے دیکھیں، میں آتی ہوں،'' بادشاہ نے دیکھا تو اس میں زانی کی سزا کا ذکر تھا، بادشاہ نے اسے چھوڑ دیا اور چلا گیا، جب اس کا خاوند واپس آیا تو عورت نے سارا واقعہ اس کو سنایا لیکن اس بیوقوف نے اس شبہ سے عورت کے پاس جانا چھوڑ دیا کہ بادشاہ اس سے خواہش پوری کرے گا، جب عورت کے خاندان والوں کو اس کی خبر ہوئی تو وہ مدد طلب کرنے کے لئے بادشاہ کے پاس گئے اور اسے کہا، ایک آدمی کے پاس ہماری زمین ہے وہ نہ اسے آباد کرتا ہے اور نہ اسے واپس کرتا ہے بلکہ اسے بیکار چھوڑا ہوا ہے، بادشاہ نے آدمی سے کہا ''تو کیا کہتا ہے؟ وہ بولا: ''میں نے اس زمین میں ایک شیر دیکھا ہے، مجھے خوف ہے کہ وہ اس میں داخل ہوگا'' بادشاہ سارا واقعہ سمجھ گیا اور کہا: ''اپنی زمین کو آباد کر، شیر اس میں داخل نہ ہوگا، اور تیری زمین بہت اچھی ہے۔''

(۵) ایک عبادت گزار خوبصورت عورت سے ایک مالدار کو عشق ہو گیا، اس کو نکاح کا پیغام بھیجا لیکن اس نے انکار کر دیا، آدمی کو معلوم ہوا کہ اس عورت نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ یہ سن کر اس نے تین سو اونٹ خریدے اور اعلان کروا دیا کہ جس نے حج پر جانا ہے فلاں سے اونٹ کرائے پر لے لے، لہٰذا عورت نے بھی اس سے اونٹ کرایہ پر لے لیا، راستہ میں وہ آدمی اس کے پاس آیا اور کہا: ''یا تو مجھ سے شادی کر لے یا پھر کچھ اور ہوگا''، عورت بولی: ''خدا سے ڈر! ایسا نہ کر'' اس نے کہا: ''یہی ہوگا جو تو نے سنا ہے، میں کوئی اونٹ فروش نہیں ہوں بلکہ میں تو تیری خاطر نکلا ہوں'' جب عورت کو اپنی عزت کا خوف ہوا تو اس نے کہا: ''تیرا ناس ہو، چند لوگ ابھی نہیں سوئے ہیں'' اس آدمی نے کہا:

''نہیں سب سو گئے'' عورت بولی: ''کیا اللہ رب العالمین کی آنکھ بھی سو گئی ہے؟'' پھر اس نے ایک چیخ ماری اور مر گئی، آدمی بھی بے ہوش ہو کر گر گیا، اور کہا: ''میں ہلاک ہو گیا، کہ میں نے ایک نفس کو قتل کر دیا پھر بھی میری شہوت پوری نہ ہوئی۔''

(۶) وھب بن منبہ بیان کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک انتہائی عبادت گزار آدمی تھا، ایک دن ایک عورت پر اس کی نگاہ پڑی تو پہلی ہی نظر میں اس پر عاشق ہو گیا، اس کے پیچھے گیا اور اسے روک کر پوچھا ''تو شادی شدہ ہے؟'' عورت بولی: ''ہاں، لیکن تو کیا چاہتا ہے'' اس نے کہا، ''اگر ایسا نہیں تو میری ایک رائے ہے'' اس عورت نے پوچھا، ''اس کے باوجود کیا ہے؟'' آدمی نے اس کو بتایا کہ ''میرے دل میں تیرے بارے میں ایک خواہش پیدا ہوئی ہے''، اس عورت نے کہا: ''پھر تو اسے پورا کیوں نہیں کرتا؟'' آدمی بولا: ''کیا تو میرا ساتھ دے گی؟'' اس نے اثبات میں جواب دیا تو اس ایک جگہ لے آئی اور جب دیکھا کہ وہ تو مطلوبہ چیز کے لئے پوری طرح تیار ہے تو کہا: ''اے مسکین ٹھہر جا! اللہ کے ہاں تیرا رتبہ گر نہ جائے'' اس سے اس عابد کو تنبیہ ہوئی، اس کا جوش جاتا رہا اور بولا، ''اللہ تجھے اس عمل کے ثواب سے محروم نہ کرے'' پھر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا: ''تو کس چیز کو پسند کرتا ہے، یا تو تجھے اندھا ہونا ہے یا آلہ تناسل کٹا ہوا ہونا ہے، یا جانوروں کے ساتھ چلنا ہے'' اس نے جانوروں کے ساتھ رہنا پسند کیا اور موت تک بطور سزا کے جانوروں کے ساتھ رہا۔''

(۷) ایک آدمی کو کسی عرب عورت سے محبت ہو گئی جو بڑی سمجھ دار پڑھی لکھی تھی، وہ اس سے ملنے کے بہانے تلاش کرتا رہا یہاں تک کہ ایک انتہائی تاریک رات میں اس کے ساتھ ملاقات کو پہنچا، کچھ دیر اس سے باتیں کیں، پھر اس کے دل میں اس سے بدفعلی کی خواہش پیدا ہوئی، تو کہا میرے دل میں تیرا شوق زیادہ ہو رہا ہے'' لڑکی نے کہا: ''میرا بھی یہی حال ہے'' آدمی نے کہا ''رات گزر چکی ہے اور صبح قریب ہے'' لڑکی بولی: ''اسی طرح شہوات ختم ہو جائیں گی اور لذات فنا ہو جائیں گی، وہ کہنے لگا تو میرے

قریب آجا! لڑکی نے کہا "مجھے اللہ کا خوف مانع ہے" آدمی نے کہا تجھے کس چیز نے مجھ سے ملاقات پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا "تیری اور میری بدبختی اور شقاوت نے" اس نے کہا "میں دوبارہ کب تیرا دیدار کروں گا؟" اس نے کہا میں تجھے نہ بھولوں گی، لیکن ملاقات اب کبھی نہیں ہوسکتی وہ آدمی اس کی بات سن کر شرم میں ڈوب گیا اور کہا:

توقت عذابا لا يطاق انتقامه	و لم تات ما تخشى به ان تعذبا
و قالت مقالا كدت من شدة الحيا	اهيم على وجهي حيا و تعجبا
الا أف للحب الذى يورث العمى	و يورد نارا لا تمل التلهبا
فاقبل عودي فوق بدئى مفكرا	و قد زال عن قلبى العمى فتسربا

"تو ایسے عذاب سے بچ گیا جس سے بچنا ممکن نہیں اور تو نے وہ کام نہیں کیا جس سے عذاب دیا جائے، اس نے ایسی بات کی جس سے میرے چہرہ پر حیا اور تعجب چھا گیا، افسوس ہے اس محبت پر جو اندھا پن پیدا کردے اور ایسی آگ میں ڈلوا دے جس کے شعلے لپکتے ہیں، پس سوچتے ہوئے میرے شروع کرنے سے پہلے ہی واپسی ہوگئی اور میرے دل سے اندھا پن دور ہو گیا اور وہ خوشحال ہو گیا۔"

باب ۲۹

خواہشات نفسانیہ کی حقیقت اور ان کا دائرہ کار

خواہش طبیعت کے کسی ہم مزاج چیز کی طرف مائل ہونے کا نام ہے، اور یہ میلان انسانی بقا کی مصلحت کے پیش نظر اس میں پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر کھانے پینے اور نکاح کی خواہش نفس انسانی میں نہ ہوتی تو یہ نہ کھاتا نہ پیتا نہ شادی کرتا۔ پس خواہش انسان کو اس کے ارادہ کے پورا کرنے پر ابھارتی ہے جیسا کہ غصہ تکلیف دہ چیز کو دور کرتا ہے۔

خواہش کی حقیقت

خواہش نہ تو مطلقاً مذموم ہے نہ ہی مطلقاً ممدوح، جیسا کہ غصہ مطلقاً مذموم و ممدوح نہیں ...... بلکہ ان دونوں میں حد سے بڑھنا مذموم ہے، اور قابل مذمت کیفیت وہ ہے جب یہ منافع کے حصول اور نقصانات کی دوری کی حد سے تجاوز کر جائے، اور جب خواہشات، شہوات اور غصہ کی اس حد تک اطاعت ہو کہ نفع کی حد کا لحاظ ہی ختم ہو جائے تو یہ مطلقاً مذموم ہو جائیں گی کیونکہ اب اس میں مضر پہلو غالب ہے، خواہشات کو مذموم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسے لوگ نادر الوجود ہیں جو خواہشات و جذبات کے موضوع میں اعتدال سے کام لیتے ہیں، بلکہ انسانی کے چار اجزائی عناصر (آگ، پانی، مٹی، ہوا) میں سے کسی ایک کا غلبہ تو لازماً اس پر ہوتا ہے، جب کہ ناصح کا زور اس بحرِ شہوت و غضب کو لگام دینے اور معتدل بنانے پر ہے اور چونکہ اس معاملہ میں اعتدال کا دامن تھامنے والے نادر الوجود ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خواہشات کی مذمت ہی بیان فرمائی ہے، اور حدیث بھی مطلقاً خواہشات کی مذمت ہی بیان کرتی ہے

اور یہ کہ اس میں کوئی قید موجود ہو جیسے، ''تم میں کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔''

ایک مقولہ ہے: ''خواہش ایک ناقابل فہم اور مبہم چیز ہے جس سے مامون نہیں رہا جا سکتا۔'' خواہش انسان کو انجام میں غور کئے بغیر وقتی لذت کے حصول پر ابھارتی ہے، اور وقتی شہوت کے پورا کرنے پر اکساتی ہے، اگرچہ اس کے سبب سے دنیاوی اور اخروی مصیبتیں لاحق ہو رہی ہوں، آخرت کی سزا سے پہلے دنیا میں بھی سزا ہے لیکن خواہش نفس اس سزا کا ملاحظہ نہیں کرنے دیتی، حق پسندی، دینداری اور عقل انسان کو باعث الم وحزن، اور باعث ندامت شہوت سے روکتے ہیں، اور جب اہل دانش لوگوں کا نفس غلط شہوت ولذت حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہ اسے کہتے ہیں ''ایسا نہ کر'' لیکن اطاعت اسی کی ہوتی ہے جو غالب ہو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بچہ اپنی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے اگرچہ خواہشات ہلاکت کا ذریعہ کیوں نہ ہوں، کیونکہ اس کو اس عمل سے روکنے والی چیز ''عقل'' کمزور ہے اور جس آدمی میں دینداری نہ ہو وہ بھی اپنی خواہش کو ترجیح دے گا، اگرچہ وہ آخرت میں ہلاکت کا ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اس کو روکنے والی چیز یعنی دینداری کمزور ہے اور جس شخص میں انسانی قدروں اور مروت کی حاملیت نہ ہو تو وہ بھی خواہش نفس کو ترجیح دے گا، اگرچہ وہ خواہش اس کی مروت کی چادر کو پھاڑ دے، اس کا ایسا کرنا انسانی قدروں کی حاملیت کے ضعف کی وجہ سے ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب بات فرمائی ہے: ''اگر میں جان لوں کہ ٹھنڈا پانی میری مروت میں سوراخ کر دے گا تو میں اسے ہرگز نہ پیوں۔''

خواہش کو پرکھنے کی کسوٹی

اس خواہش کی وجہ سے تمام جانوروں میں انسان کو ممتاز مقام دیا گیا ہے اور جب کبھی بھی اس پر مختلف واقعات وحوادثات پیش آئے ہیں تو اس کے لئے دو حاکم

بنائے گئے ہیں:

(۱) عقل کا حاکم

(۲) دین کا حاکم

اور اسے حکم دیا گیا ہے کہ جب بھی کسی خواہش کا حادثہ پیش آئے تو انہی دو حاکموں کی خدمت میں اسے پیش کرے اور ان کے فیصلہ کی تابعداری کرے، اور اس کے لئے مناسب ہے کہ جائز خواہشات کو چھوڑنے کی مشق کرے تاکہ ناجائز خواہشات سے بھی بچ سکے۔

عقلمند آدمی کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ خواہشات کی مسلسل پیروی کرنے والے ایسی حالت تک پہنچ جاتے ہیں کہ وہ ان خواہشات سے لذت نہیں اٹھا سکتے اور نہ ان کو چھوڑنے کی طاقت رکھتے ہیں، کیونکہ یہ ان کے نزدیک زندگی گزارنے کا لازمی جزو بن جاتی ہیں اسی وجہ سے شراب اور جماع پر ہمیشگی اختیار کرنے والوں کو کبھی کبھی یہ اعمال کرنے والوں کی لذت کا دسواں حصہ بھی نہیں ملتا، لیکن عادت ان ہلاکتوں میں پڑنے کا مطالبہ کرتی رہتی ہے، اگر اس سے خواہش کے پردے کو دور کر دیا جائے تو جسے وہ نیک بختی سمجھ رہا تھا اسے بدبختی گردانے گا اور جسے خوشی سمجھ رہا تھا وہ اب اس کے نزدیک غم ہوگا اور جو پہلے لذت تھی اب تکلیف بن جائے گی، یہ ایسے پرندہ کی طرح ہے جسے دانہ دکھا کر دھوکہ دیا گیا اب نہ تو اسے دانہ ملا اور نہ ہی وہ جال سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔

خواہشات نفسانیہ کے جال سے چھٹکارا حاصل کرنے کے نسخے:

جو شخص خواہشات نفسانیہ کے جال سے نکلنا چاہے اور اس کے شکنجہ سے آزاد ہونا چاہے اس کو مندرجہ ذیل امور اختیار کرنے چاہئیں، اللہ کی توفیق و تائید سے وہ ان امور کے ذریعہ خواہشات سے بچ جائے گا:

(۱) ایسے باہمت آدمی کا پختہ ارادہ اختیار کرے جو اپنے بارے میں غیرت مند ہو۔

(۲) صبر کا کڑوا گھونٹ، جو اپنے نفس کو نفسانی خواہش کے وقت پلائے۔

(۳) نفس کی قوت، جو اسے اس وقت کڑوا گھونٹ پینے پر ابھارے، اور بہادری تو اس گھڑی کا صبر ہے، اور بہترین زندگی تو وہی ہے جو بندہ اپنے صبر کے ذریعہ حاصل کرتا ہے۔

(۴) صبر کے گھونٹ سے ملنے والی شفاء اور اچھے انجام پر نظر رکھنا۔

(۵) خواہش نفسانی کو پورا کرنے سے ملنے والی مصیبت پر نظر رکھنا۔

(۶) اللہ اور اس کے بندوں کے ہاں اپنے درجہ و مرتبہ کو باقی رکھنے کا احساس، جو خواہشات نفسانیہ کی تکمیل کی لذت سے بہت قیمتی چیز ہے۔

(۷) پاکدامنی کی لذت اور اسکی عزت وحلاوت کو معصیت کی لذت پر ترجیح دینا۔

(۸) دشمن پر غلبہ پانے کی خوشی کا احساس کہ اس کو غصہ اور درد کی حالت میں ناکوں چنے چبوا کر ذلیل وخوار کر دیا اور اللہ تعالیٰ بھی اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ بندہ اپنے دشمن کو مغلوب کرے اور اُسے غضبناک کرے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ (التوبۃ: ۱۲۰)

''یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جو کافروں کے غصہ کو بھڑکائے اور یا کافروں سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں تو ان کے لئے عمل صالح لکھا جاتا ہے''

اور فرمایا:

﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح: ۲۹)

''تا کہ کافران پر غصہ ہو۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا

كَثِيْرًا وَّسَعَةً﴾(النساء:۱۰۰)

''جو شخص اللہ کے راستہ میں ہجرت کرے گا تو وہ بہت سی نعمتیں اور کشادگی پائے گا۔''

اور سچی محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے دشمن کو غضبناک کیا جائے۔

(۹) اس بات کو سوچنا کہ مجھے نفسانی خواہشات کے پورے کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے ایک ایسے عظیم کام کے لیے بھیجا گیا ہے جو خواہشات نفسانیہ کو چھوڑنے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

(۱۰) اپنے نفس کے لیے اس بات کو پسند نہ کرے کہ جانور اور چوپائے اس سے بہتر حالت میں ہوں، کیونکہ جانور اپنے نفع نقصان میں تمیز کر کے نافع چیز کو نقصان دہ پر ترجیح دیتے ہیں اور انسان کو عقل اسی ضرورت کے لیے دی گئی ہے، اب اگر یہ نفع اور نقصان میں فرق نہ کر سکے اور نقصان دہ چیز کو ترجیح دے تو یہ جانوروں سے بھی بری حالت میں ہے۔

نفسانی خواہشات کو پورا کرنے سے انسان حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اس پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ جانور کھانے پینے اور نکاح کی لذت کو اس طور پر حاصل کرسکتا ہے جتنی انسان کو نصیب نہیں ہوسکتی، اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ایسی زندگی نصیب ہوئی ہے جو تفکرات و پریشانیوں سے خالی ہوتی ہے، اسی وجہ سے اسے مذبح خانہ کی طرف اس کی خواہشات کے پورا ہونے کے باوجود لے جایا جاتا ہے، اس لیے اگر خواہش کا پورا کرنا ہی فضیلت کی بات ہوتی تو ان خواہشات میں کائنات کا نچوڑ جو کہ انسان ہے اسے کم حصہ اور جانوروں کو زیادہ حصہ نہ ملتا، انسان کو عقل و دانش علم و معرفت کامل جانا خواہشات کے حصہ میں کمی کی وجہ سے ہے۔

(۱۱) اپنے دل کو خواہش نفسانی کے انجام سے باخبر کرتا رہے کہ اس خواہش کا پورا کرنا

کتنی ہی فضیلتوں سے محروم کر دیتا ہے، ذلت میں پہنچا دیتا ہے، لذتوں کو فوت کر دیتا ہے، نعمتوں کو حرام کر دیتا ہے، کتنی ہی شہوتیں ایسی ہیں جو عزت کو ختم کر دیتی ہیں، سر کو جھکا دیتی ہیں، بدنامی مقدر کر دیتی ہیں، ذلت کا باعث بنتی ہیں، اور ان کے بعد ایسی ذلت اور عار لاحق ہوتا ہے جسے پانی نہیں دھو سکتا، جبکہ خواہشات پوری کرنے والا ان سب چیزوں سے آنکھیں بند کیے ہوتا ہے۔

(۱۲) عقل اپنی خواہش کے پورا ہونے اور پورا ہونے کے بعد حاصل ہونے والی اور ضائع ہونے والی چیزوں کا تصور کرے:

فافضل الناس من لم یرتکب سببا حتیٰ یمیز لما تجنی عواقبه

''سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو اس وقت تک کسی کام کا ارتکاب نہ کرے۔ جب تک اس کے انجام پر غور نہ کر لے۔''

(۱۳) اپنے غیر کے حق میں اس کا پوری طرح تصور کرے، پھر اپنے آپ کو اس درجہ میں اتارے اور کسی چیز کا حکم اس کی نظیر کا حکم ہوتا ہے۔

(۱۴) جس چیز کا نفس مطالبہ کر رہا ہے، اس میں غور و فکر کرے، اور اپنی عقل اور دین سے اس کے بارے میں پوچھے وہ اسے بتائیں گے کہ یہ چیز صحیح نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت اچھی لگے تو اس کی بدبودار جگہوں کا خیال دل میں لائے۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس شاعر کے قول سے بہت بہتر ہے، احمد بن حسین کہتے ہیں:

لو فکر العاشق فی منتهی حسن الذی یسبیه لم یسبه

''اگر عاشق اس حسن کے انجام کو سوچ لے، جس کا وہ قیدی بن رہا ہے تو ہرگز اس کا قیدی نہ بنے۔''

(۱۵) اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی کی ذلت سے اعلیٰ خیال کرے کیونکہ جو شخص

خواہشات کی پیروی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ذلیل کر دیتا ہے، اسے خواہشات کے پیروکاروں کی طاقت اور بڑائی سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئے کیونکہ یہ باطنی اعتبار سے ذلیل ترین لوگ ہوتے ہیں، ان میں تکبر اور ذلت دونوں جمع ہیں۔

(۱۶) دین و عزت اور مال جاہ کی سلامتی اور لذت مطلوبہ کے حصول کا آپس میں موازنہ کرے، وہ ان دونوں میں کوئی نسبت نہ پائے گا، پس یہ تو معلوم ہو جانا چاہئے کہ جو شخص ان قیمتی چیزوں کو اس گھٹیا چیز کے بدلہ بیچے گا وہ بیوقوف ترین آدمی ہے۔

(۱۷) اپنے نفس کو اس بات سے مبرا سمجھے کہ وہ دشمن کے سامنے مغلوب ہو، کیونکہ شیطان جب کسی بندے میں ارادہ و ہمت کی پستی اور خواہش کی طرف میلان دیکھتا ہے تو اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اسے پچھاڑ کر خواہشات کی لگام پہنا کر جہاں چاہے ہانکتا ہے اور جب اس میں ارادہ کی مضبوطی، عزت نفس، اور بلند ہمتی دیکھتا ہے تو صرف چوری چھپے اس کے پیچھے پڑتا ہے، اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔

(۱۸) اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ خواہش جب کسی چیز کے ساتھ مل جائے تو اسے خراب کر دیتی ہے، اگر یہ خواہش نفسانی علم میں آ جائے تو اسے بدعت اور گمراہی بنا دیتی ہے اور یہ عالم اہل ھویٰ بن جاتا ہے، اگر یہ نفسانی خواہش زہد میں آ جائے تو ریا اور مخالفت سنت کا موجب بنتی ہے، اگر فیصلہ میں آ جائے اس ظلم بن کر حق سے روکنے کا باعث بنتی ہے، اگر تقسیم اس کا شکار ہو جائے تو انصاف کے بجائے زیادتی پیدا کرتی ہے، اگر ولایت اور عدل کرنے میں نفسانی خواہش آ جائے تو اللہ اور مسلمانوں سے خیانت کا ذریعہ بنتی ہے، یہ پھر وہ جس کو چاہتا ہے مقرر کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے معزول کر دیتا ہے اور یہ سب کچھ خواہش کے مطابق کرتا ہے اور اگر یہ خواہشات عبادت میں آ جائیں تو اطاعت اور قرب الٰہی کا مادہ اس میں سے ختم کر دیتی ہیں۔

(۱۹) انسان کو جان لینا چاہیے کہ شیطان اس پر صرف اس کی خواہش کے دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ اس کے دل اور اعمال کو خراب کرنے کے لیے اس کے اردگرد چکر لگاتا ہے اور اسے سوائے خواہش کے اور کوئی راستہ نہیں ملتا اور وہ زہر کی طرح اعضاء میں چلتا ہے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ نے خواہش کو اپنے رسول ﷺ پر نازل کردہ دین کی ضد قرار دیا اور اس کی اتباع کو نبی کی نافرمانی قرار دیا اور لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا (۱) وحی کی اتباع کرنے والے (۲) خواہش کی اتباع کرنے والے، اور ایسا قرآن میں بہت سی جگہ پر ہے۔

﴿فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا یَتَّبِعُوْنَ اَھْوَآءَھُمْ﴾ (القصص:۵۰)

''اگر وہ تیری اطاعت نہ کریں تو جان لے کہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کر رہے ہیں۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَھْوَآءَھُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ (البقرۃ:۱۲۰)

''اگر تو علم کے آ جانے کے بعد خواہش کی اتباع کرے۔''

(۲۱) اللہ تعالیٰ نے خواہشات نفسانیہ کی پیروی کو صورت اور معنیٰ کے اعتبار سے گھٹیا ترین جانوروں سے تشبیہ دی، کبھی انہیں کتے سے تشبیہ دی جیسے فرمایا:

﴿وَلٰکِنَّهٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ ھَوٰهُ، فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ﴾ (الاعراف:۱۷۶)

''لیکن وہ زمین میں ہمیشہ رہنا چاہتا ہے اور خواہش کی اتباع کرتا ہے اس کی مثال کتے کی سی ہے۔''

اور کبھی گدھوں کے ساتھ، جیسے فرمایا:

﴿كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ﴾ (المدثر: ۵۰۔۵۱)

''گویا کہ وہ بدکنے والے گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے ہیں۔''

اور کبھی ان کی صورتوں کو بندر اور خنزیر کی طرح کر دیا۔

(۲۲) خواہشات کی اتباع کرنے والے اس قابل نہیں کہ انہیں امام و متبوع بنایا جائے یا ان کی اطاعت کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں امامت سے معزول کیا اور ان کی اطاعت سے منع کیا، امامت سے معزول کرنے کی مثال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

﴿إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة: ۱۲۴)

''میں تجھے لوگوں کا امام بناتا ہوں، کہا میری اولاد میں سے بھی، اللہ نے فرمایا، میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔''

جو شخص خواہشات کی اتباع کرے وہ ظالم ہے لہٰذا فرمایا:

﴿بَلِ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (الروم: ۲۹)

''بلکہ ظالم لوگوں نے بغیر علم کے اپنی خواہشات کی اتباع کی۔''

ان کی اطاعت سے منع کرنے کی مثال یہ قول الٰہی ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (الکہف: ۲۸)

''اور اس شخص کا کہنا نہ مان جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔''

(۲۳) اللہ رب العزت نے خواہش نفس کی پیروی کرنے والے کو بت کی عبادت کرنے

والے کی طرح قرار دیا اور فرمایا:

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ﴾ (الفرقان:۴۳)

''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا لیا''۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس سے مراد وہ منافق ہے کہ اس کو جب کسی بات کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ کر گزرتا ہے'' اور یہ بھی فرمایا: ''منافق وہ ہے کہ جب اس کے دل میں کسی بات کی خواہش پیدا ہوتی ہے تو وہ کر گزرتا ہے۔''

(۲۴) خواہش نفسانی جہنم کی آڑ ہے جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے، جو خواہش میں مبتلا ہو گیا وہ جہنم میں گر گیا، جیسا کہ صحیحین میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت کو ناگواریوں اور جہنم کو خواہشات سے ڈھانپا گیا ہے۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: جب اللہ نے جنت کو پیدا کیا تو جبریئل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا: اس کو دیکھ اور جنتیوں کے لیے تیار کرو نعمتوں کو دیکھ، انہوں نے جنت اور اس کی نعمتوں کو دیکھا، پھر واپس لوٹے اور کہا: تیری عزت کی قسم تیرے بندوں میں سے جو بھی اس کے بارے میں سنے گا اس میں داخل ہو گا، پھر حکم ہوا اور جنت کو ناگواریوں میں چھپا دیا گیا، پھر فرمایا: دوبارہ جا اور اس کو دیکھ، وہ دوبارہ گئے اور اس کو ناگواریوں میں چھپا ہوا دیکھا تو عرض کیا کہ، ''مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا'' فرمایا: جا اور جہنم اور اس کے عذاب کو دیکھ، وہ گئے اور جہنم اور جہنمیوں کے لیے تیار کردہ عذاب دیکھا کہ آگ شعلے مار رہی ہے تو عرض کی: تیری عزت کی قسم! اس کے بارے میں کوئی سننے والا ایسا نہیں جو اس میں داخل ہو، پھر حکم ہوا اور اسے شہوات میں چھپا دیا گیا، فرمایا جا اور اب دیکھ، وہ گئے اور اس کو خواہشات میں چھپا ہوا دیکھا تو عرض کی تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اس سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔[2]

---

[1] البخاری (۶۴۸۷) ومسند احمد (۲/۲۶۰)

[2] الترمذی (۲۵۶۳) ومسند احمد (۲/۳۳۲)

(۲۵) خواہشات کی اتباع کرنے والے کے بارے میں ڈر ہے کہ کہیں وہ ایمان سے محروم نہ کر دیا جائے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے ''تم میں ہر ایک اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔'' ایک اور روایت میں آتا ہے: ''مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف پیٹ، شرمگاہ، اور گمراہ کن خواہشات میں سرکش شہوت کا ہے۔''

(۲۶) خواہشات کی اتباع کرنا آدمی کو ہلاک کر دیتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہی چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں، نجات دینے والی چیزیں یہ ہیں: (۱) چھپے اور اعلانیہ ہر حال میں اللہ سے ڈرنا (۲) خوشی اور ناراضگی ہر حال میں سچ بات کرنا (۳) فقر اور مالداری میں شکر کرنا اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں: (۱) اتباع کی جانے والی خواہش، (۲) اطاعت کیا جانے والا بخل (۳) خود پسندی۔

(۲۷) خواہش نفس کی مخالفت انسان کے بدن، دل اور زبان میں قوت پیدا کرتی ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں: اپنی خواہش پر غلبہ پانے والا کسی شہر کو اکیلے فتح کرنے والے سے بڑا بہادر ہے، ایک حدیث میں ہے، پہلوان وہ نہیں جو مد مقابل کو پچھاڑے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت نفس پر قابو پالے، جیسے جیسے وہ نفس کی مخالفت کی مشق کرتا رہے گا اسی طرح اس کی قوت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

(۲۸) لوگوں میں اپنی فہم کے اعتبار سے سب سے آگے وہ شخص ہوتا ہے جو حفاظت نفس میں قوی ہوتا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''دینی فہم و بصیرت شہوات کو چھوڑنا اور خواہش نفسانی کو ترک کرنا ہے، خواہش کی اتباع دینی فہم کو ختم کر دیتی ہے اور اس کی مخالفت دینی فہم کو بڑھاتی ہے۔''

(۲۹) ہر روز خواہش اور عقل اپنے مالک کے بارے میں باہم جھگڑا کرتی ہیں جو قوی ہوتی ہے غالب آجاتی ہے اور حاکم بن کر حکم چلاتی ہے، حضرت ابو درداء رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کی عمل اور خواہش جمع ہو جاتے ہیں اگر عمل خواہش کے تابع ہو تو وہ برا دن ہوتا ہے اور اگر خواہش عمل کے تابع ہو تو وہ بہترین دن ہوتا ہے۔

(۳۰) اللہ تعالیٰ نے خطا اور خواہش نفس کی اتباع دونوں کو ساتھی بنایا ہے اور درستگی اور مخالفت نفس دونوں ہم نشین ہیں، ایک بزرگ فرماتے ہیں: جب دو امور آپ کے لیے باہم مشتبہ ہو جائیں اور آپ کو سمجھ نہ آئے کہ دونوں میں سے کون سا بہتر ہے تو جو آپ خواہش کے زیادہ موافق ہو اس کو چھوڑ دیں کیونکہ اکثر غلطیاں نفس کی تابعداری سے ہوتی ہیں۔

(۳۱) خواہش نفس ایک بیماری ہے اور اس کی مخالفت اس کا علاج ہے، ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''میں تجھے تیری بیماری اور اس کے علاج کے بارے میں بتاتا ہوں، تیری بیماری خواہش نفس ہے اور اس کی دوا خواہش کو چھوڑنا اور اس کی مخالفت کرنا ہے۔''

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مصیبت ساری کی ساری تیری نفسانی خواہشات میں ہے اور شفاء ساری کی ساری ان کی مخالفت میں ہے۔''

(۳۲) خواہش سے جہاد کرنا اگرچہ کفار سے جہاد کرنے سے افضل تو نہیں لیکن اس سے کم بھی نہیں، ایک آدمی نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: ''کون سا جہاد سب سے افضل ہے؟'' فرمایا: ''تیرا اپنے نفس سے جہاد کرنا'' میں نے اپنے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ''نفس و خواہش سے جہاد کرنا کفار و منافقین کے جہاد کی اصل ہے، کیونکہ آدمی ان سے جہاد پر اس وقت تک قادر نہیں ہو سکتا جب تک اپنے نفس و خواہش سے جہاد نہ کر لے پھر ان کی طرف نکلے۔''

(۳۳) خواہش ایک بدپرہیزی ہے اور اس کی مخالفت پرہیز ہے، جو شخص بدپرہیزی کرے اور احتیاط سے کام نہ لے تو خوف ہے کہ اس کی بیماری اس کو پچھاڑ کر رکھ دے گی، عبد الملک بن قریب فرماتے ہیں: میں ایک اعرابی کے پاس سے گزرا:

اس کی آنکھوں میں بہت زیادہ میل تھا اور اس کے آنسو گالوں پر بہہ رہے تھے، میں نے پوچھا: "تو اپنی آنکھیں کیوں نہیں صاف کرتا، اس نے بتایا طبیب نے مجھے اس سے منع کیا اور اس شخص میں کوئی خیر نہیں جسے تنبیہ کی جائے اور وہ تنبیہ قبول نہ کرے اور اسے حکم دیا جائے وہ حکم پورا نہ کرے" میں نے دریافت کیا "کیا تجھے کسی چیز کی چاہت نہیں؟" کہنے لگا "کیوں نہیں! لیکن میں احتیاط کرتا ہوں، کیونکہ جہنمی لوگ وہ ہیں جن کی خواہشات ان کے پرہیز پر غالب آ گئیں اور وہ ہلاک ہو گئے۔"

(۳۴) خواہش کی اتباع انسان پر توفیق کا دروازہ بند کروا دیتی ہے، اور اس پر رسوائی کا دروازہ کھلوا دیتی ہے، آپ اس کو بس یہ امید کرتا دیکھیں گے کہ "اگر اللہ مجھے توفیق دے تو میں یہ کروں گا یہ کروں گا" اور بعض مرتبہ تو وہ خواہشات نفس کی اتباع کی وجہ سے اپنے نفس کے لیے بھی توفیق کا دروازہ بند کر لیتا ہے، فضیلبن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس شخص پر خواہشات شہوات کی اتباع غالب ہو جائے اس کے لیے توفیق کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔"

(۳۴) ایک عالم فرماتے ہیں: کفر چار چیزں کی وجہ سے ہوتا ہے: (۱) غصہ (۲) شہوت (۳) رغبت (۴) رہبت۔ ان میں سے دو میں نے دیکھی ہیں، ایک تو یہ کہ ایک آدمی نے غصہ میں اپنی ماں کو قتل کر دیا اور دوسرا یہ کہ ایک آدمی عاشق ہوا تو نصرانی ہو گیا۔"

ایک بزرگ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، کہ ان کی نظر ایک خوبصورت عورت پر پڑی، اس کی طرف چلے پھر فرمایا:

اھوی ھوی الدین و اللذات تعجبنی فکیف لی بھوی اللذات و الدین؟

"میں دین سے محبت کرتا ہوں اور لذتیں مجھے خوش کرتی ہیں، میں لذتوں اور دین کی محبت کو کیسے چلا سکتا ہوں۔"

اس عورت نے کہا: "ایک کو چھوڑ دے، دوسرے کو حاصل کر لے گا۔"

(۳۵) جو اپنی خواہش کی مدد کرتا ہے، وہ اپنی عقل اور رائے کو خراب کر دیتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنی عقل میں اللہ سے خیانت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی عقل کو خراب کر دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہر چیز کے بارے میں ہے کہ جب بھی کوئی اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کے بارے میں خیانت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس چیز کو خراب کر دیتے ہیں۔

معتصم نے ایک دن اپنے ایک شاگرد سے کہا: ''اے فلاں! جب خواہش کی مدد کی جاتی ہے تو عقل ضائع ہو جاتی ہے، میں نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ میرے شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہہ رہا تھا: جب کوئی آدمی دراہم پرکھنے میں اللہ سے خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے پرکھنے کا ملکہ چھین لیتے ہیں، شیخ نے فرمایا: ''اسی طرح جو شخص علم کے مسائل میں خیانت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے علم چھین لیتے ہیں۔''

(۳۶) جو اپنے نفس کے لیے اتباعِ خواہش میں کشادگی کرتا ہے وہ اپنی قبر کو تنگ کر دیتا ہے اور جو مخالفت خواہش کے ذریعہ نفس کے لیے تنگی کرتا ہے تو قبر میں اس کے لیے کشادگی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا:

﴿وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾ (الدھر:۱۲)

''ان کو ان کے صبر کے بدلہ میں جنت اور ریشم ملے گی۔''

جب انہوں نے صبر کیا یعنی نفس کو خواہش کے پورا کرنے سے روکا جس میں ان کے لیے تنگی اور گھبراہٹ تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی وسعت اور ریشم کی نرمی عطا کر دی۔

ابو سلیمان دارمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اللہ نے شہوات سے رکنے کی وجہ سے انہیں یہ بدلہ دیا۔''

(۳۷) خواہشات کی اتباع قیامت کے دن نجات پانے والوں کے ساتھ چلنے سے بندہ کو لاچار کر دیتی ہے جیسا کہ دنیا میں ان کے ساتھ سے محروم کر دیتی ہے، محمد ابن ابی ورد فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کے لیے ایک دن ہے کہ اس دن وہ خواہش کی

تابع داری کرنے والوں کو ان کی برائی کی وجہ سے نجات نہ دے گا، اور قیامت کے دن سب سے زیادہ سستی کے ساتھ اٹھنے والا شخص وہ ہوگا جو اپنی شہوت کا پچھاڑا ہوا ہو، اور طلب کے میدانوں میں چلنے والی عقلوں میں سب سے زیادہ حصہ ان عقلوں کو ملتا ہے جو زیادہ صبر کرنے والی ہوتی ہیں۔

(۳۸) خواہش کی اتباع پختہ ارادوں کی کمزور اور بے بس کر دیتی ہے اور ان کی مخالفت ارادوں کو قوی اور تیز کر دیتی ہے اور عزائم اور پختہ ارادے ہی بندہ کی سواری ہیں جو اسے اللہ اور آخرت کی طرف لے جاتی ہے، اور جب سواری ہی نہ رہے تو مسافر کا بھی کوئی چارہ کار نہیں ہوتا، یحییٰ بن معاذ سے پوچھا گیا ''ارادہ کے اعتبار سے سب سے بہترین آدمی کون ہے؟'' فرمایا: ''جو اپنی خواہش پر غالب ہو۔''

خلف بن خلیفہ ایک مرتبہ سلیمان بن حبیب کے پاس آیا، اس کے پاس اس کی ایک باندی بیٹھی تھی، جسے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے بدر یعنی چودھویں کا چاند کہا جاتا تھا۔ سلیمان نے اسے کہا: ''یہ باندی آپ کو کیسی لگ رہی ہے؟'' خلف بولا ''اللہ آپ کے ساتھ خیر فرمائے، میں نے ایسا حسین چہرہ تو آج تک نہیں دیکھا'' سلیمان نے کہا: ''یہ آپ لے لیجئے'' خلف بولا، ''میں امیر کو تکلیف نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ انہیں بہت پسند ہے'' سلیمان نے کہا: ''میری شدید محبت کے باوجود تو اسے لے لے تاکہ میری خواہش کو معلوم ہو جائے کہ میں اس پر غالب ہوں۔'' خلف نے اسے لیا اور یہ کہتا ہوا چل پڑا:

لقد حبانی و اعطانی فضلی ۔۔۔ عن غیر مسألةٍ منه سلیمان

اعطانی البدر خودًا فی محاسنها ۔۔۔ والبدر لم یعطه انس و لا جان

ولست یومًا بناسٍ فضله ابدا ۔۔۔ حتی یغیبنی لحدٌ و اکفان

''سلیمان نے بغیر مانگے مجھ پر احسان کیا، مجھے بخشش دی اور مجھ پر فضل کیا، انہوں نے مجھے ایسا چاند دیا جو نزاکت کے محاسن میں سے ہے حالانکہ چاند کسی انسان کو نہیں دیا جاتا میں اس وقت تک ان کے احسان کو نہیں بھولوں گا جب تک

مجھے قبر اور کفن غائب نہ کر دیں۔“

(۳۹) خواہش نفس پر سوار ہونے والا تیز، پھرتیلے اور بے قابو گھوڑے پر بغیر لگام کے سواری کرنے والے کی طرح ہے، عنقریب یہ گھوڑا اسے روند ڈالے گا اور موت کے گھاٹ اتار دے گا، ایک بزرگ کہتے ہیں، جنت کی تیز ترین سواری دنیا سے زہد ہے اور جہنم کی تیز ترین سواری شہوت کی محبت ہے اور خواہشات کو اختیار کرنے والا جلد ہی ہلاکت کی وادیوں میں گر جاتا ہے۔“

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں: ”بہترین عالم وہ ہے جو اپنی دینداری کی بنا پر دنیا سے بھاگے، اور اپنی خواہش پر پوری طرح قابو پا چکا ہو۔“

عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس کی خواہش عقل پر اور جس کا غم صبر پر غالب ہو وہ رسوا ہو جاتا ہے۔“

(۴۰) توحید اور اتباع نفس دو باہم متضاد چیزیں ہیں، کیونکہ خواہش ایک بت ہے اور ہر بندہ کے دل میں اس کی خواہش کے مناسب بت ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بت شکنی اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے لیے بھیجتے تھے اور مقصود الٰہی اس بعثت سے جسمانی بتوں کو توڑنا اور دل کے بتوں کو چھوڑنا ہوتا تھا بلکہ دل کے بت پہلے توڑے جاتے تھے۔

حسن بن علی مطوعی فرماتے ہیں: ”ہر آدمی کا بت اس کی خواہش ہے جس نے مخالفت نفس کے ذریعہ اسے توڑ دیا، وہ حقیقی معنی میں بہادر ہے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو یہ فرمانا بھی قابل غور ہے:

﴿مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۵۲)

”یہ کیسی صورتیں ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو۔“

آپ ان بتوں کو ان خواہشات کے کتنا مناسب اور ہم شکل پائیں گے جو دل میں پیدا ہوتی ہیں انسان ان پر مجاور بنتا ہے اور ان کی عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا، اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان: ۴۳، ۴۴)

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے خواہش کو اپنا معبود بنالیا، کیا آپ اس پر کارساز ہیں، کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ ان میں سے اکثر سنتے ہیں یا سمجھتے ہیں یہ تو محض جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔''

(۴۱) نفس کی مخالفت جسم اور دل سے بیماری کو دور کرتی ہے جبکہ اس کی اتباع دل وجسم میں بیماری کو لاحق کرتی ہے، دل کے سارے امراض خواہش کی پیروی کی وجہ سے ہوتے ہیں، اگر آپ بدن کے امراض کی تفتیش کریں تو ان میں اکثر خواہشات کو ترجیح دینے سے پیدا ہوئے ہوں گے۔

(۴۲) تمام دشمنیوں، لڑائی جھگڑے اور حسد کی جڑ خواہش کی اتباع ہے، جو اپنی خواہش کی مخالفت کرتا ہے، وہ اپنے بدن، دل اور اعضاء کو راحت پہنچاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ خود بھی سکون وراحت میں رہتا ہے اور دوسروں کی راحت کا بھی موجب بنتا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''جب خواہشات غالب ہو جائیں تو دل سیاہ ہو جاتا ہے اور جب دل سیاہ ہو جائے تو سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور جب سینہ تنگ ہو جائے تو اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور جب اخلاق بگڑ جائیں تو لوگ اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور یہ لوگوں کا دشمن بن جاتا ہے۔'' اب آپ خود غور کریں کہ دشمنیاں، لڑائی، جھگڑا، فتنہ وفساد اور ترک حقوق وغیرہ کس چیز سے پیدا ہوئے۔؟

(۴۳) اللہ تعالیٰ نے بندہ میں عقل اور خواہش رکھی ہے جب ان دونوں میں سے کوئی ایک غالب ہو جائے تو دوسری چھپ جاتی ہے، جیسا کہ ابوعلی ثقفی فرماتے ہیں:

''جس کی خواہش غالب ہو، اس کی عقل چھپ جاتی ہے اس شخص کے انجام پر غور کرلو جس کی عقل چھپ چکی ہو اور خواہش ظاہر ہو چکی ہو۔''

علی بن سہل فرماتے ہیں: ''عقل اور خواہش باہم جھگڑتی ہیں، توفیق عقل کی ساتھی ہے اور خذلان خواہش کی ساتھی ہے، اور نفس ان دونوں کے درمیان کھڑا ہوتا ہے، جو بھی غالب آئے نفس اس کے ساتھ ہو جاتا ہے۔''

(۴۴) اللہ تعالیٰ نے دل کو اعضاء کا بادشاہ اور محبت، معرفت اور عبودیت کا مرکز بنایا ہے اور دو بادشاہوں، دو لشکروں دو مددگاروں اور دو طرح کے ضروری سامان کے ذریعہ اس کا امتحان لیا ہے، حق زہد اور ہدایت بادشاہ ہیں ان کے مددگار فرشتے ہیں اور اس کے لشکر سچائی، اخلاص اور خواہش کی مخالفت ہے اور باطل سلطان ہے شیطان اور اس کا لشکر اور اس کے مددگار ہیں اور ان کا ضروری سامان اتباع نفس ہے، نفس دونوں لشکروں کے درمیان کھڑا ہے باطل کا لشکر دل پر خواہش کے راستہ اور سرحد ہی سے آسکتا ہے، یہ دل کو سست کر دیتی ہے اور دل کے دشمن کے ساتھ ہو جاتی ہے اور دشمن کو اپنا تعاون فراہم کرتی ہے، لہٰذا اس دشمن کے لیے شہر دل کا دروازہ کھل جاتا ہے پس وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے اور مالک بن بیٹھتا ہے اور دل پر خذلان طاری ہو جاتا ہے۔

(۴۵) انسان کا بدترین دشمن شیطان اور خواہش نفسانی ہے، اور اس کا سب سے اچھا دوست اس کی عقل ہے اور نصیحت کرنے والا فرشتہ ہے، جب یہ نفس کی خواہش کی اتباع کرتا ہے تو گویا اپنا ہاتھ دشمن کو پکڑا دیتا ہے، اس کا قیدی بن جاتا ہے اور بدترین دوست اختیار کر لیتا ہے۔ یہ بعینہ سخت مصیبت، شقاوت، بدنصیبی اور دشمنوں کے سامنے شکست خوردہ ہے۔

(۴۶) ہر آدمی کی ابتداء اور انتہاء ہے، جس کی ابتداء اتباع نفس ہوگی اس کی انتہاء، ذلت و خواری، و شقاوت ہوگی، بلکہ یہ چیزیں اپنی انتہاء کے اعتبار سے اس کے دل کے لیے عذاب بن جائیں گی:

مآرب كانت في الشباب لاهلها عذاباً فصارت في المشيب عذابا

''وہ چیزیں جو جوانی میں عذاب تھیں بڑھاپے میں بھی عذاب بن جائیں گی۔''

اگر آپ کسی بدحال اور مصیبت زدہ شخص کی حالت میں غور کریں تو اس کی تباہی کے پیچھے خواہشات کی اتباع اور ان کو عقل پر ترجیح دینے کا ہاتھ ہوگا۔

اور جس آدمی کی ابتداء خواہش کی مخالفت اور ہدایت کے داعی کی اطاعت ہو تو اس کی انتہاء عزت، شرافت، غنیٰ اور اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے ہاں اس کے لئے اعلیٰ مقام ہوگا۔

ابوعلی دقاق فرماتے ہیں: ''جو جوانی کی حالت میں اپنی شہوت پہ غالب رہا اللہ تعالیٰ بڑھاپے کی حالت میں بھی اسے عزت عطا فرمائیں گے۔''

مہلب بن ابی صفرہ سے پوچھا گیا: ''آپ نے یہ مقام کیسے حاصل کیا؟'' فرمایا: ''پختہ ارادہ کی اطاعت اور خواہش کی مخالفت کی وجہ سے'' یہ تو دنیا کی ابتداء و انتہاء ہے، آخرت میں اللہ تعالیٰ نے نفس کی مخالفت کرنے والوں کے لیے جنت اور اتباع کرنے والوں کے لیے جہنم تیار کی ہے۔

(۴۷) خواہش دل کی غلامی، گردن کا پھندا اور پاؤں کی بیڑی ہے، اور اس کی اتباع وہ شخص کرتا ہے جو برائیوں کا قیدی ہو گیا ہے اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے، گلے سے پھندا اتار دیتا ہے اور پاؤں سے بیڑی کھول دیتا ہے۔

(۴۸) خواہشات کی مخالفت انسان کو اس مقام پر لا کھڑا کرتی ہے کہ اگر یہ اللہ پر کسی بات کی قسم کھائے وہ اس کو پورا کر دے، اور خواہش کے فوت ہونے کی وجہ سے اس کی ضروریات کئی گنا بڑھا چڑھا کر پورا کرے، وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو مینگنی سے اعراض کرے اور اس بدلہ میں موتی ملے، اور خواہش کی اتباع کرنے والا دنیاوی اور اخروی فائدوں اور خوشگوار زندگی کو ضائع کر دیتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھوں قدم اور دل کے قید خانے سے آزادی کے بعد کے انبساط پر غور کرلیں کیونکہ انہوں نے حرام کو چھوڑا تھا۔

عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں: میں نے سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا تو میں نے ان سے ان کے انجام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: جونہی مجھے قبر میں رکھا گیا میں فوراً اللہ کے سامنے کھڑا تھا، اس نے مجھ سے آسان سا حساب لیا اور مجھے جنت میں جانے کا حکم دے دیا، اس اثناء میں کہ میں جنت کے درختوں اور نہروں کا چکر لگا رہا تھا، مجھے کسی آہٹ کی آواز آ رہی تھی کہ میں نے کسی کو کہتے سنا: ''سفیان بن سعید'' میں نے بھی کہا: ''سفیان بن سعید'' اس نے کہا: ''تیری حفاظت ہو گیا تو نے کبھی اپنی خواہش پر اللہ کو ترجیح دی ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں، خدا کی قسم!'' تو مجھ پر ہر طرف سے محفلوں میں تقسیم کی جانے والی مٹھائی اور پیسے گرنے لگے''۔

عبدالرزاق فرماتے ہیں: ابوجعفر نے مکہ روانگی کے وقت چند آدمیوں کو بھیجا اور ان سے کہا: اگر تم سفیان کو دیکھو تو اسے سولی چڑھا دینا، وہ گئے لکڑیاں گاڑیں انہیں تلاش کرنے لگے، حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کا سر حضرت فضیل کی گود میں تھا، ان کے ساتھیوں نے کہا: ''اللہ سے ڈریں اور دشمنوں کو ہمارا مذاق اڑانے والا نہ بنائیں'' وہ اٹھے اور خانہ کعبہ کے پردوں کے پاس پہنچے اور انہیں پکڑ کر کہا: ''میں اس سے بری ہوں اگر ابوجعفر مکہ میں داخل ہوا'' پس ابوجعفر کا مکہ میں داخل ہونے سے پہلے انتقال ہو گیا'' آپ غور کریں کہ نفس کی مخالفت کے ذریعہ انہوں نے خود کو کس مقام پر لا کھڑا کیا۔

(۴۹) نفسانی خواہشات کی مخالفت دنیا و آخرت کی عزت اور ظاہری و باطنی وقار کی ضامن ہے، جبکہ اس کی پیروی آدمی کو دنیا و آخرت میں ذلیل اور رسوا کر دیتی ہے جب لوگ قیامت کے ایک میدان میں جمع ہوں گے تو ایک منادی پکارے گا: آج سارے جمع ہونے والے جان لیں گے کہ عزت والے کون ہیں، متقی کھڑیں ہو جائیں، وہ کھڑے ہوں گے اور عزت و کرامت کی جگہ کی طرف چل پڑیں گے، اور خواہش کی اتباع کرنے والے خواہش کی گرمی، پسینہ اور درد میں

مبتلا سر جھکائے کھڑے ہوں گے جبکہ خواہش کی مخالفت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

(۵۰) اگر آپ ان سات آدمیوں میں غور کریں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا تو آپ جان لیں گے کہ انہوں نے یہ مقام مخالفت نفس سے ہی حاصل کیا، کیونکہ بااختیار قاضی اور امام مخالفت نفس کے بغیر انصاف نہیں کرسکتا، نوجوان جوانی کے جذبات پر اللہ کی عبادت کو ترجیح دیئے بغیر مخالفت نفس کے وہ ایسا کر ہی نہیں سکتا، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہوا سے اس عمل پر اعلیٰ جگہوں کی خواہش کے مخالفت نے ابھارا ہے، خفیہ طریقہ سے صدقہ کرنے والے میں اگر خواہش کی مخالفت نہ ہوتی تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا، یہی حال اس شخص کا بھی ہے جسے تنہائی میں کوئی حسب ونسب والی عورت دعوت گناہ دے اور وہ انکار کردے اور یہی حالت ہے اس شخص کی جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور خشیت الٰہی سے اس کے آنسو بہہ پڑیں، اس سے یہ عمل خواہش کی مخالفت نے ہی کروایا ہے قیامت کے دن انہیں گرمی، پسینہ اور کوئی سختی دامن گیر نہ ہوگی، جبکہ خواہش کی پیروی کرنے والوں کی گرمی پسینہ اور تکلیف انتہاء کو پہنچی ہوئی ہوگی اور اس کے بعد خواہش کے قید خانہ جہنم میں گرنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔

اللہ ہی سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں برائی کا حکم کرنے والے نفوس سے بچائے اور ہماری خواہشات کو اپنی پسند کے تابع کردے۔

انہ علی کل شیء قدیر بالا جابة جدیر

تم الکتاب والحمد للہ

۲۴ شوال ۱۴۲۵ھ "روضة المحبین ونزهة المشتاقین"

کا پہلا ترجمہ اختتام پذیر ہوا۔

بقلم ابن سرور محمد اویس عفی عنہ
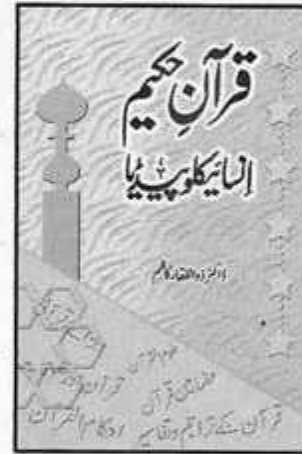
Rs. 165/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)

Ph : 23282550 • e-mail : apd@bol.net.in